خطباتِ حرمین

حرمِ مکّی

1424ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سال نو کا آغاز اور امت اسلامیہ سے خطاب

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ

7/3/2003ء 4/1/1424ھ

حمد وثناء کے بعد!

سال نو کا آغاز:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کے بعد اللہ سے دعاء ہے کہ وہ اس سال نو کو امت اسلامیہ کیلئے امن وامان، سلامتی واسلام اوران امور کی توفیق کا سال بنادے جو اسے محبوب وپسندیدہ ہیں اور اس ذات بابرکات سے جب مدد طلب کی جائے تو وہ مدد کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی دعاء ہے کہ وہ اس نئے سال کو اسلام اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے فتح ونصرت کا سال بنادے اور تمام انسانوں کو خیر وبھلائی، عدل وانصاف اور سلامتی کی نعمتوں سے مالا مال کرے، ہمارے موجودہ ایام کو ہمارے ماضی سے بہتر کردے اور ہمارے موجودہ ایام سے ہمارے مستقبل کو بہتر وتابناک کردے اور امت اسلامیہ کو مصائب ومشکلات اور ہر طرح کے فتنوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھے۔ وہ ذات گرامی بڑی ہی صاحب جودوکرم اور فضل واحسان والی ہے۔

لمحہ فکریہ:

مسلمانو! زمانے کا پہیہ اپنی گردش کو پورا کرلیتا ہے لیکن اس کے حوادث سے نصیحت وعبرت حاصل کرنے والا کوئی نہیں ہوتا سوائے ان لوگوں کے جن کی بصیرت کو اللہ نے روشن کر رکھا ہے اور اپنی عمر کی ایک ایک گھڑی اور لمحہ لمحہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے اسے اعمال صالحہ اور نیکی کے میدان میں صرف کرتا ہے اور افراط وتفریط یا تقصیر وکوتاہی اور گناہ کے راستوں سے دور رہتا ہے۔

الوداع اے سال ماضی:

امت اسلامیہ نے ایک سال کو الوداع کردیا ہے، اب اس کی صرف یادیں رہ گئی ہیں۔ ہم نے سال کو یوں الوداع کیا ہے جیسے کوئی ایک دن کو رخصت کرتا ہے اور وہ اس دن کی صبح وشام میں حاصل ہونے والے ہر خوشی وغم کو جانتا ہے، حزن وسرور اسے یاد ہوتا ہے، سعادت ومصیبت اور سختی وتنگ حالی سب ذرہ ذرہ ازبر ہوتا ہے۔ بشارت وخوشخبری اس شخص کیلئے جس نے اپنے سال ماضی کو تقرب الی اللہ اور اطاعت الٰہی کے کاموں میں صرف کیا، اور خوش نصیب ہے وہ جس نے اس سال کے خزانوں میں نیکیوں کو جمع کردیا اور جو گناہوں سے بچتا رہا۔

سال نو اور امت اسلامیہ:

مسلمانو! یہ نیا ہجری سال ایک محبوب وصاحب لطف مہمان ہے، یہ شہروں اور دیہاتوں کے تمام لوگوں کیلئے باعث غناء وتونگری ہے۔ اس

میں تلخ وشیرین ہے اور راحت وآرام ہے۔لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ یہ نیا سال ایسے حال میں آیا ہے کہ امت اسلامیہ ابھی تک اپنی عظمت رفتہ کو واپس لانے میں کوئی طریقہ تلاش نہ کرسکی اور نہ ہی غیرت کی سربلندی اور فلاح ونجاح کی راہ پاسکی ہے اور ابھی تک اسے وہ مقام حاصل نہیں ہوسکا کہ اسے بری نظر سے دیکھنے والوں کی آنکھیں نوچ سکے۔لیکن ان المناک حالات اور مہلک طوفانوں کے تھپیڑوں کے باوجود ہم پرامید ہیں اور ایک تابناک امید ہمارا سرمایہ ہے،امت کی لگام توحید الٰہی کے ہاتھ میں ہے اور اس کے دل ایمان ویقین کے ساتھ دھڑکتے ہیں اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

"اور اللہ اپنے نور کو پورا (اسلام کو غالب) کر کے رہے گا خواہ کافروں کو یہ بات بری ہی کیوں نہ لگے۔" (الصف:8)

تلافئ مافات:

ہمیں امید کہ اس نئے ہجری سال کے آغاز کی مناسب وموقع وہ بہترین وقت ثابت ہوگا.جس میں ہم دیکھ بھال اور مراجعہ و پڑتال کر کے اپنی کوتاہیوں کی اصلاح کرسکیں گے اور یہ ہمارے لئے کلیرنس اور محاسبے کا وقت ثابت ہوگا اور امت کو اس بات کا ادراک ہوجائے گا کہ امور کی تاسیس واستحکام اور قواعد وضوابط کی وحدت وسلامتی اس بات کی مرہون منت ہے کہ ہم اللہ کی کتاب سے اعتصام وربط رکھیں اور اس کے نبی ﷺ کی سنت سے تمسک وتعلق استوار کریں اور یہی دونوں ایسے سرچشمے ہیں جو سعادت وشقاوت اور نعمت ونقمت میں فرق کا پتہ دیتے ہیں اور انہی سے صحیح عقائد اور درست منہج میسر آتا ہے۔ان دونوں میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے اور جس نے ان دونوں کو چھوڑ کر کسی دوسری کتاب وازم کے ذریعے دنیا میں عزت وبزرگی اور عروج وکمال حاصل کرنا چاہا اس نے ایک محال کام میں ہاتھ ڈالا اور اس کا وبال اسے دیکھنا ہی ہوگا اور اسے اللہ سے بچانے والا کوئی دوست ومددگار نہیں ہوگا۔

اسباب سعادت:

برادران ایمان! یہ امت اپنی ضعف وکمزوری،قوت وطاقت میں نہیں بدل سکتی،اپنی ذلت ورسوائی کو عزت وآبرو کا رنگ نہیں دے سکتی الا یہ کہ یہ پھر سے انہی چراغوں کو نہ جلائے جن سے ہمارے سلف صالحین نے روشنی حاصل کی تھی.

ناکارہ سمجھ بجھا دیا جنھیں تم نے　　وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی　　مترجم

ہماری مراد اس دین کے ان حقائق کو سامنے لانا ہے جن کی بدولت خود نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سعادت و خوشی پائی اور پھر انہی کی بدولت انھوں نے کئی صدیوں تک پوری دنیا کو سعادتوں سے مالا مال کیئے رکھا۔اگر ہم نے اپنی حالت کو شریعت کے آئینے میں دیکھ کر اس کی اصلاح کی نیت کرلی تو اللہ تعالی ہمارے حالات کو سدھار دے گا۔

صدق وسچائی:

اس سلسلہ میں ہماری مدد کرنے والی اہم ترین چیز یہ ہے کہ ہم اپنے نفس،معاشرے اور امت کے ساتھ قول وعمل میں صادق ہوں.

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے::﴿لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ﴾

”تا کہ اللہ صادقین اور سچوں کو ان کے صدق وسچائی کا بدلہ دے۔“ (الاحزاب:24)

امتوں کی عظمت و رفعت ان مخلصانہ اور سچے دل سے پیش کی گئی خدمات کا نتیجہ وثمرہ ہے جو ان کے مخلص وخیر وخواہ لوگ پیش کرتے ہیں اور عہد ماضی میں ان عظمتوں اور بلندیوں کو ان لوگوں نے بنایا تھا جو کہ باوفاء پرخلوص تھے۔

یہاں اہل فکر وقلم، ارباب ثقافت اور ذرائع ابلاغ سے متعلقہ لوگوں کے لیے لمحۂ فکر یہ ہے کہ انھیں امت کے بارے میں ہر طرح کے طوفان بپا کرنے کے باوجود کوئی مبنی پر حکمت وسنجیدگی چیز پیش کرنے کے لئے نہیں ملی، جبکہ حکمت صرف یہ ہے کہ مذاکرات میں صدق وسچائی کے پہلو کو لازم پکڑا جائے، حق کے ساتھ حق کی طرف دعوت دی جائے، اصلاح وتعمیر کی راہ پر دلیل وثبوت اور رفق ونرمی سے چلا جائے تا کہ امت کا داخلی محاذ مضبوط رہے اور اسکا امن و امان پوری طرح محفوظ رہے اور اس بات کا یقین کہ تمام وسائل وقضایا میں اور امت کے تمام حالات و حوادث کو پوری گہرائی و باریکی سے لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امت بیماریوں کے اسباب کو تلاش کرنے کے میدانوں کی طرف پوری مستعدی سے متوجہ ہو چکی ہے اور امت اپنے تشخص کی تمام واضح علامتوں کا تحفظ کرنے اور اپنے قواعد وضوابط پر قائم رہنے میں سختی کے ساتھ سنجیدہ ہے۔ اور اپنی تاریخ وتہذیب کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتی ہے اور بیرونی کلچر نے ہماری تاریخ وتہذیب میں جو عیوب پیدا کر دیئے ہیں انھیں برداشت کرنے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہے۔

صبر وتقوی:

جب کسی امت کی تاریخ اور اس کے قواعد وضوابط عظمت کے آسمانوں کو چھونے لگتے ہیں تو وہ امت بھی سرداری و کرامت کے درجے پر فائز ہو جاتی ہے اور گھات میں کھڑے دشمن کے ہاتھ سے موقع ضائع کر دیتی ہے جو اسے طرح طرح کی فکری دہشت گردی میں مبتلا کرنے کے درپے ہوتا ہے اور ایسے دشمن کی تہذیب کے سرچشمۂ قوت کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اور اللہ نے سچ ہی فرمایا ہے:: ﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْـًٔا﴾

”اگر تم تکلیفوں پر صبر و برداشت اور (ان سے) کنارہ کشی (اور اللہ کا تقویٰ اختیار) کرتے رہو گے تو ان (کفار) کا فریب تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“ (آل عمران:120)

عقائد واعمال:

برادران عقیدہ! امت کیلئے نجات کی سیڑھی اور ترقی کی معراج اس بات میں ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کا تحفظ کرے۔ فضائل اعمال کا اہتمام کرے اور نئی نسلوں کی اسلامی خطوط پر صحیح تربیت کرے اور ذلت آمیز افعال اور منشیات کے استعمال سے انہیں دور رکھے تا کہ وہ دور حاضر کے تمام فکری چیلنجوں سے محفوظ رہ سکیں۔

سیٹلائیٹ کی تباہ کاریاں:

پتہ نہیں کہ امت اسلامیہ اپنی ٹیکنالوجی اور دور حاضر کے پیش نظر قدرتی وسائل سے صحیح طور پر استفادہ کر سکے گی یا نہیں؟ اور کیا وہ پورے حزم و

احتیاط کے ساتھ ان تباہ کن اور دین وفضیلت کا ستیاناس کر دینے والے سیٹلائیٹ چینلز کے مقابلے میں ڈٹ کر کھڑی ہو سکے گی؟ وہ چینلز جو کہ شب وروز زہر پھیلا رہے ہیں ۔جن کے شر وفساد آسمان سے باتیں کر رہے ہیں اور انہوں نے کتنے نوجوان لڑکوں اور دوشیزاؤں کو اپنے ضیاع وفنا کے تیروں کا شکار کر لیا ہے، اگر ہم بکثرت خاندانوں اور معاشروں کے فنا ہونے کا منظر دیکھتے رہے اور اس بلاء و وباء کا مداوا کرنے اور اس پر گہری نظر ڈالنے کو ٹالے رکھا تو بکثرت افراد معاشرہ ذلت و رسوائی کے گہرے کھڈوں میں جا گریں گے، ان سی یہ رشد و ہدایت اور صحت وصواب کی تمیز کا مادہ بھی چھین لیں گے اور انھیں ضیاع اور قلق واضطراب کے صحراء میں پھینک دیں گے ۔افسوس تو اس بات پر ہے کہ ان چینلوں کے ناظرین میں سے بعض لوگ تو وہ ہیں جنھیں کلچر کی حقیقت کا بھی علم نہیں ہے وہ سمجھ رہے ہیں کہ شائد یہ غازہ و پاؤڈر اور زیب وزینت یا میک اپ یہی مطلوبہ تمدن اور وہ تہذیب ہے جس کی امیدیں کی جارہی ہیں ۔اگر امت ان جذباتی امور میں بٹ گئی تو غیرت مند دیکھیں گے کہ یہ اپنی ہی جلائی ہوئی آگ میں جل جائے گی۔

فتنوں کے بادل:

اے امت اسلامیہ: فتنوں کے وہ بادل جن کا دھواں اس امت کے آسمان پر چھایا جا رہا ہے اور امید کی جا رہی ہے کہ اس نئے سال کے آغاز کے ساتھ ہی وہ چھٹنا شروع ہو جائیں گے،فتنوں کے وہ بادل ان قوموں کے وہ ظالمانہ حملے ہیں جو اسلام اور اہل اسلام پر وہ قومیں کر رہی ہیں جن کے دل مکر وفریب سے یوں ابل رہے ہیں جیسے ہنڈیا ابلتی ہے، ان کے قلم حسد وبغض کی انتہاء کو پہنچ چکے ہیں ۔اور وہ اپنے ذرائع ابلاغ کو اسلام دشمنی کی چوٹی تک پہنچا چکے ہیں، انھیں اسلام کے حقوق ومعانی کا مطالعہ کرنے کی توفیق نہیں ہوسکی بس انہیں اسلام کے حقائق ومعانی کا مطالعہ کرنے کی توفیق نہیں ہوسکی بس انہوں نے اسلام پر حملے اور طرح طرح کے ہفوات بکنے کو ہی اپنا نصب العین بنا رکھا ہے اور ان کے ذلیل وکمینہ ہونے کے نشانات وآثار ان کے چہروں پر چھا گئے اور انتہائی افسوس تو اس بات پر ہے کہ وہ تو محض طوطے کی طرح صرف رٹ لگا رہے ہیں انھیں سبق دینے والے لوگ ہماری اپنی ہی قوم کے ہیں ۔ہمارے طوطوں اور منافقوں نے امت اسلامیہ میں مغربی تہذیب وتمدن کے سلبی پہلوؤں کو پھیلانا شروع کر رکھا ہے اور ساتھ ہی یہ بدزبانیاں بھی کر رہے ہیں کہ اسوقت جتنی مشکلات پائی جاتی ہیں یہ سب اسلام کی وجہ سے ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ وہ اس کے مناہج اور نظام کو بدلنے کے مطالبے بھی کر رہے ہیں ۔ایسے لوگوں سے کہا جائے کہ جلدی بازی نہ کرو بلکہ ذرا صبر سے کام لو اور اس بات کو اپنے دل ودماغ کے پردوں پر نقش کر لو کہ اسلام کمال وجمال اور جلال کی اعلٰی بلندیوں پر فائز ہے لیکن ان کے لیے جو اپنے آپ میں خود سپردگی کی خو پائیں اور فطرت سلیم کے مالک ہوں اور شکست خوری وغلامانہ ذہنیت کی زندگی نہ جی رہے ہوں جنہوں نے ان کی بصیرت کو اندھا کر رکھا ہو۔اب شائد تمہارے لئے ایک موقع ہے اسے غنیمت سمجھو اور اپنے آپ کو دین حق کے رنگ میں رنگ لو اور اسی سے اپنی پیار کی پینگیں بڑھا لو تو پھر سبھی اصلاح وتعمیر اور ترقی کے میدانوں میں کود پڑیں گے۔ اگر اسلام کو اس کے تمام تر محاسن وامتیازات اور عالمگیریت کے ساتھ پیش کیا جائے تو دور حاضر کے گلوبلائزیشن کی رو سے امت بآسانی نجات پا سکتی ہے۔

مسلم ممالک کا بلاک اور مضبوط اتحاد:

اے امت اسلامیہ! ہم اپنے نئے ہجری و اسلامی سال کے آغاز پر ایک چیز کی اہمیت و ضرورت کی طرف نہ صرف آواز و اشارہ بلکہ نصیحت و تاکید کرنا چاہتے ہیں جسے اپنانا واجب بھی ہے اور وہ چیز ہے: ایک مضبوط اسلامی اتحاد یا اسلامی ممالک کا ایک قوی گروپ کا قیام۔

اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾

"اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور باہم متفرق نہ ہونا۔" (آل عمران:103)

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾

"اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کرو گے تو تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال (شوکت و رعب) جاتا رہے گا۔" (الانفال:46)

اسی طرح ان کھوکھلے نعروں اور مجرمانہ و محدود جذباتی تعلقات سے بھی بچ کر اس میں جو ہمیشہ کی طرح آج بھی شقاوتوں کا سرچشمہ اور مصائب و مشکلات کا مصدر ہیں اور برادران گرامی! امت اسلامیہ کی موجودہ حالت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ باہم دیگر نفرتیں، تفریق و تشتت اور اگر کوئی اتحاد ہے تو اس بات پر ہے کہ ہم ہر مسئلہ میں ٹانگ اڑائیں گے اور ہر موقع پر سبھی ایک دوسرے کے مخالف چلیں گے۔ باہمی پیار و محبت کا رشتہ و ربط ختم ہو چکا ہے۔ سب نے اگر اتفاق کیا ہوا ہے تو اس بات پر کہ کسی مسئلہ پر ہم متفق نہیں ہونگے۔ حتیٰ کہ اگر کہیں کوئی اللہ کا بندہ امت میں اتحاد و اتفاق کا نظریہ لے کر اٹھتا ہے تو کئی دوسرے اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور وہ اختلاف کرتے وقت یہ بھی پیش نظر نہیں رکھتے کہ اس وقت امت اسلامیہ کن مصائب و مشکلات سے گذر رہی ہے اور اس روز افزوں و گرگوں عالم میں کن کن تلخیوں سے دوچار ہے اور تاریخ کے ایسے مشکل دور سے گزر رہی ہے کہ جس کے انجام کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا.

استعمار کے دست و بازو:

جب ہر طرف سے ہذیان بکنے، کذب بیان کرنے اور بہتان طرازی کو اپنی ایک عادت ثانیہ بنانے کا دور دورہ ہو جاتا ہے تو ایسے میں اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اشارہ دے دیتا ہے جو اٹھے اور حق و صداقت کے دین کی مدد و نصرت کا فریضہ ادا کرے اور اللہ کی مخلوق کے سامنے پوری جرأت و حق پسندی کے ساتھ واضح کرے کہ یہ اسلام پر طعن و تشنیع کرنے والے ہمارے ہم زبان دراصل مغرب کے ٹاؤٹ اور استعماری قوتوں کے ہی دست و بازو ہیں اور یہی اللہ کا نظام آرہا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:: ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾

"بلکہ ہم حق و سچ کو باطل و جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور باطل اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔" (الانبیاء:18)

قائدین بلاد سے خطاب:

اے امت اسلامیہ کے قائدین و حکام اور لیڈران! نیا ہجری سال شروع ہو چکا ہے اور دنیا خوف و ہراس میں مبتلا ہے اور ہمارے کئی علاقے جل رہے ہیں اور ان کے امن و استقرار کی رسی میں سخت قلق و اضطراب پایا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے عبرت حاصل

کرو،اس سے اتحاد و اتفاق باہمی مدد و نصرت اور عقل مندانہ منصوبہ بندی کا سبق حاصل کرو،تا کہ امت اس پستی سے اٹھ کر ترقی و عظمت حاصل کرے اور صہیونی حکومت کی ظلمات و دہشت گردی سے اپنے مقامات مقدسہ کا دفاع کرنے کے قابل ہو سکے اور مصائب سے گلو خلاصی کرے جن سے آفاق بھرے پڑے ہیں اور یہ بات آپ لوگوں کے ذہن سے ہرگز غائب نہ ہو کہ دشمن تو دشمن ہی ہیں بلکہ بڑے بدترین دشمن ہیں اور ان چیلنج بھی اب عام سے نہیں بلکہ وہ بڑے شد و مد سے کر رہے ہیں.

اے بشریت کے اہل عقل و دانش! اے انسانیت کے اہل شرف و شرافت اس بات کا یقین کئے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں کہ رسالتوں اور شریعتوں کی اتباع اور دنیا کے اہل عقل و دانش سب یہی چاہتے ہیں کہ دائمی امن و استقرار اور سلامتی کا راج ہو اور وہ ضبط نفس کی دعوت دیتے رہتے ہیں تا کہ بلاد شرق کے ممالک جنگوں کے خطرات اور حوادث و مصائب کے نتائج بد سے بچتے رہیں. بقول شاعر

جنگ تو وہی ہے جو تم اپنی آنکھ سے دیکھ چکے اور اسکے اثرات بد کا مزہ چکھ چکے ہو لہٰذا بہادروں کی بہادری دکھلانے کے موقع سے پہلے پہلے رائے مشورہ کر کے مذاکرات سے مسائل کو حل کر لو۔

علماء امت سے خطاب:

اے علماء کرام! آپ لوگ آسمانی وحی کے امین ہیں اپنے اپنے حلقوں اور علاقوں میں اس مرکزی نقطہ پر بھرپور محنت کرو کہ اتحاد و اتفاق کو اپنانا اور تفرقہ و اختلاف کو اپنے ذہنوں سے نکال پھینکنا واجب ہے اور امت کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو اپنانے کی ترغیب دلاؤ اور امت کو نصوص قرآن و سنت، شرعی قواعد اور آداب اسلامیہ و مقاصد عامہ کی روشنی میں سہولت و آسانی کی راہیں مہیا کریں. اپنے دین اور نبی اکرم ﷺ کے خلاف کی جانے والی گستاخیوں کا زبان و بیان سے دفاع کرنے میں خوب محنت کرو۔ نئی نسل کے نوجوانوں کو رفق و نرمی اور میانہ روی کے میدانوں کی طرف توجہ دلائیں اور انہیں اصل علم (کتاب و سنت) سیکھنے کی طرف ترغیب دلائیں۔ آج امت کے افراد کی کثیر تعداد کے دلوں میں خوف و ہراس، قلق و اضطراب اور مایوسی و ناامیدی چھائی ہوئی ہے۔ انھیں اپنے رب کی ذات سے امیدیں وابستہ کرنے کی تعلیم دیں اور بتائیں کہ دنیا میں کوئی طاقت چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو. اللہ کی طاقت اور اس کا ہاتھ اس کے بھی اوپر ہے۔

دعاۃ و مبلغین سے خطاب:

اے دعاۃ و مبلغین اسلام! وہ اخلاق و آداب، وہ فضائل اعمال اور اعلیٰ مثالیں جو مٹ چکی ہیں، انہیں تازہ کریں، اور معاشرے کے افراد کو ربط و تعلق، تعاون و تفاہیم اور باہمی رحم و کرم سکھلائیں اور اپنے دلوں کو کتاب و سنت سے تمسک و تعلق پر جمع کریں، دنیا و آخرت میں سعادت و خوشی اور ہر دو جہان میں توفیق خیر پاؤ گئے۔ اے داعیان اسلام! کیا ابھی تک وہمی و خیالی معرکوں کی اٹھائی گئی تلواروں کو واپس نیاموں میں ڈالنے کا وقت نہیں آیا جو کہ اپنے ہی پیاروں اور بھائی لوگوں کے سینوں پر تانی گئی ہیں۔

اے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شعبے میں کام کرنے والو! اللہ نے تمہاری محنتوں میں بڑی برکت فرمائی ہے۔ آپ لوگ امت کیلئے بہترین آہنی لباس ہیں۔ اپنے کام اور ذمہ داری و فرائض منصبی کی ادائیگی میں شرعی طریقوں اور صحیح و معقول آداب کا خیال رکھیں تا کہ آپ

لوگ اسلام اور مسلمانوں کی صحیح روپ، روشن تصویر لوگوں کے سامنے پیش کرسکیں۔

مربی حضرات سے خطاب:

اے تعلیم وتربیت کے میدان میں کام کرنے والی مربی حضرات! خاتون مسلم کی پاکدامنی اور طہارت و پاکیزی کی بلندیوں تک پہنچانے میں خلوص کے ساتھ کام کریں اور خاص طور پر نوجوان نسل پر بھر پور توجہ دو۔ان کے دلوں میں دین کی حقیقت اور امید کی کرن پیدا کرو اور انکے سینوں میں عزم وہمت اور عروج وترقیوں کی جوت جگاؤ اور تڑپ پیدا کرو۔اپنی تربیتی گفتگوں میں انھیں اپنے خالق ومالک کی مرضی کے اعمال کی طرف ترغیب دلاؤ اور میانہ روی کے منہج کا التزام کرو،غلو اور افراط وتفریط کا رویہ نہ اپناؤ اور اسلام کی وسعت ونرمی،فراخی وکشائش اور تمام اخلاق واقدار اور اچھے کردار وعادات کی تعلیم وتربیت دو جن کی طرف اسلام نے دعوت دی ہے۔اللہ سے دعاء ہے کہ وہ حالات کی اصلاح کرے اور حال ومستقبل کی بھلائیوں کے کام کرنے کی توفیق سے نوازے،وہ صاحب جود وکرم اور عطاونوازشات ہے۔

اللہ والو! اللہ کا خوف وتقویٰ اختیار کرو اور یہ بات ذہن میں رکھو کہ یہ عمر بڑی تیزی سے گزر رہی ہے یہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز نہیں ہے۔ تقویٰ کو اپنا زادراہ بناؤ۔آپ کے حالات درست ہوجائیں گے اور قبولیت کی بلندیوں پر پہنچ کر باعث خوشنودی ہوجائیں گے۔

توبہ اور عمل صالح:

برادران اسلام! آپ کا سال نو شروع ہوگیا ہے۔اس میں جلیل القدر نیک اعمال سرانجام دینے کیلئے کمربستہ ہوجائیں اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے آپ کا محاسبہ کرے اور ان تمام افعال سے توبہ کرلے جو قیامت کے دن اللہ کی ناراضگی کا باعث بننے والے ہیں۔

عظمت وقت:

برادران ایمان! اسلام وقت اور زمانے کی عظمت بیان کرتا اور اسے ایمان وتقویٰ کی صفات کے ساتھ جوڑتا ہے۔چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ﴾

”بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے جانے میں اور اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بنایا ہے ان سب میں ان لوگوں کے لیے دلائل ہیں جو اللہ کا خوف وتقویٰ رکھتے ہیں۔“ (یونس:6)

دنیوی زندگی:

جن لوگوں نے اس دنیوی زندگی کو رفعتوں اور ترقیوں کی طرف جائے،عبور اور اپنی درستگی واستقامت کا اہل بنایا اس کے لئے نیکیاں کمائیں اور گناہ ونافرمانیوں سے دور رہا اور امت کی ترقی وعظمت اور قیادت وسیادت کے دن دیکھنا چاہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کے خلاف اٹھنے والے طوفانوں کا رخ موڑیں،شکوک وشبہات کا رد کریں،اور ہر طرح کے حملوں سے امت اسلامیہ کا دفاع کریں۔

مجنون دنیا:

البتہ وہ لوگ جو دنیوی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے اور اسی میں مگن وگم ہو کر رہ گئے ہیں ۔انھیں عروج وترقی،علوہمتی اور حصول کمال سے نفرت ہے وہ ۔اللہ کی پناہ ۔ذلت ورسوائی سے دوچار ہو چکے ہیں ۔ایسے لوگ خسران ونقصان کے گھپ اندھیروں میں ڈالے جا چکے ہیں ۔انھیں جب قیامت کے دن پوچھا جائے گا تو اپنی اس حرکت پر جواب دینے سے بھی وہ گھبرائیں گے،ایسے ہی ظالموں کے بارے میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے::﴿وَسَيَعۡلَمُ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ أَيَّ مُنقَلَبٖ يَنقَلِبُونَ﴾

”جنہوں نے ظلم کیا ہے وہ بھی ابھی جان لیں گے کہ کس کروٹ الٹتے پلٹتے ہیں۔“ (الشعراء:227)

سعودی عرب اور دفاع حق:

وہ نعمتیں جن پر انسان اللہ کے شکر کا صحیح معنوں میں حق ہی ادا نہیں کرسکتا ان میں سے ہی یہ بھی ہے کہ دنیا ان حرمین شریفین والے ملک کے حکام وعوام کو اللہ کے فضل وکرم سے سالہا سال گزرنے پر بھی بالکل ہرگز اور ہرگز ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ حق،عدل وانصاف،اسلام اور امن وسلامتی کے دفاع کے میدانوں سے ایک قدم پیچھے ہٹ جائیں۔

عظمت محرم اور صوم عاشوراء:

برادران دین !اس بات پر اللہ کا شکرادا کرو کہ اس نے ہمیں اس نئے سال کے آغاز تک پہنچایا ہے ۔شائد یہ ہمارے اعمال صالحہ کیلئے جدوجہد کا نقطہ آغاز ہو جائے ۔اور اس بات پر بھی اللہ کا احسان مانو کہ اس نے سال کا آغاز کرنے والا یہ ماہ دیکھنا نصیب فرمایا ہے جو کہ اللہ کا حرمت والا مہینہ محرم الحرام ہے ۔اس ماہ کی تمام مہینوں کے مابین بڑی عظمت،اور اس ماہ کے دنوں میں سے بھی سب سے افضل دن یوم عاشوراء(10 محرم) ہے ۔جس میں اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہا لسلام اور ان کی قوم کو فرعون اور اس کی فوج پر فتح ونصرت عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے اللہ کا شکرادا کرتے ہوئے اس دن کا روزہ رکھنے کی ترغیب دلائی تھی۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ سے یوم عاشوراء کے روزے کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:"وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ"

”مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ اس ایک روزے کے عوض گزشتہ ایک سال کے گناہوں کو مٹا دے گا۔“[1] (صحیح مسلم)

غنیمت موقع:

اے اللہ کے بندو!اس اجر عظیم کو پانے کیلئے اس موقع کو غنیمت سمجھو کہ اس میں انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی اقتداء وپیروی ہے ۔اس کے ساتھ ہی یوم عاشوراء سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھ لیں ۔بشارتیں ہیں ان لوگوں کی جنہوں نے اس سال نو میں جدوجہد کرنے کیلئے کمر کس لی اور قرب الٰہی حاصل کرنے کے لیے نیکیاں کمانے کے میدان میں اتر آئے ان کمر بستہ لوگوں کی فوز وفلاح کے کیا

1) صحیح مسلم:1162۔

کہنے ۔اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی ان لوگوں میں سے بنائے ۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

شامت اعمال ماصورت ذلت گرفت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود ابراہیم الشریم حفظہ اللہ
1424/1/11ھ موافق 2003/3/14ء

حمد وثناء کے بعد!

لوگو! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ سبحانہ تعالی کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں اور اس بات کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالی سے تعلقات کو استوار رکھو اور ہر معاملہ میں اسے ہی مرجع وماوی بناؤ اور اسی کی طرف رجوع کرو، کسی مجبور کی دعاء کو جب وہ پکارے، کسی مصیبت میں مبتلا شخص کی مصیبت کو دور کرنے والا اور تمھیں دنیا میں زمین کا خلیفہ بنانے والا اللہ تعالی کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔

ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ﴾

”تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں، سب اسی کی دی ہوئی ہیں، اب بھی جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آجائے تو اسی کی طرف نالہ وفریاد کرتے رہو۔“ (سورہ النحل:53)

کوئی عقلمند مسلمان اگر کسی آج کے مسلمان فرد کے اور شروع اسلام کے کسی فرد کے حالات میں طائرانہ نظر سے موازنہ کرے تو کوئی خاص محنت اور گہری فکر وسوچ میں ڈوبے بغیر بھی اس کے سامنے دونوں کے حالات میں ہزاروں کوسوں کا فرق ہے۔

مسلمانو! یہ صحیح ہے کہ آج کا مسلمان بڑے نفیس کپڑے اور لباس پہنتا ہے، بڑے روغنی کھانے کھاتا ہے اور بڑی شاندار وقیمتی گاڑیوں سواریوں میں سفر کرتا ہے، لیکن روحانی حیثیت سے وہ بہت ہی خالی دامن اور تنگدست ہے۔

اور اے مسلمانوں! آج اور ماضی کے افراد کے مابین اس موازنے کی طرح ہی آج کے مسلمان معاشروں اور عہد قدیم کے مسلمان معاشروں میں موازنہ کرکے بھی یہی بات کہی جاسکتی ہے۔

قیادت وسیادت:

اللہ والو! بالکل یہی بات قدیم وجدید مسلم معاشروں میں موازنہ کرتے ہوئے بھی آپ کہہ سکتے ہیں۔ ہماری یہ مسلم امہ شروع اسلام میں (عہد اول میں) خود قائد تھی وہ کسی کی قیادت میں نہیں تھی بلکہ دوسری قومیں اس کی اتباع و پیروی کرتی تھیں یہ کسی کی پیروی نہیں کرتی تھی، ہر دوسروں کو دھکیلتی تھی اسے کوئی نہیں دھکیل سکتا تھا۔ اس کا ہاتھ سب کے اوپر تھا یہ زیردست نہیں تھی بلکہ یہ مسلم امہ عدل وانصاف کرنے والی امت تھی اور صحیح معنوں میں مملکت وحکومت کے القابات کی مستحق تھی، یہ امت اسلامیہ اپنے عہد ماضی میں کبھی بھی کسی کاغذی شیر کے سامنے بھیگی بلی کی شکل میں ہرگز نہیں آئی اور نہ ہی سدھائے اور نکیل ڈالے ہوئے اونٹ کی طرح تابع مہمل بنی تھی اور نہ ہی خانہ بدوش عربوں کی طرح اپنے خانماں آباد ہوئی تھی کہ جو چند گھر تھے وہ بھی بکھر کر رہ گئے ہوں، ہرگز ہرگز نہیں۔ امت اسلامیہ کبھی بھی ایسی حالت کو نہیں پہنچی کہ تمام معیار ہی الٹ جائیں اور اختلاط والتباس ہو، اہداف ومقاصد غیر واضح ہوں، یہ حالت جس میں امت آج مبتلا ہے یہ کبھی اس پر نہیں گزری

آج اس حدتک معیار الٹ چکے ہیں کہ نااہل چرواہے کو عالم وسکالر، ڈرائیور کو انجنیئر اور بار بر کو طبیب و ڈاکٹر کہا جانا ضروری خیال کیا جارہا ہے۔ اور یہی چیز وہ سبب ہے جس کی وجہ سے آج امت اسلامیہ طرح طرح کے مصائب وآلام میں مبتلا ہے اور اسکا رواں رواں زخموں سے چور ہے اور المیہ تو یہ ہے کہ اس کے مقامات مقدسہ انھی سے چھینے جا چکے ہیں اور ان کی بے حرمتی کی جارہی ہے اور افراد امت کے دلوں میں خوف و ہراس اور رعب طاری ہو چکا ہے۔ اس امت کو ہر چہار سو سے موت نے اپنے گھیرے میں لے لیا ہوا ہے بلکہ امت کو چاروں طرف سے آپنے زبردست دباؤ میں لایا گیا ہے کہ اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جارہا ہے اور دھکیل دھکیل کر اس طرف لگایا جارہا ہے اور اعداء اسلام و دشمنان دین اسے مجبور کر کے اس چیز پر برانگیختہ کررہے ہیں کہ وہ کبھی ناچار اور کبھی گناہگار ہونے کی صورت میں اس بات کا اعتراف کرے کہ امت اسلامیہ کا حق باطل ہے اور ڈرتے ہوئے یہ بھی مانے کہ دوسروں کا باطل حق ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی اچانک سامنے آجانے والی نئی چیز نہیں اور نہ ہی مقدمات کے بغیر ناگہانی سامنے آجانے والا انجام ہے۔ بلکہ یہ پھل ہے اس خلل و فتور کا، یہ آگ کا الاؤ ہے اس چنگاری کے نتیجہ میں جو امت اسلامیہ کی راکھ ڈھیر میں بڑی دھیمی سی موجود تھی جبکہ اس انجام بد سے ڈرانے اور پند و نصیحت کرنے والے تھک ہار کر بیٹھ گئے تھے اور امت انکی نصیحت پر کان دھرنے کے لیے تیار نہ ہوئی۔

اسباب زوال امت:

اللہ کے بندو! یہ سب کوئی عجیب امر نہیں بلکہ انتہائی تعجب و استغراب تو اس بات پر ہے کہ امت تمام اقسام کے استفہام وسوال کو موقع بموقع سنتی ہے سمجھتی ہے مگر اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی اور اسے اس بات کا پتہ نہیں چل رہا کہ ان تمام مصائب ومشکلات کا اصل اور بڑا سبب کیا ہے؟

اور اس کی حالت اب اس کی طرح ہو چکی ہے جس کی پشت پر پانی لادا ہوا ہے مگر وہ جنگل و بیابان میں پیاس سے دم توڑ دے۔ اور یہی اللہ تعالی نے صرف پانچ کلمات میں ذکر فرمایا ہے اور اس کے لئے چھٹا لفظ بھی استعمال نہیں فرمایا اور اللہ تبارک وتعالی نے اس ذلت وخواری اور رسوائی کا سبب کسی ایک لفظ میں بھی نہ کسی فوج کی طرف منسوب کیا ہے نہ ہی دوران جنگ کسی ایک نہ بدلنے کی طرف بلکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ﴾

”کہہ دو اے نبی ﷺ! کہ یہ تمہاری ہی شامت اعمال ہے (کہ تم نے پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کی)۔“ (آل عمران: 165)

حصول نصرت کی شرط:

خبردار! یہ بات معلوم ویقینی ہے کہ اللہ تعالی نے یہ بات اپنے آپ پر لکھ رکھی ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور اولیاء کی مدد ونصرت کرے گا چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

”اللہ کا حکم ناطق ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے، بیشک اللہ زورآور اور زبردست ہے۔“ (المجادلہ: 21)

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا﴾

"اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہر گز غلبہ نہیں دے گا۔" (النساء:141)

لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اللہ کے یہ عہد و وعدے بلا شرط و قید بھی نہیں بلکہ اللہ تعالی نے اس مدد و نصرت کے حصول کے لئے یہ شرط رکھی ہے کہ اس پر ایمان ہو اور امت اپنی پوری زندگی کے تمام شعبوں، قانون، سیاست، اقتصادیات و معاشیات، ذرائع ابلاغ اور نشر و اشاعت اور تعلیم و تربیت وغیرہ میں ایمان کے تقاضے پورے کرے اور اس سلسلہ میں کسی ایک شعبے کو دوسرے سے جدا نہ کرے اور مدد و نصرت کے سلسلہ میں اللہ کی سنت و طریقہ یہی ہے اور اپنی اس سنت و طریقہ میں وہ کسی کی رو رعایت نہیں کرتا۔

شامت اعمال ما:

امت اسلامیہ جب قصور و کوتاہی کرنے لگی، افراط و تفریط میں مبتلا ہو گی اور ایک دوسرے کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گی اور اسلام کو بھی پس پشت ڈال دے گی تو پھر یہ خطرات کو آواز دینے والی بات ہے اور یوں یہ امت (اپنی پنڈلیوں کو ہر بھونکنے کاٹنے والے کتے کے لیے اور) اپنے مشکیزوں کو ڈاکوؤں کے سامنے کھول کر رکھ رہی ہے جس کا لازمی نتیجہ شکست کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟ جب امت ایسا رویہ اپنائے گی تو اسے یہ تلخ نتیجہ و انجام بھی بھگتنا ہی ہو گا۔

اگر یہ امت مسلمہ ہی کیوں نہ ہو مگر اس کے لئے بھی یہ کہاں روا ہے کہ وہ اللہ کی سنتوں اور قوانین کو توڑے۔ اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللهِ تَحْوِيلًا﴾

"سو تم اللہ کی عادت و سنت میں ہر گز تغیر و تبدیلی نہ پاؤ گے۔" (فاطر:43)

کفار کی ہرزہ سرائیاں اور افراد امت کی ذمہ داریاں:

مسلمانو! ہم ان دنوں انتہائی سخت ایام سے گزر رہے ہیں، مصائب و مشکلات کے جھکڑ چل رہے ہیں اور امت طوفانوں میں گھری ہوئی ہے اور نت نئے مسائل سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتے ہوئے امڈے چلے آرہے ہیں اور امت ان موجوں سے منجدھار اور بادلوں کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں پھنسی ہوئی ہے، جی ہاں! اس میں شک نہیں کہ باد نسیم مسلم ممالک کی سدا تو باد سموم کی طرح نقصان و تکلیف دہ نہیں رہے گی لیکن کبھی کبھی مسلم ممالک کے آسمان پر گرد و غبار چھا ہی جاتے ہیں اور آتش فشاں پھٹ جاتے ہیں لیکن ایسے میں عقل و حکمت اور دانائی یہ ہے کہ امت اسلامیہ کے افراد اپنے آپ کو ان حالات سے نمٹنے کا اہل بنائیں اور وہ حالات جو اعداء دین اور دشمنان اسلام کے پیدا کردہ ہیں جنھوں نے افراد امت اسلامیہ کا گلا دبوچ کر ان کے لیے سانس لینا مشکل کر رکھا ہے، بلکہ ہر طرف سے بلاد اسلام دین اسلام اور اہل اسلام کے خلاف جو بدزبانی و ہرزہ سرائی ہو رہی ہے اس کے لئے جسمانی و روحانی اور نفسیاتی طور پر تیار رہنا چاہیے اور وہ جو الزامات لگا رہے ہیں اور ملامت کی بوچھاڑ کئے جا رہے ہیں۔ اس کے سامنے جرأت و ہمت، شجاعت و بہادری، قناعت کے ساتھ اور اس دین قویم پر فخر اور اسے اپنے لئے باعث عزت و سرفرازی سمجھتے ہوئے کھڑے ہونا چاہیئے۔ اسی طرح ہمیں ان کے حملوں سے تلخ جملوں میں جوابات دینے میں بھی اپنے اوقات ضائع نہیں کرنے چاہیں بلکہ پورے عزم و ہمت کے ساتھ ان کے حملوں کو روکنے اور دفاع کرنے کی کوئی عملی اقدام بھی

کرنا چاہیے کیونکہ محض زبانی رد سے نہ تو کسی کی آنکھ پھوڑی جا سکتی ہے اور نہ ہی کسی شکار کو قتل کیا جا سکتا ہے۔

تر نوالہ نہیں: امت کو اہل کفر کے الزامات کے سامنے ایسے نہیں ہونا چاہیے جیسے تیز ہوا کے جھونکے میں تنکاہ ہوتا ہے جسے وہ جدھر چاہے اڑائے پھرتی ہے حتی کہ وہ آسانی کے ساتھ تر نوالہ بنا لیں اور ہم سے ہمارے بعض اہم دینی امور سے ہمیں دست بردار ہونے پر مجبور کر لیں، دین کے بعض اصولوں اور ثوابت وضوابط سے دست کش کروالیں یا دین کے بارے میں ہمیں شک میں مبتلا کر دیں یا پھر وہ ہمیں اس بات کا قائل کر لیں کہ ہم اپنی تعلیم وتربیتی نظام پر نظر ثانی کریں اور اس میں ان کی مرضی کی تبدیلیاں لائیں اور وہ تعلیمی وتربیتی نظام بدل دیں جس کی بدولت ہی لوگوں کی اکثریت کو علم ومعرفت حاصل ہوئی اور اسی کے بل بوتے پر ہی افراد امت میں مطلوبہ بیداری آئی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارے لیے تشویش وتنازعات کا باعث بنے اور انجام کا خوف وقلق انہیں اور بڑھا دے اور ہمارے ہی بارے میں اللہ کا یہ ارشاد صادق آنے لگے جس میں فرمایا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾

"اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو کنارے پر کھڑے ہو کر (اللہ کی) عبادت کرتے ہیں، اگر انہیں کوئی دنیاوی فائدہ ہاتھ لگ جائے تو اس کی وجہ سے مطمئن ہو جائیں اور اگر کوئی فتنہ وآفت آن پڑے تو منہ کے بل پھر جائیں (پھر کافر ہو جائیں) ایسے لوگوں نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی اور یہی تو صریح نقصان ہے۔" (الحج:11)

یا پھر کہیں ہم پر اللہ کا یہ ارشاد صادق نہ آجائے جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللهِ﴾

"اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جب انہیں اللہ کی راہ میں کوئی اذیت پہنچتی ہے تو لوگوں کی اذیت کو یوں سمجھتے ہیں جیسے کہ یہ اللہ کا عذاب ہو۔" (العنکبوت:10)

ہوشیار باش:

اے اللہ کے بندو! انہی وجوہات کی بناء پر ھم سب کے لیے لازم ہے کہ ہم دو انتہائی خطرناک امور سے ہوشیار رہیں۔

(1) حملہ تشکیک وموازنہ سودے بازی: ہماری امت اسلامیہ پر جو چہار سو سے اندھا دھند حملے کئے جا رہے ہیں اور دشمن امت اسلامیہ کے پیغام وشریعت کی عالی منزلت میں تشکیک پیدا کرنے میں مبتلا ہے، اس سے ہوشیار رہنا چاہیے اور ہمارے عقیدہء صادق اور مناھج دینیہ سے جو بعض دوسرے غیر اسلامی عقائد ومناہج اور نظریات کا بھاؤ تاؤ اور موازنہ کرنے کی کوششیں جاری ہیں، ہمیں ان سے بھی خوب بچ کر رہنا ہوگا اور اس موازنے اور سودے بازی اور اس پر توجہ نہیں دینی چاہیے اور نہ ہی اسے قبول کرنا ہے کیونکہ یہ ایک جنون و دیوانگی ہے، ایسا شخص عقل سے عاری اور ایسے جرم کا مرتکب ہوتا ہے کہ اتنا بڑا جرم دوسرا کوئی نہیں ہے۔ اس موازنے کو قبول کر لینا سوت کات کر اسے توڑنے اور نیکی میں دل لگا کر اس سے راہ فرار اختیار کرنے کے مترادف ہے اور ایسے شخص پر اللہ تعالی کا بتایا ہوا یہ وصف صادق

آتا ہے جو اس نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾

”جو لوگ راہ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پیٹھ دے کر پھر گئے شیطان نے (یہ کام) انہیں مزین کر دکھایا اور انہیں طول (عمر کا وعدہ) دیا یہ اس لیے کہ جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی (کتاب) سے بیزار ہیں، یہ ان سے کہتے ہیں کہ بعض کاموں میں ہم تمہاری بات بھی مانیں گے اور اللہ ان کے پوشیدہ مشوروں سے واقف ہے تو اس وقت ان کا کام کیسا (حال) ہوگا جب فرشتے ان کی جانیں نکال لیں گے اور ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے جائیں گے، یہ اس لیے کہ جس چیز سے اللہ ناخوش ہے یہ اسی کے پیچھے چلے اور اللہ کی خوشنودی و رضا کو اچھا نہ سمجھے تو اس نے بھی ان کے عملوں کو برباد کر دیا۔“ (محمد: 25-28)

مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حدیث ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: أن النبي صلى الله عليه وسلم غضب حين رأى مع عمر صحيفة فيها شيء من التوراة وقال أفي شك أنت يا ابن الخطاب ألم آت بها بيضاء نقية، لو كان أخي موسى حيا ما وسعه إلا اتباعي۔

کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اہل کتاب سے کوئی کتاب ملی جسے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے اور پڑھنے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے غضبناک ہوئے اور فرمایا: ”میں تمہارے لئے سفید اور صاف وشفاف شریعت لے کر آیا ہوں۔ اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میری جان ہے اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ بھی ہو جائے تو انھیں میری اتباع و پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا۔[۱] (مسند احمد و مصنف ابن ابی شیبہ)

دست برداری نہیں:

اللہ کے بندو! کسی غیر اسلامی دین و نظام کی طرف جھکنے سے بچو، دلی جذبات اور پیار کی پینگیں دین اسلام کے سوا کسی سے نہ بڑھاؤ اور شعائر اسلامیہ سے نظر بچا کر کھسکتے ہوئے غیر اسلامی نظریات کی طرف نہ بڑھتے جاؤ اگر چہ حالات کتنے ہی خطرناک کیوں نہ ہوں۔ یہ امور اللہ کے دین کو چھوڑ کر کسی دوسرے ازم یا نظریہ کی طرف جھک جانے یا اسلام کے کسی ستون یا ثوابت وضوابط میں سے کسی ضابطے اور اصول سے دست بردار ہونے کا جواز ہرگز نہیں بن سکتے۔ کیونکہ صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانَ أَحَدُهُمْ يُوضَعُ الْمِنْشَارُ عَلَى مَفْرِقِ رَأْسِهِ فَيَخْلُصُ إِلَى قَدَمَيْهِ، لَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ۔

”ہم سے پہلے لوگوں میں سے کسی کے سر پر آری رکھ کر اسے کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا مگر پھر بھی وہ اپنے دین کو نہیں چھوڑتا تھا۔“[۲]

---

[۱]) مسند احمد: 3/387۔

[۲]) تفسیر ابن کثیر: 1/366۔

اور خندقوں والے لوگوں کے واقعہ میں (جسکا ذکر سورہ البروج اور کتب حدیث میں ہے) ان کا بڑا انہیں حکم دیتا کہ جو شخص اپنے دین کو چھوڑ دے اسے تم چھوڑ دو اور جو اپنے دین سے دست بردار ہو واپس ہمارے دین میں (باطل) میں نہ آئے اسے آگ میں جلا کر کوئلہ کر دو، ایک عورت آئی جس کے پاس اس کا شیر خوار بچہ تھا، اس عورت نے (بچے کی خاطر) خود کو آگ میں گرائے جانے سے تھوڑی پس و پیش کی تو بچے نے (معجزانہ طور پر بول کر کہہ دیا: " اماں جان! صبر کریں، اماں جان! ہمت سے کام لیں، کیونکہ آپ حق پر ہیں۔"

(2) اختلافات کو جنم دینے والے اور منافقین: اللہ کے بندو! وہ دوسری چیز جس سے بچنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی صفوف میں اختلاف و تنازع پیدا کر کے ان کا شیرازہ بکھیرنے والوں سے بچیں اور ان لوگوں سے بھی ہوشیار رہیں جو امت کے ڈھانچے کو ہلا کر رکھ دینے کے لیے اندر ہی اندر رہ کر کام کر رہیں ہیں، ان داخلی محاذوں پر امت کے خلاف برسرِ پیکار لوگوں سے بچ کر رہیں جو کہ ہماری نسل سے ہیں، ہماری ہی بولی بولتے ہیں جنہیں اہلِ عقل و دانش ان کی منافقانہ باتوں اور ان کے اظہارِ گفتگو سے پہچانتے ہیں اور اللہ تو ان لوگوں کے دلوں میں چھپے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ وہ لوگ ایسے ہیں کہ آپ کے دیکھنے میں وہ چوپایوں کا گلہ لگیں گے، اور آپ سمجھیں گے کہ بغیر جانے بوجھے وہ کچھ بھی بکتے چلے جاتے ہیں اور اللہ جانتا کہ وہ اپنے دل میں کیا کیا خباثتیں چھپائے ہوئے ہیں۔ وہ دراصل حروف کے چور ہیں وہ بحرانوں میں سامنے آجاتے ہیں اور جیب کتروں والا رویہ اختیار کر لیتے ہیں، وہ ایسے مصائب و مشکلات اور عالمی سلگتے ہوئے مسائل کو غنیمت کا موقع سمجھتے ہیں تا کہ معاشرے کا اندر ہی اندر سے باز و مروڑ لیں، حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں کے اصل واقع میں تغیر لانے والے بتی کو آگ لگانے میں کوشاں رہتے ہیں تا کہ وہ اسے اس کے اصل قانونی و مشروع مقام سے نکال دے۔ ایسے لوگ بڑی حکومتوں اور ملکوں میں، ان کی ڈکشنریوں کے مطابق ففتھ کالمسٹ کہلواتے ہیں اور وہ لوگ تمام وسائل و ذرائع ان لوگوں سے اپنے معاشروں میں بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ یہ منافقین ففتھ کالمسٹ لوگ بیرونی دشمنوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں بلکہ یہ لوگ اغیار کی بی ہاف پر ان کے قائم مقام ہو کر جنگ لڑتے ہیں، یہ لوگ اجنبی دشمنوں اور اغیار کی نسبت ہمارے علوم و معرفت، ہماری زبان اور ہماری حالت کو بہتر طور پر جانتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی منافقانہ سرگرمیوں یا وکالت پر جنگ کا اثر بہت ہی بلا بر دوش اور چیر پھاڑ کر رکھ دینے والا ہوتا ہے۔

اللہ کے بندو! تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو یہ بات سمجھانا کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کیسے کہلواتے ہیں۔ جبکہ ان کے ہاتھوں کی کارستانیاں اور ان کی زبانوں سے نکلنے والے کلمات اسلام سے قطعاً بعید ہیں۔ یہ لوگ دین کے بعض قواعد و ضوابط کے بارے میں لوگوں کو شک و شبہ میں مبتلا کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ وہ اسلام کے تعلیمی و شرعی مناہج پر انگشت نمائی کرتے ہیں اور ہماری مبارک اسلامی بیداری کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں، نیک و دیندار لوگوں کی چغلی کھاتے ہیں، اپنی زبانوں اور قلموں کے ساتھ ان کی عقل و دانش کے خلاف ہرزہ سرائیاں کرتے ہیں لیکن وہ ان کے فہم و فراست کے بارے میں کیا جانیں اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ یہ لوگ دراصل دیمک کا کیڑا یا گھن کی فطرت کے مالک ہیں جو معاشرے کے ڈھانچے کو آہستہ آہستہ چاٹ کر کھوکھلا کر دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ منہ کے بل گر جاتا ہے، ایسے ہی وہ لوگ تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ

نَكُنْ مَّعَكُمْ وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

”(منافقین وکفار ہی ہیں) جو تمہیں دیکھتے (انتظار کرتے رہتے ہیں، اگر اللہ کی طرف سے تمہیں فتح نصیب ہو تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ اور اگر کافروں کو فتح حاصل ہو تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے اور تمہیں مسلمانوں کے ہاتھوں) سے بچایا نہیں؟۔“

(النساء:141)

ایسے لوگوں سے اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو بھی ہوشیار و خبردار کیا ہے اور فرمایا ہے: ﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾

”اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو مدینے (کے شہر) میں بری بری خبریں اڑایا کرتے ہیں (اپنے کردار سے) باز نہ آئیں گے تو ہم تمہیں ان کے پیچھے لگا دیں گے، پھر وہاں تمہارے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے سوائے تھوڑے دنوں کے، وہ بھی پھٹکارے ہوئے، جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور جان سے مار ڈالے گئے، جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کی سنت وطریقہ یہی رہا ہے اور تم اللہ کی عادت وسنت میں کوئی تغیر وتبدل نہیں پاؤ گے۔“ (الاحزاب:60-62)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”منافقین کے بارے میں اللہ تعالی کی سنت وطریقہ یہی ہے کہ جب وہ اپنے نفاق وکفر میں بہت آگے بڑھ جائیں اور اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئیں تو اللہ تعالی اہل ایمان کو ان پر غالب ومسلط کر دیتا ہے اور پھر وہی ان کا دماغ سیدھا کرتے ہیں۔“

دینِ حق وشریعت الٰہی:

ان جیسے منافقین اور غیر ملکی ایجنٹوں اور ٹاؤٹ لوگوں سے ہم کہتے ہیں: ”شریعت و دین وہی ہے جو اللہ تعالی کا ہے، دین وشریعت وہی ہے جو اللہ کی پسندیدہ ہے اور شریعت وہی ہے جو اللہ کی ہمارے لیے پسند کردہ ہے، اور منہاج ونظام یا طرز زندگی بھی وہی ہے جو اللہ نے مہیا فرمایا ہے۔ یہ شریعت اسلامیہ خالد مخلد اور سدا بہار شریعت ہے۔ اس میں کوئی کجی وکمزوری اور شک وشبہ نہیں ہے۔ لیکن حسب ارشاد الٰہی:

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ﴾

”جن لوگوں کے دلوں میں کجی وٹیڑھا پن ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور اس کی تاویل (مراد اصلی) کا پتہ لگائیں۔“ (آل عمران:7)

لیکن ہم تو حسب ارشاد الٰہی یہ کہتے ہیں: ﴿يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾

”ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔“ (آل عمران:7)

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ مَا

زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

”اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ کیا تھا، اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پیغمبر) نے سچ کہا تھا، اور اس سے انکا ایمان و اطاعت (جذبہ تسلیم و رضا) مزید بڑھ جاتے ہیں، مؤمنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو عہد و قرار انہوں نے اللہ تعالی سے کیا تھا۔ اسے انہوں نے سچ کر دکھایا، ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر و عہد کو پورا کر چکے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا، تاکہ اللہ صادقین (سچوں) کو ان کے صدق و سچائی کا بدلہ دے اور منافقین کو چاہے تو عذاب دے یا (چاہے تو) ان پر مہربانی کر دے، بیشک اللہ بخشنے اور مہربانی کرنے والا ہے“ (الاحزاب:22-24)

مشترکہ کلمہ (کوڈ):

لوگو! روز بروز بدلتے اور سلگتے حالات میں ہم ایک ایسے مشترکہ کلمہ و کوڈ کے سخت ضرورت مند ہیں جو ہماری دلوں کو یکجا و متحد کر دے، ہماری ہمت بندھ جائے اور ہمارے بکھرے ہوئے شیرازے کو پھر سے ایک ہی دھاگے میں باندھ دے اور یہ مشترکہ کوڈ یا متفقہ کلمہ اس کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم کلمۂ توحید کو وہ کوڈ مان لیں جو کہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کا جامع ہے اور اس کلمہ کے تمام مدلولات و معانی، لوازمات اور تقاضوں کو بھی اپنے سامنے رکھ لیں بلکہ انھیں اپنا نصب العین بنا لیں اور اس کلمہ اور اسکے مفاہیم و معانی اور تقاضے اس بات کے ضامن ہیں کہ وہ لوگوں میں باہمی الفت و محبت، بھائی چارہ، تعاون باہمی اور مسلمانوں میں انفرادی سطح سے لے کر جماعتی و اجتماعتی اور ملکی سطح پر اتحاد و اتفاق پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن موجودہ صورت میں ہم جمع و متحد کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ ہم میں سے لوگ ایک دوسرے سے حسد و بغض رکھتے ہیں؟ ہمارے مابین الفت و محبت کیسے پیدا ہوگی؟ جبکہ ہم میں بکثرت لوگ ایک دوسرے پر نکیر کرتے رہتے ہیں؟ ہماری تجاویز و مصالح یا وسائل و اغراض کیسے مشترکہ ہو سکتے ہیں؟ جبکہ ہمارے لوگوں کے دعوے مبنی بر وہم اور ہمارے اندر نسلی امتیازات اور عصبیتوں کا زور ہے جن کا اسلام سے دور کا بھی کوئی تعلق و واسطہ نہیں۔

ہماری رجعت وقہقری کے اسباب:

مسلمانوں کی رجعت قہقری اور انکا بے یار و مددگار رہ جانا بیرونی اسباب و دباؤ کی نسبت ہمارے اپنے ہی نفوس اور اپنے ہی اعمال کی شامت ہے۔ اور درحقیقت ہم کوئی پہلی امت نہیں ہیں جو کہ اپنے اوپر آنے والے مصائب و مشکلات کا حل تلاش کرے پھر اپنے دین پر ڈٹ جائے اور پوری عزت و آبرو کے ساتھ اللہ کے کلمہ کی سربلندی کیلئے مصروف عمل ہو جائے اسی طرح ہمارا فرض کہ ہم اپنی ثقافت و کلچر کے مصادر کی اچھی طرح سے چھان پھٹک کریں اور اس میں سے ہر ناموافق و غلط اور بیمار فکر کو نکال دیں اور نافع و رافع (مفید و سربلندی کی

باعث)اشیاءکو الگ کرکے انہیں زیرِعمل لائیں جوکہ تقریب پر مبنی ہوں۔مغربی تہذیب کامظہر نہ ہوں، اصلاح کا باعث ہو،فساد و بگاڑ پیدا نہ کرنے والی ہوں، وہ پھٹے پرانے کارفو کرنے اور اسے جوڑنے والی ہوں، پھاڑنے والی نہ ہوں، ہماری دینی اقدار، اجتماعی وسماجی اعلی نمونوں، تعلیمی وتربیتی مسائل کی معاون اوران تمام شکوک وشبہات کو رفع دفع کرنے والی ہوں جو اسلام اوراس کے منہج حق کے خلاف پیدا کیئے گئے ہیں۔

احیاء وحدت امت: اسی طرح ہماری دعوت کی اساس وحدت امت کا احیاء ہو جو تمام جاہلیت کی عصبیتوں اور جاہلانہ نعروں اورغیر قومی نظریات کے باعث موت ہو،اور ہم صحیح اسلامی ایڈرس کو مصدر وحید کی حیثیت سے نمایاں کریں جو متعدد مصادر میں سے سب سے مصدر وسرچم ہی نہ ہو(جیسا کہ آج کل بکثرت اسلامی مما لک میں ہو رہا ہے)بلکہ وہ مصدر وحید اور اکلوتا سرچشمہ ہو۔

نصرت حق: اگرہم ایسا کرگزرے اور اس میں کامیاب ہوگئے تو مدد ونصرت حاصل ہوگی،سربلندی میسر آئے گی اور فکر صحیح ترقی کرے گی، یہی ہمارے رب کی حقیقی شریعت اور دین حق ہے۔اوراللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾

”اورحق بات کے ظاہر ہو جانے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا؟“۔(یونس:32)

﴿أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾

”جولوگ ایمان لائے اور وہ نیک عمل کرتے رہے،کیا انہیں ہم ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو زمین میں فساد کرتے ہیں؟ یا متقی و پرہیز گارلوگوں کو فاجروں بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟ یہ کتاب جو ہم نے آپ پر اتاری ہے،بابرکت ہے،تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اوراس لیے کہ اہل عقل ودانش اس سے نصیحت پکڑیں۔“(ص:28-29)

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

دعائیں: شرائط وآداب قبولیت اور مصائب ومشکلات میں ان کی ضرورت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح محمد آل طالب حفظہ اللہ

18/ 1/ 1424ھ موافق 21/ 3/ 2003ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ تعالی نے اولین وآخرین تمام انسانوں کواس کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کی ہے۔

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾

"اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی انہیں بھی اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ کو بھی ہم نے وصیت وتاکیدی حکم دیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو" (النساء:131)

فکر آخرت:

مسلمانوں! اللہ سے ڈرتے رہو اور اسے اپنا بر وقت دیکھنے پرکھنے والا مانو، اس کے احکام کی اطاعت و پیروی کرو اور اس کے اوامر کی نافرمانی نہ کرو اور بعض زخم باعث موت ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالی میری اور آپ کی مغفرت وبخشش فرمائے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ کا رب ہے اور اسے ضرور بضرور ملنے والے ہیں۔ آپ کا ایک گھر (قبر) ہے جس کی چار دیواری میں آپ کو ایک نہ ایک دن سکونت ورہائش اختیار کرنی ہی پڑے گی لہذا اللہ کی ملاقات سے پہلے اسے راضی کرلو اور قبر میں جانے پہلے اس گھر کی آبادی وسکون کا سامان کرلو۔

خیر خواہان امت:

اے امت اسلامیہ! اے امت حکمت وقرآن! اے امت ہدایت الٰہی وامت محمدی! ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ لوگ ابھی تک مقام رشد وہدایت پر فائز نہیں ہو سکے، آپ سے محبت کرنے والے آپ کی طرف غرق ہونے سے بچانے کیلئے نجات کی رسیاں پھینک رہے ہیں لیکن آپ انہیں تھامتے ہی نہیں ہیں۔ آپ کے خیر خواہ آپ کی راہ میں شمعیں جلا جلا کر رکھ رہے ہیں مگر آپ ہیں کہ دیکھتے ہی نہیں اور نہ ہی بصیرت حاصل کرتے ہیں۔ آپ شب وروز جنگوں اور مصائب کرن بکالیف ومشکلات کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر نہ نصیحت پاتے ہیں اور نہ ہی توبہ تائب ہوتے ہیں۔

تازیانے:

مسلمانوں! اے لوگو جو اپنے رب پر ایمان اور اسی پر اعتماد رکھتے ہو! اس امت پر جو مصائب ومشکلات بھی آتی ہیں وہ دراصل ایسے تازیانے ہیں جو اس امت کو ایمان وتوحید کی طرف دھکیل لے جائیں اور عزیز وغالب اور لائق حمد وثناء ذات باری تعالی سے تعلقات استوار کرلینے پر آمادہ کردیں اور انہیں توبہ کرنے اور یوم وعید (قیامت) کے خوف سے دوچار کردیں۔

جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾

"کیا یہ دیکھتے نہیں کہ یہ ہر سال ایک یا دو بار فتنہ و بلا میں پھنسا دیئے جاتے ہیں پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں۔" (التوبہ: 126)

اللہ تعالی کی طرف سے یہ تنبیہ واضح ہے مگر ہم پر غفلت طاری ہے اس دنیوی مادے اور عیش و آرام نے اکثر نفوس کو متاثر کر رکھا ہے بلکہ ان کی زندگی پر یہ مادہ سرکشی کر گیا ہے اور اس کے افق اس پر تنگ کر رکھے ہیں اور ان کی پوزیشن یہ ہو چکی ہے کہ وہ صرف مادے کی نظر سے ہی ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ ان کے دلوں میں اندھیرا گھر کر چکا اور حال یہ ہو گیا ہے کہ وہ کسی چیز کو سمجھ ہی نہیں پاتے جب تک کہ وہ حسی طور پر چیک نہ کر لیں بلکہ جب انسان نور وحی سے دور ہو جائے اور اس کی بصیرت و نظر آسمان کی طرف دیکھنے کی اہلیت ہی کھو بیٹھے اور اسکا صلہ تعلق اللہ تعالی سے کمزور ہو جائے تو ایسے میں نفس پر وحشت و بے گانگی طاری ہو جاتی ہے، دلوں میں قسوت و سختی آجاتی ہے اور قلق و اضطراب کی موجیں سرکش ہو جاتی ہیں اور بندہ مستقبل سے اور مستقبل کے بارے میں ڈرنے لگتا ہے اور وہ حیران رہنے لگتا، اور یہ سب صرف اسلئے ہوتا ہے کہ انسان دلوں کی زندگی اور نفوس کی اصلاح و درستگی کے اسباب سے غافل ہو جاتا ہے اور وہ بھول بیٹھتے ہیں کہ ان کی تدبیروں سے بہت بڑھ بھی تدبیریں کرنے والی ذات عالی موجود ہے اور بندوں پر اسکا امر و حکم جاری اور تاثیر موجود ہے، اللہ ان نفوس کا خالق اور ان کی طہارت و پاکیزگی کے اسباب کا جاننے والا ہے، وہ دلوں کا پیدا کرنے والا ہے اور ان کی زندگی کے اسباب کا شارع ہے۔

اصل زندگی - حیات قلب:

زندگی جسمانی قوت سے عبارت نہیں اور نہ ہی دنیوی مال و دولت جمع کر لینے سے زندگی ملتی ہے بلکہ زندگی تو تب ہے جب دل زندہ ہوں، ارشاد الہی ہے: ﴿اَوَ مَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَ جَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا﴾

"بھلا جو پہلے مردہ تھا. پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اسکے لئے روشنی کر دی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کہیں اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیرے میں پڑا ہوا ہو اور اس سے نکل ہی نہ سکے" (الانعام:122)

غرض اللہ پر ایمان لانا امن و امان کا سبب ہے، ایمان بندے میں صرف ایک اللہ تعالی کا خوف پیدا کرتا اور اس کے سوا کسی سے امن و امان مہیا کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿اَلَّذِيۡنَ يُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا يَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ﴾

"اور جو اللہ کے پیغامات (جوں کے توں) پہنچاتے ہیں اور صرف اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔" (الاحزاب:39)

یہی وجہ ہے کہ ایمان سے خالی سینے اور اللہ سے دور دل خوف و ہراس، قلق و اضطراب حیرت اور جزع و فزع سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں

ایمان: دواء مصائب:

اے مسلمانوں! جب دل ایمان سے بھر جائے تو بندے کو اس کے ملجا و ماوی اور اس کی دواء و شفاء کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ یہ زندگی

گدلے پن کی فطرت لے کر آئی ہے اور بہت کم انسان ایسے ہیں جو خطرات سے پوری طرح بچ پائیں، مصائب ومشکلات، امراض وبیماریاں، حوادث وخطرات، غم واندوہ، جنگیں، فتنے، ظلم وبغاوت، غم وپریشانیاں وفقر وتنگدستی اور حیرت وبے اطمینانی یہ سب ایسے اسباب ہیں کہ جو کہ کمر کو توڑ کر رکھ دیتے ہیں اور سینوں میں کو چھید دیتے ہیں۔البتہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے، وہ اپنی مخلوق کے لئے بڑا رحم دل ہے۔ اس نے ان کے لیے ایسے دروازے کھول رکھے ہیں جہاں سے وہ رحمت کے جھونکے پاسکیں اور اسی کے ذریعے اس زندگی کے گدلے پن اور کرتوتوں کو زائل کرسکیں۔اسی کے ذریعے وہ ان کے دلوں پر سکون واطمینان نازل کرتا ہے، اور وہ دروازہ ہے: دعاء، اللہ سے دعاء، اس سے سوال وطلب، اسکے سامنے گڑگڑاہٹ اسی کے سامنے سجدہ ریزی اور اپنے تمام معاملات کو اسی کے سپرد کرنا، یہی خوف وہراس میں مبتلا لوگوں کے لیے باعث امن وامان ہے، مضطر ومجبور لوگوں کا ملجا وماوی ہے اور ندائیں دینے والوں کے لیے سکون واطمینان کی جگہ ہے کون ہے جس نے اس ذات گرامی کی پناہ لی اور عزت وجاہ نہ پائیں؟ اور کون ہے جس نے اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کیا اور وہ رشد نہ پا گیا؟

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : الدُّعَاءُ هِيَ الْعِبَادَةُ ، { وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ }"[1]

یہ دعاء تو عبادت ہے، اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾

"اور تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعاء کرو میں تمہاری (دعاء) کو قبول کرونگا جو لوگ میری عبادت سے از راہ تکبر پہلو تہی کرتے (کتراتے) ہیں، عنقریب جہنم میں ذلیل ہے کر داخل ہوں گے۔" (المومن:60)

باری تعالی کا کرم بہت ہی زیادہ ہے اور اس ذات پاک کا احسان بہت بڑا عام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾

"اور (اے نبی ﷺ!) جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں (تو کہہ دیں کہ میں تو تمہارے پاس۔ جب بھی کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعاء قبول کرتا ہوں تو انہیں چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ نیک راستہ (رشد وہدایت) پائیں۔" (البقرہ:186)

دعاء سب سے معزز چیز ہے:

اللہ تعالی کے یہاں سب سے زیادہ عزت والی چیز دعاء ہے اور یہی اللہ کی راہ میں صبر حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، یہی اللہ کو ملجا وماوی ماننے کی صداقت کا ثبوت ہے، اسی سے پتہ چلتا ہے کہ بندے نے اپنے معاملات اللہ کے سپرد کر دیئے ہیں اور اس نے اسی پر توکل کرلیا ہے اور عاجزی ودرماندگی اور سستی وکاہل سے دور ہوگیا ہے اور اسی کے نتیجہ میں بندہ لذت نجات سے دلشاد ہوتا ہے۔ دعاء کرنے سے دعاء کرنے

1) ابوداؤد، حدیث:1479۔

والے شخص کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اس کے یقین میں تقویت آتی ہے اور اپنے رب کے ساتھ اس کا رشتہ و تعلق مضبوط و مسلسل رہتا ہے۔

دعاء: آسان عبادت:

یہ دعاء ایسی عبادت ہے جو کہ انتہائی سہل و آسان ہے اور ہر وقت ہر جگہ اور ہر حال میں یہ کی جا سکتی ہے۔ دعاء مصائب و بلاؤں کو رفع کرتی ہے اور شقاوت و بدبختی کو دور کرتی ہے چنانچہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول یوں آیا ہے: ﴿وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا﴾

"اور میں اپنے رب ہی کو پکاروں گا۔ امید ہے کہ میں اپنے پروردگار کو پکار کر محروم و شقی نہیں رہوں گا۔" (مریم:48)

اور اللہ تعالی نے اپنے نبی حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَاۗىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾

"اور اے میرے رب! میں تجھ سے مانگ کر کبھی شقی و محروم نہیں رہا۔" (مریم:4)

فوائد و برکات دعاء:

کتنی بلائیں اور مصیبتیں کہ جو اللہ تعالی نے دعاء کی بدولت رفع کر دی ہیں اور کتنے معاصی و گناہ ہیں جنھیں اللہ تعالی نے دعاء کی وجہ سے بخش دیا اور کتنی ہی ظاہری و باطنی نعمتیں ہیں جو دعاء کے سبب نازل ہوئی ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لَا يُغْنِي حَذَرٌ مِنْ قَدَرٍ، وَالدُّعَاءُ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمَا لَمْ يَنْزِلْ، وَإِنَّ الدُّعَاءَ لَيَلْقَى الْبَلَاءَ فَيَعْتَلِجَانِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"

"احتیاطیں تقدیر سے نہیں بچا سکتیں اور دعاء نازل شدہ مشکلات کو زائل کرنے اور غیر نازل شدہ مصائب کو روکنے میں مفید ہے۔ (دعاء و بلاء کا عالم ہے) بلاء نازل ہوتی ہے اور آگے سے اسے دعاء آلیتی ہے اور قیامت تک یہ باہم دیگر دست و گریبان رہتے ہیں۔"[1] (مستدرک حاکم، معجم طبرانی اس کی سند حسن ہے اور مسند احمد میں اس کی شاہد حدیث موجود ہیں)

دعاء اور طرز انبیاء:

دعاء انبیاء کرام کا ذریعۂ تقرب الہی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا﴾

"یہ (انبیاء) لوگ ایک ایک کر نیکیاں کرتے اور ہمیں امید و خوف سے پکارتے اور ہمارے آگے خشوع و عاجزی کیا کرتے تھے۔"

(الانبیاء:90)

دعاء کرنے والا کبھی مبتلاء ہلاکت نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ کا قصد کر لے اور اسی سے امیدیں وابستہ کر لے وہ کبھی مایوس و نامراد نہیں ہوا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "" مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُو اللهَ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ

1) طبرانی فی الاوسط، حدیث: 2498۔

فِيهَا مَأْثَمٌ ، وَلَا قَطِيعَةُ رَحِمٍ إِلَّا أَعْطَاهُ إِحْدَى ثَلَاثٍ : إِمَّا أَنْ يَسْتَجِيبَ لَهُ دَعْوَتَهُ ، أَوْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا ، أَوْ يَدَّخِرَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَهَا " ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِذًا نُكْثِرُ ، قَالَ : " اللهُ أَكْثَرُ . "

”کوئی مسلمان جب کوئی دعاء کرتا ہے جس میں گناہ اور قطع رحمی نہ ہو تو اللہ اس بندے کو تین چیزوں میں سے ایک ضرور دے دیتا ہے ۔ یا تو اس کی دعاء کو فوراً قبول کر لیتا ہے، یا پھر اس کے نامہ اعمال میں اجر و ثواب بنا کر محفوظ کر دیتا ہے یا پھر اس سے دعاء کی بقدر کوئی دوسری مصیبت ٹال دیتا ہے ۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: تب تو ہم بکثرت دعاء کریں گی ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تو اس سے بھی زیادہ دینے والی ہے ۔“[1] (مسند احمد، الادب المفرد امام بخاری بسند حسن، امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور علامہ نے اس پر موافقت کی ہے ۔)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعاء کی تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم فرمایا: ﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾

”(اے آگ!) سرد ہو جا اور (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے موجب سلامتی (بن جا)۔“ (الانبیاء: 69)

اور حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾

”اور نوح (کا قصہ بھی یاد کرو) جب (ان سے پہلے) انہوں نے ہمیں پکارا تو ہم نے ان کی دعاء قبول فرمائی۔“ (الانبیاء: 76)

اور حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

” اور (حضرت) ایوب (علیہ السلام کو یاد کرو) جب انہوں اپنے رب سے دعاء کی کہ مجھے اذیت پہنچی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے، تو ہم نے ان کی دعاء قبول کر لی اور انہیں جو تکلیف تھی، وہ دور کر دی۔“ (الانبیاء: 83)

اور جب ذوالنون (حضرت یونس علیہ السلام) نے اندھیروں میں دعاء کی تو آسمانوں کے اوپر سے جواب آیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

”تو ہم نے ان کی دعاء قبول کی اور انہیں غم سے نجات عطا کی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔“ (الانبیاء: 88)

اور حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿وَ زَكَرِيَّاۤ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ﴾

” اور زکریا (علیہ السلام کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہترین وارث ہے، تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور انہیں (حضرت) یحییٰ (علیہ السلام) عطا کیے اور ان کی بیوی کو ان کے (حسن معاشرت کے قابل بنایا۔ “ (الانبیاء: 89_90)

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام پر اپنی رحمت کا ذکر فرمایا ہے جبکہ انہوں نے اسے مخفی انداز سے پکارا اور وہ اپنے رب کو پکارنے اور دعاء

1) مستدرک حاکم، حدیث: 1822۔

کرنے کے بعد محروم نہ رہے۔

دعاء: ہر دکھ کی دواء:

قرآن کریم میں تین سو سے زیادہ آیتیں دعاء کے بارے میں ہیں۔اے لوگو! جو غم و پریشانیوں میں مبتلا ہو اور جن پر تمام تر وسعتوں کے باوجود زمین تنگ ہو چکی ہے۔تم اللہ سے امیدیں وابستہ کر کے اس سے دعاء و سوال کیوں نہیں کرتے؟ اے وہ لوگو! جنہیں امراض و بیماریوں نے پریشان کر رکھا ہے اور اے وہ حضرات! جنہیں قرضوں نے دبا کر غرق کر رکھا ہے۔آپ اللہ غنی و کریم سے دعائیں اور سوال کیوں نہیں کرتے؟ اے وہ شخص جسے گناہوں کے بوجھ نے بوجھل کر رکھا ہے۔تم گناہوں کو بخشنے والے اور توبہ قبول کرنے والے کے سامنے کیوں نہیں گڑ گڑاتے؟ اے خوف و ہراس اور قلق و اضطراب میں مبتلا لوگو! آسمان کی طرف تو جھانک کر دیکھ، اللہ تمام مشکلات کو دور کرنے والا ہے۔ اور اس سے مانگنے کے لیے دعاء چاہیے۔اب دعائیں اور سوال کرنے والے کہاں ہیں؟ یہی تو تمام مصائب و مشکلات سے نجات پانے کی راہ ہے مگر اس راہ پر چلنے والے کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو فرما رہا ہے، بقول شاعر:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں، راہ دکھلائیں کسے؟ کوئی راہ و منزل ہی نہیں (مترجم)

مصائب اور رجوع الی اللہ:

اے امت اسلامیہ! تمہاری اس امت پر بڑے بڑے بحران آئے، مصائب و مشکلات آئیں اور آزمائشیں اور تنگنائیاں آئیں اور ان سب میں اللہ کی طرف رجوع و لجوء میں ہی نجات کی راہ ملی۔اللہ تعالیٰ لوگوں کو مبتلا مصائب و الم کرتا اور آزماتا ہے تاکہ ان کے دلوں میں رقت و نرمی آئے اور وہ اپنے رب کی طرف پورے صدق کے ساتھ لوٹیں اور گڑ گڑائیں۔چنانچہ اسی سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ﴾

"ہم نے تم سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے اور پھر (انکی نافرمانیوں کے سبب) ہم نے انہیں سختیوں اور تکلیفوں میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ عاجزی کریں۔تو جب ان پر ہمارا عذاب آتا رہا، وہ کیوں عاجزی اختیار نہ کرتے رہے؟ مگر ان کے تو دل ہی سخت ہو گئے تھے۔"

(الانعام:43)

قدیم مشرکین اور اخلاص دعاء:

پہلے مشرکین میں سے بھی بعض یہ بات جانتے تھے کہ جب مصائب آئے اور مشکلات شدت اختیار کر جائے تو انہیں کون سا دروازہ کھٹکھٹانا چاہیے اور کس طرف رجوع کرنا چاہیے۔چنانچہ ایسے میں انہوں نے بھی پورے خلوص دل کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا۔

آج امت اسلامیہ کو اس بات کی سخت احتیاج و ضرورت ہے کہ وہ اپنے رب کو پہنچانے، اس کے لطف و کرم، مدد و نصرت اور عطف و رحمت کو پائے۔اس امت کے حالات میں کہاں تغیر و تبدیلی واقع ہوئی ہے؟ اللہ کی طرف رجوع کہاں ہے؟ اللہ سے سوال اور دعائیں کہاں ہیں؟

اسکی طرف قصدوارادہ اوراسی سے امیدوں کی وابستگی کہاں ہے؟

شرائط وآداب دعاء:

مسلمانو! دعاء کے قبول ہونے کے لیے کچھ شرطیں، آداب، احکام اور اسباب ہیں۔مسلمان کو چاہیے کہ ان کا علم حاصل کرے تا کہ اللہ تعالی سے باادب رابطے کاذریعہ پائے اوراس سے اپنی دعاؤں اور مطالبات کی منظوری کو قریب کرے۔

شرائط قبولیت:

ان میں سے پہلی چیزیہ ہے کہ طلب وقصد میں صرف اللہ تعالی ہی کی طرف رجوع کرے اور یہ ایک عظیم باب ہے جس نے دعاء کو عبادت بنادیا ہے، لہذا واجب یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے ساتھ مخلص ہو اور بندہ اپنے رب کی طرف ہی رجوع کرے اور اسی سے دعاء مانگے، اسی سے سوال کرے، طلب مطالبہ کرے، اسی سے استغاثہ (طلب غوث) کرے، اسی سے مدد چاہیے، اسی سے پناہ لے، اسی کا قرب طلب کرے، اسی سے بارش مانگے، اسی سے استغفار وبخشش مانگے، اسی سے نصرت طلب کرے، ہر مرغوب چیز اسی سے طلب کرے اور ہر نامرغوب و ناپسندیدہ چیز کا دفعیہ بھی اسی سے چاہے اسی سے گناہوں کی بخشش اور اسی سے دلوں کی ہدایت طلب کرے، قضاء حاجت اور فقر وفاقہ کا بھی اسی سے چاہے، خوشیاں بھی اسی سے مانگے اور مصائب ومشکلات کا ازالہ بھی اسی سے چاہے، تنگیوں میں اسی سے تعاون طلب کرے، غم و پریشانی دور کرنے کے لیے صرف اسے ہی پکارے، بیمار کی شفاء وتندرستی، راستے کے امن و امان، قبر میں سوال کے وقت ثابت قدمی اور روز وعیدہ (یوم قیامت) کا امن و امان بھی اسی سے طلب کرے اور سخت عذاب سے نجات کا مطالبہ بھی صرف اسی سے ہی کرے کیونکہ ان تمام امور میں نفع لانے اور نقصان کو دور ہٹانے کی قدرت وطاقت صرف اللہ تعالی ہی میں ہے۔اور یہ بندے پر خالص اللہ تعالی ہی کا حق ہے اور یہی بندے کی طرف سے صرف اللہ تعالی سے دعاء کرنا، "توحید فی الدعاء" ہے۔کیونکہ اللہ ہی وہ ذات گرامی ہے جسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ اور وہ صرف اللہ ہی ہے جو دعاء کرنے والے ہر شخص کی دعاء سنتا ہے وہ چاہے جہاں کہیں بھی کیوں نہ ہو، اور دعاء سننے سے نہیں روک سکتی اور نہ ہی بکثرت دعاء والحاح اور زاری کرنے والوں سے وہ تنگ دل وروح ہوتا ہے۔اللہ ہی وہ ذات ہے جس پر آوازیں مشتبہ نہیں ہوتیں اور نہ ہی لوگوں کی ضرورتوں میں اختلاط وگڈمڈ ہوتی ہے۔وہ دل کی باتیں اور سینوں کے بھید جانتا ہے اور پوری دنیا سے قطع نظر درحقیقت صرف اللہ تعالی ہی ہے جو کہ نفع ونقصان کا مالک ہے۔

دعاء اور شرک:

یہی وجہ ہے کہ فوت شدگان، قبروں، فرشتوں اور جنوں وغیرہ کو پکارنا شرک قرار دیا گیا ہے، اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ پکارنے والا کس نیت سے پکار رہا ہے۔شفاعت وسفارش کی نیت ہو یا واسطہ وذریعہ بنانے کی، اللہ پر ان کی وجاہت وشخصیت کا رعب ڈالنا چاہے یا تقرب کا بلکہ اللہ تعالی نے یہ طے فرمایا ہے کہ دعاء ہی دین ہے چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾

"وہ زندہ ہے (اسے موت نہیں) اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو اس کی عبادت کو خالص کر کے صرف اسی کو پکارو۔" (المومن:65)

اس موضوع کی آیات قرآن کریم میں بکثرت ہیں۔ اگر آپ لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعاؤں پر غور کریں تو آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ ان کی دعائیں سراسر توحید ہوتی تھیں۔ حضرت یونس علیہ السلام کو جب مصیبت پہنچی تو انھوں نے جو دعاء کی اس میں بظاہر مطالبہ موجود ہی نہیں بلکہ وہ خالص توحید ہی کا اقرار واعلان ہے۔

چنانچہ انھوں نے جو دعاء کی وہ اس طرح ہے: ﴿فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

ترجمہ: آخر اندھیروں میں (وہ اللہ) کو پکارنے لگے کہ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو پاک ہے۔ (الانبیاء: 87)

انہوں نے اللہ کی توحید بیان کی اللہ تعالی نے ان کی دعاء کو قبول فرمالیا۔

آداب دعاء:

مسلمانو! دعاء میں اللہ کیلئے اخلاص وتوحید کے بعد جو چیز ضروری ہے وہ ہے گڑگڑاہٹ کے ساتھ ساتھ اللہ کو اس کے اسماء حسنی سے اور صفات علیا کے ساتھ پکارنا، چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾

''اور اللہ کے سب نام اچھے ہی ہیں تو اسے اس کے ناموں سے پکارا کرو۔'' (الأعراف: 180)

ایسے ہی توبہ واستغفار، گناہوں کا اعتراف واقرار، اس کی نعمتوں کا اعتراف اور دعاء کا افتتاح وآغاز اللہ کی رسی، حمد وثناء اور تعریفوں کے ساتھ کریں کہ جن کا وہ اہل ہے اور تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کے خاتم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھیں، اور کوئی ایسی دعاء نہ کریں جس میں کسی گناہ کے کام کا مطالبہ کیا جارہا ہو اور نہ ہی کسی ایسے کام کی دعاء کریں جس میں قطع رحمی ہوتی ہو، دعاء میں حدود سے تجاوز نہ ہو اور عجلت وجلد بازی سے بھی کام نہ لیا جائے، نہ ہی دعاء کی قبولیت کی تاخیر پر تنگدل ہو اور نہ ہی مایوس ہو، کیونکہ بندہ اپنے اس رب کو پکارتا ہے جو کہ صاحب جود وکرم ہے۔

اور دعاء کرنے والے کے لیے جو آداب ہیں ان میں سے ہی یہ بھی ہے کہ وہ مومن ہو، اللہ پر اس کا یقین ہو اور دعاء کی قبولیت کا بھی یقین رکھے اور اللہ سے ہی اپنی امیدیں وابستہ کر کے دعاء کرے، قبلہ رو ہو، باوضو ہو، اور اللہ کی توقیر واحترام کے پیش نظر اچھی ہیئت وصورت میں ہو۔ دونوں ہاتھوں کو اٹھایا ہوا ہو، سوال پورے جزم کے ساتھ اور دعاء پورے الحاح وعزم کے ساتھ کی جائے۔ قبولیت کے اوقات کا خیال رکھا جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ مسنون وماثور دعائیں منتخب کی جائیں، کسی پر ظلم کی نہ ہو، کسی کی کوئی چیز غصب کی ہو یا کسی کا مال ناجائز طور پر اینٹھ رکھا ہو تو ان تمام مظالم سے بری الذمہ ہو اور سے سرگوشیاں، مناجات اور دعائیں کرنے سے پہلے اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کریں۔ ایسے آداب کا خیال رکھ کر دعاء کرنے والے کی دعاء رد نہیں کی جاتی اور اگر ان میں سے کچھ آداب پورے نہ ہوں تو پھر دعاء کرنے والے کا کام ہے کہ وہ اپنے گریبانی میں جھانک کر دیکھ لے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے: ''أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ وَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا

رَزَقْنَاكُمْ﴾ ،ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ ،أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ ،وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ ،وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ ،وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ ،فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ"

اے لوگو!اللہ تعالی پاک وطیب ہے اور وہ پاک وطیب کے سوا کوئی چیز قبول نہیں کرتا،اللہ تعالی نے جو حکم انبیاء ورسل کو دیا تھا وہ مومنوں کو بھی دیا ہے چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾

”اے پیغمبر!حلال و پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک وصالح عمل کرو،تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔“(المؤمنون:51)

اور اسی نے ارشاد فرمایا ہے:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾

”اے ایمان والو!جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں،انھیں کھاؤ،پیو اور اللہ تعالی کا شکر ادا کرو اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو۔“(البقرہ:172)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کر کے آیا،بال پراگندہ و بکھرے ہوئے ہیں،لباس میلا کچیلا ہے،وہ آسمان کی طرف اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر یارب!یارب!کہتا ہے جبکہ اسکا کھانا حرام سے ہے،اس کا پینا حرام سے ہے،اس کا لباس حرام سے ہے،ارشاد الہی ہے :اس کا بدن حرام غذا پر پلا ہوا ہے،اس شخص کی دعا کہاں قبول ہوگی؟۔“[1](صحیح مسلم)

اللہ تعالی آپ سب پر رحم فرمائے اپنے رب کی اس ندائے الہی سے اپنے کانوں کو کھولیئے جو آپ سے مخاطب ہو کر فرما رہا ہے:﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

”اپنے رب سے دعا کیا کرو،گڑگڑا کر بھی اور چپکے چپکے سے بھی،واقعی اللہ تعالی ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں،اور دنیا میں اس کے بعد کہ اس کی درستی کر دی گئی ہے،فساد و بگاڑ پھیلاؤ،اور تم اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے،بیشک اللہ تعالی کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے نزدیک ہے۔“(الاعراف:56)

مسلمانو!جو شخص خوشحالی کے ایام میں اللہ تعالی سے تعلقات درست رکھے،اس پر اگر تنگدستی آجائے تو ان حالات میں اللہ تعالی اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرتا ہے،اس پر اپنا لطف و کرم کرتا اور اس کی مدد فرماتا ہے،جیسا کہ اللہ تعالی نے حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے،جب انھیں مچھلی نے نگل لیا تھا:﴿فَلَوْ لَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾

”پس اگر وہ اللہ کی تسبیح و پاکی بیان کرنے والے نہ ہوتے تو لوگوں کے اٹھائے جانے(قیامت)کے دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔“(الصافات:143-144)

1) صحیح مسلم،حدیث:1015۔

اوقات قبولیت دعاء:

اے اللہ کے بندوں ! اللہ سے ڈرو اور اس سے دعائیں کرو۔ دعاؤں میں اس سے الحاح و زاری کرو۔خصوصاً ان اوقات و ایام میں دعائیں کرو جن میں قبولیت کی زیادہ توقع ہے، جیسے جمعہ کا دن، رات کا آخری ایک تہائی حصہ اور اذان و اقامت کے مابین، سجدوں کے دوران اور ایسے ہی دیگر وہ اوقات جن کا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (احادیث نبویہ) سے پتہ چلتا ہے کہ وہ قبولیت کے اوقات و ایام ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ:" كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ : "لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ "

کرب و مشکل کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعاء فرمایا کرتے تھے:

"لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ " (بخاری و مسلم)

"عظمت والے اور حلم و بردباری والے اللہ کے سوا کوئی برحق نہیں، عرش عظیم کے مالک رب کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ ساتوں آسمان اور عرش کریم کے مالک رب کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔"[1]

غم و پریشانیوں کے ازالہ کی دعاء:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"مَا أَصَابَ مُسْلِمًا قَطُّ هَمٌّ وَلَا حَزَنٌ فَقَالَ : "اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ أَمَتِكَ ، نَاصِيَتِي فِي يَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي ، وَجِلَاءَ حُزْنِي ، وَذَهَابَ هَمِّي " إِلَّا أَذْهَبَ اللهُ هَمَّهُ ، وَأَبْدَلَهُ مَكَانَ حُزْنِهِ فَرَحًا " قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَلَا نَتَعَلَّمُ هَذِهِ الْكَلِمَاتِ ؟ قَالَ : "بَلَى يَنْبَغِي لِمَنْ سَمِعَهُنَّ أَنْ يَتَعَلَّمَهُنَّ "

کسی بھی شخص کو جب کبھی کوئی غم و پریشانی لاحق ہو اور وہ یہ دعاء کرے:"اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ أَمَتِكَ ، نَاصِيَتِي فِي يَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي ، وَجِلَاءَ حُزْنِي ، وَذَهَابَ هَمِّي "

"اے اللہ! میں تیرا بندہ، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، مجھ پر تیرا حکم نافذ ہے، میرے بارے میں تیرے فیصلے مبنی بر عدل و انصاف ہیں۔ میں تجھ سے تیرے تمام اسماء حسنیٰ کے ساتھ جو کہ تیرے ہیں، جن سے تو نے خود اپنا نام رکھا ہے یا

---

1) صحیح مسلم، حدیث: 2730۔

اپنی مخلوق میں سے کسی کو کوئی نام سکھلایا ہے یا اپنی کتاب میں اسے نازل کیا ہے یا اپنے علم غیب میں اسے پوشیدہ رکھنے کو ہی ترجیح دی، ان سب ناموں کے ساتھ میری تجھ سے التجاء و دعاء ہے کہ قرآن کریم کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کے انوار، میرے غموں کو دور کرنے والا اور میری پریشانیوں کو اڑا لیجانے والا بنا دے۔“

جو شخص یہ دعاء کرے گا اللہ اس کے تمام غم و پریشانیاں دور کرے گا اور ان کی جگہ اسے فرحت و خوشی عطا کرے گا، نبی ﷺ سے کہا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم اس دعاء کو سیکھ نہ لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ جو سنے اس پر لازم ہے کہ وہ اس دعاء کو سیکھے۔“[1] (مسند احمد، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان اور معجم طبرانی کبیر اسکی سند صحیح ہے۔)

آپ کا کام ہے کہ دعائیں مانگیں، بلاء و مصیبت پر صبر کریں، ارض و سماء کے مالک کی طرف رجوع کریں اور اللہ کی قضاء و قدر پر یقین کامل رکھیں اور اس بات پر بھی ایمان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور انسان کو جو مشکلات و مصائب آتی ہیں وہ سب اس کے اپنے ہی اعمال اور کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔

وحدت امت: اللہ آپ کی نگرانی و حفاظت فرمائے، یہ بات بھی ذہن نشین رکھیں کہ امت کو اس وقت سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی صفوں میں وحدت و اتحاد ہو، اختلافات کا خاتمہ ہو، ایک ہی جادہ و منزل پر متحد ہوں اور اپنی اسلامی جماعتوں سے الگ ہو کر انفرادی اجتہادات اور ذاتی تصرفات سے دور رہیں کیونکہ تنازعات و اختلافات بزدلی و ناکامی کا سبب ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

”اے ایمان والوں! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بکثرت یاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو، اور آپس میں اختلاف نہ کرو، ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر و ہمت سے کام لو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ (الانفال: 45-46)

غرض اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کرو اور اختلافات و تنازعات میں مت مبتلا ہو اور اسی میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ولی امر (حاکم عادل اور سلطان مسلم) کی اطاعت بھی کرنی ضروری ہے اور اگر تنازعات میں پڑ گئے تو بزدلی اور ناکامی آئے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی یعنی قوت ختم ہو کر رہ جائے گی اور ہوا اکھڑ جانے سے یہ مراد بھی لی گئی ہے کہ دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت ختم ہو جائے گی اور حکم ہے کہ صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور صبر کرنا واجب ہے اور اسکا باقاعدہ حکم دیا گیا ہے۔

---

1) مستدرک حاکم، حدیث: 1883۔

ہدایات کتاب وسنت:

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ کتاب وسنت کی ہدایات کی پیروی کریں، علماء ومصلحین کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو ان باتوں کی طرف رہنمائی کریں جو ان کے لئے نافع ومفید ہیں اور ان کی تکالیف و پریشانیوں کو دور کرنے والی ہیں اور ان کے حالات کی اصلاح کرنے والی ہیں۔ اس کے لئے وہ انھیں اللہ کی طرف رجوع کرنے کی نصیحت کریں، محاسبۂ نفس کرنے اور اللہ کو ماوی وملجا بنانے کی تلقین کریں، اللہ سے دعائیں کریں اور اسی کی طرف لوٹنے کی توجہ دلائیں اور اسی کے ساتھ مطمئن رہنے کا درس دیں، تفرقہ وتنازعہ اور اختلافات چھوڑیں اور معاملات کو ان کے اہل لوگوں کی طرف لوٹائیں۔

افواہوں اور شوروغل سے بچیں:

شوروغل غباڑہ کرنے سے بچیں جوکہ جماعت کے مصالح کو نقصان پہنچاتے ہیں حالات خراب کرتے ہیں، خوف وہراس پھیلاتے ہیں۔اس امر کی خلاف ورزی گناہ اور امت پر زیادتی ہے۔اللہ تعالی نے ان سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا جَآءَهُمۡ أَمۡرٌ مِّنَ ٱلۡأَمۡنِ أَوِ ٱلۡخَوۡفِ أَذَاعُواْ بِهِۦۖ وَلَوۡ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسۡتَنۢبِطُونَهُۥ مِنۡهُمۡ﴾

”جہاں انہیں امن یا خوف کی کوئی خبر ملی، انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول ﷺ کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے، تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔“ (النساء:83)

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين

دورِ فتن میں افوائیں اور صحیح طرزِ عمل

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ

1424/1/25ھ موافق 2003/3/28ء

حمد وثناء کے بعد!

سفرِ آخرت کے لئے زادِ راہ:

لوگوں! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں، اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے اللہ کا تقوی و پرہیز گاری اختیار کرو۔ سمجھدار وہ ہوتا ہے جو انجام کے بارے میں فکر کرے اور محتاط دانشمند وہ ہے جو اپنے سفر کے لیے زادِ راہ تیار کر کے رکھے اور کوتاہی سے اجتناب کرے، دنیاوی ساز وسامان کا پیچھا کرنا ترک کر دے اور حرام سے مکمل طور پر باز رہے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے، اپنے معاملات میں مکمل حزم واحتیاط سے کام لیں۔ آپ کے سامنے ایک ایسا دن آرہا ہے جب کوئی ندامت وشرمندگی کام نہ دے گی اور اگر یہاں پر قدم پھسل گیا تو وہاں پر افسوس کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور وہ دن روزِ قیامت ہے جب آپ سب کو حیاتِ اخروی کے لیے دوبارہ اٹھایا جائے گا، جس کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

"اس دن نہ مال ہی کچھ کام دے گا اور نہ بیٹے ہی کوئی فائدہ پہنچائیں گے، ہاں جو شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بچ جائیگا)۔" (الشعراء:88-89)

مصائب ومشکلات کا دور:

مسلمانوں! دورِ حاضر انتہائی حزین وغمگین دنوں اور مشکل اوقات کا زمانہ ہے، تاریخ کے سیاہ صفحات ہیں، پوری انسانیت اس وقت حق و باطل کے باہمی اختلاط وگڈ مڈ ہو جانے سے دو چار ہے۔ عدل وانصاف کے پیمانے بے کار ہو چکے ہیں اور حکمرانی کے معیار سب الٹ پلٹ ہو چکے ہیں، یوں لگتا ہے جیسے ساری انسانیت ایک سیاہ رات یا تاریک سرنگ میں پھنس چکی ہے یا پھر میدان تیہ یا کھلے صحراء میں بھٹک رہی ہے، پوچھنے والا پوچھتا ہے مگر حالاتِ رواں کی حقیقت تک پہنچنے سے عاقل بھی قاصر ہے۔

عدل وانصاف:

آج قومیں بہت بڑے امتحان سے گزر رہی ہیں۔ آج کا دور جسے مہذب ومتمدن دور کہا جاتا ہے اور یہی ترقی کی راہیں طے کر رہا ہے اس دور پر واجب ہے کہ احساس وشعور میں ترقی کرے اور اپنی انسانی نظر کو اس درجے تک ترقی دے جو کہ اس کے لائق ہے، جو تہذیب وتمدن کے شایانِ شان ہے، عدل وانصاف کی آواز بلند ہونی چاہیے، عدل وانصاف کے میزان کو فیصلوں میں استعمال کریں اور انصاف کی راہ چلیں۔

جنگ عراق:

برادر مسلم ملک عراق کی سرزمین پر انتہائی تکلیف دہ جنگ کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور سخت نقصان دہ معرکے لڑے جا رہے ہیں، جگہ جگہ لاشیں بکھری پڑی ہیں، کچھ کٹے پھٹے اور زخموں سے چور ہیں، دوسرے کتنے ہی گم شدہ ہیں کہ جن کی خبر ہی نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ بکثرت لوگ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں اور کتنے ہی لوگ حبس بے جا میں پڑے ہیں۔ انتہائی بڑا المیہ ہے، سینکڑوں کو موت کے گھات اتارا جا چکا ہے اور تباہی و بربادی کرنے والے تمام اوزار زیر عمل لائے گئے ہیں، بلکہ نفرت کے بیج بوئے گئے ہیں، حقد و بغض اور کینہ پیدا کیا جا رہا ہے، بلکہ یہ جنگ تو تمام پیمانوں اور قواعد وقوانین کی حدود کو پھلانگ گئی ہے۔ اس جنگ کو فوراً بند کرنا ضروری ہے، اور اس ظلم و زیادتی کو بند ہونا چاہیے۔ یہ جنگ سراسر خسارے اور نقصان کی جنگ ہے، اس میں کسی کا کوئی فائدہ ہونے والا نہیں ہے۔

عراقی عوام سے اظہار یکجہتی:

حق اور عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مسلم عراقی عوام کا ساتھ دیا جائے، اس مشکل وقت میں ان کا تعاون کر کے ان کی مشکل کو رفع کیا جائے۔ پوری دنیا کے اہل عقل و دانش اور قانون وضع کرنے اور قرار دادیں پاس کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس جنگ کے خطرناک نتائج کا ادراک کریں اور اس کے تباہ کن اثرات کو بھی پیش نظر رکھیں جو باہمی نفرتوں، عداوت و دشمنی اور بغض و کینہ کی شکل میں سامنے آ رہے ہیں۔ آوازۂ خلق اور عالمی نداؤں اور ضمیر انسانیت کی آواز پر کان دھرنا واجب ہے۔

عادلانہ معاہدے:

جی ہاں! آج دنیا عدل و انصاف پر مبنی عہد معاہدوں اور واضح قسم کے ایگریمنٹ چاہتی ہے اور یہ آج ہر کسی کا بھرپور مطالبہ ہے جس سے دنیا کا کوئی ملک بھی مستثنیٰ نہیں ہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، طاقتور ہو یا کمزور، ترقی پذیر ہو یا ترقی یافتہ۔ اسی طرح ہی آج دنیا کو باہمی خیر سگالی کے جذبات اور باہمی سنجیدہ وصادق تعاون کی ضرورت ہے تاکہ تمام اہل دنیا خوشحالی کی زندگی گزار سکیں، بھوکوں کو کھانا کھلانا، بیماروں کا علاج کرنا، امن و امان مہیا کرنا، علم کو پھیلانا، جہالت و ناخواندگی کا انسداد و خاتمہ، عدل گستری کرنا اور حق کو ثابت کرنا بھی انتہائی ضروری و واجب ہے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ أُنْثَى وَ جَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾

”اے لوگوں! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرو اور اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا (پرہیزگار) ہے، بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔“ (الحجرات:13) یہ ندا و صدا تو ساری دنیا کے لیے ہے۔

اپنوں سے خطاب واپیل:

البتہ اپنی امت اسلامیہ کے لیے ہماری نداء اور اپیل یہ ہے کہ اس پر واجب ہے کہ اختلافات کو ختم کر دیں، اپنی رائے مشورہ میں وحدت پیدا

کریں عالمی تغیرات کا مقابلہ کرنے کے لیے صف واحد بن جائیں ۔عقیدہ توحید کی بنیاد پر قائم وحدت امت کے طرز عمل پر ثابت قدم ہو جائیں ۔اللہ رب العالمین کی عبودیت و بندگی کو خالص کر کے حقیقی حریت و آزادی حاصل کریں ۔شر ہمیشہ امت اسلامیہ کی صفوں میں پھوٹ پیدا کرتا رہا ہے ۔اس کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں بھی شب و روز مصروف ہے اور وہ اپنے اس کرتوت پر مسلسل قائم رہے گا ۔لیکن امت اسلامیہ کو اس کے رب نے یہ حکم فرمایا ہے:﴿ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾

”آپس میں تنازعہ وجھگڑا نہ کرنا ورنہ تم بزدل (ناکام) ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی ،اور صبر سے کام لو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔“ (الانفال:46)

وحدت کی برکات:

اتحاد و اتفاق اور وحدت امت کی برکت یہ ہے کہ اس سے منسلک کوئی شخص ظلم کا شکا ہو کر چلا تا نہیں ،اس کے ساتھ رہتے ہوئے کوئی شخص محروم و نامراد نہیں رہتا اور نہ ہی ان کے مما لک میں کوئی باغی و سرکش شخص اس کے امن و امان سے کھیل سکتا ہے ،نہ ہی ان لوگوں کے حقوق کو کوئی غصب کر سکتا ہے ۔

وحدت ایک قربانی اور ایک دوسرے کے لیے سہارا ہے ۔اس سے روابط و تعلقات میں گہرائی آتی ہے ،وحدت ہے مواقف میں صدق و سچائی اور امیدوں اور آلام میں باہم موافقت میسر آتی سے چاہے اس میں کتنی ہی مشکلیں کیوں نہ آئیں نتائج سب خوش آئند ہوتے ہیں ۔

اپنوں ہی کا کیا دھرا:

مسلمانو! اکثر اختلافات جنہوں نے امت میں تفرقہ و انتشار پیدا کر رکھا ہے ان سب کا تعلق خود افراد امت سے ہی ہے ۔ان میں سے بکثرت اختلافات تو صرف خواہشات نفس کی طغیانی و سرکشی کا نتیجہ ہیں یا حب غلبہ و ہوس اقتدار ،جبر و استبداد کی رغبت ،لوگوں کے عیوب تلاش کرنے والی عادت اور ہفوات کو مشہور کرنے کی وجہ سے بھی اختلافات در آتے ہیں ،ان امور کے ساتھ ہی اختلافات کو جنم دینے میں یہ چیزیں بھی شامل ہیں کہ لوگ گفتگو اور مذاکرات میں بے ادبی سے کام لیتے ہیں ،طعن آمیز اشارے اور غیبت و چغلی کھاتے ہیں اللہ تعالی ان امور سے اپنی پناہ میں رکھے ۔یہ چیزیں اس بدترین غفلت کو جنم دیتی ہیں جس کا نتیجہ پہلے چھوٹی چھوٹی تقسیمات و تنازعات کی شکل میں سامنے آتا ہے اور پھر وہ بڑھتے بڑھتے بڑے بڑے اختلافات و تفرقہ بازی کا رنگ اختیار کر جاتے ہیں ۔یہی باعث ہلاکت اور سبب تباہی ہیں ۔

برادران اسلام! امت اسلامیہ پر مصائب باہر سے نہیں آتے اور نہ ہی اس وقت تک یہ مشکلات اور بڑے بڑے حادثات میں مبتلا ہوتی ہے جب تک کہ اسے اس کے اندر سے نقصان نہ پہنچے ۔موجودہ بحران میں یکے بعد دیگرے رونما ہونے والے گردابوں سے بچنے کے لیے سب سے مضبوط ترین قلعہ اس بات میں پوشیدہ ہے کہ اللہ وحدہ پر مضبوط ایمان ہو ،اسی پر سچا توکل اور مکمل اعتماد و بھروسہ ہو ،اپنے تمام کاموں کو اسی کے سپرد اور اس کی شریعت کو مضبوطی سے تھامے رکھیں ۔اسی طرح معاشرے کے افراد کا باہم کندھے سے کندھا ملا کر چلنا اور ایک دوسرے کا ساتھ دینا بھی امت کے لئے ایک مظبوط قلعے کی حیثیت رکھتا ہے ۔

بحرانوں میں وحدت امت کی ضرورت:

بحرانوں اور انقلابات کے دوران سب سے پہلی ضرورت ہی یہ ہوتی ہے کہ اپنی صفوں کو مضبوط و متحد کیا جائے، صادق و سچا موقف اپنایا جائے اور باہمی اتحاد و اتفاق کا اس حد تک مظاہرہ کیا جائے کہ دشمنوں اور ان کے بھی خواہ ایجنٹوں کے ہاتھ سے شور مچانے، تفرقہ پیدا کرنے اور امت کی ہوا اکھڑنے اور اسکا اقبال جاتے رہنے کا موقع نکل جائے۔

یہ افواہیں:

برادران گرامی! موجودہ حالات کی تاریک فضاؤں اور ذرائع ابلاغ کی اس انتہائی ترقی کے دور میں ان امور و اشیاء سے خوب بچ کر رہنا چاہیے جنہیں جنگ کی آگ کو ہوا دینے اور بھڑکانے والے پھیلاتے ہیں اور انہیں پھیلانے میں موجودہ تیز تر ذرائع ابلاغ اہم کردار ادا کر رہے ہیں اور ٹیلیفون، سیٹلائیٹ اور انٹرنیٹ بھی انہیں رواج دینے میں پیش پیش ہیں اور وہ بے سر و پا افواہیں اور نفرتوں کو بھڑکانے والی باتیں ہیں۔ اور دور بھی کونسا ہے جبکہ آسمان کھلا ہے اور اس کی فضائیں (مصنوعی سیاروں سے) دھڑا دھڑ خبریں برساتی جاتی ہیں۔ باتیں اور تبصرے یوں چلتے ہیں کہ وہ کسی حدو قید پر رکتے ہی نہیں، ان حالات میں غلط و صحیح میں تمیز کرنا انتہائی ضروری ہے۔

افواہوں کے نتائج:

یہ افواہیں اور جنگ کی آگ بھڑکانے والی باتیں، جو مختلف مصادر سے سامنے آتی ہیں، یہ پیار و محبت اور کندھے سے کندھا ملا کر چلنے یا وحدت امت کو نشانہ بنائے ہوئے ہیں، وہ لوگوں کے دلوں میں بغض اور کینہ و کدورت پیدا کرتی ہیں، ان کا کام بدظنیاں پھیلانا بھی ہے اور یہ منفی و سلبی پہلوؤں کی ترویج کرتی ہیں۔ اگر کسی سے کہیں کوئی معمولی سی غلطی سرزد ہو جائے تو یہ ذرائع اسے رائی کا پہاڑ بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی سعی نامشکور سرانجام دیتے ہیں۔ یہ افواہ سازی اور جنگ و جدال کی آگ بھڑکانے والی باتیں خود غرض لوگوں، خواہشات نفس کے پیروکاروں دشمنان دین اور ان کے ریزہ خوار مسلمان ایجنٹوں کے ہاتھ کا خوفناک ہتھیار ہیں۔ یہ لوگ دین کے قواعد و ضوابط کو لرزہ براندام کر دینا چاہتے ہیں، مسلمانوں کے صفوں میں تفریق اور اسلام سے ان کے تعلق کو کمزور کرنے کی ٹھانے ہوئے ہیں **اللہ کے بندو!** اس وقت امت بحرانوں اور شکستوں سے دو چار ہے اور یہ چمگادڑ ہستے گاتے پھرتے ہیں۔ گر یہ ان کے قریب بھی نہیں آتا وہ اپنی مجلسوں اور کلبوں میں رنگینگے کرتے ہیں۔ بے سود و لایعنی بحث مباحثوں میں فقاہت جھاڑتے پھرتے ہیں اور افواہوں کو پھیلانے فتنوں کو ہوا دینے اور فضول تبصرے اور تجزیئے کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ان سب کی ایک ہی دھن ہے کہ اپنے گروپوں، اپنے چینلز اور سائیٹس، اپنے صفحات اور اپنی تحریروں میں جادو جگاتے جائیں اور اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ان کا شعور مردہ ہوتا جا رہا ہے، وہ امت کے غموں پر، پریشانیوں، حالات اور انجام کی کوئی پرواہ ہی نہیں کرتے وہ عوام الناس میں افواہیں اور فتنوں کو بھڑکانے والی باتیں اگلتے چلے جاتے ہیں، اور یہی باتیں اپنے کلبوں کی کھلی فضاؤں میں بھی اڑاتے چلے جاتے ہیں جبکہ ان کی چھوڑی یا اڑائی ہوئی ہوا ہیوں میں سے کوئی چیز بھی بحث و تحقیق کے میدان میں پائیہ ثبوت کو نہیں پہنچ پاتی۔

افواہوں کے اثرات بد:

افواہیں فتنوں کے زمانے میں لوگوں کو دہشت زدہ کرتی ہیں ان کے دلوں میں نفرت کے کانٹے بوتی ہیں اور معنوی و اخلاقی اسپرٹ کو برباد کر کے رکھ دیتی ہیں۔ اسی طرح یہ افواہیں لوگوں کے دلوں سے پیار و محبت کے جذبات کا خاتمہ کرتی، افکار میں انتشار پیدا کرتی، اپنی ذات، امت اور قیادت پر اعتماد کو ضایع کرتی، امت کے ڈھانچے کو زنگ آلود کرتی اور افراد امت کے دلوں میں بغض و حقد اور نفرت کے جذبات کو جنم دیتی ہیں۔ انھیں افواہوں کے نتیجہ میں کتنے ابریاء و نیک طینت لوگ پریشان ہوئے، تعلقات ٹوٹے ہیں، جرائم کا ارتکاب ہوا ہے، علاقات منقطع ہوئے ہیں، قومیں پسماندگی میں چلی گئی ہیں اور کتنی فوجیں تباہ ہوئی ہیں۔

افواہ ساز کون؟:

مسلمانو! یہ افواہیں عموماً کسی بھی فرد یا جماعت سے صادر ہوں، ہوتی انہی سے ہیں جو ناپسندیدہ اور دھتکارے ہوئے ہوں، جس کا دل حقد و بغض سے بھرا ہوا ہو، جس کا سینہ نفرت سے تنگ ہو چکا ہو اور جس کا نفس غیض و غضب اور غصے سے جل بھن چکا ہو، وہ افواہ پھیلا کر اپنے غصے کا زہر نکالتا، اپنے حقد و بغض کو پھیلاتا ہے اور اپنے سینے سے نفرت کو نکالتا ہے اور لوگوں میں اگلتا ہے۔ فتنے کو ہوا دیکر بھڑکانے والی بات صرف حاقد دشمن، چھپے ایجنٹ یا برے جاھل سے ہی صادر ہوتی ہے۔

نیکی و خلوص بجا مگر ہوشیاری بھی:

پیارے بھائیو! ہمارے مخاطب حاقد و کینہ پرور دشمن نہیں نہ کوئی بکا ہوا ایجنٹ ہے۔ بلکہ ہمارا خطاب تو اس مسلمان سے ہے جو کہ غفلت شعار اور بھولا بھالا ہے، خوبصورت وقوی ہے، نیک نیت ہے اپنی قوم و ملک کے لیے بڑا ہی مخلص بلکہ اپنے ملک و قوم کا بھی خواہ ہے وہ بڑا اچھا اور نیک نیت ہے لیکن وہ افواہ کے پس پردہ غیروں کے کیا کیا مقاصد پنہاں ہیں انہیں نہیں جانتا اور نہ ہی وہ ان خطرات کو ذہن میں رکھتا ہے جو ان افواہوں سے لوگوں کو مطلوب ہوتے ہیں، ایسے نیک اور صالح لوگوں کو اللہ توفیق مزید نوازے۔ نیکی و اچھائی کے ساتھ ساتھ ہی انہیں سخت ہوشیاری کی صفت بھی اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے اور مہم و رائے میں پختگی لانی چاہے اور افواہوں کے بارے میں صحیح موقف اختیار کرنے کے سلسلہ میں ان مخلص مومنوں کی راہ اختیار کرنی چاہیے جن کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴾

”(جب) ان لوگوں نے آ کر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لیے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، پھر وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل و کرم کے ساتھ (خوش و خرم) واپس آئے، انہیں کسی طرح کا ضرر و نقصان نہ پہنچا اور وہ اللہ کی خوشنودی کے تابع رہے اور بہت ہی بڑے فضل والا ہے۔“ (آل عمران: 173-174)

قرآنی ہدایات:

ان اچھے اور نیک لوگوں پر لازم ہے کہ وہ ان دقیق ہدایات پر غور کریں اور افواہوں کے بارے میں اور فتنوں کی آگ لگانے والی باتوں کے سلسلہ میں وہی موقف اختیار کریں جو قرآن کریم نے واضح طور پر بیان کئے ہیں۔

پہلی قرآنی ہدایت: جن افراد و جماعتوں کے بارے میں افواہیں پھیلائی جارہی ہیں ان کے بارے میں اپنے دل میں حسن ظن رکھیں جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ﴾

"جب تم نے وہ بات (افواہ) سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمان کیوں نہ کیا؟ اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان وتہمت ہے۔" (النور:12)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ اس قرآنی ہدایت کو عملی طور پر کس طرح اختیار و نافذ کیا گیا، اس کی بہترین مثال ہمارے سلف صالحین امت کے یہاں موجود ہیں۔

إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي أَيُّوبَ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ وَامْرَأَتِهِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. كَمَا قَالَ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ بَعْضِ رِجَالِ بَنِي النَّجَّارِ: أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ خَالِدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ أُمُّ أَيُّوبَ: يَا أَبَا أَيُّوبَ، أَمَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فِي عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، وَذَلِكَ الْكَذِبُ. أَكُنْتِ فَاعِلَةً ذَلِكَ يَا أُمَّ أَيُّوبَ؟ قَالَتْ: لَا وَاللهِ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَهُ. قَالَ: فَعَائِشَةُ وَاللهِ خَيْرٌ مِنْكِ.

چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مروی ہے کہ جب لوگوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگی تہمت پر چہ میگوئیاں کررہے تھے تو ان دونوں نیک میاں بیوی نے آپس میں ایک دوسرے سے سوال کیا: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: "دیکھو! اگر صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی جگہ پر میں ہوتا تو کیا میں اس فعل کا ارتکاب کرتا؟ یا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جگہ پر تم ہوتیں تو کیا تم سے یہ فعل سرزد ہوجاتا؟ اور دونوں نے ہی ایک دوسرے کو یہ جواب دیا کہ اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوتا، پھر حضرت ابو ایوب انصاری نے رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت صفوان رضی اللہ عنہ تو مجھ سے بھی اچھے اور بہترین۔" اور ان کی زوجۂ محترمہ کہنے لگیں: "ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو مجھ سے بدرجہا بہتر و اچھی ہیں۔" یہ تھا مسلم کا مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن۔ اور یہی صحیح و صریح، آسان و سھل، زیادہ سلامتی والا اور زیادہ صادق و سچا طریق کار ہے۔ (تفسیر طبری و ابن کثیر)

دوسری قرآنی ہدایت:

ان افواہوں کی تحقیق و ثبوت کی ضرورت کے سلسلہ میں انتہائی حکیمانہ و دانشمندانہ اور پورے حزم و احتیاط پر مبنی موقف اختیار کرنا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ﴾

"یہ (افتراء پرداز) اپنی بات (کی تصدیق) کے لیے چار گواہ کیوں نہ لائے۔" (النور:13)

اللہ تعالی کے اس ارشاد اور اس ہدایت کا تقاضا یہ ہے کہ معاشرے کے افراد کسی بات پر کان نہ دھریں اور نہ ہی اسے قبول کریں جب تک اسکے صحیح ہونے کا کوئی واضح قرینہ وثبوت موجود نہ ہو، اگر کوئی شہادت نہ ہو تو اس افواہ کو بھی جھوٹ اور کذاب لوگوں کی کارستانیوں کے کھاتے میں ڈال دیا جائے جیسا کہ خود اللہ تعالی نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے: ﴿فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾

"جب یہ گواہ نہ لا سکے تو اللہ کے نزدیک یہی (افواہ ساز وتہمت طراز) جھوٹے ہیں۔" (النور:13)

تیسری قرآنی ہدایت:

معاشرے کو چاہیئے کہ افواہوں کو رد کرنے، ان پر گفتگو نہ کرنے اور اس کی ترویج واشاعت کو روکنے کے سلسلہ میں ایک مضبوط و دلیرانہ موقف اختیار کرے جیسا کہ اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہے: ﴿وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ﴾

"اور جب تم نے اس (بہتان وافواہ) کو سنا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے شایان شان نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں۔ (اے اللہ) تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔" (النور:16)

صحیح طرز عمل:

مسلمانو! ہمارے لئے ضروری ہے کہ صرف ثقہ ومعتبر اور عادل وصادق لوگوں کی دی ہوئی اخبار پر ہی اعتماد کریں اور جلد بازوں، نادانوں اور فسق وفجور میں لت پت لوگوں کی باتیں سننے اور ماننے سے دور رہیں اور نہ ان لوگوں کی سنیں جو بلا ثبوت بکثرت خبریں نشر کرتے یا ہوائیاں اڑاتے رہتے ہیں اور نہ ہی ان کی باتوں کا یقین کریں جو بعید از فہم وقیاس باتیں کرتے، تبصرے اور تجزیئے کرتے تاویلیں کرنے میں مبالغہ آمیزی سے کام لینے والے معروف ہیں، اسی طرح فتنوں کے زمانے میں اور ان فضاؤں میں جہاں افواہیں اڑانے اور لڑائی جھگڑوں کی آگ بھڑکانے والے اپنی باتوں کو رواج دینے میں کوشاں ہوں، ایسے اوقات وفضاؤں میں اپنی زبان پر کنٹرول رکھیں بلکہ عقل وایمان دونوں ہی بندے کو بات کہنے یا خاموشی اختیار کرنے کی مصلحتوں میں موازنہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں ہمیشہ بات کرنا ہی اچھا نہیں ہوتا اور خاموشی اختیار کئے رہنا بھی ہمیشہ نیکی نہیں ہوتا۔ صحیح حدیث میں ارشاد نبوی ہے: وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالی اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ صرف بھلائی کی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔[1]

اے اللہ کے بندے صرف دو ہی راستے ہیں:

(1) صرف اچھی بات کہو۔

---

[1] صحیح بخاری:6136۔

(2) یا پھر اپنے لئے خاموشی کو لازم پکڑو۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

"بھلا یہ قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے، اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں (بہت سا) اختلاف پاتے، اور جب ان کے پاس امن وخوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں، اور اگر اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیروکار ہو جاتے۔" (النساء:82-83)

بقاء امت کا راز:

کلمہ توحید اسلام کی اصل اور بنیاد ہے اور اتحاد و اتفاق امت اسلامیہ کی بقاء کا راز ہے، مسلمانوں کی فرقہ بندی و انتشار کے نتیجہ میں امت کو بہت سے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا، ہلاکتیں ہوئیں، فقر و فاقہ آیا اور بھوک کا دور پہنچا اور کئی ایسے مواقع امت کے ہاتھ سے نکل گئے جن کا کوئی بدل ہی نہیں ہے۔ قلموں اور ذرائع ابلاغ نے غلط بیانی کی اور تصویر ہی بڑی بھیانک کر کے پیش کی حتی کہ اپنے آپ پر اعتماد کا پیمانہ، ڈول گیا اور خود اعتمادی بھی جاتی رہی اور قوم خاب و خاسر ہوئی، گھاٹے پہ گھاٹا اٹھانا پڑا جبکہ قوم نے اپنی تاریخ سے کوئی سبق حاصل نہ کیا، نہ حالات سے عبرت و درس لیا، ذلت و رسوائی، بے دست و پائی اور بے یار و مددگاری کی حد ہو گئی ہے اور ضیاع کی انتہاء ہو چکی ہے۔

درس عبرت:

اب یہ ضروری ہو گیا کہ ان مصائب مشکلات سے عبرتیں اور سبق حاصل کئے جائیں جن کی وجہ سے تفرقہ بازی ختم ہو، مسلمانوں کی اپنی صفوں میں وحدت و اتفاق پیدا ہو اور دوسروں کا رعب و ہیبت دلوں سے نکلے اور ہمیں اس وقت تک قیادت و سیادت، شرف وعزت اور اپنے دفاع کی بھرپور قوت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہمیں عزت نفس حاصل نہ ہو گی، ہم خود عزت و تکریم والے، عدل و انصاف کے پرچارک، علم و فضل کے مالک اور تقوی و پرہیزگاری والے نہ ہوں۔ اور اگر علم و فضل، عدل و انصاف کی سنت و طریقہ اور اس کا نظام غالب ہے۔ اور افواہوں کا پھیلانا، انھیں رواج دینا اور انہیں قبول کرنا، علم و فضل، عدل و انصاف، عزت و کرامت اور تقوی و پرہیزگاری کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے یعنی وہ ہیں تو یہ نہیں اور یہ ہونگے تو وہ نہ رہیں گے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ افواہوں کو قبول کرنا اور ان کی ترویج کرنا ناکافی اور ناکام لوگوں کی متعدد صورتوں میں سے ہی ایک صورت ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ ایک ناکام شخص کہیں سے کوئی افواہ اٹھاتا ہے پھر اپنے آپ کو اس کے ذریعے نمایاں کرنے، مجلسوں کے دولہا یا (چہرہ مہرہ) مہرہ بننے اور جھوٹی تعریفیں حاصل کرنے کے لیے بڑی سعی نامشکور کرتا ہے بلکہ کبھی کبھی وہ امت پر غیرت کھانے اور اصلاح کی رغبت رکھنے کی ظاہری ایکٹنگ بھی کرتا ہے۔

ایک اہم وضاحت:

یہاں موجودہ بحرانوں کے دور میں اور ایسی افواہوں کے سلسلہ میں ایک اہم امر کی وضاحت ضروری اور مناسب لگتی ہے کہ قوم وملت کے اہل عقل و دانش، ارباب مناصب و ذمہ داریاں اور وہ لوگ کہ جن کو یہ افواہیں مس کرتی ہیں، انہیں چاہیئے کہ وہ سٹڈی کئے بغیر انکار نہ کریں بلکہ آرام وسکون سے اور صلاح ومشورہ کرکے ان کے بارے میں کوئی انتہائی مناسب موقف اختیار کیا جائے اور انتہائی باریک بینی سے کام لیتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ عقل وصدق کی راہ اپنائی جائے جو کہ اعتماد وثوق کا بیج بوتی اور مصداقیت وحقیقت کو راسخ کرتی ہے۔ ایسے ہی اس بات کا بھی خیال رہے کہ غیر ضروری ولایعنی قسم کی افواہوں پر توجہ نہ دی جائے کیونکہ ہر افواہ جواب دینے کے لائق نہیں ہوتی، اللہ آپ پر رحم فرمائے، اللہ سے ڈرو، اپنی زبانوں پر کنٹرول رکھو اور باہمی اختلافات کی اصلاح کرلو اور اگر مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و پیروی کرو۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين

ابتلاء وآزمائش اور اس کی حکمتیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ
2/2/1424ھ موافق 4/4/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

فکر آخرت:

اللہ کے بندوں! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اسی پر توکل کرو اور اسی کی طرف رجوع کرو، اس پر حسن ظن قائم رکھو اور خوف وامید کے ساتھ اسے ہی پکارو اور قیامت کے دن اس کے سامنے کھڑے ہونے اور جواب دہی کو تصور میں لاؤ، وہ دن جو کہ بچوں کو بھی بوڑھا کر دے گا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾

"اس دن بھائی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا، اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے، ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہوگا جو اسے (مصروفیت کے لیے) بس کرے گا۔" (عبس:34-37)

بلائیں اور فکری پراگندگی:

مسلمانوں! جب بلائیں نازل ہوتی ہیں اور مصائب ومشکلات ہر طرف سے گھیرا ڈال لیتے ہیں تو کچھ لوگوں کے فہم میں اضطراب آجاتا ہے، ٹھہراؤ نہیں رہتا، ان کی عقلیں ماند پڑ جاتی ہیں اور خواب بکھر کر رہ جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں وہ لوگ اس حق سے بھی دست بردار ہونے لگتے ہیں جسے کہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ انہی کا حق ہے اور کئی صحیح امور کو بھی بھول بیٹھتے ہیں حالانکہ وہ ان سے جہالت میں نہیں ہوتے، ایسے میں حیرت و پریشانی واقع ہو جاتی ہے اور شرک جوش مارنے لگتا ہے، قیل وقال اور اول فول باتوں کا بازار گرم ہو جاتا ہے اور حقائق و اصول چھوٹ جاتے ہیں، ظن وگمان کی پیروی کی جاتی ہے اور من چاہی اشیاء اور خواہشات نفس کا پیچھا کیا جاتا اور امور ومعاملات کے فیصلے بغیر علم وہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب ودلیل کے کئے جانے لگتے ہیں۔

ابتلاء وآزمائش:

غفلت کے زور وشور میں انسان یہ بھی بھول جاتا ہے کہ آزمائشوں کی سنت الٰہی اس کی مخلوقات میں جاری ہے اور انہی کے ذریعے اس کی قضاء وقدر کے فیصلے بھی ان میں نافذ ہوتے رہتے ہیں، یہ انسان ان باتوں کو پتہ نہیں کیسے بھول جاتا ہے جبکہ وہ صبح وشام اپنے رب کی کتاب قرآن کریم کی تلاوت کرتا رہتا ہے اور اس میں اس حقیقت کا بڑے واضح وغیر مبہم انداز میں ذکر آیا ہے اور اتنا واضح ذکر ہے کہ مزید اس سے زیادہ کی وضاحت کی ہی نہیں جا سکتی۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿الم أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ﴾

”الف، لام، میم، کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے، وہ چھوڑ دیے جائیں گے؟ اور ان کی آزمائش نہیں کی جائیگی۔ اور جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ہم نے انہیں آزمایا تھا (اور انھیں بھی آزمائیں گے) سو اللہ ضرور انھیں معلوم کرلے گا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور انہیں بھی جان لے گا جو کہ جھوٹے ہیں۔“ (العنکبوت: 1-3)

ایک دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾

” (اے اہل ایمان) تمہارے مال و جان میں تمہاری آزمائش کی جائیگی اور تم اہل کتاب سے اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سی اذیت ناک باتیں سنو گے تو اگر صبر اور پرہیزگاری کرتے رہو گے۔ تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔“ (آل عمران: 186)

ایک تیسرے مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾

” اور ہم کسی قدر خوف، بھوک اور مال و جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (رضاء الٰہی کی) بشارت سنا دیں، جن لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ: ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی مہربانی اور رحمت اور یہی سیدھے راستے پر ہیں۔“ (البقرہ: 155-157)

اور قرآن کریم میں ایک جگہ اسماء حسنی اور مقدس ناموں والی ذات نے فرمایا ہے: ﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَ نَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ﴾

” اور ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے تاکہ جو تم میں مجاہدین (فی سبیل اللہ لڑنے والے) اور صابر (ثابت قدم رہنے والے ہیں) انہیں معلوم کریں اور تمہارے حالات جانچ لیں۔“ (محمد: 31)

انبیاء کی آزمائش:

اللہ کے بندوں! یہ آزمائش و امتحان اللہ تعالی کی عام سنت و طریقہ ہے اس سے تو اس نے کسی نبی کو بھی مستثنی و الگ نہیں کیا اگرچہ انبیاء کرام بڑے اعلی مقام و مرتبہ کے مالک، بڑی قدر و منزلت والے اور اللہ کے یہاں بڑے معزز و مکرم ہوتے ہیں بلکہ اللہ نے ان کا امتحان تو دوسروں سے بھی کڑا لیا اور انھیں عام لوگوں کی نسبت زیادہ سختی سے آزمایا جیسا کہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں صحیح سند سے مروی ہے کہ

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ، فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ دِينُهُ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى

حَسَبِ دِينِهِ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا، سب سے زیادہ کن لوگوں کو آزمایا گیا؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ آزمائش و امتحان سے انبیاء کرام کو دوچار کیا گیا، پھر انبیاء سے فضیلت میں کمتر درجہ کے لوگ اور ان سے کمتر درجہ کے لوگ پھر ہر شخص کو اس کے دین (سے تمسک) کی مقدار سے آزمایا جاتا ہے اگر وہ دینداری میں بڑا سخت ہوتو اسے بہت سخت آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، اور اگر اس کے دین میں رقت وکمزوری ہوگی تو دین کے معیار کے مطابق اسے آزمایا جائے گا۔ اور بندہ مسلسل آزمائشوں سے دوچار رہتا حتی کہ وہ بندے کو (گناہوں سے دھوکر) ایسے کر دیتی ہیں کہ وہ اس حال میں زمین پر چل رہا ہوتا ہے کہ اس کے ذمے کسی خطاوگناہ کا کوئی بوجھ نہیں ہوتا۔[1] (صحیح الجامع 231/1، الصحیحہ: 144)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابتلاء: خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس ابتلاء وآزمائش کے جس دور گزرے وہ سیرت کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص بخوبی جانتا ہے۔ یہی کیا کم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہی قوم سے کیا کیا اذیتیں اٹھائیں، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا، مذاق اڑایا، لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ پر آنے سے روکا اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا وطن مالوف (مکہ مکرمہ) اور اس کی سرزمین (حرم مبارک) کو چھوڑ نے پر مجبور کر دیا، اور آپ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا، لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن بنانے کی ہر ممکن کوششیں کیں اور سب کو اس بات پر جمع کر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف قبائل کے لوگ مل کر ایک ہی وار میں ختم کر دیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دارِ ہجرت، پایہ تخت یا دارالحکومت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل وعیال اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی جائے رہائش والے شہر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین اسلام کے خاتمہ اور اس کے استیصال و بیخ کنی کے درپے ہو گئے اور مدینہ کے دوسرے مکینوں یہود و منافقین کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ابھارا اور دشمنی پر اکسایا ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازشیں کیں، بدترین چالیں چلیں اور مکروفریب سے کام لیا اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو عہد و معاہدہ کیا تھا: اسے توڑا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقض عہد کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے مشرکین مکہ کے ساتھ انہوں نے اتحاد کرلیا۔ اور جب وہ سب لوگ میدان کارزار میں اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے تو اس مایوسی کے عالم میں انہوں نے دھوکے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی بھرپور سازشیں اور کوششیں کیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کرام کی طرح ہی ابتلاء ومصائب میں ثابت قدم رہے، آزمائشوں میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا صحیح طور پر حق ادا کر دیا حتی کہ اللہ تعالی کی طرف سے مدد و نصرت آگئی اور فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا، لوگوں نے جوق در جوق اور فوج درفوج اسلام میں داخل ہونا شروع کر دیا۔ لوگوں کے دلوں کو انوار ہدایت سے منور کر دیا۔ اور ان کے دلوں میں ایمان کی بشاشت و حلاوت گھر کر گئی، تب پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی برضاء، خوش دلی اور ٹھنڈی آنکھوں کے ساتھ اپنے خالق ومالک اور پروردگار کی طرف روانہ ہو گئے، اور اپنی امت کے پاس دو چیزیں چھوڑ گئے کہ اگر انھوں نے انھیں پکڑے رکھا تو کبھی بھی گمراہ نہ ہونگے: کتاب اللہ اور سنت رسول

---

[1] ترمذی: 2398۔

ﷺ جیسا کہ ایک صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے ۔(دیکھیں: صحیح الجامع 1 / 566، الصحیحۃ : 1761، مشکاۃ: 187)

ابتلاء و آزمائش کی حکمتیں:

اللہ کے بندوں! نبی ﷺ سے پہلے انبیاء کرام اور خود نبی ﷺ کا منہج صبر و رضاء کو اختیار کرنا اور مصائب کو جھیلنا اور پھر آپ ﷺ کے پیرو کاروں کا بھی اسی شاہراہ پر گامزن ہو جانا کوئی تعجب خیز امر نہیں تھا۔ کیونکہ وہ لوگ یقین کامل رکھتے تھے کہ اللہ تعالی نے اپنے کسی بندوں پر یہ چیز (آزمائش) انھیں قتل و ہلاک کرنے کے لیے وضع نہیں فرمائی اور نہ ہی انہیں پریشان و تنگ کرنے کے لیے یہ سلسلہ آزمائش شروع فرمایا ہے کہ یہ زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو جائے اور یہ دنیا ان کے لئے بگڑ جائے اور آخرت میں بھی ان کا انجام خراب ہو۔ ہر گز نہیں بلکہ اللہ تعالی نے ابتلاء و آزمائش اس لیے بنائی تا کہ اس کی عظیم حکمتیں سامنے آئیں، اس کے فوائد جلیلہ حاصل ہوں اس کے خوبصورت اغراض و مقاصد ہاتھ لگیں اور وہ اس قدر ہیں کہ جن کا احاطہ اور شمار کرنا ناممکن و مشکل ہے ۔

امتحان صبر:

ان ابتلاؤں آزمائش اور امتحانوں کی عظیم حکمتوں، فوائد جلیلہ اور اغراض و مقاصد جمیلہ میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ اللہ اپنے بندے کا ان کے ذریعے پیمانہ صبر آزمائے اور دیکھے کہ وہ اس کے اولیاء میں سے اور اس کی فلاح و نجات پانے والی جماعت کے افراد میں سے ہے یا نہیں ۔ اگر وہ مصائب میں ثابت قدم رہے، بلاؤں پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے، تو اللہ اسے اپنا برگزیدہ بندہ اور منتخب و چنا ہوا ولی و دوست بنا لیتا ہے اور اسے عزت و اکرام کی خلعتیں عطا کرتا ہے، اسے فضل و کرم کا لباس پہناتا اجر و ثواب کے حلے اوڑھاتا، قبولیت بارگاہ الہی کے پیردوں میں ڈھانپتا اور اسکا خاتمہ اپنی رضاء کے ساتھ کرتا ہے اور اپنے اولیاء اور اپنی جماعت کے افراد کو اس کی خدمت و مدد پر لگاتا اور اگر آزمائش میں ڈالے جاتے ہی وہ منہ پھیر جائے اور ایڑیوں کے بل پلٹ جائے تو اسے دھتکار کر دور کر دیتا ہے ۔ اللہ اپنی رضاء و خوشنودی اس سے روک لیتا ہے اور اس پر اپنا غضب و غصہ لکھ لیتا ہے، اور اس کے لیے بلاؤں کے اسباب میں اضافہ کر جاتا ہے ۔ شقاوت و بدبختی کے لشکر اسے ہرا دیتے ہیں ۔ وقتی طور پر وہ شخص نہ بلاؤں کے اسباب میں اضافے کو محسوس کر سکتا ہے اور نہ ہی شقاوت کے لشکروں کے ہاتھوں اسے اپنی شکست ہی نظر آتی ہے، لیکن بعد میں جا کر اسے پتہ ملے گا کہ ایک مصیبت (جس پر صبر و استقلال نہ دکھایا) وہ اس کے لیے کن مصائب و مشکلات کا پیش خیمہ بن گئی ہے ۔ اور ان دونوں مقامات کے مابین دو ہی منزلیں ہیں ایک ہے منزل صبر اور دوسری ہے منزل غضب و ناراضگی ۔ ۔ ۔ جیسا کہ امام علامہ ابن قیم رحمہ اللہ علیہ نے کہا ہے " ان دونوں کے مابین صرف گھڑی بھر صبر کرنا یا پھر اس گھڑی میں دل کو رخصت ہی کر دینا ہے ۔ اور مصیبت تو لازمی بات ہے کہ دونوں سے کٹ ہی جائے گی لیکن اس صابر و ثابت سے کٹے گی تو یہ طرح طرح کے انعامات، عزت و کرامت اور خیرات و برکات پائے گا اور دوسرے بے صبرے سے کٹے گی تو وہ حرمان نصیبی اور ذلت و رسوائی کے سوا کچھ بھی نہیں حاصل کر سکے گا، کیونکہ یہ سب اس غالب اور علم و حکمت والے کی تقدیر اور اس کے (مقرر کردہ) اندازے ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے نوازتا ہے، اور اللہ تو بہت ہی بڑے فضل و کرم والا ہے ۔" (از فادات: علامہ ابن قیم)

غرض صبر کرنے پر جو انعام واکرام حاصل ہوتے ہیں وہ سب سے بہترین عطاء ہے اور صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ مِنْ عَطَاءٍ أَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ

"کوئی شخص ایسی کوئی عطا اور انعام واکرام نہیں دیا گیا جو صبر سے زیادہ وسیع تر اور بہتر ہو۔"[1]

عبودیت و بندگی:

برادران گرامی! ابتلاء وآزمائش کی حکمتوں میں سے ہی ایک دوسری حکمت اللہ تعالی کے لیے بندے میں عبودیت و بندگی کی صفت پیدا کرنا ہے۔ اللہ تعالی اپنے بندے کو خوشی وغم اور نعمت و بلاء ہر حال میں ایسی تربیت دیتا ہے کہ اس سے عبودیت و بندگی ظاہر ہو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حقیقی طور پر بندہ وہی ہے جو ہر حال میں اللہ کی بندگی اور اس کے لیے اپنی عبودیت پر قائم رہے، رہا وہ شخص جو صرف نعمت وخوشی کی حالت میں ہی بندگی کرتا ہے اور عبودیت پر قائم رہتا ہے وہ شخص ایسا ہے جو کہ کنارے پر عبادت کرتا ہے اور شک وقلق و اضطراب میں مبتلا ہوتا ہے اور دین کے معاملہ میں متزلزل اور ڈولتا رہتا ہے یا پھر دوسرے لفظوں میں کنارے پر عبادت کرنے والے کو یوں کہہ لیں کہ وہ ایک ہی حالت میں عبودیت و بندگی پر قائم رہتا ہے۔ اگر اسے خیر وبھلائی پہنچے تو مطمئن ہو جاتا ہے جاتا اور اگر اسے کوئی فتنہ ومصیبت پہنچے تو منہ پھیر جاتا ہے۔ یہ شخص اللہ کے ان بندوں میں سے نہیں جنھیں اللہ تعالی نے اپنی عبودیت و بندگی کے لے اختیار کیا ہے اور انھیں شرف عبودیت سے نواز رکھاہے، اور انہیں حسن انجام کا وعدہ دیا ہے۔

صیقل قلوب اور کسوٹی ایمان۔۔۔۔

اے اللہ کے بندوں! یہ ابتلاء وآزمائش دلوں کو صیقل کرنے والی، ایمان کی کسوٹی، اخلاص کی نشانی، جذبہ وتسلیم و رضاء کی دلیل اور اللہ کے احکام پر گردن جھکا لینے کی گواہ ہوتی ہے، یہ اس مفید دوا کی طرح ہوتی ہے جسے کوئی رحم دل، مخلص اور بیمار کی مصلحت و فائدے کو جاننے والا طبیب ماہر اس بیمار کے لئے تجویز کرتا ہے، اور عقلمند مریض پر واجب ہے کہ وہ اس کے لذت ومزہ یا تلخی وترشی کا خیال کیئے بغیر گھونٹ بھر لے اور شکوہ وشکایت کرتے ہوئے اس دوا کو اگل نہ دے تاکہ کہیں اس کا نفع ضرر میں نہ بدل جائے۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ﴾

"عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائیاں پیدا کر دے۔" (البقرہ:216)

مسلمان پر واجب ہے کہ بلاء کے نازل ہونے، مصائب ومشکلات کے واقع ہونے اور کسی ناپسندیدہ امر کے پیش آجانے پر ثابت قدم رہے، ہوا چاہے کتنی تیز ہی کیوں نہ ہو اور آگ کی لپیٹیں چاہے کتنی بلند کیوں نہ اٹھ رہی ہوں اس کے پائے استقلال وثبات میں تزلزل وڈگمگاہٹ نہ آنے پائے۔

حصول ثبات کے ذرائع رجوع الی اللہ:

[1] صحیح بخاری:1469۔

برادرانِ محترم! اس ثبات و استقلال کے حصول کے بعض اسباب ہیں جن کی بدولت مسلمان کے پاؤں ایمان پر جمے رہتے ہیں اور اس کے لئے اس کی ساتھ راہیں ہموار کر دیتے ہیں۔ ان اسباب میں سے ہی سچے دل سے اللہ کی طرف رجوع کرنا، جھکنا اور اسی سے التجاء کرنا، اسی پر بھرپور توکل و اعتماد کرنا، انتہائی فروتنی و انکساری بلکہ خاکساری اختیار کرنا، صرف اسی کی طرف مکمل طور پر انابت رجوع کرنا، گناہوں کو ترک کرکے خطاؤں سے دور ہو کر توبہ صادقہ ونصوحہ کرنا۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”کوئی بلاء مصیبت وہیں اترتی سوائے کسی نہ کسی گناہ کے نتیجہ میں اور توبہ کے کئے بغیر وہ رفع نہیں ہوتی۔“

حسن ظن:

ثبات و استقلال پیدا کرنے والے اسباب و ذرائع میں سے ہی اپنے دینی بھائیوں اور عام مسلمانوں کے ساتھ بالعموم اور اولیاء امور (حکام و امراء) اور اہل علم و فضل کے ساتھ بالخصوص حسن ظن رکھے اور یہ اس طرح کہ ان کے اقوال و افعال کو اچھے معانی و مقاصد پر محمول کرے۔ ایسے ہی ان لوگوں کی طرف رجوع کرنا جو علم میں رسوخ و گہرائی اور ادراک رکھتے ہیں یہ بھی اسباب ثبات میں سے ہی ہے۔ وہ مشکل معاملہ کو حل اور واضح کر دیں گے اور جس بات کا علم ہی نہیں وہ بھی ان سے پوچھی جائے۔ اسی طرح ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی رائے پر ہی نہ اڑا رہے کہ اسے صرف وہی اچھی لگے اور احکام صادر کرنے میں جلد بازی نہ کرے اور نہ ہی مختلف امور میں اختیار کئے گئے مواقف کو اپنی ہی رائے سے تعبیریں اور تاویلیں نہ دیتا جائے اور اس معاملہ میں عجلت پسندی کا مظاہر نہ کرے۔ نہ ہی مختلف موضوعات و مصادر کے تجزیوں سے فوراً متاثر ہو خصوصاً جبکہ وہ تجزیہ کسی ایسے شخص کی طرف سے صادر ہو جس کے کمال عقل، صحت اعتقاد، سلامتی مقاصد، صدق نصیحت و خیر خواہی اور صفائی باطن کا بھی پتہ نہ ہو۔

اور پھر غالب و عام طور پر یہ تجزیے اور تبصرے اپنی اپنی مصلحتوں، مطمع نظر اور خواہشات نفس کے تحت کئے جاتے ہیں لہٰذا ان میں جھوٹ اور خطا وظلم کو پھیلایا جاتا ہے۔

ترک قیل وقال:

اسی طرح قیل وقال یا بکثرت گفتگو کو ترک کرنا بھی واجب ہے اور اسے تو اللہ تعالی نے بھی اپنے بندوں کے لئے ناپسند فرمایا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہمیں اس کی خبر دی ہے، چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَمَنْعٍ وَهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ.

”بیشک اللہ تعالی نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا، کسی کو کچھ دینا نہیں (دوسروں کا حق مار لینا) اور صرف لینے کا ہی رویہ اختیار کئے رکھنا حرام ہے، اور اللہ تعالی تمہارے لئے بکثرت باتوں (قیل وقال) بکثرت سوال کرنے اور مال کو ضائع کرنے کو بھی ناپسند کیا

ہے۔"[1] (بخاری، مسلم متفق علیہ)

سنی سنائی بات کو آگے بیان کرتے جانا بھی انھی امور میں سے ہے جنہیں اللہ تعالی اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند نہیں فرماتے صحیح مسلم کی ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فعل پر سخت ڈانٹ پلائی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے بھی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرتا پھرے۔[2] (صحیح مسلم)

جبکہ سنن ابی داؤد میں صحیح سند کے ساتھ ہی مروی اس ارشاد نبوی کے الفاظ یہ ہیں: كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

کسی آدمی کو یہی گناہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات (بلاتحقیق) بیان کرتا پھرے۔[3] (ابو داود بسند صحیح)

دورِ پرفتن میں ثبات و استقلال:

یوں تو اس منہج رشید وطریق سدید اور صحیح طرز عمل کا اختیار کرنا ہر مسلمان کے لیے ہر وقت ضروری ہے، البتہ سخت اوقات، مصائب و مشکلات اور پرفتن و پرآشوب حالات میں اس منہج کا اختیار کرنا اور بھی واجب اور زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالی نے سچ ہی ارشاد فرمایا ہے: ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾

"کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یونہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش نہیں آئیں، انہیں (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (مصیبتوں میں) ہلا کر رکھ دیئے گئے یہاں تک کہ رسول اور وہ مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے، سب پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد و نصرت کب آئے گی؟ دیکھو! اللہ کی مدد عنقریب آیا ہی چاہتی ہے۔" (البقرہ:214)

اللہ والوں! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس بات کا یقین رکھو کہ تم اللہ سے ملنے والے ہو، اسے اپنے تمام پوشیدہ وعلانیہ اعمال و افعال کا نگران و دیکھنے والا سمجھو اور اسی پر توکل و بھروسہ کرو اور اسی کے لئے مخلص رہو اور توحید کے عقیدہ پر قائم رہو کیونکہ بندے کا اپنے رب کی توحید کو ماننا امن و سلامتی کا رکھوالا، فوز وفلاح کا ضامن، سعادت دارین کی اصل بنیاد، دخول جنت کا سبب اور جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے۔

خیر الحدیث کتاب اللہ:

فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ. وَخَيْرُ الْهَدْيِ هُدَى مُحَمَّدٍ. وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا. وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

اور یہ بات بھی آپ کے علم میں رہے کہ بہترین بات (خیر الحدیث) تو اللہ کا کلام (قرآن کریم) ہے، اور بہترین ہدایت وطریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دین ہے اور برے امور وہ ہیں جو (دین میں) نئے نئے ایجاد کئے گئے ہوں اور ہر ایجاد نو بدعت ہے اور ہر بدعت

---

[1] صحیح بخاری:5975۔

[2] صحیح مسلم:5۔

[3] ابو داود:4992۔

گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ پیوستہ رہیں، بیشک (جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے) اور جو جماعت سے نکل گیا وہ جہنم میں جا پہنچا۔[1] (ترمذی۔ مستدرک حاکم، صحیح الجامع ,2/1340),

وصل اللهم على نبينا محمد وآله وأصحابه أجمعين. سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

[1] صحیح مسلم:867۔

بحرانوں کی حکمتیں اور صحیح طرزِ عمل

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ

1424/2/9ھ موافق 11/4/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

وصیت تقویٰ و پرہیزگاری:

اللہ کے بندوں! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ بادشاہ اور رازق وروزی رساں ذات کا تقویٰ وخوف اختیار کرنے کی تلقین و وصیت کرتا ہوں، اسی ذات پاک کے تقویٰ کی بدولت اس دنیا کا وافر حصہ ملتا ہے اور قیامت کے دن کی نجات کا تو دارومدار ہی اس کے تقویٰ وخوف پر ہے۔ لہٰذا حصول تقویٰ ایک دوسرے پر بازی وسبقت لے جانے کی کوشش کرو اور اس سلسلہ میں کمی وکوتاہی برتنے سے بچو کیونکہ اس میں کمی وکوتاہی کرنے والوں کے لیے اتنی سخت اور عبرتناک سزائیں ہیں کہ جن کا برداشت کرنا بندے کے بس سے باہر ہے اور ان میں کمی و کوتاہی کرنے والون کو پھر کوئی شخص اللہ کی پکڑ سے بچا نہیں سکے گا۔

فکر عمیق اور منہج وثیق:

مسلمانوں! ناگہانی حالات، بحرانوں اور مصائب ومشکلات کے دور میں امت واسلامیہ کے لئے یہ بات انتہائی ضروری ہو جاتی ہے کہ وہ عمیق وگہری نظر وفکر، باریک بینی اور مضبوط وثقہ منہج کو اپنائیں کہ ناگہانی حالات اور بحرانوں کے ساتھ کیسے سمجھوتا کرنا اور ان کے دوران کیسے چلنا ہے تاکہ اوراق میں اختلاط نہ آئے، پیمانے تلپٹ نہ ہوں اور معیار الٹنے نہ پائیں اور اس لئے بھی یہ ضروری ہے تاکہ قدم نہ ڈگمگائیں، فہم و ادراک بے راہ نہ ہوں، قلم نہ ٹوٹیں نہ جھکیں اور ذرائع ابلاغ ونشر واشاعت میں بدنظمی نہ آئے۔

سفینہ امت: بحرانوں کے گرداب میں:

ہنگامی حالات اور بحرانوں میں سب سے زیادہ خطرہ تشخص وآئیڈنٹی اور ثوابت وضوابط کو ہوتا ہے، اور امت کا سفینہ ایسے ماہرین کپتانوں اور کشتی بانوں کا محتاج ہوتا ہے جو کشتی رانی کا فن خوب جانتے ہوں اور پوری مہارت وہوشیاری سے کشتی کو نجات وسلامتی کے ساحل مراد تک چلا لے جائیں جہاں قدم قدم پر امن وامان اور چپے چپے پر سلامتی ہی سلامتی ہوتا کہ امت کے ان تمام حقوق کا تحفظ ہو جن کا تعلق عقائد سے ہے یا امن وسلامتی سے، اور کلمۂ توحید یا وحدت ربانی کا بول بالا ہو اور مسلمانوں کی صفوں میں بھی وحدت واتحاد قائم ہو کیونکہ توحید الٰہی اور وحدت امت ہی وہ دو چیزیں ہیں جو موجودہ سخت حالات اور بحرانوں سے جن سے امت اسلامیہ دوچار ہے، امن وامان سے گزرنے کی ضمانت ہیں اور بحرانون کے موجوہ جھکڑا تنے تند وتیز ہیں کہ ان آندھیوں اور طوفانوں کے خطرات نے تاریخ معاصر کے تمام بحرانوں کو بھلا دیا ہے۔

ابتلاء وآزمائش کی حکمتیں:

مسلمانوں! جب یہ دنیا ابتلاء وامتحان کا گھر ہے اور یہ حساب وجزاء کے دار آخرت کی طرف لے جانے والا محض پل ہے تو اللہ کی یہ حکمت کہ اس

نے لوگوں کو ایسی حالت میں رکھا ہے کہ ان کے حالات خوشی وغمی اور تنگی وفراخی یا شدت وکشادگی میں بدلتے رہتے ہیں۔ وہ مصائب ومشکلات سے دوچار ہوتے رہتے ہیں اور ان کی زندگی ناگہانی وہنگامی حالات، بحرانوں اور فتنوں سے خالی نہیں ہوتی اور ان پر ہر طرح کے حالات میں یہ اللہ تعالی کی انتہائی حکمتیں کارفرما ہیں۔

ثابت قدمی میں کامرانی:

یہ اللہ کی اپنے بندوں پر انتہائی رحمت ومہربانی ہے کہ اس نے آپ لوگوں کو روشن شریعت عطا فرمائی ہے جو تمام حالات واوقات کے حل و علاج کو شامل ہے، یہ آپ کے خوشی وغمی کے تمام حالات میں آپ کی راہیں روشن کرنے کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہے اور مصائب و مشکلات، تنگی وکشادگی اور بحرانوں کے ایام میں ان کی یاری ومددگاری کرتی ہے۔ اور یہ سنن الٰہیہ کسی قسم کے حسب ونسب سے مبرا ومنزہ ہیں۔ یہ شریعت بلاشبہ تمام افراد کے لئے دلوں کے امراض کے لیے اور اقوام وامم کی بیماریوں کے لئے بہترین علاج پر مشتمل ہے۔ جو شخص تمحیص وتشخیص یا ابتلاء وامتحان میں ثابت قدم رہا وہ ظفر وکامرانی اور تسلط واقتدار کی اعلی منزلوں کو پا گیا اور جو امتحان میں ناکام ہو گیا اور مصائب و مشکلات میں ثابت قدم رہنے کی بجائے چیخ و پکار میں لگ گیا وہ فیل ہو کر خسارہ ونقصان پانے والا ہو گیا۔ اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ اور وہ کیچڑ ودلدل میں پھنس گیا۔

(1) رجوع الی اللہ:

کوئی شخص یہ گمان ہرگز نہ کرے کہ یہ ابتلاء وآزمائش یا مصیبت سراسر نقص وشر ہی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ ہر ابتلاء ومصیبت بیشمار اسرار و بھید اور حکمتوں پر مشتمل ہوتی ہے جو کہ اہل فکر ونظر اور اصحاب بصیرت و بصارت سے پوشیدہ نہیں ہیں، ان میں سے ہی ایک تو یہ ہے کہ ایسے میں بندہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے، اسی کے سامنے گڑگڑاتا اسی کے سامنے جھکتا اور لپکتا ہے اور اسے اس بات کا بھرپور یقین ہوتا ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ سب اللہ کی تقدیر وتدبیر سے ہی رونما ہو رہا ہے، اور اگر تیرا رب نہ چاہے تو وہ کچھ بھی نہ کر سکیں اور اسی کی طرف لوٹنا، بھاگنا اور پناہ لینا ہے اور وہی سب کا ملجا وماوی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی مشکلات میں اللہ کی طرف رجوع نہ کرنے اور اس کے سامنے نہ گڑگڑانے والوں کے اس رویہ کو معیوب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ﴾

”اور ہم نے انھیں عذاب میں بھی پکڑا تو بھی انھوں نے اللہ کے سامنے عاجزی نہ کی اور وہ عاجزی کرتے ہی نہیں۔“ (المومنون:76)

صبر کا عادی بنانا:

ابتلاء وآزمائش اور بلاء ومصائب کی حکمتوں میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ اللہ ان کے ذریعے اپنے بندوں کو چیک کرتا ہے اور چنتا ہے اور انھیں مصائب وبلاؤں کی تلخی وترشی پر صبر کرنے کا عادی بناتا ہے۔ آج امت مسلمہ کو جو مصیبت درپیش ہے نہ یہ کوئی پہلی مرتبہ ہے اور نہ ہی یہ آخری موقع ہے بلکہ اپنی پوری تاریخ میں مسلم امہ موقع بموقع آزمائی اور مصائب ومشکلات میں مبتلا کی جاتی رہی ہے جن سے یہ ہمیشہ اللہ کے

فضل و کرم سے معزز و مکرم، فاتح و منصور اور سرخرو ہو کر ہی نکلتی رہی ہے، چنانچہ اسی تسلسل کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے: ﴿إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا﴾

ترجمہ: جب وہ (دشمن) تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں تلپٹ ہو گئیں اور دل (دہشت سے) گلوں تک (کلیجے منہ کو) آ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کی بدگمانیاں کرنے لگے۔ (اس وقت) وہاں مومن آزمائے گئے اور وہ سخت طور پر ہلا کر رکھ دیئے گئے۔ (الاحزاب: 11-10)

خواب غفلت سے بیداری:

غرض یہ مصائب و مشکلات اور بحرانوں اہل ایمان کے لئے عبرتوں کے سامان سے ہرگز خالی نہیں، ان میں ہی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ غافل کو متنبہ و خبردار کیا جائے۔ ناسمجھ کو سکھلایا جائے، اتحاد و اتفاق اور پیار و محبت کے رشتوں کو باہمی مضبوط کیا جائے۔ لڑائی جھگڑوں اور تنازعات و تفرقوں کو دور نکال پھینکا جائے جو کہ امت کے لیے نقصان دہ ہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾

ترجمہ: اور آپس میں تنازعہ و جھگڑا نہ کرنا ورنہ تم ناکام (بزدل) ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا (اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی) (الانفال: 46)

عراقی و فلسطینی: عوام ظلم کے بھنور میں:

اے امت اسلامیہ! اللہ کے فیصلے نافذ ہوتے ہیں اٹل ہیں اور ہمیں صرف اسی پر توکل کرنا اور صرف اسی سے پناہ لینا اور اسے ہی اپنا ماویٰ و ملجا سمجھنا چاہیے۔ آج امت اسلامیہ قلق و اضطراب کے گھونٹ پینے پر مجبور ہو چکی ہے اور کرب و بلاء کی شدتوں سے دوچار ہے جبکہ سرزمین عراق میں مسلمان ظلم کی چکی میں پھنس رہے ہیں۔ اس مصیبت نے ہر امن پسند اور امان و سلامتی چاہنے والے کو نڈھال کر دیا ہے۔ جہاں آگ کے شعلے اٹھ رہے ہیں، بموں کے دھماکوں سے کان پھٹ رہے ہیں، ان کے دھوئیں سے آسمان آٹا ہوا ہے، توپوں کے گولوں کی گھن گرج اور حرماں نصیب لوگوں کی چیخ و پکار ہر سو پھیلی ہوئی ہے، گولیوں کی تڑاخیں ہیں، چوری چکاری اور ڈاکے ہیں، لوٹ مار کا بازار گرم ہے، بلڈنگیں تباہ کی جا رہی ہیں، مکانات برباد ہو رہے ہیں۔ اس جنگ نے چھوٹی چھوٹی نالیوں کو گہری و چوڑی خندقیں بنا دیا ہے، ظالم و کافر فوجیں غیر قانونی و غیر نظامی حتیٰ کہ بین الاقوامی معاہدات کو توڑ کر غیر اخلاقی طور پر مسلمانوں کے گھروں میں گھس آئی ہیں اور نہتے شہریوں کو سخت مصائب و مشکلات اور دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اے ہمارے رب رحم فرما، اے اللہ حفاظت فرما اور سلامتی سے نواز۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

عراق اور بیت المقدس میں کتنے ہی غمناک و دکھ آمیز واقعات رونما ہو رہے ہیں وہ شکایت کرتے مگر ان کی شکایتیں بھی صدا بصحراء ہوتی جا رہی ہیں۔ اے برادران عقیدہ! تمہیں وہاں ہوتے ہوئے زخم آ رہے ہیں اور ہمیں بھی مسلمان ہونے کے "جرم" میں ایسے ہی زخم آ رہے ہیں۔ ایک قوم و ملک کے عوام کو ناحق قتل کیا جا رہا ہے اور پوری دنیا دیکھ رہی ہے اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں بن رہا یوں لگتا ہے کہ لوگ انہیں

بنی نوع انسان کافرد ہی نہیں سمجھتے، وہ مایوسیوں پریشانیوں اور بے خانماں بربادیوں سے دو چار ہیں، وہ خوف و ہراس، بھوک و پیاس، قتل و غارت اور حرمان نصیب میں مبتلا ہیں ان کی مدد طلبی کی صداؤں، تعاون مانگنے کی نداؤں اور ساتھ رہنے کی اپیلوں سے دل بھن رہے ہیں لیکن انھیں ان مصائب و مشکلات نجات دلانے والا کوئی نہیں ہے۔

جنگ بندی کے لیے فوری چارہ سازی:

جی ہاں! یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ ہم امت کے کانوں سے پردہ اٹھائیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس پھن پھیلائے کجلیاں نکالے کھڑی تباہ کن جنگ کو جس کے شعلے بھڑک رہے ہیں بند کروانے کے وہ طریقے ایجاد کریں۔ جوکہ تیز تر ہوں امن وسلامتی پر مشتمل ہوں اور حکمت و دانائی کی بنیادوں پر اور عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہوں۔ انجام پر باریک نظر ہو، شریعت اسلامیہ کی چھتری کے زیر سایہ رہتے ہوئے عالمی دستوروں، حقوق انسانی کی انٹرنیشنل تنظیموں اور نظاموں اور عالمی عرف عام کے مطابق ہوں اور تمام ممالک کی خود مختاری اور قیادت وسیادت کو ماننے والے قابل احترام معاہدے کے پیش نظر بھی ہوں۔۔

ہماری پرزور اپیل:

ہم اسلامی ممالک اور انسانی معاشروں کے نام سے عالمی رائے عامہ اور بین الاقوامی قانون وقرار پاس کرنے والوں کی خدمت میں بھرپور اپیل کرتے ہیں۔ کہ اس تباہ کن جنگ کو فوراً بند کیا جائے۔ جبر وتشدد، ظلم وشغب اور لاقانونیت و انارکی کو فی الفور بند کیا جائے۔ جو پورے علاقے اندھیروں میں اور نامعلوم انجام کی طرف دھکیلے جارہی ہے۔ انسانیت ان جنگوں سے کتنے زخم کھا چکی ہے اور انھوں نے لوگوں، قوموں اور ملکوں میں نفرت اور حسد وبغض کے بیج بوئے ہیں، مختلف تہذیبوں کے مابین ٹکراؤ اور آویزش پیدا کردی ہے۔ ان جنگوں اور مصائب کی دم تو بڑی لمبی ہوتی ہے مگر ان سے فائدہ بہت کم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس جنگ عراق کی آگ کے شعلے کو جلد بجھانا بہت ضروری ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو زمین سے شر و تباہی سے بچایا جاسکے۔ معصوم و نہتے شہریوں کی جانوں کو تحفظ ملے، اور املاک و ارواح یا جان و مال کے نقصان سے جان چھوٹے اور مختلف اقوام وملک اور خاندان وقبائل کے معاملات محفوظ ہوں، تہذیبی علامتیں اور امتیازات، تاریخی اشیاء و مقامات اور علمی و اسلامی ورثہ تباہ ہونے سے بچے اور ظالم یہودی وصہیونی طاقتوں کی راہ روکی جاسکے۔ جنہوں نے لوگوں کو جنگ عراق میں مصروف ومشغول پاکر فلسطین، سرزمین انبیاء، بہادروں کے گہوارے اور مجاہد ارض فلسطین میں ظلم کی انتہاء کردی ہے۔

کہیں اعتماد ہی نہ اٹھ جائے:

اے امن وسلامتی چاہنے والوں! اے شریعت کے حامیوں! اے حریت وانسانیت کے داعیو اور دعویداروں! اے ساری دنیا کے شرفاء اس افسوس ناک معاملہ اور انسانی المیہ کا کوئی مناسب ومثبت اور فوری حل نکالو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بکثرت عالمی تنظیموں اور بین الاقوامی اداروں کی ثقاہت واعتماد اور مصداقیت سے ہی لوگوں کا وثوق واعتماد اٹھ جائے اور یہ بات ذہن میں رکھ لیں کہ جب بھی کوئی چیز ضیق وتنگی میں مبتلا ہو جائے وہ دوبارہ صرف بھرپور مساعی اور محنت سے ہی اس میں وسعت لائی جاسکتی ہے، اور جب کوئی چیز پھٹ (ٹوٹ) جائے تو پھر اسے پھر

دھاگوں رسیوں سے ہی جوڑا یا رفو کیا جاسکتا ہے اور مدد تو ہم صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

”اے نبی ﷺ! کہہ دیجیے کہ ہمیں سوائے اللہ کے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کے، کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی وہ ہمارا کارساز اور مولا ہے اور مومنوں کو تو صرف اللہ کی ذات پاک پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔“ (التوبہ:50)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾

”اللہ تنگی کے بعد عنقریب آسانی و فراغت بھی کر دے گا۔“ (الطلاق:7)

مشکلات میں انعامات ہیں:

اس میں بھی شبہ والی کوئی بات نہیں کہ مصائب و مشکلات میں بھی اللہ والوں کے لیے انعامات ہیں اور اللہ کی طرف سے آنے والی نقمتوں میں بھی نعمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اور اس بات کا بھی یقین رکھیں کہ فتح و نصرت صبر کے نتیجہ میں ہی ملتی ہے اور فراخی و کشائش مشکل کے بعد ہی آتی ہے اور آسانی تنگی کے بعد میسر ہوتی ہے۔ (الشرح:6)

درس توحید اور وحدت امت:

بردران ایمان! آپ ان مصائب و آلام کے سامنے کھڑے ہیں، ہر طرف سے مشکلات حملہ آور ہیں جھپٹے پڑ رہی ہیں۔ ان خطرناک حالات و واقعات کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھو اور ان سے عبرتیں اور دروس و اسباق حاصل کرو خصوصاً توحید باری تعالیٰ اور وحدت امت کے سلسلہ میں عبرت و نصیحت حاصل کریں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾

”یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں پس تم صرف میری ہی عبادت کرو۔“ (الانبیاء:92)

وحدت کو پارہ پارہ کرنے والے:

اے مسلم امہ! اس طرح کے خونچکاں حالات اور خوفناک اوقات میں بعض مروت سے خالی اور وفاء و شرف سے عاری مریض و بیمار ذہن کے مالک لوگ امت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں اور مزاعم باطلہ، ناحق دعوؤں، غلط افواہوں اور گھڑے ہوئے کذب دروغ کو لے کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جبکہ یہ سب قاتل جراثیم، مہلک وائرسز اور تباہ کن زخم ہیں۔ یہی خطرناک نفسیاتی جنگ ہے جس سے لوگوں کے جذبات سے کھیلا اور ان کی صلاحیتوں کو برباد کیا جاتا ہے اور امنگوں امیدوں کو درگور و دفن کیا جاتا ہے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾

”اے ایمان والو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذاء پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پشیمانی اٹھاؤ۔“ (الحجرات:6)

اور دوسری جگہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾

"اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذاء دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو، وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔" (الاحزاب:58)

اور کوئی افواہ یا من گھڑت جھوٹ جسے یہ بدقماش و بے دین قسم کے لوگ پھیلاتے ہیں وہ جتنی زیادہ وسعت اختیار کریں گے ان کا گناہ بھی اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔ ایک صحیح مسلمان اور اللہ کے بندے کا کام یہ ہے ایسی نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا لوگوں اور ان کے ان نفسیاتی گندے فضلات کے سامنے اللہ تعالی کے اس ارشاد کا مصداق بن جائیں جس میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾

"تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں۔ یا اللہ تو پاک ہے یہ تو بڑا بہتان ہے اور تہمت ہے۔" (النور:16)

امام ابن ابی الدنیا نے حماد بن زید سے روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ محمد بن واسع ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اس میں لوگ کثرت کلام میں مبتلا محو گفتگو تھے۔

محمد بن واسع نے فرمایا: "تم میں سے کسی پر کوئی بوجھ نہیں اگر وہ خاموش رہے، کثرت کلام و فضول گوئی سے وہ پاک رہے گا اور اس کا مرتبہ بھی نہیں گھٹنے پائے گا۔"[1]

افواہوں سے بچو:

مسلمانو! جس کی گفتگو بھی زیادہ (لایعنی) امور پر مبنی محض یاوہ گوئی ہی ہو تو اسے اللہ تعالی کا یہ ارشاد یاد رکھنا چاہیے کہ جس میں اس نے فرمایا: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾

"کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔" (ق:18)

اللہ کے بندو! ایک خطرناک مقصد کے تحت پھیلائی جانے والی افواہوں کو مزید نشر کرنے سے بچو کیونکہ یہ دشمن کا ایک تباہ کن ہتھیار بن چکی ہیں جو کہ وحدت امت کو پارہ پارہ کرنے، حاکم اور رعایا کے تعلقات بگاڑنے، علماء اور عوام کے مابین رابطہ خراب کرنے اور بوڑھوں اور نوجوان نسل کو ایک دوسرے سے دور کرنے کا باعث بن رہی ہیں، یہ ایک ہی معاشرے کے لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات اور بدظنیاں پیدا کرتی ہیں اور خاص طور پر آج کے دور میں جبکہ جدید ذرائع ابلاغ اور وسائل نشر و اشاعت میں انٹرنیٹ وغیرہ کے بعض مواقع (سائیٹس) اور ان کی خاص کلبیں تو آج الیکٹرانک لیٹرینیں بن چکی ہیں جنکی بدبو سے ناک زکام زدہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالی آپ سب کو عزت وجلال سے نوازے۔ انہی ذرائع ابلاغ کے ذریعے کتنی برائیاں مشہور ہوئی ہیں، کتنی معیوب و منفی عادات نشر ہوئی ہیں کہ جن سے اہل

[1] الصمت لابی الدنیا:33۔

عقل وشرافت لوگ بہت بالا ہوتے ہیں۔

مسلم معاشرے پر واجب ہے کہ برے مقاصد پر مشتمل افواہوں کے مقابلے میں ایک مضبوط قلعہ ثابت ہوں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:"

كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ "

"کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات (بلا تحقیق) آگے بیان کرتا پھرے۔"[1]

مسلمان کو چاہیے کہ ایسی باتیں سننے اور ان کی نشر واشاعت کرنے سے گریز کرے۔ان افواہوں میں دلچسپی لینا اور پھر انہیں آگے نقل کر دینا بیشمار مفاسد و بگاڑ کا باعث بنتا ہے،اور وہ خرابیاں معاشرے کی عمارت کو مسمار کرنے،امت کے ڈھانچے کو توڑنے اور مسلمانوں کے باہمی تعاون و تعلق میں سے رہی مقدار کے بھی خاتمے کا باعث بنتی ہے۔

بحرانوں میں اسلامی طرز عمل:

اے امت مسلمہ! بحرانوں کے وقت فقہ ونظر کا تقاضہ یہ ہے کہ بندہ انہیں تجزیہ وتبصرہ اور تطبیق وتنفیذ کے اعتبار سے شرعی نقطۂ نظر سے دیکھے، اسلام ظلم وزیادتی کو حرام قرار دیتا ہے اور مسلمانوں پر واجب گردانتا ہے کہ وہ حالات کے مطابق ایک دوسرے کے معاون ومددگار رہیں اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو ہرگز نہ بھلائے اور دعاؤں کے اثر کا پتہ دیتے ہوئے ہی اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ﴾

ترجمہ: بھلا کون بے قرار (مجبور و بے بس) کی فریاد والتجاء قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور (کون اس کی) تکلیف کو دور کرتا ہے،اور (کون) تمہیں زمین میں (سابقہ لوگوں کا) جانشین بناتا ہے؟ تو کیا اللہ کے ساتھ اور بھی کوئی معبود ہے؟ (ہرگز نہیں)۔(النمل:62)

اخلاقی قدروں کا انحطاط:

بحرانوں کے دور میں جبکہ یہ وہ خزاں ہے جس میں (درختوں کے پتے نہیں جھڑتے بلکہ) لوگوں کی قدریں انحطاط پذیر ہوتی اور گرتی ہیں۔ ایسے میں مسلم پر واجب وضروری ہے کہ صحیح عقیدہ پر ثبات واستقلال کے اسباب اختیار کرے اور جب صحیح منہج وطریقہ نہ اپنایا جا رہا ہو تو بندۂ مسلم صحیح منہج وطرز عمل کی سلامتی کے ذرائع تلاش کرے اور انہیں اپنائے اور شرعی قواعد وضوابط پر عمل پیرا رہے جیسے رفق ونرمی اختیار کرنا،تحقیق و جستجو اور بحث وتمحیص کے بعد کوئی بات قبول کرنا اور پھر کوئی قدم اٹھانا،اطمینان وسکون اور سبک رفتاری کو اپنانا،جلدی بازی اختیار نہ کرنا،اپنی زبان پر کنٹرول رکھنا،امور کے انجام پر نظر رکھنا اور امت کے خیر خواہوں کے قریب رہنا اور معاشرے کی اصلاح کرنے والوں کا ساتھ دینا اور فتنوں میں دلچسپی نہ لینا۔کیونکہ جو ان میں دلچسپی لیتا ہے وہ اسے ہی دھر لیتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے پتہ چلتا ہے[2]،اور دور حاضر کے وقائع پر فٹ کرنے کے لئے شرعی نصوص کی گردنیں نہ مروڑے جبکہ اس سلسلہ میں علمی آثار موجود نہ ہوں،اسی طرح ضعیف اور موضوع ومن گھڑت احادیث سے استشہاد واستدلال نہ کرتا پھرے،ایسے ہی جذبات پر عقل کو غالب رکھے

---

1) صحیح مسلم:5۔

2) صحیح مسلم:2886۔

اور تشنج و انفعالیات اور بلا وجہ اڑی یا ناحق اثر پذیری پر منطقی سجھ و دھیرج کو ترجیح دے، پیش قدمی وجسارت پر باہمی رائے مشورہ کو اولیت دے، اور بلا وجہ کے شعور وشغف سے دور رہے جو کہ نہ کسی شکار تک پہنچتا ہے اور نہ ہی دشمن کی چمڑی ادھیڑتا ہے اور اس موہوم جہاد کے نعرے کے پیچھے بھی نہ چل پڑیں جس کا ابھی تک علم وجھنڈا بلند نہیں ہوا نہ اس کی غرض وغایت ظاہر ہوئی ہے اور نہ ہی ابھی اس کی شرعی شرائط اور مقاصد پورے ہوئے ہیں جن میں سے اپنے اجتماعی ومعاشرتی اور داخلی محاذوں کی مکمل محافظت کرنا مسلمان کے اولیاء امور وحکام کی شرعی اور ربانی علماء کی علمی قیادت کا ساتھ دینا، ان پر حسن ظن رکھنا، بیرونی طاقتوں کے ان ایجنٹوں اور فتنہ پروروں کی تصدیق نہ کرنا جو کہ صرف بحرانوں کی پیداوار ہوتے ہیں جیسے اندھیروں میں چمگاڈر نکل آتے ہیں یا فصلوں اور نباتات میں بے کار جڑی بوٹیاں اگ آتی ہیں یہ گدلے پانی میں شکار مارتے ہیں اور دشوار گزار راستوں کو اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾

ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن وامان یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اسے پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔ (النساء:83)

بقاء دین اسلام:

بردران عقیدہ! اس دنیا اور آفاق میں آنکھ کے سامنے چاہے کتنی بھی تبدیلیاں ہوں اور انقلابات رونما ہوں لیکن اللہ کے فضل وکرم سے آپ کا دین ثابت وباقی ہے اور رہے گا۔ اسے زوال وفنا نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وحاکم نے صحیح سند سے روایت بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: لَيَبْلُغَن هذا الأمر ما بلغ اللَّيل والنَّهار، ولا يترك الله بيت مَدَرٍ ولا وَبَرٍ إلَّا أدخله الله هذا الدِّين، بِعِزِّ عَزِيزٍ أو بِذُلِّ ذَلِيلٍ

یہ دین اسلام ہر اس جگہ تک ضرور پہنچ کر رہے گا جہاں تک شب وروز (کا نور وظلمت) پہنچتے ہیں۔ اور اللہ اون یا مٹی وگارے کا کوئی (خیمہ اور) گھر نہیں چھوڑے گا جس میں عزت والے کی عزت یا ذلیل کی ذلت کے ساتھ اس دین کو داخل نہ کر دے گا۔[1] (رواہ أحمد)

اور اللہ تعالی نے اپنے حبیب ومصطفی اور خلیل ومجتبی حضرت محمد ﷺ کو یہ فضیلت وشرف اور خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی امت کو عام قحط سے ہلاک نہیں کرے گا، اور نہ ہی ان پر کسی بیرونی دشمن کو مسلط کرے گا سوائے ان کے اپنے ہی لوگوں کے، اور کوئی بیرونی دشمن مسلمانوں کے انڈے (صدر مقام حجاز مقدس) کو نہ پھوڑ سکے (قبضہ نہ کر سکے) گا۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے اس کی بشارت دی اور پیشینگوئی فرمائی ہے۔[2]

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ۔

---

[1] رواہ أحمد: 4/103۔

[2] صحیح مسلم، حدیث: 2889۔

موجودہ حالات کے تناظر میں:

خبردار خبردار! آج امت کو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ وہ نئے حالات کے تناظر میں، صحیح رائے، عقلمندانہ موقف اور صحیح اسلامی منہج وطریقہ سے فتح ونصرت اور ہزیمت وشکست کے اسباب کا مطالعہ اور ان پر غور کریں اور اغراض ومقاصد اور نتائج کا باریک بینی سے جائزہ لے تا کہ اللہ کے فضل وکرم سے ہماری عزت وشرف دوبالا ہو اور ہماری عظمت میں اضافہ ہو۔

فتح ونصرت: مسلمانوں کا مقدر:

خبردار! مایوسی وناامیدی اور پستی میں ہرگز مبتلا نہ ہونا بلکہ برعکس پر امید رہیں اور خوش ہو جائیں کیونکہ فتح ونصرت صرف اسلام اور مسلمانوں ہی کا مقدر ہے اور قوت ساری کی ساری صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: اور عزت اللہ کی ہے، اس کے رسول کی ہے اور مومنوں کی ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔ (المنافقون: 8)

اور دوسری جگہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

ترجمہ: غرض ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی اور ہر قسم کی سب تعریفیں صرف اللہ رب العالمین کو ہی سزاوار ہیں۔ (الانعام: 45)

دو آہنی زرہیں:

بردران اسلام! ان موجودہ حالات اور اللہ کے فضل وکرم سے بہت کم مدت پر مشتمل ان بحرانوں میں امت اسلامیہ کے اہل عقل وسمجھ نوجوانوں کے لئے بلکہ تمام ہی مسلمانوں کے لیے۔ اللہ تعالی سب کو توفیق خیر سے نوازے۔ ضروری ہے کہ وہ ان بحرانوں کی کاٹ سے بچنے کے لئے دو آہنی زرہیں (لوہے کا جنگی لباس) ضرور پہن کر رکھیں تو اللہ کے فضل سے ان بحرانوں کی تیز دھار سے محفوظ رہیں گے اور وہ دو زرہیں کیا ہیں۔

(1) ایک اللہ کی طرف رجوع کرنا اور اسی کی طرف لوٹنا اور صدق دل کے ساتھ اللہ سے التجاء اور دعاؤں میں الحاح وزاری کرنا، یہ رات کے وہ تیر ہیں جو نشانے سے سر مو نہیں چوکتے اور یہ وہ اسلحہ ہے جو کبھی چلانے والے کو مایوس نہیں کرتا۔

(2) اور دوسری زرہ ہے اپنی مسلمان قیادت کے گرد جمع رہنا اور ربانی علماء کی ہدایات پر عمل کرنا اور انہی کے ارشادات سے اپنی راہوں کو منور کرنا، اور یہ کیوں نہ ہو جبکہ علماء ہی تو ہیں جو دین اسلام کے انصار ومددگار اور انہی کے دین کا تحفظ ہو رہا ہے اور وہی پیغام واحکام دین الہی کو لوگوں تک پہنچانے والے (اور اسی جگہ دستخط کرنے والے) ہیں۔ جو شخص ان کی رائے مشورہ اور بصیرت کے بغیر کوئی بھی قدم اٹھائے گا وہ خطرہ ہے کہ ذلت ورسوائی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

علماء کرام: ذمہ داریوں سے سبکدوشی:

علماء شریعت اور اصلاح کے داعی۔ اللہ انہیں توفیق خیر سے نوازے۔ وہ مصائب ومشکلات میں اپنی ان تمام ذمہ داروں کو خوب سمجھتے ہیں

جوان کے سر پر ڈالی گئی ہیں اور ہر منصف مزاج شخص انہیں اس حال میں پائے گا کہ وہ امت کی رہنمائی کرنے میں پیش پیش ہیں وہ عدل نبوی پر مشتمل حق کو بیان کرنے میں بھی کوشاں رہتے ہیں۔ عدل نبوی پر مشتمل وہ حق جس میں حکمت و دانائی، سہج ونرمی اور صواب دید کا بھی مکمل خیال رکھا گیا ہے۔ اوران شرعی قواعد و مقاصد کو بھی نظرانداز نہیں کیا گیا جن کی رو سے مفاسد وشرور کو دور کرنا اور مصالح وفوائد کے ساتھ ساتھ بھلائیوں کو مہیا کرنا ضروری ہے۔ اوراس میں اس سنہری قاعدہ پر عمل کیا گیا کہ رعایا میں تصرف کرنا شرعی مصلحت کے ساتھ معلق ہے، خصوصاً وہ دور جب جذبات واحساسات بھڑک اٹھیں تو ایسے میں امت کو مخلص راہنما، ماہر کشتی بان وکپتان عمدہ رائے والے اور ٹھوس وصحیح قول وزبان والے حاکم کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اور مثل معروف ہے کہ جب ملاح وکپتان بکثرت ہونگے تو سفینے ڈوب ہی جایا کرتے ہیں۔

یہ انتہائی ضروری امر ہے کہ ہم باہمی اختلافات، اوہام پر مبنی معرکوں اور بے سود مذاکرات سے آگے نکل جائیں۔ ذرائع ابلاغ اور وسائل نشر واشاعت سے صحیح تربیتی کام لینا ضروری ہے، نہ کردہ بات کا بتنگڑ بنانے، شور شرابہ کرنے، خوفزدہ و ہراساں کرنے اور لوگوں کو تشویش میں مبتلا کرنے میں ہی لگے رہیں۔

انفرادی آراء واجتہادات سے گریز:

انفرادی اجتہادات واختیارات اور ذاتی افعال وتصرفات کو بلاوجہ دوسروں پر لازم کرنے اور ان پر لادنے سے بچیں، ان فتووں کی ترویج و اشاعت سے بھی گریز کریں جو کہ محض جذباتی رو میں بہہ کر دیئے گئے ہوتے ہیں اور ان احکام پر بھی کان نہ دھریں جو کہ ظالمانہ ہیں اور افہام و اذہان کو حیرت زدہ کر دیتے ہیں اور اللہ کے بندوں اور ملکوں کو ایسے فتنوں میں مبتلا کر دینے والے ہیں جن کے نتائج کو اللہ کے سوا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔

ضرورت حزم واحتیاط:

امت اسلامیہ کی پرعظمت تاریخ میں حزم واحتیاط اور حکمت و دانائی سے کام لینے کے بڑے دل خوش کن نمونے موجود ہیں:

(1) فتنۂ ارتداد (جن دنوں لوگ زکوۃ دینے کے معاملہ میں مرتد ہو گئے تھے) اس زمانہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کس حکمت و دانائی سے کام لیا۔

(2) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو فتنہ وابتلاء سے گزرتے دیکھ لیں۔

(3) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی زندگی پر نگاہ ڈال لیں. رحمہم اللہ جمیعا۔

دینی غیرت ودامن عقل:

اس سے ہماری مراد یہ ہرگز نہیں کہ ہم امت اسلامیہ کے نوجوان طبع کے جوش و جذبے، ملی غیرت اور دینی حمیت جیسے عالی قدر جذبات کا گلہ گھونٹ دیں ہرگز نہیں، ان کی اس غیرت وحمیت میں اللہ برکت فرمائے اور ان کی قدم قدم رہنمائی فرمائے۔ ہم ان کے ان جذبات کی قدر کرتے ہیں اور ان سے اللہ نے چاہا تو خوش آیند حالات کی توقع رکھتے ہیں لیکن ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے جذبات کو صرف مصرف

میں لگائیں اور ان کے نتائج پر گہری نظر رکھیں اور جذبات کے ساتھ ساتھ ہی عقل کا دامن بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے کام لینا اور دوسرے کو ترک کئے رکھنا باعث فساد و بگاڑ اور حق سے دور لے جانے کا ذریعہ ہے۔ اور ان دونوں کو ساتھ ساتھ لیے چلنا ہی وسطیت واعتدال ہے اور اس طرح ہی اللہ کے حکم سے بندہ صراط مستقیم پر گامزن رہ سکتا ہے۔

سعودی عرب کا امتیاز:

یاد رکھیں! بلاد حرمین شریفین مملکت سعودی عرب پر یہ اللہ کا بڑا فضل و کرم ہے کہ اسکا تانا بانا بڑا ہی امتیازی اوصاف کا مالک ہے خصوصاً فتنوں اور بحرانوں کے دور میں اس ملک کا کردار انتہائی معتدل و محتاط ہوتا ہے اس ملک کے حکمرانوں کو اللہ توفیق خیر سے نوازے۔ انھوں نے اپنے پورے وزن سے کوشش کی اور کر رہے ہیں کہ اس فتنے کی آگ کو بجھا دیں۔ اس فتنے کی روک روک دیں اور حکمت و دانائی سے اس معاملہ سے نپٹ رہے ہیں۔ حکام و امراء، عوام و علماء سب ایمان و ثبات اور دعاؤں کے ساتھ اس فتنے کی آگ کو بجھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالی ان سب کے تمام اقدامات کو صحیح راہ پر چلائے اور لگائے رکھے، ان کی تمام مساعی کو توفیق قبول اور کامیابی و کامرانی سے نوازے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (یوسف: 21)

وصل اللهم على نبينا محمد و آله و أصحابه أجمعين. سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين

اقتدار وقیادت عالم: اہل ایمان کا مقدر

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح محمد آل طالب حفظہ اللہ

16/2/1424ھ موافق 18/4/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندوں! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس کے تقوی کو اپنا شعار و دثار (اوڑھنا اور بچھونا) بنالو اور پوشیدہ و اعلانیہ کیئے جانے والے اپنے تمام اعمال پر اسے نگرانی کرنے والا یقین کرلو۔ اگر تم ایسا کر گزرو گے تو وہ تمہارے لیے خیرات و برکات کے دروازے کھول دے گا اور ان کے دریا بہا دے گا اور تمام تنگیاں اور مشکلات دور کر دے گا، چنانچہ خود اللہ تعالی نے ہی فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

"اے ایمان والوں! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لئے امر فارق پیدا کر دے گا (تمہیں ممتاز کر دے گا) اور تمھارے گناہ مٹا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔" (الانفال:29)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

"اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لئے (رنج وغم سے) خلاصی (کی صورت) پیدا کر دے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہ ہو۔" (الطلاق:2-3)

امت اسلامیہ! اے امت ہادئ عالم محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اے فاتحین صحابہ اور بانیان کرام سلف صالحین کی امت! اے امت علم تہذیب! اے امت سلامتی و یلغار! آج آپ کی امت ایسے ایام سے گزر رہی ہے جو تمام زمانوں سے زیادہ مہلک ترین دور نہیں ہے اور یہ ایسے عہد سے گزر رہی ہے جو کہ دیگر عہدوں سے زیادہ مایوس کن نہیں ہیں۔

حسن خاتمہ وحسن انجام:

اس امت نے اپنی طویل تاریخ میں فتح ونصرت، شکست وہزیمت، نحوست وشقاوت اور سعادت وخوشی کے وہ تمام دور دیکھے ہیں، جو کوئی بھی قوم دیکھتی ہے۔ لیکن ہر دور میں حسن خاتمہ ہی اس امت مسلمہ کا مقدر رہا۔ تاریخ پر نظر ڈال کر دیکھیں تو وہ آپ کو اپنی زبان سے بول کر بتا دے گی اور اس حقیقت کو بڑے بلیغ انداز سے واضح کر دے گی۔

تاتاری ٹڈی دل:

تاتاری فوجیں سیلاب کی طرح آئیں اور تمام اسلامی ممالک پر یوں چھا گئیں جیسے سرسبز وشاداب کھیتوں پر ٹڈی دل چھا جاتی ہیں۔ ان فوجوں نے اسلامی ممالک کو تباہ و برباد کر دیا حتی کہ ہلاکو خان بغداد میں خلیفہ کے تخت تک پہنچ گیا۔ خلیفہ کو تہہ تیغ کیا، تخت کو تاراج کیا اور نظام حکومت کو درہم برہم کر دیا۔ اور وہ عظیم شہر بغداد جو دنیا کے لیے تہذیب وتمدن کا مرکز اور اسلام کا پایۂ تخت تھا۔ آبادی کے بعد تباہی و بربادی

اورخرابہ وکھنڈرات ہی رہ گئے ۔وہ تاتاری فوجیں یوں زمین میں پھیل گئیں کہ انھیں روکنے اوران کے سامنے بند باندھنے والاکوئی نہ رہا اور بعض ضعیف الایمان وکم ہمت لوگ سمجھ بیٹھے کہ شائد اب یہ اسلام کی انتہاء ہے ۔منبروں سے اسلام کی اس حالت زار کو بیان کیا گیا اور اہل قلم نے کتابوں میں اسلام کے مرثیے لکھے حتی کہ مؤرخ اسلام امام ابن الأثیر (صاحب الکامل فی التاریخ) لکھتے ہیں : ۔" میں کئی سال تک اس اندوہناک حادثے اوردلدوز واقع کو لکھنے سے اعراض کرتا رہا کیونکہ یہ واقعہ ہی بہت بڑا تھا اوراس کا ذکر کرنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ یہ امرکس کے لیے آسان ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی کا تذکرہ کرے؟ کاش کہ میری ماں نے مجھے جنم نہ دیا ہوتا ۔کاش کہ میں یہ سب کچھ دیکھنے اور سننے سے پہلے مرگیا ہوتا اورلوگوں کے دل و دماغ کے پردوں سے بھی میں کھرچ دیا گیا ہوتا۔وہ عظیم حادثہ اور مصیبت کبری جس نے ان کے شب و روز کو بھی دوسرے لیل ونہار سے بڑا کردیا۔وہ مصیبت عام مخلوق کے لیے بھی تھی مگر مسلمانوں کے لیے تو وہ بطور خاص تھی ۔اگرکوئی کہنے والا یہ کہے کہ دنیا نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر اب تک اتنی بڑی بلاء ومصیبت دوسری کبھی نہیں دیکھی تو وہ اپنے اس قول میں صادق وسچا ہے تاریخ میں اس جیسی تو کیا اس کے قریب پہنچنے والی مصیبت و بلاء بھی کوئی نہ گزری ہوگی ۔[1]

تاتاری مغل پرچم اسلام کے سائے میں:

لیکن جس چیز کو امام ابن الأثیر نہ پاسکے اوراپنے اس مقولے کالاحقہ نہ بناسکے وہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے ان تاتاریوں (مغلوں) کو اپنے پیروں کے نیچے لپیٹ لیا اورانھیں بھی اپنے جھنڈا کے زیر سایہ لے لیا اور پھر وہ بلاد ہند کے فاتح کی حیثیت سے ہندوستان میں وارد ہوئے اور دیار ہند کو بھی بلاد اسلامیہ میں شامل کرلیا اوراہل ہند کو مسلمان کرلیا۔انہی تاتاریوں سے (مغل) مسلمان بادشاہ اوراہل علم ہوئے ۔بڑے بڑے قائدین اورفاتحین سامنے آئے اورمشرق میں امت مسلمہ کی گہرائی بن گئے اورتاتاریوں کی وجہ سے اسلام اوراہل اسلام پر جو مصیبت آئی تھی وہ بھول گئی حتی کہ آج اکثرلوگ جانتے ہی نہیں کہ تاتار کب کون اورکیا تھے-کیا بحرمتوسط نے عیسائیوں کے جہاز ہمارے سامنے نہیں لا پھینکے تھے؟ جن میں تلواریں تھی اورصلیب (کراس) بھی تھی ۔ان عیسائیوں نے شام پر اپنا اثر ونفوذ بہت بڑھالیا حتی کہ ہر پہاڑ پر قلعہ اور ہر وادی میں اپنی پناہ گاہیں بنالیں ۔اوراس حالت پر ابھی چند سال ہی گزرے تھے کہ اسلامی افواج نے انھیں ویانا (نمسا کا دارالحکومت) کی دیواروں کی پیچھے دھکیل دیا۔

مسلمانوں کو غلام بنانے کا خواب بلاتعبیر:

کیا آج سے پہلے اس آخری دور میں بیرونی طاقتیں بلاد اسلامیہ پر حملہ آور نہیں ہوئیں؟ جن کا گمان تھا کہ وہ مسلمانوں کو اپنا غلام بنائے رکھیں گی اوروہ ساری روئے زمین پر ہی پھیل گئے ۔ان کے ناپاک قدموں سے جزیرہ عرب کے وسطی علاقہ کے سوا کوئی جگہ محفوظ نہ رہی ۔دین اسلام کو دیس نکالا دے دیا گیا۔علوم اسلامیہ بالکل غائب یا کم ازکم بہت کمزور پڑ گئے اور پھر انقلاب زمانہ نے اپنا رنگ دکھایا اوروہ ان بادلوں کے طرح ہوکر رہ گئے جن سے ہوائیں کھیلتی پھرتی اورانھیں اڑائے پھرتی ہیں ۔بالآخر مطلع صاف ہوگیا اورانہی لوگوں کے ٹیلوں اورکھنڈرات پر پھر دینی بیداری آئی نشات اسلامیہ رو پذیر ہوئی اوران غاصبوں کو واپس مار بھگانے کے بعد ہم نے تہذیب وتمدن کی ترقی کی تمام منازل طے

[1] الکامل فی التاریخ:10/ 399۔

کرلیں ۔غرض اس امت کو کتنی مرتبہ ٹھوکر کھا کر گرنا پڑا مگر یہ گر کر پھر سنبھل جایا کرتی ہے اور یہ کیوں نہ ہو جبکہ یہ امت وہ ہے جس پر اللہ کا رحم و کرم ہے اور فتح ونصرت اسی کا مقدر ہے اور یہ ہی وہ امت ہے جس کے بارے میں پتہ ہی نہیں کہ اس کی بھلائی بہتری اس کے شروع میں ہے یا آخر میں ہے ۔ [1]جیسا کہ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ ۔

”یہ وہ امت ہے کہ جس کے سوتے ماند تو پڑ جاتے ہیں لیکن مکمل طور پر مرتے (خشک ہوتے) نہیں ۔ یہ امت وہ ہے، جو زخمی تو ہو جاتی ہے مگر یہ موت کے گھاٹ نہیں اتاری جا سکتی ۔“

اللہ کی ذات اور اسلام پر اعتماد:

مسلمانوں! بحرانوں فتنوں اور مصائب ومشکلات کے دور میں کسی مسلمان کو جس سب سے بڑی چیز کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ ہے اس کی اس دین اسلام کے بارے میں قناعت میں خلل اور اللہ رب العالمین کی ذات پر بھروسہ میں کمزوری ۔ اللہ کی قسم یہ بہت ہی سخت گھاؤ ہے جس کے مقابلے میں ملکوں کا چھن جانا اور عمروں کا مٹ جانا بالکل معمولی حیثیت رکھتا ہے ۔

سنت الٰہی:

مخلوقات باری تعالی میں یہ بھی اللہ تعالی کی ایک سنت وقانون ہے کہ حق و باطل میں ہمیشہ آویزش قائم رہے گی تا کہ اللہ اچھے اور برے لوگوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دے اور آزمائش کی اس بھٹی میں ڈال کر اللہ تعالی اہل ایمان کو کندن بنا دے اور ان امتحانوں سے گزار کر انھیں اعلی درجات پر فائز کر دے ۔

موجودہ فتنوں کا انجام اسلام کی فتح:

آج امت پر جو مختلف امور پر مشتمل بڑے بڑے حادثات گزر رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ یہ دلوں کو اچھے نہ لگتے ہوں اور ان واقعات سے دلوں میں تنگی آتی ہو لیکن یاد رہے کہ اللہ کے فضل وکرم سے ان کا انجام بالآخر مسلمانوں کی فتح ونصرت اور عزت وشوکت کی شکل میں رونما ہوگا ۔ اور اللہ کے مومن بندوں کے ہاتھ میں ہی قیادت واقتدار آجائے گا اور اس تمام ذلت ورسوائی کے سارے اسباب کے بادل چھٹ جائیں گے کیونکہ یہ امت اسلامیہ دوسری امتوں کی طرح نہیں ہے بلکہ امت اسلامیہ کے ساتھ فتح ونصرت اور حسن انجام کا اللہ کی طرف سے وعدہ ہے اسی طرح یہ امت اجتماعی ہلاکت سے بھی محفوظ ہے ۔ زخموں کے باوجود استعلاء وغلبہ اسی کا مقدر ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

”اور (دیکھو) بے دل نہیں ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا، اگر مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے ۔“ (آل عمران:139)

”تم ہی غالب رہو گے“ اللہ تعالی کا یہ خطاب مسلمان فوج کو ہے جبکہ وہ ابھی ابھی ہی معرکۂ احد سے لوٹے اور میدان احد میں اپنے بہترین مجاہدین میں سے ستر اشخاص کی لاشیں چھوڑ کر آئے جو کہ اس معرکہ میں شہید ہوئے تھے ۔“

---

[1] ترمذی:2869 ۔

"تم ہی غالب رہو گے" اللہ تعالی کا یہ خطاب امت کے ان افراد کو ہے جن کا زخم ابھی تازہ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبارک پر زخم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے چار دانت ٹوٹ گئے تھے۔ یہ سب اس لیے کہ اللہ تعالی نے اس امت کے لیے عزت و شان، علو و بلندی اور رفعت و قدر ہر حال میں لکھ رکھی ہے، چاہے اسے فتح و نصرت نصیب ہو یا وقتی طور پر ظاہری شکست سے ہی دو چار کیوں نہ ہوں، اور یہ امت قلت میں ہو یا کثرت میں جب تک یہ مومن ہے فتح و نصرت اسی کا مقدر ہے۔ جیسا کہ ارشاد الہی کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے: ﴿وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

"اور اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔" (آل عمران: 139)

علم و تقدیر الٰہی:

مسلمانو! جن چیزوں کا عقیدہ رکھنا اور جن کی یاد دہانی کرتے رہنا ہر وقت ضروری ہے خصوصاً مصائب و مشکلات کے ایام میں، انہی میں سے ہی ایک یہ بھی ہیں کہ اس دنیا میں چھوٹا یا بڑا کوئی بھی واقعہ اللہ تعالی کے علم و اندازے اور تدبیر کے بغیر رونما نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہر چیز کی خبر رکھنے والا اور انتہائی باریک بین ہے، اور اس کی تقدیر و قدرت سے زمین اور آسمانوں کی کوئی چیز خارج نہیں ہوتی۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لِيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ﴾

"اور اگر اللہ چاہتا تو (دوسری طرح) ان سے انتقام لے لیتا، لیکن اس نے چاہا کہ تمھاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے۔" (محمد: 4)

اسباب و نتائج اللہ تعالی کی صنعت و تقدیر سے ہیں اور وسائل و اغراض بھی اس کی تخلیق و تدبیر سے ہیں۔

سنن الٰہیہ:

جب ہمیں اس بات کا علم ہے تو ہم پر لازم ہے کہ اللہ ہی کی طرف رجوع کریں، اسی کی رسی (دین) کو مضبوطی سے پکڑے رہیں اور نجات و فوز صرف اسی سے ہی طلب کریں۔ صرف وہی ذات الہی ہے جو دیتی یا منع کرتی ہے اور نیچے گراتی اور اوپر اٹھاتی ہے اور اس نے اپنی مخلوقات کے لیے کچھ ناموس و سنن اور طریقے اور قوانین و قواعد بنا رکھے ہیں جن کے بارے میں اس کا ارشاد ہے: ﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا﴾

"سو آپ اللہ کی عادت میں ہرگز تبدیلی نہ پائیں گے، اور اللہ کے طریقے میں کبھی تغیر نہ دیکھیں گے۔" (فاطر: 43)

آزمائش کی بھٹی اور کندن:

اللہ کی عادات و طریقوں میں سے ہی ایک یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو مصائب و مشکلات کی بھٹی میں ڈال کر آزماتا ہے اور بالآخر حسن انجام (کندن بنا کر نکالنا) انہی کے مقدر میں کر دیتا ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ

خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾

”کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یونہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تمہیں پہلے لوگوں کی سی مشکلات تو پیش ہی نہیں آئیں۔ انہیں (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعبتوں میں) ہلا کر رکھ دیئے گئے۔ یہاں تک کہ رسول اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ کب اللہ کی مدد و نصرت آئے گی، (دیکھو) اللہ کی مدد عنقریب آنا ہی چاہتی ہے۔“ (البقرہ:214)

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿الم أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ﴾

”آلم۔ کیا لوگ یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے، چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔ اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے انھیں بھی آزمایا تھا (انہیں بھی آزمائیں گے) سو اللہ انہیں ضرور معلوم کرے گا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں، اور انھیں بھی جو جھوٹے ہیں۔“ (العنکبوت:1-3)

ایمان کا امتحان اور عطائے خلعت واقتدار:

اس امت اسلامیہ پر جو بلائیں، مصیبتیں، مشکلات اور فتنے آتے ہیں یہ سب اللہ کی طرف سے ان لوگوں کے ایمان کی چھان پھٹک کے لیے ہوتے ہیں اور اسی آزمائش کے سلسلہ کی ایک کڑی ہوتے ہیں اور حکومت واقتدار یا غلبہ تک پہنچانے کا ایک راستہ ہوتے ہیں۔ یہ ہرگز نہیں کہ ان حادثات ومشکلات کو اپنے لیے مایوسی و بے دلی کا سبب بنالیا جائے کہ کافر اقوام ہم پر یوں ٹوٹ پڑی ہیں جس طرح بھوکے کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں بلکہ ان میں جتنی تنگی و سختی ہے ان کے دامن میں ہمارے لئے اتنی ہی خیر کثیر بھی ہے اور ان میں ہی اللہ کی حکمت وتقدیر بھی پنہاں ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

”اور عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بھلی معلوم ہو اور وہ تمھارے لئے مضر ہو اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔“ (البقرہ:216)

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾

”عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کردے۔ (النساء:19)

امم سابقہ کے واقعات عبرت اور اسلام کی فتح کی بشارتیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپ مشکلات کے نتیجہ میں اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بشارتیں سناتے اور ان کی ہمت افزائی کیا کرتے تھے اور سابقہ لوگوں کی مثالیں دیا کرتے تھے اور اس سے اللہ تعالی کی اپنی مخلوق کے بارے میں سنت وعادت کی طرف

اشارہ ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی جبکہ آپ اپنی چادر مبارک کا تکیہ بنا کر کعبہ شریف کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے فتح ونصرت کیوں طلب نہیں فرماتے؟ آپ ہمارے لئے اللہ سے مدد کی دعا کیوں نہیں فرماتے؟ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهِ فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ . وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ وَاللهِ لَيُتِمَّنَّ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ"

”تم سے پہلے وہ لوگ گزرے ہیں جن میں سے کسی آدمی کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور اسے اس میں ڈال کر (اس کے چاروں طرف مٹی ڈال دی جاتی اور پھر) آری لائی جاتی اور اس کے سر پر رکھ کر اسے چلانا شروع کر دیا جاتا اور اسے کاٹ کر دو لخت کر دیا جاتا۔ اور کسی کو لوہے کی کنگھی سے چھیدا جاتا تھا حتی کہ اس کا گوشت ریزہ ریزہ کر کے اس کی ہڈیوں کو نکال دیا جاتا لیکن یہ سب سزائیں اور اذیتیں انھیں دین سے نہ پھیر سکتیں۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ وہ اس دین کو مکمل طور پر غالب کر کے رہے گا حتی کہ کوئی شخص صنعا سے سوار ہو کر حضر موت تک چلا جائے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا کوئی خوف نہ ہوگا یا پھر وہ اپنی بکریوں پر بھیڑیے سے خوف کھائے گا۔ لیکن تم عجلت و جلد بازی کرتے ہو۔“[1]

(صحیح بخاری)

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لیے واضح فرما دیا ہے کہ روشن مستقبل صرف اسلام ہی کا مقدر ہے، حسن انجام بھی صرف دین اسلام اور اہل اسلام مسلمانوں ہی کا نصیب ہے اور اس سلسلہ میں کسی بھی قسم کا کوئی شک کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾

ترجمہ: وہی (اللہ) تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین اسلام) کو (دنیا کے) تمام ادیان پر غالب کرے، اگرچہ کافر ناخوش ہی کیوں نہ ہوں۔ (التوبہ:33)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ[171] إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ[172] وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾

ترجمہ: اور اپنے پیغام پہنچانے والے بندوں (رسولوں) سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ وہی منصور و مظفر ہیں اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔

(الصافات:171۔173)

ایک تیسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾

ترجمہ: ہم اپنے رسولوں کی اور جو ایمان لائے ہیں، ان کی دنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور اس دن (بروز قیامت بھی مدد کریں گے)

1) صحیح مسلم، حدیث:3612۔

جس دن کہ گواہ کھڑے ہوں گے۔(المومن:51)

پوری روئے زمین پر غلبۂ اسلام: حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: لَيَبْلُغَن هذا الأمر ما بلغ اللَّيل والنَّهار، ولا يترك الله بيت مَدَرٍ ولا وَبَرٍ إلَّا أدخله اللهُ هذا الدِّين، بِعِزِّ عَزِيزٍ أو بِذُلِّ ذَلِيلٍ عِزًّا يُعِزُّ الله به الإسلام، وذُلًّا يُذِلُّ الله به الكفر۔

یہ امر (دین اسلام) ہر اس جگہ تک پہنچ جائے گا جہاں تک شب و روز پہنچتے ہیں اور اللہ تعالی کسی گارے مٹی کے گھر یا اون کے خیمے کو نہیں چھوڑے گا جس میں اس دین کو نہ پہنچا دے، وہ عزت والے کی عزت سے ہو یا ذلیل کی ذلت سے۔ عزت جس سے اللہ عزت افزائی کرے گا وہ اسلام ہے اور ذلت جس سے اللہ ذلیل کرے گا وہ کفر ہے۔[1] (مسند احمد، باسناد صحیح)

ہاتھوں پر ہاتھ رکھے نہ بیٹھیں:

اے امت اسلامیہ! اللہ کی طرف ملنے والی فتح و نصرت کا یقین، اس کے وعدوں پر وثوق و اعتماد اور بشارتوں کے ظہور کا یہ معنی بھی ہرگز نہیں کہ ہم ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں اور نہ ہی اس کا یہ معنی ہے کہ خطرہ و خلل، تقصیر اور نقائص وعیوب سے چشم پوشی کی جائے جو کہ امت میں پائے جاتے ہیں بلکہ اللہ کے وعدوں پر بھرپور یقین و اعتماد کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کی طرف سچے دل سے رجوع بھی کیا جائے۔ کوئی بھی بلاء و مصیبت گناہ کے بغیر نہیں آتی اور توبہ کے بغیر وہ ٹلتی بھی نہیں ہے، اور اللہ تعالی اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلنے کی چارہ سازی نہ کریں۔ (جیسا کہ خود اللہ تعالی کا ارشاد ہے: دیکھیے الرعد:11)

ع خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خود خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا (المراجع)

داخلی انفرادی و اجتماعی انقلاب:

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ تغیر و تبدیلی اور انقلاب اندر سے آتا ہے جو کہ اپنی ذاتی اصلاح سے ظہور پذیر ہوتا ہے اور اللہ کی سنت و عادت میں کوئی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔

رجوع الی اللہ:

امت کی مختلف جوانب و نواحی میں بلائیں نازل ہو چکی ہیں اور دشمن نے اس کے دین و زمین پر حملہ کر دیا ہے۔ اس امت پر واجب ہے کہ یہ لہو و لعب، کھیل تماشے، عیش و عشرت کی زندگی اور اس دنیا اور اس کی رنگینیوں میں ہی نہ کھو جائے بلکہ اپنی تمام تر مساعی اور کوششیں اس بات پر صرف کرے کہ وہ اپنے خالق و مالک کا تقرب حاصل کر سکے اور دین و عبادت صرف اسی کے لئے خاص کر دے اور اللہ رب العالمین کی توحید کا غلغلہ بلند کر دے، اللہ کی نافرمانیوں سے باز آ جائے، خواہشات نفس کی پیروی سے دست کش ہو جائے، گناہوں کو ترک کر دے اور برائیاں چھوڑ دے کیونکہ یہی وہ چیزیں یا اسباب ہیں جنہوں نے امت کے ایک حصے کو ظلمات اور اندھیروں کے سمندروں میں

---

[1] مسند احمد: 4/103۔

غرق کر رکھا ہے۔

کتاب وسنت سے تمسک وتعلق:

اسی طرح ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھے کہ دنیا وآخرت کی سعادت وخوشی کا راستہ، فوز وفلاح، نجات و کامیابی، اور امن و سلامتی کے حصول کی صرف ایک ہی سبیل ہے اور وہ ہے اللہ کے بتائے ہوئے صراط مستقیم سے تمسک وتعلق مضبوط رکھنا، اللہ کے اوامر ونواہی کو نافذ کرنا اور اپنی ذات اور پوری مسلمان جماعت کے تمام تصرفات وتصورات اور حرکات وسکنات میں اللہ کے حکم وشریعت کو مقدم رکھنا اور کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی تمام خواہشات بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین وشریعت کے تابع نہ ہو جائیں اور یہ ہر چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ سچے دل سے وحی صافی کے چشمہ کی طرف لوٹ جائیں، کتاب وسنت سے حقیقی تمسک وتعلق استوار کریں اور زندگی کے تمام امور اور شعبوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت وطریقہ کو اپنائیں اور انسانی ذہنوں کی اختراعات (بدعات) سے دور رہیں اور محض کسی کی ذاتی فکر ونظر اور استحسان کو بنیاد بنا کر اسے وحی الہی کے مقابلے مین نہ لا کھڑا کریں۔

حیات آفرین دین:

مسلمانو! بلا شبہ اسلام وہ زندہ دین ہے کہ جو شخص اسے صحیح طریقے سے اختیار کرلے وہ اس کے لئے حیات آفرین اور جب کوئی کسی دوسرے دین یا مغربی نظریہ کو لے لیتا ہے تو دین اسلام اپنی شادابی کو محفوظ کر لیتا تاکہ اسے ان لوگوں اور نسلوں کے سپرد کرے جو کہ ابھی پردہ غیب میں ہیں۔ اور اللہ تعالی مستقبل میں آنے والوں پر رحم فرمائے کہ وہ کتاب الہی کو پوری قوت سے تھام سکیں۔

ارشاد الہی ہے: ﴿وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم﴾

”اور اگر تم منہ پھیروگے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔“ (محمد:38)

اللہ کے بندو! اس بات کو خوب ذہن نشین کر لیں کہ بہترین بات اللہ کی کتاب اور بہترین ہدایت وطریقہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ وطریقہ ہے اور بدترین کام وہ ہیں جو (دین میں) نئے پیدا کئے گئے ہیں، اور ہر نیا پیدا کردہ کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے)۔

دین سے بے گانہ تہذیب کی تہی دامنی:

مسلمانو! پچھلے ایام نے دین سے دور اور بے گانہ تہذیب کا افلاس وفقر ظاہر کر دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ وہ اخلاقی اقدار سے خالی دامن اور تہی دست تہذیب ہے جو کہ عہد معاہدوں کو توڑتی ہے اور عدل وانصاف کے ساتھ ساتھ رحم دلی سے بھی عاری ہے کیونکہ شرعی ودینی معیار ومیزان کی بنیاد پر سامنے نہیں آئی یہ اور اس کی تعلیمات وحی الہی کے نور سے ماخوذ نہیں ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعلان اہل علم نے اس تہذیب نو کے آغاز میں ہی کر دیا تھا۔ اور اب اس مسئلہ فلسطین اور عراق پر جنگ مسلط کرنے سے وہ پہلے سے بھی کھل کر سامنے آگئی ہے۔ بلکہ ان مسائل سے پہلے کیا اور بعد کیا، مسلمانوں کے تمام مسائل نے ان کے رویہ کے ڈول کے پول کھول دیئے ہیں۔ یہ موقع کہ مسلمان ان

(اہل مغرب وامریکہ کی حقیقت) کو سمجھیں اور اپنے موجودہ حالات پر غور کریں اور اسلام کے ساتھ اپنے تعلقات کو مزید مضبوط کریں اور اپنے دین کی صداقت وعدالت پر وثوق کو بڑھائیں اور یہ سمجھ لیں کہ ہم اپنے مطالبات ومسائل میں برحق اور خیر پر ہیں اور ہم سب کو چاہیے کہ ہم سب اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں اور اس سے مدد ونصرت طلب کریں اور تمام اسباب حیات اور ضروریات زندگی کا صرف اسی سے مطالبہ کریں کسی دوسرے کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں۔

منہج نبوی کا التزام:

مسلمانو! جس چیز کی یاد دہانی، اس کا اعادہ اور تاکید خصوصاً آج کل کے پرفتن حالات اور بحرانوں کے زمانے میں انتہائی ضروری معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ فتنوں کے وقوع کے زمانے میں صبر وضبط کے شرعی منہج اور نبوی طریق کار کا التزام کیا جائے۔ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہا جائے اور تفرقہ واختلافات کو اپنے درمیان سے نکال پھینکا جائے اور کوئی بھی موقف اختیار کرنے اور فیصلہ کرنے میں عجلت وجلد بازی سے دور رہا جائے اور مسلمانوں کے ملک کے امن وامان اور اس کی وحدت کا تحفظ کیا جائے اور مسلمانوں کو مسلمانوں کے کسی بھی ملک میں شعوری یا غیر شعوری حالت میں فتنہ بپا کر کے تباہی کا سامان نہیں بننا چاہیے۔ دشمن گھات لگائے اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ وہ مسلمانوں کے ممالک میں فتنوں اور فسادات کی آگ بھڑکتے دیکھے اور یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہی گتھم گتھا ہوئے رہیں اور وہ اپنا کام کرتے اور ان کی جڑیں کاٹتے رہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾

”جہاں انھیں امن یا خوف کی کوئی خبر ملی، انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت کو وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔“

(النساء:83)

زبان وقلم پر کنٹرول:

اسی طرح مسلمانوں کی عزت وآبرو پر حملہ آور ہونے اور دوسروں کے بارے میں اپنے فیصلے صادر کرنے سے بھی اپنی زبانوں پر کنٹرول رکھنا چاہیے: "وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ"

”کیونکہ یہ لوگوں کو جہنم میں منہ کے بل ان کی زبانوں سے نکلی باتیں ہی ڈالیں گی۔“[1] (ترمذی)

اور جب قیامت کے دن نامہ اعمال کھول کر سامنے رکھا جائے گا تو سب معلوم ہو جائے گا کہ زبان سے کیا کیا ہفوات صادر ہوئیں اور دست وقلم نے کیا کیا ستم ڈھائے ہیں۔

---

1) ترمذی، حدیث:2616۔

اللہ سے دعائیں:

اللہ کے بندوں! اللہ کے سامنے گڑگڑانے، اس سے سوال کرنے اس سے دعائیں مانگنے اور اسی سے امیدیں وابستہ کرنے کا التزام کرو۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾

ترجمہ: اور تم اللہ کو پکارو (اس کی عبادت کرو) اس سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے۔ بیشک اللہ تعالی کی رحمت احسان و نیک کام کرنے والوں کے نزدیک ہے۔ (الاعراف:56)

وصل اللهم على نبينا محمد و على آله و أصحابه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين

عزت اللہ کی اور فتح ونصرت مسلمان کی

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ
23/2/1424ھ موافق 18/4/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

ذکر الٰہی اور شکر نعمت:

لوگوں! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ تعالی کا خوف وتقوی اختیار کرنے کی تاکید و وصیت کرتا ہوں، اس کا تقوی اختیار کرو، وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اس کا ذکر کرتے رہو وہ تمہیں یاد رکھے گا، اس کا شکر ادا کرتے رہو، وہ اپنی نعمتوں میں اضافہ کرتا رہے گا، کتنے ہی گناہ ہیں کہ اس نے بخش دیئے، کتنے عیوب ہیں کہ اس نے پردہ پوشی کی۔

وہ شخص ذکر الٰہی کی حلاوت وشیرینی کو نہیں پاسکتا جس کا دل فکری وسوسوں میں مشغول ومصروف ہو۔ جو شخص کسی چیز سے محبت کرتا ہے وہ اس کا بکثرت ذکر کرتا اور اس کی یاد میں کھویا رہتا ہے اور جو شخص کسی کام کو بہت ہی بڑا سمجھتا ہے وہ اس کی اتنی ہی زیادہ قدر کرتا ہے، لہذا محبت کرنے والوں کی طرح اللہ کا ذکر کرو، اور موحدین کی سی تعظیم اس کے لئے بجالاؤ۔

جو شخص ذکر الٰہی میں مشغول رہتا ہے شیطان اسے گمراہ کرنے کی راہ ہی نہیں پاتا اور جو شخص اپنی زندگی کو اطاعت الٰہی میں لگائے رکھے اس کا شیطان ہمیشہ ذلیل ورسوا اور نامراد ہی رہتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾

"اے ایمان والوں! اللہ کا بکثرت ذکر کیا کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح وپاکی بیان کرتے رہو۔" (الاحزاب: 41۔42)

صحیح قدم اٹھانا:

مسلمانوں! قافلہ جب کسی چوراہے پر ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو کر رک جاتا ہے کہ ہمارا راستہ کس طرف ہے، اس وقت وہ اسی بات پر اعتماد کرتا ہے کہ اس کا انجام اب اس کی روش پر اور اس کی نجات کا دارومدار اس کے حسن اختیار پر ہے ایسے موقع پر اس کے لئے لازم ہے کہ وہ خوب دیکھ بھال اور پھونک کر صحیح سمت کی طرف قدم اٹھائے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوگیا تو وہ یقیناً منزل کو پالے گا چاہے راستہ کچھ لمبا ہی کیوں نہ ہو۔ امت اسلامیہ آج ایسے مقام پر کھڑی ہے کہ جسے چوراہا یا امتحان گاہ کہہ لیں بلکہ یہ آویزش وابتلاء کا مقام ہے۔ یہاں اسے صدق و سچائی کے ساتھ ساتھ محاسبۂ نفس اپنی چال اور ڈگر کی پڑتال کرنا اور اپنے اقدامات پر خوب غور وفکر کر کے صحیح جانب کو اختیار کرنا چاہیے۔

مستقبل کی لائحہ عمل:

امت مصائب ومشکلات آتی ہیں تو اس پر کئی معاملات میں رجوع و پلٹنا اور ایسے تصرفات و افعال کا ظہور ہوتا ہے جو اس کی آئندہ روش پر دلالت کرتے ہیں اور اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ وہ آئندہ کیا اقدامات کرے گی، اس نے اپنے لئے کیا لائحہ عمل تیار کیا ہے؟ اور اس کے

لئے کیا منصوبہ بنایا گیا ہے؟

اسباب ذلت وپستی کا ازالہ:

برادران گرامی! صحیح وسنجیدہ محاسبۂ نفس کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ذلت ورسوائی کے اسباب کو زائل کرنے کی کوشش کی جائے اور اس کے بعد پھر دشمنی وسرکشی کے اسباب کا ازالہ کرنے کی سعی کی جائے۔ اور امت جتنی جان توڑ محنت کرے گی اتنی ہی تمنائیں پورے کرلے گی اور ارمان نکال لے گی اور چوٹی پر پہنچنے سے پہلے ضروری ہے کہ عالی ہمتی کی تربیت لی جائے۔

نسخۂ کیمیا:

مسلمانوں! ہمارے رب کی کتاب نے ہمارے لیے حجت ودلیل اور راستہ واضح کر دیا ہے۔ حصول قوت کے ذرائع اور کمزوری کے اسباب بھی کھل کر بیان کر دیئے ہیں، بیماریوں کی تشخیص کر کے ان کے لئے علاج کا نسخہ بھی طے کر دیا ہوا ہے، اور یہ کتاب الہی کوئی سیاسی تقریر نہیں کہ لوگوں کی خواہشات اور اپنے منصوبوں کے مطابق وہ اپنا رنگ بدلتے رہیں اور نہ ہی یہ کوئی نفسیاتی تحلیل وتجزیہ ہے کہ جس کی گنتی وشماریات میں اضطراب وکمی بیشی ہوتی رہے بلکہ قرآن کریم کتاب ہدایت ونور ہے اور شکوک وشبہات اس کے کسی حکم کو متاثر نہیں کرسکتے اور نہ ہی انسانی خواہشات نفس اس کی دلیل اس کی اصل راہ سے ہٹا سکتی ہیں۔ یہ کتاب اللہ رب العالمین کی طرف سے حق الیقین، عین الیقین اور علم الیقین پر مبنی ہے۔

اسلام وقرآن:

احباب گرامی! قرآنی آیات، ربانی سنن وقوانین الہی نوامیس ووحیوں، تاریخ امت کی گواہیوں اور امم سابقہ کی شہادتوں کی روشنی میں دیکھا اور غور وخوض کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسباب اپنے مسببات سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں اور نتائج کا اپنے مقدمات کے ساتھ گہرا ربط وتعلق ہوتا ہے اور اغراض ومصاقد کو ان کے وسائل سے معلوم کیا جاسکتا ہے اور معروف اسباب کی بناء پر یہ لازمی نتائج ہیں کہ دشمنوں کی یلغار کو صرف اسلام ہی روک سکتا ہے اور میزان وترازو کے پلڑوں کی کجی جھول کو صرف قرآن ہی درست کرسکتا۔

مصیبت:

مصیبت کے سلسلہ میں ایک انتہائی خطرناک مصیبت یا بات تو یہ ہے کہ مصیبت کا صحیح معنی ومفہوم ہی معلوم نہ ہو، نہ اس کے اسباب ووجوہات کا علم ہو اور اس سے بڑھ کر مصیبت یہ ہے کہ اس سے نجات وخلاصی پانے اور نکلنے کا راستہ بھی معلوم نہ ہو۔

مسلمانوں! عراق پر مسلط کی گئی جنگ کے شعلے تو تھم گئے ہیں لیکن اس نے قلق واضطراب کی فضاء پیدا کردی ہے اور بعض لوگ تو مایوسی وروگردانی میں مبتلا ہوگئے ہیں، اور کچھ ایسے آثار بھی نظر آرہے ہیں کہ شائد یہ جنگی صورت حال عراق سے بھی آگے نکل جائے۔

ثبت است دوام ما:

ان سخت ترین اوقات اور تاریک حالات میں امت اسلامیہ کے لئے لازمی ہے کہ وہ غور وفکر کرے، اللہ کی سنن وقوانین پر نگاہ ڈالے اور اللہ و

رسول کے اس دین اسلام کی تاریخ کا گہرائی اور دقت نظر سے مطالعہ کرے۔امت اسلامیہ کی طویل تاریخ میں اس پر بڑی بڑی مشکلات اور مصیبتیں آئی ہیں۔کافروں، صلبی عیسائیوں، مشرکوں اور بت پرستوں کی طرف سے طرح طرح کی خارجی دشمنیاں اور سرکشیاں وزیادتیاں ہوئی ہیں اور مسلمانوں کو ان سے آزمایا گیا ہے اور انھیں خوب ہلا کر رکھ دیا گیا ہے لیکن اسلام باقی وموجود ہے اور مسلمان بھی ثابت قدم ہیں دنیا سے مٹے نہیں۔

ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما (مترجم)

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان آزمائشوں اور ہلا کر رکھ دینے والی مصائب ومشکلات میں سے بکثرت تو ایسی نکلیں کہ انھوں نے مسلمانوں میں بیداری کی روح پھونک دی اور انھیں اپنے دین کی طرف رجوع کرنے کا موقع مہیا کر دیا۔ماضی میں تو کبھی کبھی دشمن مادی وعسکری نقطۂ نظر سے فتح حاصل کر لیتے رہے ہیں لیکن جہاں تک روحانی فتح کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں انہیں ہمیشہ منہ کی ہی کھانی پڑی بلکہ وہ خود داخلی ونفسیاتی طور پر شکست خوردہ ہوئے اور جلد ہی انہیں مسلم معاشرے نے اپنی اخلاقی قدروں کی غذاء دنیا شروع کی تو وہ اپنے دین پر بھی قائم نہ رہ سکے۔ تاتاری فوجوں نے فتح تو پالی مگر بالآخر خود (مسلمان ہو کر اسلام کی گود کو ہی اپنے لئے سکون وآرام کی جگہ پایا۔صلیبیوں نے بھی بعض مرتبہ غلبہ پالیا مگر بالآخر وہ خود خودکشیاں کرنے پر مجبور ہو گئے۔یہ سب مسلمانوں کے ہاتھوں رونما ہوا جبکہ وہ مادی وعسکری طور پر شکست خوردہ تھے لیکن وہ اخلاقیات ومبادیات میں شکست خوردہ نہ تھے اور نہ ہی ان کی روح اور ان کے ایمان ہزیمت وآشنا تھے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی ہزیمت و شکست بھی فتح ونصرت میں بدل گئی۔اس بات کی مزید وضاحت کیلئے اپنے رب کی کتاب قرآن کریم میں موجود اس منہج پر غور وفکر کریں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ[171] إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ[172] وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾

”اور اپنے رسولوں (پیغام پہنچانے والے بندوں) سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ وہی (مظفر و) منصور ہیں، اور ہمارا لشکر ہی غالب گا۔“

(الصافات:171۔173)

اللہ تعالی نے واضح کر دیا ہے کہ اللہ کے رسول ہی فاتح ومنصور ہیں اور اللہ کا لشکر (مسلمان) ہی غالب ہیں، یہ اللہ کا وعدہ ہے جو کہ وہ کر چکا ہے اور تمام تر رکاوٹوں کے علی الرغم اور تمام تر تکذیب وتشکیک کی صورتوں کے باوجود اس کے وعدوں میں قطعاً کوئی خلاف ورزی نہیں ہوگی.

اہل دنیا کی تہذیبیں قیادت وسیادت کرتی ہیں اور پھر ناپید ہو جاتی ہیں۔ان کی دولت وصولت اور شان وشوکت بنتی ہے اور پھر ہمیشہ کے لیے پردہ غیب وعدم میں چلی جاتی ہیں۔البتہ انبیاء ورسل کے عقائد ہی غالب و باقی اور مکمل ترین شکل میں موجود ہیں اور رہیں گے۔یہ ہر مخلصانہ دعوت الی اللہ اور اللہ کے سچے دعاۃ ومبلغین کی صورت میں موجود ہیں۔اللہ کے انبیاء ورسل کے عقائد ہی ہمیشہ غالب رہیں گے۔فتح ونصرت الہی انہی کا مقدر ہے،اہل باطل چاہے کتنی ہی آہن وآگ کی قوتیں یا اسلحہ تیار کر لیں،پروپیگنڈے اور جھوٹ کا جتنا بھی زور لگا لیں اور جنگ و مقابلے کی کتنی بھی قوتیں جمع کر لیں،عقائد انبیاء ومرسلین بہر حال غالب رہیں گے۔

معرکۂ حق و باطل کا تسلسل:

اہل حق و باطل کے مابین آویزش اور معرکے ہوتے رہیں گے لیکن ان کے نتائج مختلف رونما ہوا کریں گے یہاں تک کہ اللہ کا وعدۂ غلبہ پورا ہو جائے جو کہ اس نے اپنے انبیاء و رسل، اولیاء اور لشکر سے کیا ہے اور اللہ کا وعدہ ایسا ہے کہ وہ پورا ہو کر ہی رہے گا، اس میں کوئی خلاف ورزی ہونے والی نہیں چاہے دنیا کی تمام قوتیں اس کی راہ روکنے کی کوشش کریں۔ اللہ کی سنت و قانون نافذ ہو کر ہی رہے گا۔ البتہ اللہ کی یہ سنن و قوانین اللہ کی تقدیر و اندازوں کے ہی مرہون منت ہوتے ہیں۔ انھیں وہ جب چاہتا ہے اور جیسے چاہتا نافذ و پورا کرتا ہے۔

مفہوم فتح و نصرت کی وسعتیں:

کبھی بشر کی مختصر سی زندگی کے اعتبار اس فتح و نصر کے آثار دور نظر آنے لگتے ہیں لیکن وہ ضرور ظاہر ہوں گے، اس میں کوئی خلاف ورزی ہرگز نہیں ہوگی بلکہ کبھی ایسا بھی ہوگا کہ فتح و نصر کا وعدہ ایسی صورت میں ظاہر ہو جسے بشر سمجھ ہی نہ سکے کیونکہ وہ تو اپنی طبیعت و فطرت کے اعتبار سے مالوف و مخصوص شکل میں ہی فتح و نصرت دیکھے تو اسے فتح و نصرت سمجھتا ہے اور غیر معروف و غیر مالوف صورت میں فتح و نصرت کو دیکھے تو اس کا ادراک اسے کچھ دیر کے بعد جا کر ہوتا ہے۔

بشر کبھی غلبہ و نصرت کی ایک خاص شکل دیکھنے کا خواہاں ہوتا ہے اور اللہ کسی دوسری کامل و مکمل اور اعلیٰ جاودانی شکل میں فتح و نصرت عطا کرنا چاہتا ہے۔ ایسے میں اگر چہ اللہ کے لشکر کو مشقت برداشت کرنی پڑے اور ان کے انتظار کی حد سے بھی زیادہ انہیں انتظار کرنا پڑے لیکن پورا وہی ہوگا جو اللہ چاہے گا۔ چنانچہ ارشاد رب ذوالجلال ہے: ﴿وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ﴾

"اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے شان و شوکت (بلا ہتھیار) ہے وہ تمہارے ہاتھ لگ جائے، اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ کر پھینک دے تاکہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دے، گو مشرک (مجرم) ناخوش ہی ہوں۔" (الانفال:7)

بعض لوگ فتح و نصرت کے معنیٰ کو اپنی نگاہ کے قریب کے انتہائی محدود دائرہ میں دیکھتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ فتح و نصرت کی صورتیں بکثرت ہیں۔ کتنے ہی شہید وہ ہیں کہ اگر وہ ہزار سال بھی زندہ رہتے تو دین اسلام کی دعوت حق کی مدد و نصرت کے لیے وہ خدمت سرانجام نہ دے سکتے جو انھوں نے صرف معمولی سے وقت میں اپنی شہادت انجام دے دی ہے۔ اس شہید کے بس میں نہیں تھا کہ وہ لوگوں کے دلوں میں بڑے بڑے معانی ودیعت کر سکے اور ہزاروں لوگوں کے دلوں میں عظیم کارنامے سرانجام دینے کی ہمت پیدا کر سکے لیکن اس نے اپنے خون کے نذرانے سے وہ خدمت انجام دی کہ جو اولاد اور پوتوں کے لیے ہی ہمت افزوں اور شجاعت و بہادری کا نمونہ نہیں رہے گی بلکہ ہو سکتا کہ وہ نسل در نسل پوری تاریخ میں ہی ایک بہترین مثال بنی رہے۔

عزت اللہ کی ہے:

مسلمانو! اللہ کے وعدوں پر یقین رکھو۔ بحران چاہے کتنے پر سخت کیوں نہ ہوں اور مصائب و مشکلات چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ آجائیں اللہ

کا دین غالب و منصور رہے گا عزت والے کی عزت کے ساتھ اور ذلیل کی ذلت کے ساتھ، اور یہ زمین اللہ کی ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عطا کرتا ہے اور اس کے وارث اس کے نیک بندے ہی بنیں گے۔ رب کعبہ کی قسم، اللہ کا دین غالب رہے گا اور عزت مومنوں کا ہی نصیب رہے گی۔ عزت دراصل مبادیات کی اور اخلاقیات و اقدار کی عزت ہے، کوئی جماعتوں اور گروپوں کی عزت نہیں اور امت کی حقیقی ہزیمت و شکست تب ہے جب وہ اخلاقی اقدار سے تہی دامن ہو جائے اور مبادیات سے دور ہو جائے۔ غرض فتح اقدار کی ہوتی ہے نہ کہ اشخاص و افراد کی۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے اللہ تعالی کا یہ ارشاد بغور پڑھیے: ﴿مَنۡ كَانَ يُرِيدُ الۡعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ جَمِيعًا﴾

"جو شخص عزت کا طلبگار ہے تو (اسے معلوم ہونا چاہیے کہ) عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔" (فاطر:10)

یہ ایک ثابت شدہ دائمی حقیقت ہے کہ جس میں کبھی کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا یہ حقیقت اقدار اور موازین و پیمانوں کو درست کرنے والی ہے اور یہی حکم و تقدیر میں بھی یہی تبدیلی لاتی ہے، مواقف کو یہی ثابت رکھتی ہے، منہج و کردار کی اصلاح کرتی اور وسائل و ذرائع میں نظم و ضبط پیدا کرتی ہے۔

یہ حقیقت جب کسی مومن کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے، اس کے یقین میں جم جاتی ہے اور اسے اس میں رسوخ حاصل ہو جاتا ہے تو پھر اس مومن کو یہ ساری مشکلات کے سامنے معزز و مکرم اور ثابت قدم بن کر کھڑا کر دیتی ہے اور اس کے پایۂ ثبات میں ذرا بھی تزلزل و ڈگمگاہٹ نہیں رہتی۔ تب پھر اس کا سر کسی بھی ظالم و جابر مخلوق کے سامنے نہیں جھکتا نہ وہ کسی بڑے سے بڑے سرکش کے سامنے جھکتا ہے، نہ کسی بہت ہی بڑے سانحے یا واقعے سے گھبراتا ہے اور نہ ہی کسی بڑی سے بڑی مصلحت فائدہ کے لیے جھکتا یا بکتا ہے، اس کا مقصد حق کو پانا ہوتا ہے، اس کی خواہش عدل و انصاف کو عام کرنا ہوتی ہے، اس کا مقابلہ باطل سے ہوتا ہے اور اس کا دشمن ہر وہ شخص و قوم ہے جو کہ ظالم ہے۔

عزت کا صحیح مفہوم:

عزت و وقار کے سلسلہ میں اس واضح ترین نقطہ کے باوجود یہ بات بھی دماغ سے غائب نہ ہو کہ عزت سے مراد عناد و تکبر اور بغاوت و فجور نہیں اور نہ ہی عزت سے مراد کوئی باغیانہ طریقے سے کسی منفعت کے حصول کا جذبہ ہے کہ جو خواہشات نفس کے سامنے زیر ہو جاتا ہے اور نہ ہی یہ عزت کوئی اندھی قوت ہے کہ جو ناحق ہی پکڑ دھکڑ میں لگی رہے اور عدل و انصاف کی راہ سے ہٹ جائے بلکہ عزت کا اصل مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کی خواہشات پر غلبہ و قابو پالے اور اسے مقید و پابند بنالے اور کسی بھی غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے بالا ہو جائے بلکہ عزت یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے ہی خشوع و خضوع اور انکساری کرے اور اس کے خشوع خشیت الٰہی کو قوت دینے والی چیز یہ ہے کہ بندہ خوشی و غم اور خوشحالی و بدحالی ہر حال میں ہی اللہ کو نہ بھلائے۔ خشوع و خضوع کی اس اعلی و عمدہ حالت میں وہ سرخرو و سربلند ہو گا اور اللہ کی خشیت و خوف کے نتیجہ میں وہ دنیا کی کسی بھی دوسری چیز سے ڈرنا چھوڑ دے گا جبکہ اللہ کے اس ڈر اور خوشی و غم ہر حال میں اس کی یاد سے اس کی غرض و غایت اور مطلوب و مقصود صرف رضاءِ الٰہی کا حصول ہے۔

اصل فتح و نصرت اور غلبہ:

مسلمانو! یہ ہے انبیاء و رسل کی فتح و نصرت اور فلاح پانے والے اللہ کے لشکر کا غلبہ اور یہ ہے حقیقی عزت اور اس کے حصول کے وسائل و

ذرائع (جوکہ اوپر ذکر کئے گئے ہیں)

اب رہیں مادی ایجادات وانکشافات، سائنس، ٹیکنالوجی، آلات جدیدہ اورنوایجادشدہ مشینری واشیاء، ان سب چیزوں کا نصرت وعزت سے کوئی تعلق ونسبت نہیں ہے بلکہ یہ تو ایسی میراث ہے جس کی کوئی قومیت ونیشنلٹی نہیں ہے بلکہ جوشخص بھی جدو جہد اورمحنت کرے یہ اسی کا حق ہے اور جوشخص بھی صحیح طریقہ سے انھیں حاصل کرنے کے وسائل وذرائع کو اپنائے وہی اس کا حقدار ہے۔

ورثہ انبیاء: اخلاقی اقدار:

البتہ اخلاقی اقدار ومبادیات وہ خاص ورثہ ہے جوصرف انبیاء کرام کی وارث اور خلفاء راشدین کے طریقے پر چلنے والی امت اسلامیہ کا ہی حق ہے امتوں کی تہذیب کو صرف مادی قوتوں سے نہیں ناپایا تولہ جاسکتا بلکہ اسے پرکھنے کے لیے اس کی اخلاقی اقدار، اس کے نظم ونسق، عدل و انصاف کے قیام اورحقوق عامہ کے احترام وخیال رکھنے کو دیکھا جائے گا۔

انسان کی قیمت کب؟

انسان کی نسل وقومیت کے اعتبار سے کوئی قیمت نہیں ہے بلکہ اس کی قیمت تو اس کے ایمان واخلاق اور صحت عقائد کی بدولت سے ہے اور آپ اپنے ان دنوں میں مصائب ومشکلات کے حوالے سے اور اس سے حاصل ہونے والے دردسر کے تناظر میں اس حقیقت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

حقیر دشمن تہذیب وتمدن کالبادہ اوڑھے عدل وانصاف مہیا کرنے اورحقوق انسان کو حقدار تک پہنچانے کے نعرے سے میدان میں اترا لیکن اسکی موذی رغبت یہ ظاہر ہوئی کہ وہ ان اغراض کے لیے نہیں بلکہ قدرتی ثروتوں اور دولتوں پر ڈاکے ڈالنے، امتوں کا محاصرہ کرنے اور آمدنی کے سرچشموں پر اپنا قبضہ جمانے کے لیے آیا ہے۔ اب یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ جن اقدار کا نام لیا تھا وہ محض ایک ڈھونگ اور پروپیگنڈہ تھا جو ان کے لالچ وطمع، ذاتی فوائدومصالح کی آویزش اورانانیت کے مقابلے میں نہ ٹھہرسکیں۔

مصائب ومشکلات میں فوائدوانعامات:

جی ہاں! مسلمانوں! ان مصائب ومشکلات میں بھی مؤمن کیلئے کتنے ہی فوائدوانعامات ہیں۔ شائد بہت بہتر یہ ہوا ہے کہ بہت سارے لوگ جو اس تہذیب مغرب کے دھوکے میں ان کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ انھوں نے اپنے اپنے موقف کی جانچ پڑتال کرنا شروع کردی ہے۔ اور ان (اہل مغرب وامریکہ) کے بارے میں جو وہ بڑے خوش فہم تھے وہ ایک خوفناک صدمے کی شکل بن کر ان کے سامنے آگیا ہے۔ ان موجودہ مصائب ومشکلات نے کئی منافقین اور غلو کرنے والوں کو ننگے اور ان کا پردہ فاش کردیا ہے جوکہ دین اسلام اورامت مسلمہ کے لئے اپنے دلوں میں زہرنفاق چھپائے ہوئے تھی، ان موجودہ بحرانوں نے ان کی قلعی کھول دی اور ان کے خوفناک خفیہ منصوبوں کوطشت از بام کردیا ہے، کیا یہ سب فتح ونصرت کی بشارتیں اور عزت وسربلندی کے مظاہر نہیں ہیں؟ بکثرت مسلمانوں کو خواب غفلت سے افاقہ و بیداری حاصل ہوئی اور غفلت کے بادل چھٹ گئے ہیں۔

موجودہ مشکل حالات نے مسلمانوں میں اس روح کو پھر سے زندہ و پیدا کر دیا ہے جو دم توڑ چکی تھی یا دم توڑنے کے قریب پہنچی ہوئی اور خفتہ ہو چکی تھی اب امت نے پوری قوت کے ساتھ اپنے عزت و کرامت کا ذکر شروع کر دیا ہے۔ اور انتہائی کٹھن حالات اور مشکل ترین اوقات کے باوجود اپنے حقوق کا مطالبہ شروع کر دیا ہے، امت نے اب پوری بیداری و ہوش کے ساتھ دشمن کے خطرات، اس کے منصوبوں پر بڑے حساس انداز سے دیکھنا اور ان پر غور کرنا شروع کر دیا ہے جبکہ اس سے قبل امت نے ان میدانوں پر کبھی سنجیدگی سے اتنی توجہ نہیں دی تھی اور وہ میدان ہیں، منہاج دین، عورت، خاندان، قومی و ملی ورثہ اور اصلیت۔

توکل اور اسباب:

مسلمانو! یہ تمام دروس، عبرتیں، نصیحتیں، اور انکشافات امت کو اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ وہ اپنے دو مضبوط اور عظیم ستونوں کو خوب سختی و قوت کے ساتھ تھامے رکھے اور وہ رکن ہیں، توکل علی اللہ، اور اسباب و ذرائع کو اپنانا۔ اللہ پر توکل کرنا دل کی طرف اللہ کی عبودیت و بندگی ہے اور اسباب و ذرائع کو اپنانا یا اختیار کرنا اعضائے جسم کی طرف سے اللہ کی اطاعت ہے۔ اسلام دین حق ہے اور حق اس کے سوا کیا ہے کہ تمام اہل اسلام متحد ہو جائیں اور حق یہ ہے کہ مسلمان باہمی انتشار و اختلافات اور اپنے بھائیوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے والی روش کو ترک کریں۔ اور اس کے سوا کوئی حق نہیں کہ تمام امور کو ان کے میزان میں تولا جائے۔ گناہگار کا فرض ہے کہ وہ گناہوں کو فوراً ترک کریں، غافلوں کی ذمہ داری ہے کہ غفلت شعاری کو فی الفور چھوڑ دیں، اور مستقبل کی توقع رکھیں، اور اہل استقامت اطاعت گزاروں کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنی اس ڈگر پر ثبات و استقلال کے ساتھ رواں دواں رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ﴾

"اے ایمان والوں! اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل پلٹا کر (مرتد بنا) دیں گے۔ پھر تم نامراد ہو جاؤ گے۔ بلکہ اللہ ہی تمہارا مولا ہے اور وہی بہترین مددگار ہے۔" (آل عمران: 149-150)

ہمارا اصل مسئلہ:

عالی ہمت والوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی مطلوبہ چیز کو پالیں اور مضبوط عزائم والوں کیلئے لازمی ہے کہ اپنی مرغوبہ اشیاء کو پالیں۔ دشمنوں کے ساتھ ہمارا موقف زمین اور جغرافیائی حدود کا معاملہ نہیں بلکہ دین اور وجود کا مسئلہ ہے۔ ان کے ساتھ ہمارے معرکے سیاسی، اقتصادی نہیں بلکہ دین و عقائد کے معرکے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ امت کے تمام مسائل کو ان کے اسلامی مدارک کی طرف لوٹایا جائے اور اس مدار کے تمام افاق و اعماق اور گہرائیوں کے سامنے رکھا جائے۔ اسی طرح یہ بھی ہے کہ دوسروں کا تابع مہمل بننے کے تمام نشانات کو مٹایا اور الحاد کے جھنڈوں کو گرایا اور پھینکا جائے۔ تا کہ اسلام کو اپنا اصل مقام ملے قرآن کو اس کی اصل جگہ حاصل ہو۔ قرآن کا علم بلند ہو اور امت اس کے کلمات کے نور میں چلے۔ تمام مسائل و قضایا کو ان کے اصل خطوط کی طرف لوٹایا جائے تا کہ مسلمان ایک عظیم قوت بن جائیں اور اس اسلامی قوت کے لئے ضروری ہے کہ اپنے تمام مقامات مقدسہ کے تحفظ و بازیابی کے لئے اٹھ جائیں کیونکہ اب اہل باطل کی تمام دعوتیں، تحریکیں اور

جھوٹے دعوے بے جان ہو چکے ہیں ۔اور اپنی قدر و قیمت کھو چکے ہیں ۔

بیت المقدس کی بازیابی:

ذرا غور وخوض کریں اور دیکھیں کہ بیت المقدس کو ایک عربی مسلمان نے فتح کیا پھر ایک کردی مسلمان سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے (عیسائیوں کے چنگل سے آزاد کروایا اور ایک ترکی مسلمان سلطان عبد الحمید عثمانی نے اس کا تحفظ کیا۔اب دیکھیں یہ سعادت کس کے مقدر میں آتی ہے جو اسے یہودیوں کے پنجے سے دوبارہ آزاد کرائے گا۔ان اسلامی قبائل و معاشروں میں وہ کون سے بھائی ہونگے جو یہ سعادت پائیں گے،یہ سعادت جس کا بھی نصیب بنے پوری امت اسلامیہ اس کے ساتھ ہے اور امت کا شعار ہے" لا الہ الا اللہ" اور اس کی آواز و نداء ہے نعرۂ تکبیر -اللہ اکبر۔

اعلان جہاد کی ضرورت:

مسلمانوں! موجودہ ایام میں اور ان حوادث و واقعات نے اس کفر و اسلام کے درمیان قائم آویزش کا حقیقی چہرہ کھول دیا ہے ۔لہذا امت اسلامیہ کا فرض ہے کہ اپنے مسائل کا حل خود کرے،دوسروں سے ان کے حل کی بھیک نہ مانگیں ۔دوسروں سے تعاون طلب کرنے سے قبل اپنی توانائیوں کو جمع کر کے ان سے کام لیں،دوسروں کی مدد اپنے مسائل کا حل اور حقوق کی بازیابی نہیں ہو سکتی ۔امت پر واجب ہے کہ صرف وہ اللہ،اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنون کے ساتھ دلی محبتوں کا اعلان کردے اور ہر میدان میں جہاد شروع کردے قیادت و سیاست سے،اثر ونفوذ اور اقتصاد و مال سے،افرادی و دیگر قوت اور آلات حرب وضرب سے ہر طرح سے اعلان جہاد کر دے اور اس پر عمل پیرا ہو جائے۔

اللہ آپ پر رحم فرمائے ۔اللہ کا تقویٰ وخوف اختیار کرو،اپنے رب کی کتاب کو تھام لو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر خوب مضبوطی سے عمل پیرا ہو جاؤ،اللہ تعالی تم سے کئے وعدے کو پورا کرے گا۔دنیا میں عزت وسرفرازی اور آخرت میں ثواب وسرخروئی عطا کرے گا۔

وصل اللهم على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

بحران اور امدادی سرگرمیاں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ

1424/3/1ھ 2003/5/3ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندوں! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور یہ بات ذہن نشین کرلو کہ تقوی ہی محفوظ ترین قلعہ ہے اور اسی سے تحفظ حاصل ہوتا اور اچھا انجام میسر آتا ہے اور جو شخص اس کو چھوڑ بیٹھا وہ بدترین وبال، برے انجام اور خوفناک عذاب میں گر گیا۔

عبرت واستفادہ:

مسلمانوں! محفوظ ومضبوط اور سمجھدار امت وہ ہے جو اپنے بحرانوں سے استفادہ کرے اور مصائب ومشکلات سے سبق حاصل کرے اور عبرتیں پائے۔ ہماری اس امت اسلامیہ پر ان آخری ایام میں جو ہنگامی حالات آئے ہیں۔ انھوں نے عبرتوں کے کئی مواقع مہیا کئے ہیں اور یہ کسی طرح بھی روا نہیں کہ عبرت ونصیحت حاصل کئے بغیر ان مواقف ومواقع کو ہاتھ سے جانے دیا جائے۔

رجوع الی اللہ:

ان میں سے سب سے پہلے نمبر پر یہ بات آتی ہے کہ ان خوفناک وخطرناک تاریخی موڑوں پر امت اسلامیہ کو اس بات کی سخت ترین ضرورت ہے کہ وہ اللہ تعالی کی طرف ایسا سچا رجوع کرے جیسا کہ اللہ کے وعدوں کے حق ہونے کا بھرپور وثوق ویقین رکھنے والا شخص کرتا ہے اور اس بات پر ایمان رکھے کہ مختلف قوموں کے مابین باہمی آویزش اور معرکۂ حق وباطل تب سے چلا آرہا ہے جب سے اللہ نے زمین وآسمان بنائے اور جب تک قائم ہیں کہ معرکہ بھی جاری رہے گا اور فتح ونصرت اور غلبہ واقتدار اس بات کا مرہون منت ہے کہ امت اپنے دین کی نصرت کتنی کرتی ہے، اپنی شریعت اسلامیہ کی تعظیم واحترام کس قدر بجا لاتی ہے، اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت سے کتنا تمسک وتعلق پیدا کرتی ہے۔

عقل وبیداری:

ایک دوسری چیز جس کی یاددہانی کروانا بھی ضروری لگتا ہے اور وہ یہ کہ بڑے بڑے چیلنج جو کہ امت مسلمہ کو درپیش ہیں ان کے نتیجہ میں لازمی ہے کہ افراد امت کی صفوں میں عقل وہوش کا دور دورہ ہو اور اس کے مفکرین واہل رائے میں ایک بیداری پیدا ہو اور یہ تب ہوگا جب اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا اہتمام کیا جائے اور اسی کے حوالے سے افراد امت کی مضبوط تعمیر عمل میں لائی جائے جو ان تمام راستوں کو بند کردے جو امت کی عمارت کی کمزوری کی وجہ سے اور رونما ہوئے ہیں اور جہاں سے دشمن گھس آئے ہیں اور امت کے اہل غیرت لوگوں کو یہ ذمہ داری سونپی جائے کہ وہ افراد امت کی قوتوں اور صلاحیتوں کو کسی ایسے سنجیدہ عملی پروگراموں میں لگائیں جن کی جڑیں مضبوط ہوں تاکہ اس طرح وہ اپنے عقیدہ وملت کی مدد کرسکیں، امت کے تشخص کا دفاع کرسکیں، اس کی مصلحتوں اور مفادات کی نگرانی کرسکیں، اس کے امن و

امان اور اس کی قوت وثروت کا تحفظ کرسکیں، اس کے مسائل کو حل کرنے میں اس کی مدد کرسکیں اور اس کے مقامات مقدسہ کا تحفظ کرسکیں۔ خصوصاً اب جبکہ اصل چہرے کھل کر سامنے آگئے ہیں اور اوپر سجائے ہوئے ماسک اور جعلی چہرے اتر گئے ہیں، حقائق کھل گئے ہیں اور جھوٹے دعووں اور نعروں کا پول کھل چکا ہے اور ہماری اپنی ہی قوم کے وہ لوگ جو کہ دھوکے میں تھے اور ذہنی شکست خوردگی میں مبتلا تھے ان کے سامنے ان کفار کی مزعومہ تہذیب وتمدن اور وہمی ترقی کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے۔

محاسبۂ ونظر ثانی:

اب وقت آچکا ہے کہ امت نظر ثانی کرے اور اس خطرناک مرحلے کی تشخیص کرے اور اپنے پروگراموں اور مناہج وکورسز کی بھی جانچ پڑتال اور محاسبہ ومراجعہ کرے اور موجودہ حالات کے تناظر میں ان کا جائزہ لے اور ایسا عقیدہ رکھے جس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ در نہ آئے اور نہ اسے اس سلسلہ میں کوئی شک رہے کہ اس کا دین، اخلاقی اقدار اور اس کے ثوابت وضوابط ہی وہ عظیم قواعد ہیں جن کی روشنی میں یہ امت اپنے بحرانوں کا علاج کرتی ہے۔ اور آمدہ مشکلات ومصائب سے نکلنے کی راہیں پاتی ہے۔

دین کی رسی:

مسلمانو! مشکل کے بادل چھٹ گئے ہیں یا چھٹنے ہی والے ہیں۔ کیا اب بھی امت کو پتہ نہیں چلا کہ دشمن اس سے کیا چاہتے ہیں اور اس کے بارے میں کیا سوچتے اور پروگرام رکھتے ہیں اور کیا کیا کر سکتے ہیں۔ بہر حال اگر آپ لوگ اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کل کلاں کو باہم تفریق وانتشار میں مبتلا نہ ہو گے اور اگر اس مشکل وقت کے نتیجہ میں اپنی وحدت قائم کرنے میں قائم ہو گئے تو آئندہ اللہ کے حکم سے کبھی بھی گمراہ وناکام نہیں ہوں گے۔

جنگ عراق کی تپش:

برادران اسلام! جنگ عراق اگرچہ ختم ہوگئی ہے۔ اس کے شعلے ماند پڑ گئے ہیں اور اس کی شدت میں کمی آگئی ہے مگر اس کے باوجود ہمارے بھائی اس کی تلخی کے گھونٹ پی رہے ہیں، اس کی آگ میں جھلس رہے ہیں اور اس کے اثرات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ یہ چیزیں اس بات کی خوب تاکید کر رہی ہیں کہ امت کے واجبات میں سے ہے کہ وہ بالخصوص اس مرحلہ میں امت کی ہمتوں کو جٹائے اور اپنے بے بس بھائیوں کی مدد ونصرت کے لئے اٹھ کھڑی ہو، آفت رسیدہ لوگوں کے زخموں پر مرہم رکھے اور بے یار ومددگار لوگوں کی مدد کرے، یہ آپ لوگوں کی ہمدردی کا لازمی تقاضا ہے اور اسی سے ان لوگوں کی مصیبت کو رفع دفع کیا جاسکتا ہے۔ ان کی ہر ممکنہ طریقے سے، مختلف اشیاء کے ذریعے اور بر ونیکی کی ہر شکل میں مدد کی جائے۔

امدادی کام میں تیزی:

اہل جود وکرم: اے اہل وفاء وصفاء! اے اہل عزت وشرف! اور اے اہل ثروت وسخاوت! رحم وکرم اور ہمدردی وغمخواری کے میدانوں میں کود پڑو، اپنی عطاؤں سے ان کے زخموں پر مرہم رکھو، اپنے مال ودولت سے ان کا حصہ نکال کر ان کی مشکلات ومصائب کو کم کرنے میں ان

کا تعاون کرو اور اس سلسلہ میں آپ کو کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے کہ ان لوگوں پر آپ کا احسان کرنا ان کے مصائب و مشکلات میں کمی کا باعث بنے گا۔ لہٰذا ہر فقیر و محروم کی مدد کرو، ہر زخمی کے زخموں پر مرہم لگاؤ اور پریشان حال لوگوں سے ان کے غم و پریشانیاں کم کرو، قرآن کریم کی بکثرت آیات ایسے لوگوں کی مدد و تعاون کی ترغیب دلاتی ہیں اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا سمندر بھی ایسی احادیث ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾

”اور (اے مومنوں!) تم جو مال خرچ کرو گے تو اس کا فائدہ تمہیں ہی کو ہوگا اور تم جو کچھ خرچ کرو گے، اللہ کی خوشنودی کے لیے ہی کرو گے اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں کیا جائے گا۔“ (البقرہ:272)

خزانۂ آخرت:

آپ بر و تقوی کے کاموں میں اور دوسروں کی مدد کے لئے جو مال خرچ کر دیں گے وہی آپ کے لیے اس دنیا میں مفید ہوگا وہی آخرت کے لیے خزانہ بن جائے گا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ایک صحیح حدیث میں ہے: "الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ"

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے چھوڑتا ہے اور بے یار و مددگار کرتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتیں پوری کرے گا۔ اور جس نے اپنے کسی بھائی کی کسی مشکل کو دور کیا، اللہ اس کے بدلے میں قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت و تکلیف کو دور کر دے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا اور کوئی بندہ جب تک اپنے کسی بھائی کی مدد میں لگا رہے گا اللہ اس کی مدد میں لگا رہتا ہے۔[1] (بخاری، مسلم)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باہم محبت کرنے والے اور ایک دوسرے کے لیے لطف و کرم کے جذبات رکھنے والے افراد پر مشتمل معاشرے کے اتحاد و اتفاق کو خوبصورت نبوی اعجاز بیان کرتے ہوئے فرمایا: "مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى"

”آپ مومنوں کو باہمی محبت، رحم و کرم اور عطف و الفت میں ایسے پائیں گے کہ جیسے ایک ہی جسم ہے اور اس کے کسی ایک بھی عضو کو اگر کوئی تکلیف پہنچے تو وہ سارا جسم ہی رتجگے اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“[2] (بخاری، مسلم)

1) صحیح مسلم:2580-2699۔
2) صحیح مسلم:2586۔

ہمدردی وغمگساری:

مسند احمد حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: وَاللهِ قد صحِبْنَا رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم في السفرِ والحضَرِ وكَانَ ويوا اسينا بالقليلِ والكثيرِ.

اللہ کی قسم! ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر کیئے ہیں اور آپ کی معیت میں مقیم بھی رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر چھوٹے بڑے موقع پر ہمارے ساتھ ہمدردی وغمگساری کیا کرتے تھے۔[1]

جی ہاں! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اسی لئے تو اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾

”اور ہم نے (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“ (الانبیاء:107)

اور اہل علم و دانش حکماء کا کہنا ہے کہ نیکیاں برائیوں سے بچاتی ہیں۔

مسلمانان فلسطین وعراق:

برادران عقیدہ! تمہارے بہت سارے بھائی دنیا کے مختلف علاقوں میں خصوصاً مبارک سرزمین فلسطین اور دجلہ وفرات کے دیس میں (جس دیس میں دجلہ وفرات بہتے ہیں) وہاں مقیم بھائیوں کو جنگ و مصیبت نے گھیر رکھا ہے اور وہ کفار کے قہر و عذاب میں مبتلا ہیں۔ ان میں سے چیختی چلاتی ان عورتوں کا تصور کریں جو بے آسرا ہو چکی ہیں اور زار و قطار روتی ہوئی ان عورتوں کو یاد کریں جو کہ بیوہ ہوگئی ہیں اور ان ماؤں کو ذہن میں لائیں جو اپنے جگر گوشوں کے فراق میں بے حال ہو رہی ہیں۔ ان بچوں کو یاد کریں جو بے گھر، خانماں برباد اور ادھر ادھر بکھر گئے ہیں اور ان عمر رسیدہ بوڑھوں کو دیکھیں جو بڑھاپے کا سہارا کھو کر ضائع ہو گئے ہیں۔ ان میں سے ان لوگوں کو بھی چشم تصور میں لائیں جو کہ زخمی و بیمار، عاجز ولاچار، ضعیف العمر اور بے یار و مددگار رہ گئے ہیں جنھیں دواء تک میسر نہیں ہے۔ ان شلّ زدہ اور کٹے پھٹے جسموں والوں کو یاد کریں، آنکھوں سے بہتی آنسوں کی بارش پر نظر ڈالیں اور خاک وخون غلطاں و پیچاں تڑپتے جسموں کو دیکھیں، ان لوگوں کو یاد کریں جو کہ پناہ گزیں ہو کر خیموں یا کھلے آسمان کے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں اور بھوکے پیٹ، ننگے بدن گزر کر رہے ہیں۔

ناز ونعمت:

بلکہ ان ناز ونعمت سے اٹھنے والی اپنی چہچہاہٹوں کو بھی یاد رکھو جو تمھیں نصیب ہیں اور اس امن و امان کی بیش بہا دولت کو بھی ذہن میں رکھو جس کے سایوں میں آپ پرسکون زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرو جو کہ اللہ نے اسی دنیا میں نصیب کر رکھی ہیں اور آپ کی زندگی کے تمام اوقات خوشحالی سے معمور اور حجلۂ عروس کا سا سماں کئے ہوئے ہیں۔

ان نعمتوں کو یاد کرتے ہوئے اپنے محرومیوں سے دوچار بھائیوں کی مال، غذاء کپڑوں اور دواؤں کے ساتھ مدد کرو۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

---

[1] مسند احمد: 1/ 69۔

”اورتم جو چیز خرچ کروگے تو وہ (اللہ تمھیں) اس کا عوض دے گا اور وہ سب سے بہترین رزق دینے والا ہے۔“ (سبا:39)

صحیح مسلم میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُومَةٍ، فَقَالَ: هَذِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُمِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُومَةٌ"

”ایک شخص سفید ٹانگوں والی خوبصورت اونٹنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا اور عرض کیا یہ اللہ کی راہ میں وقف ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ایک اونٹنی کے بدلے میں اللہ تمھیں سات سو اونٹنیاں دے گا اور وہ سب کی سب سفید ٹانگوں والی خوبصورت ہوں گی۔“[1] (مسلم)

اللہ اکبر، یہ ہے بے انتہاء عطاء اور تجارت جس میں کبھی کوئی نقصان آنے والا ہر گز نہیں ہے۔

وحدت ملت کی ضرورت:

ہمارے بھائیوں، خصوصاً اہل فلسطین اور دجلہ وفرات کے دیس میں رہنے والوں کا ہم پر حق ہے کہ ہم ان کا تعاون کریں اور ساتھ ہی انھیں یاد دہانی کروائیں کہ وہ اپنے حالات کی پرخلوص اصلاح کی کوشش کریں اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں اور اپنے مابین پائے جانے والے اختلافات کو ختم کریں اور اپنی داخلی پالیسی وصورت حال کو مضبوط کرنے کے لیے خوب اہتمام کریں اور اپنے ملک کے امن وامان اور مصالح وثروت کا تحفظ کریں اور دشمن کو کوئی موقع ہاتھ نہ آنے دیں اور ورثہ میں ملنے والی اپنی عظیم اسلامی تہذیب پر توجہ دیں اور اپنے تاریخی ورثے کو سنبھال کر رکھیں اور اپنی صلاحیتوں سے صحیح کام لیں، اپنے حقوق کا تحفظ کریں، اپنی کمائیوں کو محفوظ کریں اور سب لوگ مل کر کتاب وسنت کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں تاکہ ان کی مطلوبہ خیر وبھلائی حاصل ہو اور وہ امن وامان پائیں جس کی انھیں طلب ہے اور اللہ کے فضل وکرم سے اس استعمار کے مقابلے میں ڈٹے رہ سکیں۔ یہ بات انتہائی شرم کا باعث ہے کہ مسلمانوں کا شکوہ وشکایت سنیں، ان کی چیخ و پکار کانوں تک پہنچے اور ان کی مصیبت کا بھی پتہ ہو مگر کوئی ان کی مدد کے لیے نہ اٹھے اور جب تک کسی کو کندھے سے پکڑ کر ہلا یا نہ جائے وہ توجہ ہی نہ دے اور اس کی آنکھیں نیند سے بھری بوجھل ہوں، گویا چھوٹے بڑے کسی معاملے کی اسے کوئی پرواہ ہی نہیں ہے۔ واللہ المستعان

اخوت وبھائی چارہ:

برادران ایمان! صحیح وحقیقی رشتہ اخوت اسلامی جس کا تذکرہ اللہ تعالی کے اس ارشاد گرامی میں ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾

”مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“ (الحجرات:10)

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾

”اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ولی ودوست ہیں۔“ (التوبہ:71)

یہ رشتہ اخوت وبھائی چارہ ایسا ہے کہ جو پوری قوت کے ساتھ اپنے بھائیوں کی مشکلات ان کی ہمدردی اور رفع مصیبت پر آمادہ کرتا ہے، اس

1) صحیح مسلم، حدیث:1892۔

کا دل اس وقت تک سکون نہیں پاتا اور نہ ہی اسے چین آتا ہے جب تک کہ اس کے بھائیوں کا وہ غم غلط نہ ہو جائے اور ان کی پریشانیوں کے بادل چھٹ نہ جائیں اور ان سے مشکل وظلم کٹ نہ جائے اور یہ اللہ کی نعمت اور اس کا فضل وکرم ہی ہے کہ اسلامی تعلیمات کا یہ نور وصفائی، رحم وکرم اور غمخواری کا جذبہ، آفاق نبوت اور سلف امت کے منہج سے ہی مسلمانوں کے دلوں میں اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے نرم وخیر وخواہانہ جذبات کی شکل میں موجزن چلے آرہے ہیں خصوصاً وہ عوام جو نان جویں کو ترس گئے ہوں اور مصائب ومشکلات میں گھرے ہوئے ہوں اور ان کے قلب وجگر جل رہے ہوں۔

اے فلسطینی عوام! اللہ تمھاری مدد کرے، اے عراقی عوام! اللہ تمہاری مدد ونصرت فرمائے، اے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کمزور عوام! اللہ تمھیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا، صبر وہمت سے کام لو، حسن انجام پر خوش ہو جاؤ اور رحمت الٰہی کے امیدوار رہو، یہ بحران اگرچہ بڑا ہی شدید ہے لیکن بہرحال یہ کٹ جائے گا۔

نجاح وفلاح کی سیڑھی:

مسلمانو! بر واحسان اور نیکی کے آفاق بڑے وسیع ہیں اور وہ اتنے خوش منظر ہیں کہ راضی بقضاء مسلمانوں کے دل ان کی وسعتوں اور حسن انجام میں بڑی سعادت وخوشی محسوس کرتے ہیں۔ عمل خیر و بر اور مظلوموں کی مدد وتعاون سعادت بخش ایمان اور انتہائی اعلیٰ اخلاق کا حصہ ہے اور کیوں نہ جبکہ یہ کامیابی ونجات کی سیڑھی اور فوز وفلاح کی ترقی پر پہنچانے والا راستہ ہے، اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

”اور نیک کام کرو، تا کہ فلاح پاجاؤ۔“ (الحج:77)

اور انہی صدقات وخیرات اور بر واحسان کے نتیجہ میں مسلمان کمال ترقی کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا جاتا ہے اور دلوں کو بخل ولالچ سے پاک کر دیا جاتا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اللہ پر کمال ایمان اور اس سے حسن ظن رکھنے کے واضح دلائل میں سے ہے۔

بے لوث خدمات:

بر واحسان کے جذبات جو فقراء ومساکین کی مشکلات ومصائب، بے گھر لوگوں، بے آسرا افراد اور ان یتیموں کے لئے ابل پڑے ہیں جو ان جنگوں، آفتوں اور مختلف حادثات کے نتیجہ میں ان حالات سے دوچار ہوتے ہیں۔ یہ جذبات اس نیکی کی انتہائی پاک و دیرپا اور اعلیٰ مثال ہیں جسے کوئی رحم وکرم اور نیکی واحسان سے لبریز دل اور صاحب جود وکرم نیز بیدار ضمیر تصور کرسکتا ہے، یہ کتنی ہی روشن روحیں ہیں اور انانیت و خود غرضی کے ساتھ ساتھ بخل کی بیڑیوں سے آزاد ہیں۔ یہ کتنی خوش کن شکل ہے خصوصاً جبکہ اسے ان لوگوں سے موازنہ کرکے دیکھا جائے جن کے دل انتہائی حقد وبغض، نفرتوں اور ملعون فراق کی آلائشوں سے اٹے ہوئے ہیں۔

اللہ کی رضاء وخوشنودی:

اے امت مسلمہ! وہ اعمال وافعال جو زندگی کو جمال وحسن بخشتے ہیں اور جن کی بدولت بندے کی قدر ومنزلت اور شان وشوکت بڑھ جاتی ہے

وہ ایسے اعمال ہیں جو خاص دنیوی اعمال سے بری، ذاتی مفادات سے بالااور ریاکاری و دکھلاوے کی بیماری سے پاک ہوں۔اور ایسے اعمال ہو سکتے ہیں جن سے مقصود صرف اللہ کی رضاء وخوشنودی ہو اور اسی سے اعلیٰ اجر وثواب کی امید پر کیے جائیں اور وہ اتنے روشن ہوں کہ ان کی رات بھی دن کی طرح واضح ہے۔ان کا ظاہر عطف و کرم اور احسان کا منہ بولتا ثبوت ہوتا ہے اور ان کا باطن رحمت وشفقت کا مظہر ہوتا ہے،اور وہ کام ہمارے مسلم معاشرے کے لیے انتہائی اعلیٰ شکل میں موجود ہیں۔اور خیر و بر نیز مدد وتعاون کے کاموں کی کئی اقسام اور ان کی کئی راہیں ہیں۔

سعودی عرب کی امدادی خدمات:

کس قدر برکت والا ہے یہ ملک جو امن وامان کا گہوارہ ہے،شرعی قوانین کے نفاذ کی برکات سے اللہ کی حفاظت ونگرانی میں ہے۔خیر و بر کے کاموں میں پیش پیش ہے،ایک مثالی انداز پر چل رہا ہے اور وہ مثالی انداز ہمارے دین حنیف اسلام کا دیا ہوا ہے اور یہ ملک شروع سے ہی مصیبت زدہ لوگوں،آفت زدہ عوام اور کمزوروں کی مدد کرتا آرہا ہے۔اور جب بھی کبھی دنیا کے کسی حصہ میں کوئی آفت ومصیبت آئے تو دوسرے برادر مسلم ممالک کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے میں پیش پیش ہوتا ہے۔

مظاہر اخوت کے نمونے:

اب تاریخ عالم اخوت وبھائی چارگی اور رحم وشفقت کے خوبصورت مظاہر ومناظر دیکھ رہی ہے۔امدادی قافلے روانہ ہیں اور ان کاروانوں کے پاس غذائیں،دوائیں اور ضروریات زندگی کی روزمرہ استعمال میں آنے والی ہر طرح کی چیزیں ہیں۔یہ امدادی قافلے دجلہ وفرات کی وادیٔ عراق کی طرف جارہے ہیں جنھیں مصیبت نے ادھموا کر دیا ہے،ایسے ہی ارض مقدسہ فلسطین میں اس سے قبل ایسی ہی تمام اشیاء پر مشتمل امداد بھیجی جا چکی ہے،اسی طرح ہی دیگر مصیبت زدہ اور آفت رسیدہ ملکوں کو بھی امدادیں بھیجی جا چکی ہیں۔اللہ تعالی انہیں خالص اپنی ذات گرامی کے لئے قبول فرمائے اور ہمارے میزان کے نیکیوں والے پلڑے کو بھاری کرے اور سب کو مزید توفیق خیر سے نوازے۔اسی طرح ہماری دعاء ہے کہ اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انھیں اور ہم سب کو ان لوگوں میں سے بنادے جنہیں توفیق خیر کے حظ وافر سے نوازا گیا ہے اور صراط مستقیم کی ہدایت بخشی گئی ہے۔آمین۔میں صرف ایک ہی مرتبہ آمین کہنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ میں ہزار مرتبہ آمین آمین کہتا ہوں کہ اے اللہ!ہماری ان دعاؤں کو شرف قبولیت سے نواز دے۔

مبارک طرزِ عمل:

اللہ کے بندوں!یہ بات ذہن نشین کرلو کہ زخمی کے زخموں پر مرہم رکھنا اور حرمان نصیب شخص کے ساتھ نیکی کرنا بہترین ذریعۂ آخرت اور نفع آور سامان تجارت ہے اور جس نے موقع کو ضائع کر دیا اور کمی وکوتاہی میں مبتلا ہو گیا،اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا۔

برادران محترم!احباب گرامی!کتاب اللہ کے نور،اللہ کی رضاء وخوشنودی اور اس کے تقوی کے ساتھ کیا گیا خیراتی عمل اور مدد وتعاون ہی مبارک راستہ اور اسلامی اخلاق ہے جو باعث جلالت وجمال ہے،اور مسلمان ہی وہ لوگ ہیں معنوی ومادی ہر اعتبار سے تعاون وامداد کی

اہلیت رکھنے والے لوگ ہیں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ یہی وہ قوم ہے جو ایسے کاموں پر اللہ کے سوا کسی سے بدلہ اور شکریہ کا مطالبہ وامید نہیں کرتے اور نہ ہی کوئی ریاء و دکھلاوا اور ظاہرداری کرتے ہیں بلکہ وہ اللہ کے یہاں معزز مقام اور اس کی دائمی نعمتوں کی امید لگا کر یہ کام کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی معیت اور ساتھ چاہتے ہیں جس کا ذکر کرتے ہوئے اس نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ﴾

"یقین مانو کہ اللہ ان کے ساتھ ہے جو پرہیزگار اور نیکوکار ہیں۔" (النحل:128)

اور یہ کتنی بڑی بات ہے کہ اللہ تعالی خود اپنے بندے کے ساتھ ہو تبھی تو اسے غلبہ حاصل ہوتا ہے، اس کا راستہ روشن ہوتا ہے، اس کا سودا نفع آور ہوتا ہے، اس کی حالت سدھرتی ہے اور وہ اسلام کی مثالی تصویر کا صحیح عکس پیش کرتا اور آئینہ دار ہوتا ہے۔

دشمنان دین کی الزام تراشیاں:

اے اہل نبل وشرافت امدادی کاروائیاں کرنے والو! اے اصحاب جود و کرم مخیر حضرات! دشمنوں کی طرف سے ان اعمال صالحہ کی راہوں میں باطل الزامات کے زہریلے کانٹے بچھائے جارہے ہیں تاکہ یہ سرچشمۂ خیرات بند کردیا جائے لیکن دشمنان اسلام ومسلمین اللہ کے فضل سے رہتی دنیا تک کبھی بھی اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ وہ اپنے باطل دعووں سے اس خیراتی وامدادی عمل کی راہیں روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کررہے ہیں لیکن حق و باطل میں سے حق کے ذریعے باطل کو دفع کرنے کی سنت الہی اور قانون قدرت جاری وساری ہے اور جب بھی حق کے مقابلے میں باطل آیا ہمیشہ ناکام ونامراد ہوکر ہی پسپا ہوا۔

معتمد اداروں کی راہ سے:

اللہ والو! اس موقع پر ایک اہم بات کی طرف توجہ مبذول کروادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایسے بحرانوں میں خیراتی وامدادی عمل اور اس کی اہمیت ایک بہترین تجربہ ثابت ہوتی ہے جسے امت مستقبل کے بحرانوں میں کام میں لاسکتی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ یہ خیراتی وامدادی عمل اور اس کا اہتمام کرنے والے ادارے اس مرحلے کے معیار اور مطالبات پر پورے اترنے والے اول اور اس سے اس ضرورت کی تاکید ہوتی ہے کہ اعلی کمیٹیوں، عالی مقام تنظیمی و رابطہ ادارہ اور ثقہ تنظیموں کے ذریعے یہ عمل سرانجام دیا جائے۔ اسی طرح عقیدہ وافکار کی جوانب بھی ہر مرحلہ کے حساب سے توجہ دی جائے تاکہ امت کے شرعی مفادات حاصل کرنے اور اس کی معنوی قوت کو بڑھانے پر بھی توجہ مرکوز کی جائے۔

اصل انسانی خدمت ومحبت:

اسی طرح ایک دوسری اہم ترین بات یہ بھی ہے کہ طرح طرح کے یہ خیراتی وامدادی کام ہمارے راسخ اسلامی عقیدہ اور مظبوط ایمانی تعلق کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں اور یہ باہمی خیر و بھلائی کی وصیت اور باہم رحم وشفقت کی تاکید کرنے کے اصولوں کے پیش نظر سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کاموں میں جو احسان ومحبت اور انسانیت کی خدمت کے معنے پائے جاتے ہیں انہیں صرف انہی پہلوؤں پر رکھنا ضروری ہے انھیں کسی دوسرے رنگ (تعاون دہشت گردی وغیرہ) میں پیش کرنا سراسر غلط تعبیریں ہیں اور جو شخص یا ملک ان کاموں کا کوئی دوسرا معنی

یا تعبیر کرے گا اس کی بات بڑی دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے۔ اور وہ امت اسلامیہ کے خلاف بلا وجہ کی بدظنی میں مبتلا ہے اور بدظنی رکھنے والے اور بری تدبیریں کرنے والے خود ہی اپنی تدبیروں کی بھینٹ چڑھ جایا کرتے ہیں اور کسی کے لیے گڑھا کھودنے والے خود ہی اس میں گر جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾

"اور ان کی بری تدبیروں کی وجہ سے اور بری تدبیروں کا وبال خود ان تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے۔" (فاطر:43)

اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو اپنے دین اور امت کے لیے خلوص نیت سے خدمات سر انجام دیتے ہیں۔

وصل اللهم على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

صفت رحم و کرم: سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تناظر میں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ

8/3/1424ھ 9/5/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

ثمرات تقویٰ:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے تقویٰ کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں اس کی رحمتوں کو حاصل کرو، چنانچہ اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

"اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ (ڈر) اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دگنا اجر عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے روشنی کے دے گا جس میں چلو گے اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (الحدید:28)

اللہ سے ڈرو اور اسے ہر پوشیدہ و اعلانیہ کام کا دیکھنے و نگرانی کرنے والا مانو اور اس دنیا اور اس کی چمک دمک میں نہ کھو جاؤ، یہ دنیا تو ایک وقتی نمائش ہے جس نے نیک و بد سب کو کھاتے ہیں جبکہ آخرت واقعی آنے والی ہے اس وقت فیصلہ قدرت والے مالک الملک کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ حق و باطل کے مابین پوری عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ صادر فرمائے گا۔

نیرنگیٔ زمان:

مسلمانو! اس مایوسی و گراوٹ کے زمانے میں، ان تنگی و سختی کے سالوں میں، اس موازین و اقدار کے تلپٹ ہونے کے دور میں اور مبادیات و مفاہیم کے باہم دیگر الٹ معنوں میں استعمال کئے جانے کے اوقات میں اسلحہ کی کھنک، چہروں کی بے رونقی اور جانوں کی بے قیمتی کی گھڑیوں میں طاقتوروں کے کمزوروں پر ظلم و قہر اور مالداروں کی غریبوں پر دست درازی کے زمانے میں اور ہلاکت زدہ اور محروم لوگوں پر اصحاب اثر و نفوذ کی تعلی و تکبر کے عہد میں اور اس تہذیب جدید کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی لہروں میں قومیں کتنی محتاج اور اس بات کی سخت ضرورتمند ہیں کہ وہ اپنی تہذیب کے سفینہ کو بحر اخلاق عالیہ کے کنارے پر پہنچائیں جو کہ پیاری و اعلیٰ اخلاقی اقدار کی جودی (وہ پہاڑی جس پر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی لگی تھی) سے جا لگے اور اسے جتنے بھی زخم آچکے ہیں سب وہاں پر علاج و مرہم پٹی ہو اور ان کے نفس و روح عمدہ اخلاق و صفات سے متصف ہو۔

اسباب شقاوت؟

اقوام کو اس بات کی کتنی شدید ضرورت ہے کہ وہ اپنی اپنی تہذیب کے نقائص کی اصلاح کریں اور وہ اس خلل کو تلاش کریں جو ان کی زندگی میں واقع ہو چکا ہے، اب وقت آگیا ہے کہ افراد امت باہم سوال کریں کہ ان پر کہاں سے آفت آئی ہے، انھوں نے اس تہذیب کو کیسے اپنایا

اور نامرادی تک پہنچے، کیسے جسموں کو آرام پہنچایا مگر روح کو پریشان کر دیا اور کیا وجہ ہے کہ ان کی زندگی پر پریشانیاں اور غم حملہ آور ہوتے ہیں مگر زائل نہیں ہو رہے؟ ایسے کئی سوالات ہیں اور ان کا جواب صرف وہی شخص پا سکتا ہے جو اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائے گا کیونکہ قران کریم میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى[124] قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا[125] قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى﴾

"اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا، اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے، اور وہ کہے گا کہ میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو دیکھتا بھالتا تھا، اللہ فرمائے گا کہ ایسا ہی (چاہیئے تھا کہ) تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو تو نے انھیں بھلا دیا، اسی طرح آج ہم تمھیں بھلا دینگے۔" (طٰہ 125-126)

ضیاع روح و جوہر:

جب کسی تہذیب کا لب لباب اور اس کا مغز چھن جائے اور وہ اپنی روح و جوہر کھو بیٹھے اور جب اخلاقی اقدار کی بکثرت تعداد غائب ہو جائے۔ ایسے میں زندگی کے سوتے خشک پڑ جاتے ہیں اس میں پیداواری صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں اور لوگ آپس میں گتھم گتھا ہو جاتے ہیں۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اللہ والو! ان سب کو چھوڑیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ایک گہری نظر ڈالیں۔ آپ اسے اعلی صفات سے بھرپور پائیں گے اور تمام عمدہ اخلاق و مبادیات کی مثالیں اور ان پر عمل آپ کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ملے گا، یہی ایک خاص وجہ ہے کہ آپ کی شریعت پر مشتمل تہذیب ہی وہ منفرد تہذیب تھی جس نے پوری دنیا کو سعادت و خوشحالی سے مالا مال کر دیا تھا۔

رحمت کی انتہاء:

أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ: أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ قَالَ: لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ فَنَادَانِي فَقَالَ: إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ: ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ پر غزوۂ احد سے

بھی زیادہ سخت کوئی دن آیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا:" میں نے تیری قوم سے بہت تکلیفیں پائی اور سختیاں اٹھائی ہیں اور مجھے سب سے زیادہ تکلیف عقبہ کے دن پہنچی تھی جب میں نے اپنی جان کو ابن عبد یا رین بن عبد فلال پر پیش کیا(کہ وہ میری ذمہ داری اٹھالے) مگر اس نے میری دلی مراد کو پورا نہ کیا، میں اسی غم و پریشانی کی حالت میں جدھر منہ ہوا چل دیا اور مجھے تب ہوش آیا جب میں قرن الثعالب کے مقام پر جا پہنچا تھا تو میں او پر کو سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بادل کا ٹکڑا ہے جس نے مجھے سایہ کر رکھا ہے اور میں نے دیکھا کہ اس میں جبریئل علیہ السلام بھی ہیں، انھوں نے فرمایا: اللہ نے آپ کی قوم کی وہ بات سن لی ہے جو اس نے آپ کو کہی ہے اور ان کا جواب بھی سن لیا ہے، اللہ نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے اور آپ ان کے بارے میں جو حکم بھی انھیں دیں گے یہ اسے نافذ کریں گے۔" اے محمد!

(ﷺ) اللہ نے آپ کی قوم کی وہ باتیں سن لی ہیں جو انھوں نے آپ سے کہی ہیں اور آپ کے رب نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تا کہ آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں، لہٰذا جو حکم چاہیں صادر فرمائیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں (شہر کے دونوں طرف کے) دونوں پہاڑوں کو باہم جوڑ دوں (اور اہل شہر کو ان کے مابین چکی کے دو پاٹوں میں دانے کی طرح پیس کر رکھ دوں) نبی ﷺ اسے فرمایا:" مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ ان لوگوں کی نسلوں سے کچھ ایسے لوگوں کو نکالے گا جو کہ اللہ وحدہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

[1](بخاری و مسلم)

عداوت کی حد:

جب اہل مکہ نے آپ کا ناطقہ بگر بیان کر دیا آپ سے عداوت کی حد کر دی، آپ کے اصحاب کو عذاب و تکلیفیں دیں اور آپ کا تعاقب کیا آپ سے جنگ کی اور آپ کو قتل کرنے کی تمام کوششیں کیں، غزوۂ احد میں آپ کے صحابہ کو قتل کیا، نبی ﷺ کے چہرہ مبارک کو زخمی اور لہو آلود کر دیا، تب آپ اپنے رخ انور سے خون صاف کر رہے تھے اور ساتھ ہی یہ دعاء فرما رہے تھے:" اللهم اغفر لقومي فانهم لا يعلمون " (اے اللہ! میری قوم کو بخش دے یہ میرے مقام و مرتبہ کو نہیں جانتے۔)

دشمنوں سے بھی نرمی:

مسلمانو! ہمارے نبی ﷺ پر رحم و کرم اور یہ شفقت و مہربانی لے کر مبعوث فرمائے گئے تھے، اور نبی ﷺ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ نرمی کرنے اور شفقت فرمانے والا اور اپنی مخلوقات کے ساتھ بہت ہی لطف و کرم کا برتاؤ کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہی صفت رحم و کرم عطا فرما کر اپنے نبی ﷺ کو بھی مبعوث فرمایا: چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔(الانبیاء:107)

اور آپ ﷺ جو شریعت لائے وہ بھی اسی تقاضا کو پورا کرنے والی ہے،

ارشاد الٰہی ہے:﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ

[1] صحیح بخاری:3231۔

رَحِيمٌ﴾

”تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا جسے وہ ہر چیز ناگوار ہے جو تمہارے لے باعث مشقت ہو، اور تمہاری بھلائی کے وہ بہت خواہش مند ہیں اور وہ مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔“ (التوبہ:128)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز آپ کی امت کیلئے باعث مشقت ہو سکتی تھی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار اور آپ کے لیے باعث مشقت تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی دو کاموں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا کہا جاتا تو آپ اسے اختیار کرتے جو کہ ان دونوں میں سے آسان ترین ہوتا۔ بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا۔

نرمی و آسانی کی انتہاء:

کتنے ایسے مواقع اور کام ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر میں اپنی امت کیلئے باعث مشقت نہ سمجھتا تو میں انھیں یہ کام کرنے کا حکم دیتا، یا پھر خود میں ایسا کرتا (اور اسے سنت بنا دیتا) آپ کبھی اس نیت سے نماز شروع فرماتے کہ میں آج لمبی تلاوت کروں گا مگر پھر دوران نماز کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے اور نماز و تلاوت کو مختصر کر دیتے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ بچے کے رونے سے ماں کی مامتا پر کتنا گہرا اثر پڑتا اور اس پر کیا گزرتی ہے۔

مسلمانو! رحم و کرم ایک صفت ہے جو نرمی، شفقت، لطف و کرم، حنان و مامتا، ارشاد الٰہی ہے: مروت سے عبارت ہے۔ رحم و کرم وہ جذبات ہیں جو ایک رحیم و کریم دل کا خاصہ ہیں اور یہ ایسے احساسات لطف و محبت ہیں جو کہ صرف نرم دل میں ہی موجزن ہوتے ہیں۔ یہ صفت رحم و کرم انبیاء کرام کی صفات میں سے ہے، اور یہ صفت کمال ایمان و حسن اسلام کی دلیل بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾

”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے لئے تو بڑے سخت لیکن آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔“ (الفتح:29)

مادہ رحم و کرم:

أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ: إِنَّ ابْنًا لِي قُبِضَ فَأْتِنَا، فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ، وَيَقُولُ: إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ. فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا، فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَرِجَالٌ، فَرُفِعَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ، قَالَ: حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ: كَأَنَّهَا شَنٌّ، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا هَذَا؟ فَقَالَ: هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ.

حب الرسول ﷺ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ کی طرف آپ کی ایک صاحبزادی نے کسی کو بھیجا جو آپ کو بلائے اور اس نے آپ کو یہ خبر دی کہ ان کا ایک بچہ یا ایک بیٹا موت وحیات کی کشمش میں ہے، نبی اکرم ﷺ نے پیغام لانے والے سے مخاطب ہو کر فرمایا: "میری بیٹی کے پاس واپس لوٹ جاؤ اور اس بتادو کہ اللہ جو کچھ لیا ہے وہ اسی کا دیا ہوا تھا اور جو اس نے دیا تھا وہ اسی کا عطا کردہ اور اسکے نزدیک ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ اور میری بیٹی سے کہو کہ صبر کرے اور اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھے۔" پیامبر گیا اور پھر لوٹ آیا اور کہنے لگا کہ "آپ کی بیٹی نے قسم دی ہے کہ آپ ضرور ان کے پاس آئیں۔" حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "نبی اکرم ﷺ اٹھے اور آپ کے ساتھ ہی حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بھی اٹھ کر چل دیئے اور میں بھی ساتھ ہی ہو لیا، بچہ نبی ﷺ کی طرف بڑھایا گیا اور اس بچے کی سانسیں ٹوٹ رہی تھیں۔ نبی ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ حضرت سعد نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ آنسو کیسے؟" نبی ﷺ نے فرمایا: "یہ مادہ رحم وکرم ہے جو اللہ نے بندوں کے دلوں میں ودیعت کر رکھا ہے اور رحم کرنے والے بندوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔" [1] (بخاری ومسلم)

تین اہل جنت:

رحم وکرم کی صفت، الفت ومحبت کی اخلاقی صفات کی جامع ہے یہ دل کے لیے سعادت وخوشی کا باعث چیز ہے اور جنت میں لے جانے والی ہے، حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَأَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبَى وَمُسْلِمٍ، وَعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيَالٍ

"اہل جنت تین قسم کے لوگ ہیں: وہ شخص جو سلطنت واقتدار کا مالک ہو، اور نرم خو اور دو ہاتھوں سے صدقہ وخیرات کرنے والا ہے، اور اعمال خیر وبر کی توفیق اسے حاصل ہو. دوسرا وہ شخص جو مہربانی کی صفت سے متصف ہو اور ہر قریبی رشتہ دار اور غیر قرابت دار مسلمان کے لئے نرم دل ہو اور تیسرا وہ شخص ہے جو کمزور ہے عیالدار و بال بچے والا ہے مگر کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچنے والا ہے۔ [2]

رحم وکرم کا نتیجہ نرم دلی رحم وکرم کی صفت دل کو نرم کر دیتی ہے حتی کہ بندہ کم سے کم تر ہر شخص حتی کہ جانوروں اور پرندوں پر بھی رحم کرنے اور ترس کھانے لگتا ہے.

رحمت ہی رحمت

مسلمانو! یہ ہے وہ رحمت جس کے ساتھ سید البشر ﷺ مبعوث فرمائے گئے تھے، اور یہ ہے وہ ہمارا دین اسلام جو کہ جنگ وامن ہر طرح کے حالات میں ہی سراسر رحم وکرم کا دین ہے، معاملہ مسلمان دوستوں کا ہو یا کافر دشمن کا یہ ہر کسی کے لیے رحمت ہے، اس میں انسان تو انسان ہیں حیوان اور پرندوں کو بھی محروم نہیں رکھا گیا۔ عبادت میں رحمت، تعاون وحکومت اور فیصلہ میں رحمت اور قانون کی تمام تفصیلات وجزئیات

---

[1] صحیح بخاری:1284۔

[2] صحیح مسلم:2865۔

میں رحمت موجزن ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا بَعَثَ أَهْلُ مَكَّةَ فِي فِدَاءِ أُسَرَائِهِمْ بَعَثَتْ زَيْنَبُ فِي فِدَاءِ أَبِي الْعَاصِ بِمَالٍ، وَبَعَثَتْ فِيهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا كَانَتْ عِنْدَ خَدِيجَةَ أَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلَى أَبِي الْعَاصِ قَالَتْ: فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقَّ لَهَا رِقَّةً شَدِيدَةً، وَقَالَ: إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تُطْلِقُوا لَهَا أَسِيرَهَا، وَتَرُدُّوا عَلَيْهَا الَّذِي لَهَا. قَالُوا: نَعَمْ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ عَلَيْهِ - أَوْ وَعَدَهُ - أَنْ يُخَلِّيَ سَبِيلَ زَيْنَبَ إِلَيْهِ، وَبَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ، وَرَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: كُونَا بِبَطْنِ يَأْجِجَ، حَتَّى تَمُرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ، فَتَصْحَبَاهَا حَتَّى تَأْتِيَا بِهَا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کو چھڑوانے کے لئے فدیہ ومعاوضہ بھیجا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابو العاص کی آزادی کے لئے مال بھیجا اور اس مال کے ضمن میں ہی ایک ہار تھا جو کہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب کو اس وقت پہنایا تھا جب انھیں ابو العاص کے گھر رخصت کیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب وہ ہار دیکھا تو دل پسیج گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت دلگرفتہ ہوئے اور صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اگر آپ اس بات پر رضامندی ظاہر کریں کہ زینب کو اس کا قیدی بھی لوٹا دیا جائے اور اسے اس کا مال بھی لوٹا دیا جائے تو ایسا کر گزروں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے ہاں کہا اور پھر صحابہ نے ابو العاص کو آزاد کر دیا اور حضرت زینب کو وہ مال بھی واپس بھیج دیا جو اس نے بطور فدیہ ومعاوضہ ارسال کیا تھا۔"[1]

۔۔۔قاصر ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات میں زیادہ حسن اخلاق کے مالک، الفاظ عبارتیں اور تعبیریں اس بات سے قاصر ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحم و کرم کو بیان اور اس کا احاطہ کر سکیں، کہاں یہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رحم و کرم اور کہاں یہ جھوٹی تہذیبوں کے دعویداروں کا رویہ جن کے یہاں نہ رحم و کرم نام کی کوئی چیز ہے اور نہ ہی عدل و انصاف کا کوئی شائبہ باقی ہے، یہ جھوٹی تہذیبوں کے دعوے ایسے ہیں کہ اگر ان کا بس چلے تو مومنوں کو زک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے اور کسی قرابت وعہد کا پاس نہیں کرتے اور زمین میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے میں کوشاں رہتے ہیں، اور کھیتی کھلیان، باغ باغیچے اور انسان و ڈھور ڈنگر سب چیزوں کو ہلاک کرنے میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتے جبکہ اللہ فساد و بگاڑ کو پسند نہیں فرماتا۔

دشمنوں کے لئے بھی تمنا سعادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس قوم کے لئے بھی عذر تلاش کیا کرتے تھے جو کہ آپ کے قتل کے درپے تھی وہ آپ سے جنگ پر تلے ہوئے تھے اور آپ ان پر شفقت فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ،

[1] ابو داؤد: 2692۔

فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً [540/4] مَعَهَا فَرْخَانِ، فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تُعَرِّشُ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا، رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا۔

ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ آپ کسی ضرورت سے (قضاء حاجت کے لئے) ذرا الگ گئے، ہم نے ایک چڑیا کو دیکھا جس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے، ہم اس بچے کو اٹھا لئے۔ وہ چڑیا آئی اور اس نے ہمارے سروں پر پھڑ پھڑانا شروع کر دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو آپ نے فرمایا: ”اسے اس کے بچے اٹھا کر کس نے تکلیف پہنچائی؟ اس کے بچے اسے واپس لوٹا دو۔“[1] (ابو داوٗد۔ باسناد صحیح)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَأَسَرَّ إِلَيَّ حَدِيثًا لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ، وَكَانَ أَحَبُّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ هَدَفًا، أَوْ حَائِشَ نَخْلٍ قَالَ: فَدَخَلَ حَائِطًا لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَإِذَا جَمَلٌ. فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَنَّ وَذَرَفَتْ [329/2] عَيْنَاهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ ذِفْرَاهُ فَسَكَتَ، فَقَالَ مَنْ رَبُّ هَذَا الْجَمَلِ، لِمَنْ هَذَا الْجَمَلُ؟ فَجَاءَ فَتًى مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: لِي يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: أَفَلَا تَتَّقِي اللهَ فِي هَذِهِ الْبَهِيمَةِ الَّتِي مَلَّكَكَ اللهُ إِيَّاهَا فَإِنَّهُ شَكَا إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيعُهُ وَتُدْئِبُهُ۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری صحابی کے باغ میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک اونٹ ہے جو آپ کو دیکھتے ہی بلبلانے لگا اور رونے کے نتیجہ میں اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اونٹ کے قریب تشریف لائے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا (اس کی پیٹھ تھپتھپائی تو اس نے رونا بلبلانا بند کیا، تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ”اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟“ ایک انصاری نوجوان صحابی بھاگا بھاگا آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ”یہ میرا اونٹ ہے“. تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”کیا تم اس جانور کے بارے میں اللہ کا خوف نہیں کھاتے کہ جس نے تجھے اس کا مالک بنایا ہے تمارے اونٹ نے میرے سامنے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے اور مشقت والا کام زیادہ لیتے اور تھکا دیتے ہو“[2] (ابو داوٗد-باسناد صحیح، اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے۔)

افراد امت اعضاء جسم کی طرح

یہ تعلیمات تو جانوروں کے بارے میں ہیں اب اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو انسانوں کو اذیت پہنچائے اور کمزوروں کے حقوق ہڑپ کر جائے اور کسی بچے اور بڑے پر رحم نہ کھائے جبکہ اللہ کی مخلوقات پر رحم و کرم کرنا اور ان پر ترس کھانا بندے کے لئے اللہ کی رحمت حاصل کرنے کا موجب ہے. چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ

[1] ابو داؤد: 5268۔

[2] ابو داؤد: 2549۔

يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ۔

"رحم کرنے والوں پر اللہ مہربانی کرتا ہے۔اہل زمین پر تم رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم و کرم کرے گا۔"[1]

یہ رحم و کرم اور ترس کھانا اس امت اسلامیہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے. نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى

"آپ مومنوں کو دیکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کے لئے رحم و کرم، پیار و محبت اور عطف و شفقت میں ایک جسم کی طرح ہیں. اگر اس کا کوئی ایک عضو کسی بیماری و تکلیف میں مبتلا ہو تو سارا جسم ہی رتجگے اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"[2]

اسی طرح جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

قانون رحم و کرم:

جہاں تک قانون انصاف میں رحم و کرم کا تعلق ہے تو یہ ایک طویل باب ہے، غرض شریعت اسلامیہ ساری کی ساری ہی رحمت ہے، یہ اپنے اغراض و مقاصد میں رحمت، تطبیق و نفاذ میں رحمت، وسائل و ذرائع میں رحمت اور غرض و غایت میں رحمت، نبی ﷺ اپنی قوم کے لوگوں (کفار) کے لیے ہدایت و سعادت کی تمنا رکھتے تھے۔

رحمت و حریت کے جھوٹے دعویدار

دوسری طرف آج معاملہ یہ ہے کہ رحم و کرم اور حریت و آزادی کے دعویدار وہ لوگ کر رہے ہیں جنھیں پتہ ہی نہیں کہ رحمت و حریت ہوتی کیا ہے ؟ اور جس سے وہ بالکل تہی دست ہیں اور وہ نبی ﷺ نے بالکل برعکس اس بات کے بہانے تلاش کرتے ہیں کہ کس طرح ان پر جھپٹا جائے اور دوسروں پر جنگ مسلط کرنے کے لئے قتل و غارت، تباہی و بربادی اور فساد و بگاڑ کا بازار گرم کرنے کے لیے طرح طرح کے جھوٹ تراشتے ہیں. اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں سچ ہی فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ[11] أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ﴾

"جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد و بگاڑ پیدا نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح و بہتری کر رہے ہیں، خبردار! وہ فساد و بگاڑ ہی پیدا کر رہے ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔" (البقرہ:11-12)

ان کی راہ روکیں:

بشریت کے ساتھ رحمت یہ ہے کہ جھوٹی مغربی تہذیب اور حریت و؟؟؟ کے ان جھوٹے دعوے داروں کی راہیں روکیں جائیں اور انھیں دفع دور کیا جائے اور ان غاصبوں پر سختی برتنا ہی دراصل وہ رحمت و نرمی ہے جسے نشر کرنے کے لئے اسلام آیا تاکہ باغیوں اور سرکشوں کا سدباب کیا جا

[1]) ترمذی:2524۔

[2]) صحیح مسلم:2586۔

سکے۔

معیار انسانیت:

مسلمانو! انسان کا امتیاز اس کے جسم وڈیل دول اور قوت سے نہیں ہے کیونکہ اللہ کی مخلوقات میں سے کتنی ہی چیزیں اور بھی ہیں جو انسان سے قد کاٹھ اور قوت وطاقت میں کہیں بڑھ کر ہیں۔انسان کا اصل امتیاز اور اس کے مقام ومرتبہ کی پہنچان اس کا دل،روح،عقل اور جذبات ہیں۔فخر کی بات یہ نہیں کہ انسان سنگدل وسخت گیر ہو۔بلکہ فخر کے قابل یہ چیز ہے کہ وہ اپنے اخلاق میں بلند و بالا اور طبیعت وکردار میں ارفع و اعلیٰ ہو۔

یہ منفی صفت نہیں یہ عظمت وجمال ہے:

رحمت وکرم،ضعف وکمزوری اور سستی وکاہلی کا نام نہیں بلکہ وہ تو اپنی جگہ پر بلندی وترقی سے عبارت ہے،اور وہ عظمت وجمال کا دوسرا نام ہے اس میں انسانیت کے بہترین گوشے نمائندگی کرتے ہیں جن میں سے ہی لطف وکرم،عطف ومہربانی،رقت ونرمی اور حنان وماممتا یا شفقت جیسی صفات بھی ہے۔

کمال شفقت:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ، قال: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ وَهُوَ حَامِلٌ حَسَنًا أَوْ حُسَيْنًا فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ، ثُمَّ كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ فَصَلَّى فَسَجَدَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِهِ سَجْدَةً أَطَالَهَا قَالَ: أَبِي فَرَفَعْتُ رَأْسِي وَإِذَا الصَّبِيُّ عَلَى ظَهْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَاجِدٌ فَرَجَعْتُ إِلَى سُجُودِي فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ النَّاسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ سَجَدْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِكَ سَجْدَةً أَطَلْتَهَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ أَوْ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْكَ قَالَ: " كُلُّ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ وَلَكِنَّ ابْنِي ارْتَحَلَنِي فَكَرِهْتُ أَنْ أُعَجِّلَهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ".

عبداللہ بن شداد اور اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ؟؟؟ ہمارے یہاں مسجد میں تشریف لائے جبکہ آپ اپنے نواسے حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھائے ہوئے تھے،نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر انھیں بٹھایا اور خود امامت وجماعت کروانے کے لئے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع فرمادی۔نماز کے دوران آپ نے ایک سجدہ بہت ہی لمبا کردیا میرے والد فرماتے ہیں کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر پر سوار ہے اور آپ سر بسجود ہیں،میں پھر سجدے میں چلا گیا،جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج کی نماز میں آپ نے سجدہ بہت لمبا کردیا تھا یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ شائد کوئی حادثہ واقع ہوگیا یا آپ پر وحی نازل ہوگئی ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:" ایسی کوئی بھی بات نہیں تھی بلکہ میرے بیٹے نے

مجھے سواری بنالیا تھا اور مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں جلدی سر اٹھالوں، جب تک کہ وہ اپنی مرضی وخوشی پوری نہ کرے۔"[1] (سنن نسائی---باسناد صحیح)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾

"(اے نبی علیہ السلام) اللہ کی مہربانی سے آپ کو افتادِ طبع ومزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی اور اگر آپ بدخو اور سنگدل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے انھیں معاف کر دیں اور ان کے لیے (اللہ سے) مغفرت وبخشش طلب کریں اور اپنے کام میں ان سے مشورہ کرلیا کریں، اور جب کسی کام کا عزمِ مصمم کرلیں تو پھر اللہ پر بھروسہ کریں، بیشک اللہ توکل (بھروسہ) کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (آل عمران:159)

مسلمانو! اپنے نبی ﷺ کے اخلاق کریمانہ اور اپنے دین اسلام کے مبادیات محبوبہ کو اپناؤ کیونکہ اسی اخلاق عالیہ میں ہی تمام بھلائیاں جمع ہیں۔

رحم وکرم کیا ہے؟

اے مسلم امہ! رحم وکرم یہ ہے کہ بندہ اپنے دل میں تواضع پیدا کرے اور تکبر کا سر توڑ دے۔ رحم وکرم یہ ہے کہ بندہ نیکی واحسان کا رویہ اپنائے، محتاجوں اور ضرورتمندوں سے ہمدردی کرے، قرابت سے تعلقات استوار کرے، رحم وکرم کا معنی یہ ہے کہ کمزوروں پر ترس کھائیں، بیماروں کی دلداری کریں، معذوروں یتیموں اور محرومیوں میں مبتلا لوگوں سے اچھے طریقے سے پیش آئیں اور سب کی مدد کریں، انھیں خوشی وسعادت مہیا کریں، ان کے دلوں میں خوشہ داخل کرنے کی چارہ جوئی کریں۔ رحم وکرم کا تقاضا یہ ہے کہ مظلوم کی مدد کی جائے، ظالم کا ہاتھ روکا جائے اور احمقوں کا منہ توڑا جائے۔ رحم وکرم یہ ہے کہ مسلمانوں کے مسائل میں دلچسپی لی جائے اور انہیں حل کرنے کی کوششیں کی جائے، ان کے مسائل کو ان سے سنیں ان کی تکالیف میں ان کے ساتھ شریک ہوں اور ان کی امیدوں کو برلانے میں ان کا ساتھ دیں اور ان کی امداد میں دل کھول کر حصہ لیں۔ اور رحم وکرم کی انتہاء یہ ہے کہ لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیں، انہیں برے کاموں سے روکیں، مسلمانوں کو دین پر چلنے کی دعوت دیں اور انھیں تعلیمات دین سے روشناس کرائیں اور علم سکھلائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَوْقَدَ نَارًا، فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيهَا، وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا وَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وَأَنْتُمْ تَفَلَّتُونَ مِنْ يَدِي

"میری اور آپ لوگوں کی مثال ایسے ہی ہے کہ ایک آدمی نے آگ جلائی اور پتنگوں پروانوں نے اس میں گرنا شروع کیا جبکہ وہ شخص انھیں روکتا ہے، میں بھی تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے پیچھے کھینچتا اور بچاتا ہوں مگر تم میرے ہاتھوں سے پھسل پھسل کر (نار جہنم میں) گر رہے ہو۔"

---

[1] سنن نسائی:1142۔

۱(صحیح بخاری ومسلم)

اے اللہ! ہم پر اپنی رحمتوں کو سایہ فگن کر دے اور ہمیں اپنی ذات گرامی کے سوا ساری دنیا سے مستغنی و بے پرواہ کر دے۔

فضلیت یوم جمعہ:

مسلمانو!

عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ، قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ: وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ، وَقَدْ أَرِمْتَ، قَالَ: يَقُولُونَ: بَلِيتَ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" تمہارے افضل ترین دنوں میں سے یوم جمعہ ہے، اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اسی میں ان کی روح قبض کی گئی، اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں ہی جھٹکا (صور پھونکنے کی آواز سے آنے والا جھٹکا) جس سے قیامت کا آغاز ہو گا۔ اس جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود وسلام پڑھو، تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا" ۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ پر درود کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ مٹی ہو چکے ہوں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" اللہ تعالی نے زمین پر حرام کر رکھا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔"[۲] (ابو داود، نسائی، ابن ماجہ --- باسناد صحیح)

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

۱) صحیح مسلم: 2285۔

۲) ابو داود: 1047۔

دہشت گردی اور لمحاتِ فکر

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ

15/3/1424ھ، 16/5/2003ء

لوگو! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی تاکید و وصیت کرتا ہوں. اللہ آپ سب پر رحم کرے. اللہ کا خوف کھاؤ کہ اس نے ہمیں کتنی نعمتوں سے نواز رکھا اور اس نے ہمیں کتنے فضائل عطا کر رکھے ہیں. اس نے ہمیں ہمارے دین کی ہدایت عطا فرمائی. ہمارے اجسام و ابدان کو صحت بخشی. نیک لوگوں کی قوم میں پیدا فرمایا ہے. اس کی رضا و مرضی کی نعمتوں کو صحیح مصرف میں لاؤ تاکہ وہ تمہارے لیے اس کی اطاعت میں مددگار ثابت ہو اور جنت تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں اور اپنے تمام اوقات کو اللہ کی اطاعت اور اس کا قرب حاصل کرنے والے اعمال میں صرف کرو اور اپنے دین کو لہو ولعب اور کھیل تماشہ نہ بنالو۔

پھلدار درخت پر ہی کنکر آتا ہے:

مسلمانو! چھوٹے بچے اور آوارہ لوگ درختوں پر کنکر پھینکتے ہیں تاکہ پکا ہوا پھل کی گرائیں اور ہمارا ملک اور ہمارے شہر اپنے دین اور مقاماتِ مقدسہ کے خزانوں سے مالا مال ہے اور اپنے اخلاق و اقدار اور مردان میدان کے لحاظ سے ثروت کا خزینہ ہے. انتہائی عالی قدر اور بلند مقام ہے اور اپنے کارناموں کے اعتبار سے بھی پکے ہوئے پھلوں سے لدا ہوا ملک ہے. اس ملک میں امن و امان کی صورتِ حال اتنی بہترین ہے کہ وہ حاسدوں کے لیے باعثِ قلق و پریشانی بنی ہوئی ہے اور ہماری باہمی قوت اور پیار و میل جول ایسا ہے کہ اہلِ حقد و طمع کے دلوں میں ٹھیس پیدا کر رہے ہیں اور ہمارا اس خانہ کعبہ کے رب پر اعتماد ہم سے اہلِ سازش کی یورشو کو دور کر رہا ہے اور اللہ کی حفاظت اور اس کے بعد ہمارے حکماء و امراء کی حکمت و دانائی گھات لگا کر بیٹھے دشمنوں کی امیدوں پر پانی پھیر رہی ہے۔

حِصن اسلام و مرکز دعوت:

یہ ملک اسلام کی بیس (base) ایمان کا قلعہ اور دعوت کا مرکز ہے. اس ملک میں قرآن نازل ہوتا رہا اور اسی کی سرزمین اور اسی کی ایک وادی سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا. ہماری حکومت اسلام پر کاربند ہے. اس کا عقیدہ عین اسلامی ہے اور اس عقیدے کا اعلان یہ حکومت اپنے قانون میں اپنے قومی جھنڈے میں بھی کر چکی ہے جو کہ اسلام کے بنیادی کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" سے ماخوذ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں.

(یہ عقیدہ و کلمات سعودی عرب کے جھنڈے میں لکھے ہوتے ہیں). ہماری حکومت اس عقیدے کو اپنانے میں اپنا اشرف سمجھتی ہے اور ساتھ ہی وہ اپنے آپ کو اس پر چلنے اور اسے نافذ کرنے کا پابند مانتی ہے. اللہ تعالی نے ہماری حکومت کو حرمین شریفین کا متولی و خادم ہونے کے شرف نواز رکھا ہے. جسے وہ اپنے لیے باعث عزت و افتخار سمجھتی ہے. اللہ رب العرش العظیم سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسلام پر زندہ رکھے اور ایمان پر ہماری موت آئے اور ہدایت عطا کرنے کے بعد اب ہمیں گمراہ نہ کرے اور نہ ہمارے دلوں کو راہ حق سے پھیر دے. اے اللہ ہمیں ظالموں کی قوم کے لئے فتنہ و نوالہ نہ بنا دینا اور اپنے رحمت و کرم کے ساتھ ہمیں کافروں کی قوم سے نجات عطا فرما دے۔

سعودیہ کوئی انوکھا ملک نہیں:

ان باتوں کے بالکل جلی ہونے، ان نعمتوں کے بالکل واضح ہونے اور ان مبادیات کے بالکل ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ ملک کو بھی دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح ایک ملک ہے اور جس طرح وسیع دنیا کے دوسرے ممالک مختلف قسم کے مصائب میں مبتلا ہوتے ہی ہیں ایسے ہی آزمائش کبھی اس ملک پر بھی آسکتی ہے کیونکہ ہمارا یہ وطن عزیز بھی مواصلات و ذرائع اتصال و ربط کے ناطے، اسی طرح ذرائع ابلاغ، سیٹلائٹ چینلز اور انٹرنیٹ کے ذریعے ساری دنیا سے ملا ہوا ہے اور یہ دنیا سے کوئی الگ تھلگ ملک نہیں ہے۔

الریاض کا دھماکہ معروف سلسلہ کی ایک کڑی:

اس وطن عزیز کے دارالخلافہ الریاض میں مجرمانہ دھماکہ بھی انہیں جرائم اور آزمائشوں میں سے ایک ہے جو کہ باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت عمل میں لائے جارہے ہیں. یہ بات ان دست درازی کرنے والوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی شکل نہیں اور نہ ہی ہمارا ملک ایسے کسی بھی واقعہ میں ایک مضبوط موقف اختیار کرنے کی صلاحیتوں سے عاجز ہے مگر یہ ایک حقیقت کا بیان اور ان لوگوں کے لئے ایک وضاحت ہے جو ان مجرمانہ افعال کا ارتکاب کررھے ھیں اور انھیں ترویج دینا چاہتے ہیں اور بعض افراد کو ہی بلکہ کئی جماعتوں کو بھی اپنا ہمنوا بنانا چاہتے ہیں اور طاقت کے بل بوتے پر ایسے مجرمانہ اقدامات کو قواعد و ثوابت اور معتقدات بنانے کی سعی لا حاصل کررہے ہیں۔

اصل لیاقت: مقابلہ پر ڈٹ جانا:

حقیقی انسحاب و انخلاء اور اعلیٰ درجے کی لیاقت و دانشمندی ان تشدّد بھرے اور تباہ کن دھماکوں میں نہیں ہے. یہ چیز کسی بھی زمانے میں، کسی بھی جگہ پر، کسی بھی علاقے میں اور کسی بھی عوام پر کچھ بعید نہیں ہے. اصل لیاقت و دانشمندی اور امتحان تو اس بات میں مضمر ہے کہ نتائج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے. صحیح موقف اختیار کیا جائے اور اس کا اثر تمام لوگوں اور پورے معاشرے پر رونما ہوگا اور اس کے لئے غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

پہلا موقف اور لمحۂ فکریہ:

اس سلسلے میں پہلا لمحہ فکریہ اور موقف یہ ہے کہ اس دھماکے کو ایک مجرمانہ کارروائی قرار دیا جائے کیونکہ یہ بلا وجہ کا ظلم و زیادتی، عدوان و سرکشی، ناحق قتل و غارت گری خوف و ہراس پیدا کرنا، تباہی اور بربادی ہے بے قصور جانیں لینا، بے گناہ لوگوں کا خون بہانا اور انتہائی ذلت اور رسوائی کا سودا ہے اور یہ تو ہر اس شخص کے نزدیک بھی قابل مذمت ہے جو صرف انسانیت اور آدمیت کا احترام کرنے والا ہے چہ جائیکہ وہ دین اور امانت کا احترام کرنے والا بھی ہو. اس کے نزدیک تو یہ بالاولی ہی قابل مذمت و نفرت فعل ہے۔

دھماکوں کے اصل محرِّکات:

یہ کج فکری و شذوذ، عدوان و سرکشی اور مجرمانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے اور ان سب امور کا اصل سبب اور محرِّک وہ گمراہ کن افکار و نظریات ہے جو بعض

لوگوں کے دلوں میں سمائے ہوئے ہیں۔وہ اجتماعی مفادات سے ہٹ کر اختیار کی گئی شاذ آراء اور منحرف اخلاق و کردار ان افعال کی بنیاد میں کارفرما ہے۔جو ایسے گھٹیا افعال پر اقدام کے لیے اپنائے جاتے ہیں۔اور ان افعال کا ایک سبب بعض وہ مفاہیم بھی ہے جو صحیح طور پر سمجھے نہیں گئے ہیں بلکہ یہ لوگ ان کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔اس لاقانونیت و انارکی حقوق کے ضیاع اور جان و مال کی تباہی و بربادی پھیلانے والے افعال کو کون قبول کرسکتا ہے۔

قتل ناحق اور خودکشی:

اللہ تعالی اپنی پناہ میں رکھے۔ان دھماکوں میں ملوث لوگوں نے دو چیزوں کو یکجا کر دیا ہے۔بے قصور اور حرمت والی جانوں کا ناحق قتل اور خودکشی۔جبکہ ایک صحیح حدیث میں ارشاد نبوی ہے:لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ، مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا۔

"بندہ اس وقت تک اپنے دین سے کشادگی میں رہتا ہے جب تک کسی کے خون اور قتل ناحق سے اپنے ہاتھ نہ رنگ لے۔"[1] (صحیح بخاری)

یعنی اسے توفیق خیر حاصل رہتی ہے اور دین میں وہ خلل رونما نہیں ہوتا جو کہ قتل سے ہوتا ہے۔

اور قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا[29] وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا﴾

"اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے اور جو ظلم و تعدی کے ساتھ ایسا کرے گا ہم عنقریب اسے جہنم میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔" (النساء:29-30)

دوسرا موقف اور لمحۂ فکریہ:

اس وضاحت کے بعد اب دوسرا لمحۂ فکریہ دہشت گردی کے حقیقی معنی و مفہوم کی تعیین کے بارے میں ہے۔چنانچہ دہشت گردی ایسا لفظ ہے جو ایسے رویہ کے لئے بولا جاتا ہے جس میں لوگوں کو ہراساں کرنا،قتل و غارت،کڈنیپنگ،تخریب کاری،تباہی و بربادی چوری،ڈاکے غصب و نصب،امن و امان کو تہہ و بالا کرنا،لوگوں کو خوفزدہ کر دینا اور زمین میں ہر وہ ہتھکنڈے کا استعمال کرنا جس سے فساد و بگاڑ پیدا ہو۔

بے سود کارروائیاں:

دہشت گردی،بے قصور جانیں لینا،کسی شرعی موجب کے بغیر بلاوجہ بے گناہ خون بہانا ہے۔یہ تشدد پسند رویے،دھماکے،تباہیاں،دیواریں پھلانگنا اور تباہی و بربادی مچانا کوئی اخلاقی قدروں کا پتہ نہیں دیتا اور نہ ہی اس سے کوئی فائدہ ہوتا ہے۔یہ رویہ نہ تو کسی ملکوں کے غلام عوام کو آزادی دلائی سکتا ہے نہ کسی مذہب اور نظریہ کو کسی کو کسی پر ٹھونس سکتا ہے اور نہ ہی کسی جماعت کی کوئی مدد کرسکتا ہے۔شدت پسندی اور دہشت گردی کبھی بھی قابل احترام قانون نہیں بن سکتی ہیں اور نہ ہی کوئی قابل قبول راہ ہوسکتی ہے چہ جائیکہ وہ عقیدہ و دین کا مقام حاصل کرسکے۔یہ تشدد و دہشت گردی تخریب کاری اور فساد و بگاڑ کے سوا کچھ نہیں کرسکتی۔یہ تشدد دنیا کے کسی بھی مقام پر اپنے اَغراض و مقاصد اور اہداف

---

[1] صحیح بخاری:6862۔

پورے کرنے میں کبھی بھی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا بلکہ زیادہ سے زیادہ صرف اپنے لوگوں کی زندگیاں ہی لیتا ہے. یہ دہشت گردی نہ تو سیاست میں تبدیلی لاسکتی ہے اور نہ ہی لوگوں کی محبتیں سمیٹ سکتی ہے بلکہ یہ ان لوگوں کی سرکش طبیعت اور خونریز روحوں کا پتہ دیتی ہے اور لوگوں کے فکری میلان کی چغلی کھاتی ہے. دہشت گردی کسی وطن، قومیت، زمانے اور جگہ کو نہیں پہچانتی جبکہ تمام جذبات وعقول اس کی مذمت، اس کے انکار اور اس فعل اور اس کے فاعلین سے بری الذمہ ہونے کی رائے پر متفق ہے اور اس دہشت گردی سے شذوذ وتفرّد اور معاشرے سے معزولیت کی علامت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

الٹا نقصان:

دہشت گردی سے لوگوں میں ان دہشت گردوں کے مطلوب ومقصود کے برعکس اثرات مرتب ہوتے ہیں اور امت میں اجتماعی وسیاسی اور شرعی گٹھ جوڑ مزید بڑھتا ہے اور معاشرہ ان شاذ فطرت کو کبھی بھی اجازت نہیں دیں گا کہ وہ اس کا دھارا موڑ سکے یا اس کے مبادیات وہ مسلمات اور اصولوں میں تشکیک پیدا کرسکیں۔

تیسرا موقف اور لمحۂ فکریہ:

مسلمانو! اب تیسرے موقف یا لمحۂ فکریہ کی طرف آئے اور وہ یہ کہ فکرونظر اس متحدہ موقف کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے جو کہ پوری امت میں اس بری حرکت اور جرم وگناہ کے اس کام کے خلاف اختیار کیا ہے. پوری امت اور عوام اپنی قیادت کے پیچھے صفِ واحد بن کر کھڑے ہو گئے ہیں اور اس فعل پر نفرت کا اظہار کیا ہے. اس کی خوب مذمت کی ہے. اسے جرم قرار دیا ہے اور اس کے لیے کوئی جواز قبول نہیں کیا. اس کا ارتکاب کرنے والوں سے بری ہونے کا اظہار کیا ہے۔

غیّور حضرات کی ذمہ داری:

امت مسلمہ اپنے رب پر ایمان رکھنے والی اور اپنے دین پر کاربند ہے. اسی طرح سارے عوام اپنے قائدین اور حکام واولیاءِ امور کے گرد ہالہ بنائے جمع ہے اور امت نے آج تک جس جس میدان میں جو جو بھی کامیابی حاصل کی ہے اس کا تحفظ کرنے والی ہے اور ہم میں سے ہر شخص اللہ کے فضل سے اپنے عقیدے کا محافظ، اپنے دیار کا حامی اور اپنے دین پر غیرت کھانے والا غیور ہے. ایسے اپنے دین وملت کی حرمتوں اور اس کے مقامات مقدسہ کے تحفظ پر غیور ہے لہٰذا ہر شخص پر یہ واجب ہے کہ جو صرف کسی بھی ایسے آدمی کو دیکھے جو تخریب کاری کی تیاری میں لگا ہوا ہے اس کے بارے میں متعلقہ اداروں کو خبر دے ایسے لوگوں کی پردہ پوشی کرنا ہرگز جائز نہیں ہے.

ہم اس دنیا کا ایک حصہ ہے اور اس کی حق وعدالت کے ساتھ تعمیر میں ہر شخص کو اپنا حصہ ڈالنا چاہیے. ایسی دنیا میں جتنے بھلائی کے کام ہوئے ہیں انہوں نے انسانیت کی مصلحتوں ومفادات وسلامتی کے لیے سنبھالیں جیسا کہ ہمارے رب کی شریعت نے اس کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی ہے اور یہ ملک سعودی عرب اللہ کے حکم سے کسی بھی دھمکی اور بلیک میلنگ سے ڈانواں ڈول ہونے والا ہرگز نہیں ہے جیسا کہ تخریب کار لوگ چاہتے ہیں اور نہ ہی اپنے اصولوں اور سیاست وقیادت سے دستبردار ہونے والا ہے. حکومت وعوام کو اپنے نظام پر پورا وثوق و

اطمینان ہے اور وہ اپنے اس طرز عمل پر پوری بردباری شجاعت وصبر کے ساتھ قائم ہے. دور اندیشی اس کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

چوتھا موقف ولمحۂ فکریہ:

یہی دقتِ نظر اور دور اندیشی چوتھا موقف یا لمحۂ فکریہ ہے. یہ حکومت بڑے مضبوط اصولوں اور بنیادوں پر قائم ہوئی اور چل رہی ہے. دین اور تجربہ کے راسخ اصولوں کو اپنائے ہوئے ہیں علم وعمل اس کا شعار ہے اور تعمیر وطن کے لیے بڑے اعلی پیمانے پر کوششیں جاری ہیں. اس ملک کے پائے استقلال کو ہلانا بھی ممکن نہیں ہے چہ جائیکہ ان غیر ذمہ دارانہ اور بچگانہ حرکتوں سے اس ملک کو توڑنے کے خواب دیکھے جائیں۔

تقاضوں کی تکمیل:

حکومت کا ڈھانچہ اس ملک کے رہنے والوں کے طرز عمل کی عکاسی کررہا ہے کہ وہ اپنے دینی عقائد وشعائر کے تحفظ کے لیے یکجان ہیں. اسی طرح فیصلے کرنے، منصوبہ بندی کرنے، اجتماعی واقتصادی معاملات کو حل کرنے اور تعلیم وتربیت کے میدانوں میں جدتیں لانے کے لیے وقت جو مطالبے کرتا ہے وہ انہیں بھی خوب اچھی طرح سے سمجھتے اور وقت کے تقاضوں پر بھی پورے اترنے والے ہیں۔

ہم مخلوط نہ کریں:

وہ حکومت جس کا یہ مقام ہے اور جس کی صفات وخصائص یہ ہیں اس کے بارے میں قطعاً یہ بات مناسب و درست نہیں ہوسکتی کہ وہ حقیقی اسلام اور اسلام کے نام پر انحراف کو باہم مخلوط کردے گی. اسی طرح ان اوصاف وخصال کی مالک حکومت کے لئے یہ بھی قابل قبول نہیں ہے کہ محض بعض اعلی قسم کے لوگوں کے وجود کی بنا پر ضرب لگائے یا اس میں عیب سمجھیں. ہماری حکومت کا منہج ہی یہ ہے کہ شاذ قسم کا کردار رکھنے والوں کا سدِّ باب کیا جائے تاکہ صرف مضبوط اور حقیقی اسلام ہی باقی رہے یہ واقعات اور تخریب کاریاں شاذ فطرت لوگوں کے دائرے تک ہی محدود رہیں۔

مطمئن رہیں:

اس ملک کے رہنے والوں اور تارکین وطن کو اپنے جان ومال، اہل وعیال اور حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں مکمل طور پر مطمئن رہنا چاہیے. اس ملک کے رہنے والے اور اس ملک کے چاہنے والے سب لوگ اللہ کے دین سے مزید تمسک وتعلق بنانا چاہتے ہیں. یہ لوگ دین، اہل دین، اہل شریعت اور علمائے شریعت سے تعاون کو بیش از پیش کرنا چاہتے ہیں. ان کا یہ تعاون اہل محاسبہ (امر بالمعروف والنہی عن المنکر کے اداروں) اور کسی بھی مقام پر دین کی خدمت کرنے والے لوگوں کے ساتھ ہیں۔

پانچواں موقف ولمحۂ فکریہ اور تعمیری مذاکرات:

اے امت اسلامیہ کی یہاں ایک پانچواں موقف ولمحہ فکریہ بھی ہے جس کا تعلق اہل علم ورائے سے ہے. ہمیں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم صاف وشفاف مذاکرات کے دروازے کھولیں جس کی قیادت ہمارے علمائے کرام کریں اور وہ مذاکرات تہذیب وتعمیر کی عکاسی

کرنے والے ہوں۔ مذاکرات میں عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مذاکرات میں شریک تمام جوانب صاف گوئی وصراحت اور صدق و صفائی سے کام لیں یہاں تک کہ پوری امت اپنے تمام افراد کے ساتھ فکری امن کے اس میدان میں جا نکلے جو دین ومنہج اور خطاب میں اوسط و درمیانہ ہو اور یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ یہ نوجوان نسل کی رہنمائی کی ذمہ داری ہے اور انہیں ان امور کی تعلیم دینے کی ذمہ داری ہے جن کی بدولت وہ گمراہ کن تحریکوں اور منحرف گروہوں کے دعوؤں کی دلدل میں پھنسنے سے بچ سکیں۔

علماء کی وسعتِ ظرفی:

اَجلّ وکبار علماء کے سینوں میں لوگوں کے سوالات سے تنگی نہیں آنی چاہیے چاہے وہ سوالات کسی بھی نوعیت کے کیوں نہ ہو۔ ان مظہر واسلوب چاہے کیسا ہی کیوں نہ ہو اور ان کی دلالتیں چاہے کیا ہو۔ اگر علماء نے یہ رویہ اپنالیا تو لوگوں کے دلوں سے تنگی وحرج اٹھ جائیں گے اور ان کے ذہنوں سے تمام التباسات وشکوک دفع وزائل ہو جائیں گے اور عوام وعلماء میں باہم قرب ومحبت، قبولیت وتوجہ اور استیعاب وہم آہنگی حاصل ہوگی اور یہی چیز اگر صبر کے اسلحہ کے ساتھ اپنائی جائے تو گمراہیوں میں ملوث عقلیں نکھر آئیں گی اور زنگ آلود افکار دھل کر صیقل ہو جائیں گے۔

علماء وعوام میں ربط وتعلق:

علماء، اہل مدارس، ماہرین تعلیم وتربیت اور نوجوان نسلوں کے مابین رابطہ وتعلق اور اعتماد کا دائرہ وسیع ہونا چاہئے اور ان کے سوالوں پر سیخ پا نہیں ہونا چاہیے وہ چاہے کتنے ہی عجیب وغریب سادگی اور سطحی ذہنیت کے آئینہ دار کیوں نہ ہوں۔ ان کے سوال کو نظر انداز نہ کیا جائے وہ اگر چہ سخت قسم کے اور مانوس اس انداز سے ہٹ کر ہی کیوں نہ ہوں۔ معاملات سامنے والے نوجوان یا شخص کو کم قیمت اور معمولی سمجھنے سے حل نہیں ہوتے اور نہ ہی معاملات ومشکلات کی تہہ میں اترے اور واضح دلیل قائم کیے بغیر محض سامنے والے کو احمق و نادان قرار دیتے ہوئے اس پر بلاواسطہ حملہ آور ہو جانے سے ہوتے ہیں۔

اگر نوجوان طبقہ صحیح علم اور علمائے راسخین سے دور ہو جائے اور اس کے سامنے کوئی واضح ہدف نہ ہو تو وہ فکری طور پر نفسیاتی خطرات میں گھر جاتا ہے اور فکر المیہ میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے نزدیک حق و باطل اور صحیح وغلط باہم گڈ مڈ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

تعمیری تنقید:

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم خوشگوار ماحول میں مذاکرات کرنے اور مفید وتعمیری تنقید کو قبول کرنے کی خو پیدا کریں۔ دوسروں کی آراء و نظریات پر غور وفکر کریں اور ان کا بھی احترام کریں۔ یہ بھی اشد ضروری ہے کہ ہم نوخیز نسل اور نوجوان طبقے پر بھرپور توجہ دیں، ان کی ضروریات، ان کے مسائل، ان کے غم و پریشانیوں اور ان کے مرغوبات میں دلچسپی لیں۔ ان کا مسئلہ صرف یہی نہیں کہ انہیں کھیل کود اور سیر و تفریح سے روک دیا جائے بلکہ ان کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان کے عقائد کی اصلاح، فکر کی سلامتی اور رغبت وخواہشات کو پورا کرنے کا اہتمام ہو اور اس کے لئے صحیح طریقہ اور مناسب تعلیم وثقافت کو بروئے کار لایا جائے اور شرعی ضابطوں کی روشنی میں ان کے لئے وہ ماحول مہیا کیا

جائے جوان کی خواہش پر بھی پورا اترے۔

اہلِ فکرونظر کی ذمہ داری:

علمائے شریعت کے بعد اس ملک کے اہلِ فکرو نظر پڑھے لکھےلوگوں کی باری آتی ہے.ان کا اپنا ایک مخصوص پیغام ایک خاص امتیاز ہے جوکہ ان کے دین اسلام کی طرف منسوب ہونے اور اس کے مبادیات وقواعد کو اپنانے کے نتیجے میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ قواعد ومبادی اس ملک کے نظامِ حکومت، نظامِ عدل وانصاف،حرمین شریفین کی خدمت ونگرانی،امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اداروں سے ہی نظر آرہے ہیں. یہ بنیادی قواعد وضوابط جن پر ہماری حکومت قائم ہے اور جن پر اسے فخر ہے اور جنہیں وہ اپنے لیے باعث عزت سمجھتے ہیں یہ سب چیزیں مفکرین اور پڑھے لکھے طبقہ کے لوگوں سے اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس بات پر گہری نظر رکھیں کہ ان کے حصول کے مصادر کیا ہیں تاکہ قواعد وضوابط کو ان کے تمام نظریات وافکار سے پاک رکھا جاسکے جوکہ شریعت الٰھیہ سے متصادم ہے تاکہ لوگوں کے لئے نفع آور چیز تو محفوظ رہ جائے اور بے سود جھاگ وغیرہ آگے گزر جائے۔

تنقید ذات:

برادران گرامی باوجود اس کے کہ ہم اللہ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق وعنایت سے اپنے دینی قواعد وضوابط کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں اور اپنے دین پر سختی سے قائم ہیں.اس کے ساتھ ہی ہم اصلاح کی راہ پر چلتے رہیں اور اپنی ذات کو بھی تعمیری تنقید کا نشانہ بناتے رہیں اور اپنے تمام معاملات کی جانچ پڑتال کرتے رہیں تاکہ ہماری اللہ اور رسول کے ساتھ محبت واطاعت،اسی طرح اپنے اپنے حکام وامراء کی جائز امور میں پیروی اور اپنے دین وامت اور وطن مالوف کے ساتھ اخلاص ومحبت قائم رہیں۔

برادران محترم!روشن فکر اور قابل احترام نظریہ صرف وہی ہوسکتا ہے جس میں حقیقی اسلام اور بعض لوگوں کے مبنی برغلو مفاہیم ونظریات کو باہم مخلوط کرنے سے اجتناب کیا گیا ہو.غلو صحیح علم کی نشر واشاعت سے روکا جاسکتا ہے اور فہم وفکرِ بیمار کا علاج اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام اور سلف صالحین امت فہم کے ذریعے کیا جاسکتا ہے.اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس ملک کے اہلیان کے لئے ان کے دین اور امن وامان کی حفاظت فرمائے اور اس ملک کو مزید تمسک وتعلق دین،اتحاد اتفاق اور پیار محبت عطا فرمائے.اللہ تعالی ساری دنیا کے مسلمانوں کے حالات کو درست فرمائے اور وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے.اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ[55]وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

”تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جمادے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی

شریک نہ ٹھہرائیں گے۔اس کے بعد بھی جولوگ ناشکری اورکفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں [55]۔نماز کی پابندی کرو،زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی فرمانبرداری میں لگے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔" (النور:55-56)

یہ انصاف نہیں:

مسلمانو! یہ کوئی درست ومناسب اور انصاف کی بات نہیں کہ یہ کہا جائے کہ تعلیم کے مناہج وکورس اور دعوت وتبلیغ کے ذرائع ہی بعض لوگوں کے انحراف میں مبتلا ہونے کا سبب ہے کیونکہ یہ تعلیمی مناہج وکورس دعوت وتبلیغ کوئی آج شروع نہیں کیے گئے بلکہ یہ سب تو اس وقت سے چلے آرہے ہیں جب سے یہ بابرکت حکومت قائم ہوئی ہے اور انہی مدارس و جامعات سے یہی کورس پڑھ کر اس ملک کے تمام نوجوان اور بوڑھے،لڑکے اور لڑکیاں علماء ومفکرین، اطباء و ڈاکٹرز انجینئرز، اہل ثقافت اور مؤرخین میدان میں اترے ہیں اور ان میں طرح طرح کے رجحانات پائے جاتے ہیں.ان کے علم وثقافت کے الگ الگ طبقے اور درجے ہیں اور الگ الگ قسم کی فکری لائنیں ہیں لہٰذا کسی گروہ کو کیسے خاص کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس منہج سے متاثر ہو کر ایسا بنا ہے۔

ایک اہم سوال:

بعض لوگ جس غلو اور جفاء میں مبتلا ہیں یہ ایک نئی پیدا شدہ چیز ہے البتہ جو سوال کیا جانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ان کے فکری وثقافتی رجحانات دوسرے لوگوں سے مختلف کیوں ہو گئے جبکہ انہوں نے بھی دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ وہی کورس پڑھا ہے جو سب نے پڑھا ہے؟

اس کا جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ ان مناہج اور کورسز سے ہٹ کر بعد دوسری چیز ہے جو کہ اپنے اثرات دکھلاتی اور گل کھلاتی ہیں اور انہی کے نتیجے میں بعض لوگوں میں یہ غلو اور انتہا پسندی اور تشدد پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح انہی کے نتیجے میں بعض دوسرے لوگوں میں فطرت وطبیعت جفاء جنم لیتی ہے.ایک بار پھر اسی سوال کو دہرالیں کہ ایک طرح کا کورس پڑھنے کے باوجود بعض لوگوں کے نظریات اور روش دوسرے تمام لوگوں سے الگ الگ کیسے ہو جاتی ہے؟ اس سوال کا جواب بھی بہت ہی طویل و وسیع ہے اور اصلاً یہی چیز ہے جس کی تلاش ضروری ہے اور ریسرچ سنٹرز کے ساتھ ساتھ علماء ومفکرین کی عقول کو اسی کی تلاش پر بھرپور توجہ دینی چاہیے۔

تجزیہ نگار حد سے نہ گزریں:

مسلمانو! ہمیں اس معاملہ میں اللہ کے فضل و کرم سے بھرپور اطمینان حاصل ہے کہ ہمارا ملک مہبطِ وحی وگہوارۂ نبوت ہے جہاں عقل و دانش سے کام لیا جاتا ہے جذبات سے نہیں.یہ اصل رائے کا مالک ہے اور امن واستقرار کے ساتھ ساتھ وثوق واعتماد کے معاملہ میں ایک مضبوط قاعدہ و بنیاد پر قائم ہے اور ہر مجرمانہ دھماکے اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے امن واستقرار اور ترقی پر قطعاً اثر انداز نہیں ہو سکتے.لہٰذا یہ نہایت ضروری بات ہے کہ تجزیہ کرتے وقت مبالغے سے کام نہ لیا جائے کیونکہ ہمارا ملک اس معاملے میں کوئی اکیلا نہیں کہ جہاں اس مجرمانہ دہشت گردی کا ارتکاب کیا گیا ہے.لہٰذا تجزیہ کرتے وقت حد سے گزرتے ہوئے مبالغہ سے کام نہ لیا جائے.کوئی شخص یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ شاید یہ

گمراہ لوگوں کا گروہ اس بات کی قدرت وطاقت رکھتا ہے کہ وہ ہمارے معاشرے کی بنیادوں کو توڑ سکے، اور ہمارے راسخ دینی واخلاقی قواعدو ثوابت کو ہلا سکے اللہ کے فضل وکرم فضل سے یہ ہرگز ہرگز ممکن نہیں ہے. البتہ ان کا مقابلہ کرنا واجب ہے اور ضروری ہے کہ ان کے مقابلے و انکار کے لیے متحد ہو کر کام کیا جائے اور ان شاذ فطرت لوگوں کو جادۂ حق وصواب پر لایا جائے.

اس بلاد مقدس اور مقامات مقدسہ والے ملک میں اہل علم وفضل اور اہلِ صلاح و درستگی کو اپنے دین سے تعلق مبارک ہو. اللہ اس ملک کا تحفظ فرمائے اور اسے اہل علم وفضل کا وجود مبارک کرے اور امت مسلمہ اور سعودی عوام کو اس بات پر مطمئن رہنا چاہیے اس ملک کو اس ملک کے حکمران بیدار مغز اور کوئی بھی موقف اختیار کرتے وقت انتہائی حزم واحتیاط اور عدل وانصاف کا پاس کرنے والے ہیں. اللہ ہر اقدام کو سیدھا کرے. کوششوں میں برکت فرمائے. ہمارے دین کا تحفظ فرمائے جو کہ ہمارے بچاؤ کا ذریعہ اور ہماری دنیا کی اصلاح فرمائے جس میں ہماری ہماری معیشت و گزران ہے اور ہماری آخرت کو سنوارے جہاں ہم نے لوٹ کر جانا ہے اور ہر بھلائی میں سے ہمیں حظ وافر عطا فرمائے اور ہر شر سے ہمارے لئے موت کو راحت کا سامان بنادے اور ہمارے تمام معاملات میں ہمیں حسن انجام کی دولت عطا فرمائے. وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے.

وصل اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

فتنۂ تکفیر اور سعودی علماء کا موقف

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ
22/3/1424ھ 23/5/2003ء

حمد و ثناء کے بعد!

اللہ کے بندوں! اللہ سے اتنا خوف کھاؤ جتنا کہ خوف کھانے کا حق ہے اپنے تمام نیک عمل خالص اسی کی رضاء کے لئے بجالاؤ اور اس ذات کے سامنے جوابدہی کے لئے اس دن کھڑے ہونے کو یاد رکھو جس دن کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور تلپٹ ہو جائیں گی۔ جس دن کے بارے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى﴾

"اس دن انسان اپنے اعمال کو یاد کرے گا۔" (النازعات: 35)

اور فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ﴾

"جس روز کوئی کسی کا بھلا نہ کر سکے گا اور اس روز حکم صرف اللہ کا ہوگا۔" (الانفطار: 19)

مخالفت احکام رسول اللہ ﷺ کا نتیجہ:

مسلمانوں! رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنا آپ کی شریعت وطریقہ سے اعراض و روگردانی کرنا اور آپ کی سنت کو پس پشت پھینک دینا، ذلت و رسوائی کا سبب، نحوست و بے برکتی کا باعث، فتنوں میں واقع ہو جانے کی سیڑھی اور دردناک عذاب میں مبتلا ہونے کی راہ ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو اس مخالفت کے کرنے سے ڈرایا ہے اور یہ واضح فرما دیا ہے کہ سنت کی پیروی نہ کرنا اور اس سے بے پروا ہو جانا ہی فتنہ میں مبتلا ہو جانا ہے۔ اور جو سنت کی پیروی نہیں کرتا وہ درناک عذاب میں میں پھنس جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

"جو لوگ نبی ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی آفت نہ آن پڑے یا وہ کسی المناک عذاب میں نہ مبتلا کر دیئے جائیں۔" (النور: 63)

بہترین نمونہ واسوۂ حسنہ:

اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کو واجب قرار دیا ہے اور واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالی اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے ہر شخص کے لئے نبی ﷺ حقیقی و بہترین نمونہ ہیں۔ آپ کے نقش قدم پر چلنے کی بدولت انسان گمراہی سے بچا رہتا ہے اور اسی کے ثمرہ کے طور پر اللہ کی رضاء وخوشنودی اور جنتوں کے اعلی درجات کو پالیتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

"اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات میں تمہارے لئے بہترین نمونہ (عمل) ہے، اس شخص کے لیے جسے اللہ (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرے۔" (الاحزاب:21)

ترک اتباع کا نتیجہ: فتنۂ تکفیر:

اتباع و پیروی کی راہ چھوڑنے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی روش کو ترک کرنے کے نتیجہ میں جو جو فتنے گھیر سکتے ہیں ان کی کئی اقسام اور کئی رنگ ہیں جن کا حصر و احاطہ کرنا مشکل ہے۔ البتہ ان میں سے سب سے بڑا، سب سے زیادہ خطرناک اور مضر ترین فتنہ، فتنۂ تکفیر ہے (دوسروں کو کافر قرار دینا) اس فتنے نے اسلامی زندگی میں بہت بڑا فساد برپا کر دیا ہے جو کہ زندگی کے ہر شعبہ و جانب کو شامل ہے اور اس فتنے کی بدولت مسلم معاشرے میں وہ شر و برائی، اور وہ مصائب و مشکلات آئے ہیں کہ شاید ان سے بڑی بلائیں ممکن ہی نہیں۔

تکفیر پر مترتب احکام:

اللہ والوں! تکفیر یعنی دوسروں کو کافر قرار دینا انتہائی خطرناک امر ہے اور اس کی خطرناکی اور شدید نقصان کا پتہ تب چلتا ہے جب اس تکفیر کے نتیجہ میں مترتب ہونے والے احکام کا علم حاصل ہو، مثلاً جسے کافر قرار دیا گیا ہے اس کے مال و جان کا حلال ہونا، اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کروانا اور اس کے تمام مسلمانوں سے تعلقات ختم کروانا، اور اس کے درمیان کوئی ورثہ ترکہ کا لین دین نہیں، نہ اس سے ولاء و دلی تعلق روا ہے اور اگر وہ مرجائے تو اسے غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاسکتا ہے۔

تکفیر و تفسیق کی مذمت:

یہی وجہ ہے کہ صحیح احادیث میں ایسے شخص کے لیے سخت وعید اور ڈانٹ ڈپٹ آئی ہے جس نے اس محفوظ چراگاہ کی حرمت کو پامال کیا اور کسی کو کافر قرار دینے کے بحر ناپیدکنار میں اسی حالت میں غوطہ زن ہوا جبکہ اس کے پاس نہ راہ ہدایت ہے، نہ علم، نہ روشن کتاب اور نہ ہی کوئی واضح مبنی بر تقویٰ اور صاف ستھری دلیل ہے کہ جس کی بدولت وہ اللہ اور روز آخرت کا خوف کھائے۔ ایسے شخص کے بارے میں صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اور اس قدر طویل بیان جس میں ہی یہ ارشاد نبوی بھی ہے: "وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللهِ، وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ"

"کوئی آدمی جب کسی شخص کو فسق کی تہمت لگاتا یا اسے کافر قرار دیتا ہے تو سامنے والا اگر حقیقتاً ایسا نہ ہوا تو وہ تہمت الزام لگانے والے پر لوٹ (صادق) آتا ہے۔"[1] (یہ صحیح بخاری کے الفاظ ہیں و صحیح مسلم)

نتائج تحقیق علماء:

ان اہل سنت والجماعت علماء نے اس سلسلہ میں حق بیان کرنے اور تفصیل واضح کرنے کا حق ادا کر دیا ہے جو کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ

1) صحیح مسلم حدیث:61۔

ﷺ کی شکل میں پائی جانے والی دونوں وحیوں کے انوار سے استفادہ کرتے کوئی وضاحت کرتے اور فیصلہ فرماتے ہیں اور صحیح دلیل کے مقابلے میں دوسری کسی چیز کو خاطر میں نہیں لاتے اور اسے وہ اس پر مقدم رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کے بدلے میں وہ کسی دوسری چیز کو پسند کرتے ہیں۔

چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: "اس مسئلہ تکفیر میں تحقیقی بات یہ ہے کہ کسی معین کے بارے میں، جس کا ایمان دار ہونا ثابت ہو چکا ہو، اس کے کافر ہونے کا فیصلہ اس وقت تک صادر نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ کوئی دلیل و حجت قائم نہ ہو جائے جس کی مخالفت کی وجہ سے اسے کافر قرار دیا جائے۔ اگرچہ اس کا وہ قول فی نفسہ کفر ہی کیوں نہ ہو، مثلاً سلف صالحین امت میں سے بعض لوگوں نے قرآن کریم کے بعض حروف کے قرآن ہونے کا انکار کیا کیونکہ انھیں ان حروف کے قرآن ہونے کا علم نہ ہو سکا تھا۔ لہذا انہیں کافر قرار نہیں دیا گیا۔

اور اسی قاعدہ و مفہوم پر اہل علم محققین نے اس حدیث کو محمول کیا ہے جس میں کہ (بنی اسرائیل کے) ایک شخص نے اپنے گھر والوں کو وصیت کرتے ہوئے کہا تھا: "إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي"

(جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلا دینا۔) [1] وہ شخص اللہ کی قدرتوں کو نہیں جانتا تھا لہذا اس نے ایسا کرنے کی وصیت کر دی۔ اور نبی ﷺ نے جن جن امور و احکام شریعت کی خبر دی ہے ان میں سے اگر کوئی شخص بعض امور سے لاعلم رہا تو انحصار اس بات پر موقوف ہے کہ اس میں کافر قرار دیئے جانے کی ساری شرطیں پوری ہوں اس کی تکفیر میں کوئی امر مانع بھی موجود نہ ہو۔ (از افادات شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ)

فتوائے تکفیر کے اہل علماء:

برادران گرامی: یہ بات معلوم و معروف ہے کہ شرائط کے پورنے ہونے اور کسی امر مانع کے بھی نہ ہونے کا علم ہر کسی کے لیے حاصل ہو جانا ممکن نہیں ہے اور یہ بھی صحیح نہیں کہ اس اہم مسئلہ کو لوگوں کی آراء اور اجتہادات کا نشانہ وشکار بنا یا دیا جائے بلکہ یہ مسئلہ اہل علم سے تعلق رکھتا ہے جو شرعی کورس کے قاضی اور معتبر مفتی حضرات ہیں اسی طرح بڑے بڑے علمی و تحقیقی اداروں کے ممبرز اور ثقہ و معتمد شرعی و دینی جمعیات سے متعلق علماء ہیں۔

تکفیر کے سلسلہ میں سعودی علماء کا موقف:

غرض یہی قوی قول جو کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا۔ اسے ہی آج تک اس مبارک ملک (سعودی عرب کے علماء بیان کرتے چلے آرہے ہیں اور یہ سلسلہ دو عظیم مجدّد و مصلح اماموں، امام محمد بن سعود اور امام محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ رحمۃ واسعۃ۔ کے عہد سے شروع ہے اور ہمارے آج کے دور تک جاری و ساری ہے۔ یہی قول و رائے معلوم و معروف، مشہور اور ان کے رسائل میں ان کے اقلام سے مکتوب و مرقوم ہے اور ان کی کتابوں میں بڑے ثقہ انداز شائع سے ہو چکی ہے اور ان کے دروس و فتاوی میں موجود ہے جو کہ اس وقت چار دانگ عالم میں پھیل چکے ہیں اور اسی فتوی و رائے کو بکثرت مسلمان ممالک کے غیر جانبدار مزاج اہل عقل و دانش نے قبول بھی کیا ہے اور اسے ہی ان

1) صحیح مسلم، حدیث: 2756۔

دلوں نے اپنے اندر جگہ دی ہے جو کہ محبت کرنے والے، خود غرض کے دعووں کے شائبوں سے پاک صاف، ظالمانہ تہمتیں لگانے سے بری اور دلائل و براہین کے محتاج دعووں کے وزن سے سبکدوش و پاک ہیں۔ کیونکہ اس منہج نبوی اور مسلک سلفی میں ہی یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ یہ مسلمانوں کو اس دین اسلام کی صفائی وستھرائی کی طرف لے جانے والا ہے جس پر کہ قرون مفضلہ میں یہ دین تھا اور خصوصاً اس دور سے قبل جبکہ اس دین کی صفائی کو بدعات ومحدثات، آڑے ٹیڑھے قیل وقال، آراء وافکار اور فرقوں نے مکدر وگدلا کر کے رکھ دیا تھا، اور پوری اسلامی زندگی کی تمام جوانب کو تاریک کر دیا ہے اور یہی چیز مسلمانوں کی پستی وزوال کی واضح ترین اسباب میں سے ایک ہے۔ حتی کہ مسلمان قائد انسانیت تھے، اب یہ بھی افراد کارواب اور عام اجزاء قافلہ بن کر رہ گئے۔

آج بھی:

اللہ کے بندوں! یہی مبارک منہاج نبوی آج بھی اس مبارک مملکت میں رائج اور اسی کا بول بالا اور اسی کا علم بلند ہے اور آج بھی اسی طرح قاصدین کیلئے منارۂ نور، حیران وسرگرداں ان لوگوں کے لئے صفیاء روشنی ہے، اہل توحید کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اور تمام جہانوں کے لوگوں کے لیے دلوں کی شفاء وہدایت ہے، مخالفت کرنے والوں کی مخالفت اس کا کچھ نہ بگاڑ سکی نہ بگاڑ سکتی ہے اور نہ کسی دشمن کی دشمنی اس کی راہ میں روڑا اٹکا سکتی ہے۔ یہ ملک اللہ کے فضل سے اسی کی مدد ونصرت اور تائید اور حفاظت پا رہا ہے اور اللہ ہی کی حفاظت ونگرانی میں روز افزوں ترقی پذیر ہے۔ ایسے ہی ہم بھی دیکھ رہیں اور ساری دنیا دیکھتی ہے اور ہر صاحب عقل وشعور دیکھ رہا ہے کہ یہ ملک، اس ملک کے حکام وآمراء کے تعاون اور تائید وامداد کو بھی پائے ہوئے ہے اور ان کی پشت پر اہل علم وفضل، اہل خیر وثروت اور اہل اصلاح ہیں جن میں مرد، عورتیں، نوجوان، بوڑھے اور بچے سب شامل ہیں اور ان سب کا اپنے حکام وآمراء اور اولیاء امور کے ساتھ گہرا گٹھ جوڑ ہے۔ اور یہ سب ایک ایسے عجیب اتحاد واتفاق سے شانہ بشانہ کام کر رہے ہیں جو اللہ چاہے تو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو راضی کرنے کا باعث ہے۔ یہی منظر ہر مومن صادق کے لیے بھی دل خوش کن ہے، حقد وبغض کے مارے ہوئے کینہ پرور لوگوں، انھی کے گروہ میں ملے ہوئے اور انہی کی راہ پر چلنے والے لوگوں اہل فساد بگاڑ اور تخریب کاروں کو غیض وغضب کی آتشی اور حسد کی آگ میں جلانے والا ہے، جس سے ہر وہ شخص اللہ کے نزدیک بری الذمہ کا دعوی کرتا ہے جو کہ مومن صادق اللہ ورسول ﷺ کا مخلص ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے وہ ساری دنیا کے کسی بھی ملک میں کیوں نہ ہو اور تمام مما لک کے کسی بھی شہر میں کیوں نہ ہو۔

حیات آفرین کام اور سر تسلیم خم:

مومن صادق کا صرف کام یہی ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ اسے کسی کام کے لیے بلائیں جو کہ حیات آفرین ہے تو وہ ان کی تابع فرمانی کرے، اور اپنے کانوں کی قوت شنوائی کو قرآن کی نداء اور رحمن کے اس کلام پر لگا دے جو کہ اسے نجات وساحل مراد کی طرف بلا رہا ہے چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

”اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم متقی و پرہیزگار بنو۔“ (الانعام:153)

صحیح عقیدہ کا اہتمام اور اس کی برکات:

اللہ کے بندوں! صحیح عقیدہ پر توجہ دینا اور اس کا پورا اہتمام کرنا کہ اس کے اصول کی تعلیم حاصل کی جائے، اس کے قواعد کو سیکھا جائے، اس کے دلائل کی معرفت حاصل کی جائے، اس کے تقاضوں پر عمل کیا جائے ایسی توجہ دینا اور ایسا اہتمام کرنا ہر اس فکر سے محفوظ کرنے کا واضح سبب ہے جو ہمیں برا لگتا اور اس عقیدہ سے جو اللہ تعالی کی کتاب اور سنت رسول ﷺ اور سلف صالحین امت کے فہم و منہج کے دلائل کو رد کر کے اپنایا گیا ہوتا ہے، اور اسی اہتمام و توجہ کی بدولت ہی ہر فتنہ پرور، بدعت ساز، تفرقہ پسند اور مومنوں کی شاہراہ کو چھوڑ کر دوسری پگڈنڈیوں پر چلنے والے لوگوں کا سد باب کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ہم نے ایسا کر لیا تو اس کا انجام و نتیجہ بہت ہی اچھا سامنے آئے گا اور اس کے اثرات کی عکاسی کرنے والی چیزیں، خیر و بھلائی کے کاموں، اتحاد و اتفاق، حق پر ایک دوسرے کا دست و بازو بننے، بر و تقوی کے کاموں پر ایک دوسرے کا تعاون کرنے اور ایمان و زبان کی وحدت ہوں گی۔

اے اللہ کے بندوں! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور ہر وہ عمل کہ جس کے ذریعے اللہ کی رضاء و خوشنودی پانے میں کامیابی حاصل کر سکو اور ان میں سے ہی رسول اللہ ﷺ کی اتباع و پیروی، آپ کی لائی ہوئی شریعت و طریقہ سے تمسک و تعلق اور آپ ﷺ کے اوامر کی مخالفت کرنے سے بچنا ہے۔ اگر آپ نے ایسا کر لیا تو فوز و فلاح پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

نوجوان نسل کی مشکلات اور علاج

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ

29/3/1424ھ 30/5/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور یہ بات خوب اچھی طرح سے سمجھ لو کہ اللہ تعالی کا تقویٰ ہی بہترین لباس، مصائب ومشکلات میں عمدہ ذخیرہ اور بہترین اثاث حیات اور زادراہ ہے اور یہی بندے کو جنت اور اللہ کی رضاء وخوشنودی تک پہنچاتا ہے۔

مسلمانو! جب بھی کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے تو لوگ سخت بوکھلاہٹ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہوا ہے؟ کیوں ہوا ہے؟ اور کیسے ہوا ہے؟ اور اس واقعہ کے گزر جانے کے بعد اہل عقل وحکمت و دانشور باہم پوچھتے اور اہل عبرت وحمیت لوگ باہم ندائیں لگاتے ہیں اور استفسار کرتے ہیں کہ اب اس واقعے کے بعد کیا ہونا چاہیئے؟ اور وہ اس واقعہ پر خوب تفکر وتدبر کرتے، حساب وکتاب کی جانچ پڑتال کرتے، ماضی کی طرف رجوع کرتے اور اس کا علاج معالجہ تلاش کرتے ہیں۔ وہ اس واقعہ کا تجزیہ کرتے، مختلف حال احوال پر نظر دوڑاتے اور ایسی بحث وتلاش اور سٹڈی کرتے ہیں جو نتائج کو مقدمات سے جوڑے، اسباب کو مسباب سے ملائے۔ خصوصاًوہ معاملات جو امت مسلمہ کے دین کے لیے نقصان دہ ہوں، تمام معاشروں کے امن وامان کے لیے خطرہ بنیں اور مختلف علاقوں کے عوام کے استقرار وسکون کو تہہ وبالا کرنے والے ہوں اور تہذیبی امتیازات کو تباہ کرنے والے ہوں، جن کے ذریعے یہ مخفی ہاتھ امت کی توانائیوں، قوتوں اور صلاحیتوں سے کھیل رہے ہوں۔ وہ اہل عقل وغیرت اس بیماری کی خوب خوب تشخیص کرکے مرض کی کھوج لگاتے اور پھر اس کے علاج کیلئے تیر بہدف نسخۂ دوا تجویز کرتے ہیں۔

مسلمانو! امت اسلامیہ کی فضاؤں اور اس کے دیرینہ امراض پر غور وفکر کرنے والے شخص کو یہ بات سمجھنے میں ذرہ دیر نہیں لگتی کہ اس وقت جس قدر رنج وغم پائے جاتے ہیں یہ سارے کے سارے کچھ سادہ لوح، سطحی فکر، ضعیف سوچ اور جذباتی قسم کے لوگوں پر مشتمل ایک گروہ کی کارستانیوں کا نتیجہ ہیں جن کے نزدیک زندگی بہت ہی بے دام وسستی ہوگئی ہے۔ وہ خونریزی کرتے ہیں، معصوم وبے قصور لوگوں کو قتل کرتے ہیں، تباہی مچاتے اور بربادی کرتے ہیں اور امت کو عار وشرمندگی میں مبتلا کر رہے ہیں، ملکوں میں تخریبی کرکے ویرانی مچاتے ہیں اور تمام شرائع وادیان کے خلاصہ ونچوڑ اسلام کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں اور کسی غیرت مند شخص کو ان لوگوں کے بدراہ ہو جانے اور ان کے تمام معقول ومنقول کو پس پشت ڈال دینے کی حالت میں دیکھتے ہوئے افسوس کے ساتھ یہ تباہ کن جہالت کی وادیوں میں اوندھے منہ سرگرداں پھر رہے ہیں؟ اور یہ لوگ رب جلیل کی طرف سے آنے والی آسمانی نداء پر کان کیوں نہیں دھرتے۔ جس ذات گرامی نے انسان کی حرمت وشان کو بہت عظمت ومقام بخشا اور تمام غلو آمیز افعال اور جرائم کو اس سے دور کیا ہے؟ اس قوم (گروہ) کو کیا ہوگیا جنھیں گمراہ کن افکار نے اپنا دیوانہ بنالیا ہے اور وبال کی لہریں انھیں اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہیں، کیا یہ اندھی فکر اور بے بصیرتی کا نتیجہ ہے؟ یا پھر علم وتربیت کی بھینٹ چڑھے ہیں؟ یا پھر یہ ان کی سطحی سوچ اور معمولی علم ومعرفت کا لایا ہوا رنگ ہے؟ یا پھر یہ جھوٹے دعوؤں اور کھوکھلے نعروں پر

فریفتہ ہو گئے ہیں؟ یا پھر یہ سب جہالت وغرور اور حماقتوں کا کیا دھرا ہے؟ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾

”وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔“ (الکھف:104)

یا پھر یہ کرتوت ان کے نفسیاتی امراض میں مبتلا ہونے یا پھر معاشرتی دباؤ تلے دبے ہونے کا نتیجہ ہے یا پھر یہ کیا؟ کسی شاعر نے سچ ہی کہا ہے:

”آزمائش و مشکل میں انسان کی عقل ساتھ نہیں دیتی حتیٰ کہ وہ اسے بھی اچھا سمجھنے لگتا ہے جو کہ درحقیقت اچھا نہیں ہوتا۔

برادران ایمان! اس گروہ کی کارستانیوں کا نتیجہ ہے کہ امت آلام و مصائب میں مبتلا ہو کر چلا اٹھی ہے، ان لوگوں نے بے گناہ لوگوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لیے ہیں اور حزین وغمزدہ لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں سے اور ان کے زخمی نفسوں سے طرح طرح کے سوال اٹھ رہے ہیں اور یہ اسی دن کی صبح سے ہو رہا ہے جب وہ بدترین حادثہ، باعث نفریں جرم پر مشتمل سانحہ رونما ہوا جو کہ عظمت و سربلندی کے دار الحکومت، توحید و تاریخ کی آماجگاہ، مملکت حرمین شریفین کے پایۂ تخت الریاض میں دھماکوں کی شکل میں سامنے آیا، وہ ریاض جو عقیدہ و سلامتی کا شہر ہے، امن و امان کا گہوارہ ہے، محبت و اخوت کی بلندیوں پر بسا ہوا شہر ہے اور تہذیب و تمدن کے ساتھ ساتھ وصف غیرت و خودی کی رمز و نشانی ہے، اس شہر میں ان دھماکے کرنے والوں سے یہی سوال ہے۔ ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾

”کیا نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا بھی کچھ ہے؟“ (الرحمن:60)

یہ دھماکے اور یہ تباہی انتہائی افسوناک حرکت، گھناؤنا جرم اور خوفناک کھیل ہے۔ یہ زمین میں قتل و غارت گری اور فساد و بگاڑ پیدا کرنے کا ایک انداز ہے جو کہ ظالموں کے دست و باز کا فعل قبیح ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنوں کے ساتھ جنگ چھیڑنے کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت ہے اور یہ ذمی اہل معاہدہ غیر مسلم لوگوں کے ساتھ بدسلوکی بھی ہے۔

برادران عقیدہ! اہل عقل و دانش اور اہل عز و شرف ایسے واقعہ کو جرم اور حرام قرار دینے میں کوئی شک و شبہ نہیں رکھتے۔ اس بدترین دھماکے کی صحیح تعبیر بیان کرنے اور تصویر کشی کرنے سے عبارات و کلمات عاجز و قاصر ہیں جو کہ حقیقتاً بہت ہی برے اور خطرناک انجام کا پیش خیمہ ہے اور یہ واقعہ امت کو مصائب و بیماریوں کی دلدل میں ڈبو دینے کی ایک ناکام کوشش ہے اور یہ انتہائی قلق و اضطراب کا باعث حرکت ہے اور اس سے خدشہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کے اثرات بڑے خطرناک نقطہ تک جائیں گے اور انتہائی خطرناک شر و برائیوں کا باعث بنیں گے۔

یہ کونسا دین و عقیدہ ہے؟ بلکہ یہ کہاں کی مروت و انسانیت ہے کہ اس قسم کے شرمناک جرائم کا ارتکاب کرنے اور ان دردناک حوادث پر پیش قدمی کرنے کے لیے اکساتے ہیں؟ جو کہ لوگوں کے دن کا چین اور رات کا سکون لوٹ لے اور پورے ملک و قوم کو معیوب بنا دے۔

افسوس صد افسوس ہے اس شخص پر جسے بے قصور و ناحق لوگوں کا قتل اس فعل پر اکساتا ہے۔ ہلاکت و بربادی ہے اس ہاتھ کے لیے جو کہ خون کی ہولی کھیلنے اور لاشوں کے ٹکڑے ادھر ادھر بکھیرنے میں لذت محسوس کرتا ہے۔

ظلم وجبر، دہشت گردی، اور فساد و بگاڑ والے افعال کا ارتکاب کرنے اور لوگوں کو خوفزدہ و ہراساں کرنے والے لوگوں کو اللہ غارت کرے۔ انہوں نے کتنے وحشیانہ افعال کا ارتکاب کیا ہے، کتنے ہی جرائم ان کے ہاتھوں رونما ہوئے ہیں کہ ہر باضمیر، صاحب عقل وخرد، جس کے دل میں ایمان کا ایک ذرہ بھی پایا جاتا ہے وہ ان کے اس فعل پر سخت نکیر اور شدید مذمت کر رہا ہے۔

خبردار ہو جاؤ! دھماکوں اور اس طرح کی تباہی و بربادی اور فساد و بگاڑ سے کوئی اصلاحی دعوت پروان نہیں چڑھتی اور نہ ہی امن وفلاح میسر آتی ہے، اور قتل وغارت گری کی راہ سے اسلام کی کوئی خدمت نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی اس طرح اسلام کا جھنڈا بلند کیا جاسکتا ہے. ہماری شریعت غراء نے تو پانچ ضروری چیزوں کے مکمل تحفظ کا حکم دیا ہے اور ضمانت مہیا کی ہے جو کہ یہ ہیں:

دین، جان، عقل، مال اور آبرو۔

ان چیزوں کو کس کتاب یا کس سنت کی بناء پر مباح کیا گیا ہے؟ قسم ہے حق تعالیٰ کی یہ فعل سراسر باطل ہے، ہماری شریعت نے مفادات کو حاصل کرنے اور ان کی تکمیل کرنے کا حکم نہیں فرمایا اور مفاسد ومضرات کو دور کرنے اور انہیں کم کرنے کی تاکید نہیں فرمائی. کیا انتقام لینے کی قدرتوں کے مالک اور جبار السموات والارض نے بے قصور لوگوں کی جانیں لینے اور کسی بھی طریقے سے فساد و بگاڑ پیدا کرنے والوں کی سزا کا اعلان کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾

"اور جو شخص مومن (مسلمان) کو جان بوجھ کر (قصدا) مار ڈالے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا، اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لئے اس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے". (النساء:93)

اسی طرح ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾

"جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے، اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا۔" (المائدہ32)

اسی طرح اللہ تبارک وتعالی نے ایک جگہ فرمایا ہے: ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾

"اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو۔" (الاعراف:85)

اور قرآن کریم کی طرح نبی اکرم ﷺ نے بھی اہل ذمہ ومعاہدہ کے قتل ناحق کی سخت مذمت فرمائی ہے.. چنانچہ مسند احمد اور صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ"

"جس نے کسی معاہدہ کئے ہوئے کو (غیر مسلم) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھے گا۔"[1] (صحیح بخاری ومسند احمد)

کیا اسلام نے ایفائے عہد اور وفاء معاہدہ کی تاکید نہیں فرمائی؟ اور اس پر تمام افراد اور حکومتوں کو آمادہ نہیں کیا اور ترغیب نہیں دلائی؟ اور

1) صحیح بخاری، حدیث:3166۔

یہ سب صرف اس لئے ہے تاکہ معاشرے میں امن و استقرار رہے، اللہ کے بندے اور ملک ضلالت وگمراہی سے محفوظ رہیں اور اسلام کے سایوں کے سوا ایفائے عہد و پیمان کی ٹھنڈک، اسلام کی طے کردہ اخلاقی قدروں اور اسلامی تہذیب کے سوا پیمان وفاء کی پاسداری کا اہتمام، اسلام کے دامن کے سوا بشریت کو کسی دوسرے دین میں نہ ملے گا: ﴿فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا﴾

"ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ یہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟" (النساء 78)

اے مسلم امہ! ان دھماکوں کے بعد جو کہ اللہ کے فضل و کرم سے ہماری امت کی مضبوط بنیادوں کو نہیں ہلا سکتے، ہمیں ان اسلامی اقدار و اخلاقیات کے منافی اور خوف و ہراس پھیلانے والے افعال کی روک تھام اور نفی کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ افعال اسلام کے عدل و وسعت ظرفی پر مبنی مبادیات اور اصولوں کے بھی منافی ہیں۔ اور امت کو اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ اعتدال ومیانہ روی کی راہ کو اختیار کرے اور تشدد و گمراہی کے طریقے سے کلی اجتناب کرے، اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾

"اور اسی طرح ہم نے تمھیں امت وسط (معتدل) بنایا ہے۔" (البقرہ: 143)

اپنے معاشرے اور نوجوان نسل کو کمزور منہج، جور وظلم کے انداز اور غلو پسندی ومبالغہ آمیزی کی فکر بیمار اور درآمدہ سوچ سے بچانا اور محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾

"کہہ دیں (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) کہ اے اہل کتاب! اپنے (دین کی بات) میں ناحق مبالغہ آمیزی نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے (خود) گمراہ ہیں اور بکثرت دوسروں کو بھی گمراہ کر گئے اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔" (المائدہ: 77)

مسلمانو! پردہ خفاء اٹھ گیا ہے اور آنکھوں دیکھا کسی بیان کا محتاج نہیں رہا اور ان واقعات کے پس پردہ کیا ہے اور یہ بات بھی کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ ہماری اس مقدس سرزمین میں بھی بعض باغی وسرکش لوگ در آئے ہیں ان انتہائی تشویناک حالات میں ہم پورے الحاح و زاری کے ساتھ اپیل کریں گے کہ نوجوانوں پر خاص توجہ دی جائے، ان کے مسائل پر سنجیدگی سے غور کر کے انھیں حل کیا جائے۔ یہ نوجوان نسل ہی تو امت کا وہ طبقہ ہے جس پر سب کی نظریں لگی ہوئی ہیں اور وہی تمام امیدوں کا سرمایہ ہیں، وہ اللہ تعالی کے فضل و کرم سے حال کی مشعلیں اور مستقبل کے معمار ہیں۔ وہ ہمارے ممالک کا بہترین ذخیرہ اور باعث برکت باران رحمت ہیں۔

ہم اپنے دین اور اخلاقی اقدار کی بدولت ان سے مالا مال امت ہیں۔ ہم پر واجب ہے کہ ہم ایسی نوجوان نسل تیار کریں جو ایمان وعقیدہ کی مشعل ہو، ان سے وہ کھیپ تیار کریں جو عقل و بصیرت کے نور سے منور ہو، جو اعتماد و یقین کا پیکر ہو اور صحیح الفکر کے ساتھ ساتھ سدید الرائے بھی ہو۔ ان کا ضمیر زندہ اور ذہن بیدار ہو، ان کا ظاہر و باطن کردار انتہائی پاکیزہ ہوتا کہ اللہ کے فضل سے وہ ایسے بہترین افراد ثابت ہوں جو اپنے دین و امت اور ملک ومفادات پر آنچ نہ آنے دیں بلکہ وہ ملی و دینی غیرت وحمیت کا خزانہ ہوں، اور اپنے دین و وطن کا بھرپور دفاع کریں اور انھیں اللہ کی مدد سے مصائب ومشکلات اور آزمائش وفتن سے اور اشرار و اوباش لوگوں کی چیرہ دستیوں سے بچائیں۔

معتدل واصلاحی سلفی دعوت سے متعلقہ علماء امت اور دعاۃ ومبلغین اس نوجوان نسل کے لئے سب سے پہلی کرن نور اور مشعل راہ ہیں، خصوصاً آج

کل کے دور میں جبکہ منحرفانہ، افکار گمراہ مسالک اور بیرونی (مغربی) ممالک سے درآمدہ شدہ اصول ومبادیات نے یلغار کر رکھی ہے۔
عنفوان شباب اور جوانی کے جوش کو بلا شبہ الفاظ وکلمات سے لکھی سطور وکتب کی تعلیم سے بھی پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کے سینوں کو کھولا جائے جس کے لئے ماہر و باصلاحیت اور شفیق راہبروں کی ضرورت ہے۔ اور اس بات کی ضرورت ہے کہ ہدایت و راہنمائی کے میدان میں اتریں، دعوت وارشاد کے شعبے متحرک ہوں، اور نوجوان نسل کی اس سلسلہ کی ضروریات کو پورا کریں اور ان کی ہدایت و راہنمائی کے لئے حسن تعامل، راہنمائی کے لئے حاذقانہ وحکیمانہ اسلوب، رفق ونرمی کا انداز اور عزم بالجزم کی کیفیت کو اپنایا جائے۔ ان کے سامنے علمی انکشافات رکھے جائیں، ان کے قلوب واذہان سے شکوک وشبہات کے غبار کو باہمی مذاکرات اور گفتگو سے دور کیا جائے، خصوصی طور پر کسی کو، کافر قرار دینے اور اس کے قواعد وضوابط بیان کرنے، مسئلہ ولاء و براء (محبت وعداوت) کی وضاحت کرنے اور تغیر واصلاح کے صحیح انداز واضح کرنے پہ خصوصی توجہ دی جائے۔
اور مشروع ومزعوم جہاد اور امامت وقیادت کے مسائل میں ان کی صحیح راہنمائی کی جائے اور ایسے ہی دیگر مسائل وامور کو انتہائی دلچسپ اسلوب اور عمدہ انداز و بیان کے ساتھ واضح کیا جائے کیونکہ نوجوان نسل اس عالم شباب کے مرحلے سے گزر رہی ہوتی ہے جو انتہائی جذباتی ہوتا ہے۔ جس میں خطرات ونتائج کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔
جب ہم اس باہمی مذاکرات وگفتگو کی راہ پر چل نکلیں گے تو ہمارے سب کے سامنے اللہ کے فضل وکرم سے خیرات وبرکات سے معمور فضاء کے پٹ کھل جائیں گے بشرطیکہ وہ مذکرات اور گفتگو انتہائی پرسکون ماحول میں اور پوری صاف وشفاف انداز سے ہو۔ اس میں مصداقیت و موضوعیت پائی جاتی ہو اور اسلوب انتہائی دلکش، آفاق انتہائی وسیع، دلیل وحجت انتہائی گہری ومسکت، رائے میں صدق وسچائی، احسن انداز حسن معاملہ سے کام لیا جائے اور معاشرے کے ان انتہائی اہم کل پرزوں میں پائی جانے والی ذہنی فراغت وبے کاری کے علاج کے لئے عملی اقدامات بھی کئے جائیں۔ اور اول وآخر نیتیں صاف اور مقاصد پاکیزہ ہوں۔
اے والدین اور اہل علم وتربیت! اے نوجوان نسل کے پاسبانوں اور امینو! آپ سب ان کی عقلوں اور نفسوں کے معمار ہیں جو ان کے قلوب واذہان کی ساخت و پرداخت کرتے ہیں۔ ان کی بنیادیں اپنے اسلامی الاصل اصول ومبادیات پر رکھیں، انھیں ان کی نفاست وقیمت کا جام پلائیں کیونکہ اگر کوئی شخص کسی راہ یا چیز کی قیمت نہ جانتا ہو تو وہ اسے ضائع کر بیٹھتا ہے۔ اور جب یہ راہ افراد واشخاص سے ضائع ہو جائے تو نتیجہ واضح ہے کہ کیا کیا قلق واضطراب رونما نہ ہو سکے۔
ایسے ہی ذرائع ابلاغ اور دوسرے تیز تیر اور وسیع تر وسائل حمل ونقل کے ادارے کہاں ہیں جو اتنے پر تاثیر ہیں کہ ان کی اثر انگیزی بیان سے باہر ہے۔ انھیں نوجوان نسل کی اصلاح کرنے، انہیں اخلاق فاضلہ سکھانے اور خطرناک راستوں، وباؤں سے بھرے کونوں اور پوشیدہ دسیسہ کاریوں سے بچانے میں حظ وافر حاصل ہے۔ آپ لوگ اپنی ذمہ داری نبھائیں تاکہ دشمنان دین اور اعداء اسلام، اسلام کو دہشت گردی کا دین نہ باور کروادیں اور مسلمان اس بدترین الزام کا مورد بن جائیں۔
اپنے گردوپیش پر گہری نظر رکھنے والے عاقل اور غور وفکر سے کام لینے والے دانشمند کو یہ بات قطعی طور پر بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ نوجوانوں میں

انحراف کے اسباب اور اس کی متعدد صورتیں ذاتی وفطری نہیں ہیں کیونکہ حرمین شریفین کے گہواروں میں پرورش پانے والے، عقیدہ توحید پر پروان چڑھنے والے، اصلاحی دعوت کے زیرِ سایہ آنکھیں کھولنے والے اور شریعت اسلامیہ کے پھریرے کے نیچے اٹھکیلیاں لینے والے اور پلنے بڑھنے والے ذاتی وفطری طور پر منحرف کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ چیزیں دراصل باہر سے درآئی ہیں اور نوجوانوں میں سے بعض میں سرایت کر گئی ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے ہمارے تعلیمی کورسسز کا تو وہ اس سے کہیں بلند وبالا ہیں کہ وہ اس قسم کے لوگوں کی کھیپ تیار کریں۔

اے نوجوانو! اے ہمارے احباب! اے ہمارے جگر گوشو! اے ہمارے دلوں کے ثمرات! آؤ اور سنبھلو اور اس بات کا دل میں یقین کرلو تمہارا دین ایک معتدل دین ہے اور تمہارا دین ہی برہان ودلیل اور نور وضیاء ہے اور تمہارے دین کا مقدر ومستقبل ہی تمام ادیان باطلہ پر غالب آنا ہے۔ آپ کو کچھ نادان قسم کے اس دین کے بارے میں مایوس نہ کردیں کیونکہ وہ لوگ دراصل خود جاہل وفرومایہ، بیکار رونگ ملت ہیں، وہ بیرونی اثرات سے متاثر ہو کر ایک نیا ذہن رکھنے والے ہیں، اور یہ لوگ تو خود شاذ قسم کے فتوے دینے والے اور طالب علموں کی شکل میں پائے جانے والے مگر دراصل ان کے آدھے نصیب کو بھی نہ پانے والے ہیں۔ یہ مبنی بر ظلم اور علیحدگی پسندانہ احکام جاری کرنے والے لوگ ہیں۔

اللہ آپ لوگوں کو توفیق خیر سے نوازے۔ آپ اس مبارک ملک میں سعادت وخوشی کی زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں اور انتہائی پرامن و پرسکون وقت گزارنے کی نعمت سے مالامال ہیں۔ یہ امن وامان آپ کو اپنے گھر کیا، سفر وحضر ہر جگہ حاصل ہے۔

ہماری یہ محبت وشفقت سے لبریز نداء آپ میں نخوت واعتنا کو بیدار کرنے کے لئے ہے تاکہ آپ لوگ اس ملک کے باغیچہ نما علاقوں میں اور اس کی ساری ہی سرزمین میں چلتے پھرتے ہوئے اس کے چپہ چپہ سے ہر طرح کا دفاع کرنے والے بنو اور اللہ کی توفیق ومدد کے ساتھ صرف زمین ہی نہیں بلکہ اس کی عظمت اور عزت ووقار کا تحفظ بھی کرو۔ اور اپنے دین وسرزمین کے تحفظ کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی آپ کے لیے بہترین نمونہ ہے اور سلف صالحین امت کا منہج آپ لوگوں کے لئے چراغ راہ ہے۔

اے امت اسلامیہ! ہم سب کے کندھوں پر جو ذمہ داری ہے کہ ان نت نئے پیش آمدہ مسائل سے نپٹیں یہ ذمہ داری ادا کرنے کے لئے ہمیں اللہ سے ڈرتے ہوئے کوئی کمی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے اور ان اٹھنے والوں فتنوں کی بیخ کنی کرنے کے لئے ہمیں دو قالب یک جان ہونا چاہیے اور دین، امت، اس کے ملک اور اس کے امن وامان کے تحفظ کے لئے راتوں کو جاگنے والی آنکھ بن جانا چاہیئے کہ ہر شخص ہی ایک محافظ سپاہی کا کردار اسی طرح شر وبرائی اور دہشت گردی کے سرچشموں کو بند کرنا بھی ہم سب پر واجب ہے اور جو شخص ملک میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے کے درپے ہو، ملک اور اللہ کے بندو کے امن واستقرار کو تہہ وبالا کرنا چاہتا یا معاشرے میں بدامنی پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، ہم سب پر واجب ہے کہ کسی بھی ایسے شخص یا گروہ کا پتہ چلتے ہی اس کی نقاب کشائی کریں۔ اس کی پردہ پوشی نہ کریں بلکہ اس کے بارے میں متعلقہ اداروں کو خبر دیں ایسے ہی نوجوانوں کو تباہ کن فکری تحریکوں کا تر نوالہ نہیں بننا چاہیے بلکہ انھیں اپنے مسلمان حکام وامراء، ربانی علماء اور خیر خواہ ومصلح ومبلغین کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اس سب کچھ کے بعد عرض ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ امت مسلمہ اپنا اسلامی وتہذیبی پراجیک تیار کرے جو کہ عالمی سطح کا ہو تاکہ اس تشدد کے مظاہر اور دہشت گردی کا سدباب کیا جاسکے اور اس سلسلے عالم نوعیت کے مخصوص اسلامی اداروں

سے کام لیا جائے جن سے ہی علمی و سائنسی تحقیقات کے مراکز وجود میں آئیں اور تعارف و معارف پیش کرنے والے چینلز کام کریں، ان میں امور شریعت، امن و استقرار، تعلیم و تربیت، علم نفس، علم اجتماع و معاشرت کے ماہرین ان موجودہ مشکلات و مسائل پر سٹڈی کریں اور ان کا مستقل اور کامیاب علاج پیش کریں تاکہ وقتی سارد عمل سامنے نہ آئے اور اسباب و مقدمات اور نظر ڈالے بغیر نتائج اخذ نہ کئے جائیں اور منحرفانہ افکار کا علاج صحیح افکار کے ساتھ کیا جائے تاکہ ان منحرفانہ افکار و نظریات کے شر و برائی اور ان کے انجام بد سے ملک اور لوگ محفوظ رہیں۔

اے ارض حرمین شریفین! تو سلامت رہے، اے عقیدہ کے مراکز اور ایمان کے ماوی تو تاقیامت رہے۔ان بحرانوں سے نکلنے نے اللہ کے فضل سے لوگوں میں باہمی اتحاد و اتفاق اور دین کے ساتھ تمسک و تعلق میں مزید اضافہ ہی کیا ہے۔

اے ارض مقدس! زمانوں پر زمانے گزرتے چلے جائیں گے اور تو نقشۂ عالم پر ثبت رہے گی۔تو ایسا نمونہ رہے گی جس کی پیروی کی جاتی رہے گی تو وہ مثال ہوگی کہ امن و امان کے حوالے سے تیرے نقش قدم پر چلا جائے گا، اور تمہاری دشمنی کے لئے گھات لگائے بیٹھے دشمنوں کے منہ کالے ہونگے اور ان مجرم و مفسد لوگوں اور ظلم و زیادتی کرنے والے افراد کو ہی منہ کی کھانی پڑے گی۔سازشیں کرنے والوں کو اپنے ہی کھودے ہوئے کنویں میں اللہ گرائے گا اور ان کی تمام چالیں خود انہی کے خلاف نکلیں گی۔

اللہ تعالی ہماری مملکت سعودیہ اور دیگر تمام مسلم ممالک کو اشرار کے شر و برائی اور فاجر لوگوں کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے۔وہی ایسی سب سے بہترین ذات ہے جس سے سوال کیا جائے اور وہی سب سے زیادہ جود و کرم کی امید گاہ ہے۔

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو، اور تقوی کے ساتھ جو بھی عمل کیا جائے وہ بڑھتا اور ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور آپ پر لازم ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہیں کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور جو شخص مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑ کر الگ ہو جائے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔

مسلمانو! بڑے بڑے حادثات و واقعات کے وقوع پذیر ہونے پر عموماً چٹانوں اور کھنڈرات میں بڑے بڑے سانپ نمودار ہوتے ہیں جو اپنے زہر کو پھیلاتے، اذیت پہنچاتے اور لوگوں کو ہراساں کرتے ہیں۔اور وہ ناگ اپنے ڈنگ ہمارے دینی قواعد و ضوابط اور ہماری اخلاقی قدروں کو مارنا چاہتے ہیں اور ان حرکتوں کی نسبت اہل خیر کی طرف کر دیتے ہیں تاکہ دین اسلام بدنام ہو، نیک لوگوں پر الزام آئے اور دیندار لوگوں کا مذاق اڑایا جائے اور اسی پر بس نہیں بلکہ ایسے ہی واقعات و حوادث کو بنیاد بنا کر ہمارے تعلیمی کورسز پر الزام لگائے جاتے ہیں، ہمارے خالص خیراتی دعوتی و تبلیغی اور دینی و شرعی اداروں پر زبان درازی کی جاتی ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے احتسابی اداروں کو بھی مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔جبکہ اللہ کی قسم ہے کہ یہ سب الزامات سراسر باطل ہیں۔اسلام میں کرے کوئی بھرے کوئی کا قاعدہ نہیں ہے بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو کہ اللہ نے بنایا ہے۔﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾

"ہر شخص اپنے ہی اعمال کے بدلے گروی ہے۔" (المدثر:38)

ایسے ہی اللہ تعالی کا بتایا ہوا دوسرا قاعدہ یہ ارشاد الہی ہے:﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾

اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا" (الانعام:164)

ہمارے نوجوانو اور ہمارے بیٹوں کے بارے میں عمومی و مجموعی طور پر خیر و بھلائی اور اپنے حکام و امراء کے ساتھ ولاء و محبت کا ہی گمان کیا جاتا ہے اور یہی مبنی بر انصاف بات ہے یہ کوئی محض انھیں بری الذمہ قرار دینے کی چارہ سازی نہیں ہے اور یہ بھی اللہ کا خاص فضل اور اس کی عظیم نعمت ہے کہ اس نے ہمارے ملک کو بعض ایسی خصوصیتوں سے نواز رکھا ہے جن کی بدولت ہمارا اللہ کے فضل و کرم سے ساری دنیا کے ملکوں سے آگے نکل گیا ہے، اور ان خصائص و امتیازات میں سے چوٹی کی خصوصیت و امتیاز یہ ہے کہ اس ملک میں اللہ کا دین قائم ہے اور اللہ رب العالمین کی شریعت کا قانون نافذ ہے اور یہ ملک علماء راسخین اور مصلح دعاۃ و مبلغین کی بھرپور مدد و تعاون کرتا ہے۔ احتسابی اداروں اور ان میں کام کرنے والے لوگوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اداروں اور اس کے تمام میدانوں کی بھرپور تائید و تعاون کرتا ہے، اور اس کے مسئولین و کارپردازوں کو اہمیت دیتا ہے، اور یہ سب امور اس ملک کے ڈھانچے کو قوت بخشنے والے ہیں ، اور یہی چیزیں مومنوں کے زخموں کا مرہم ہیں، اور یہی وہ اوصاف ہیں جو ہر اس باچھیں پھاڑ پھاڑ کر باتیں کرنے والے کا سدباب کرنے والے ہیں جو صرف بحرانوں کے دنوں میں ہی نمودار ہوتے ہیں۔

وہ لوگ (بارش میں مینڈکوں کے نمودار ہونے کی طرح) صرف بحرانوں کی پیداوار ہوتے ہیں اور مصائب و مشکلات کے دنوں میں کھل کر سامنے آجاتے ہیں تاکہ زخموں پر نمک چھڑکیں اور صاف و شفاف پانی کو گدلا کریں۔ وہ انتہائی ناپسندیدہ اجتہادی شکل اور قابل بغض و نفرت منافع خوروں کی صورت بنا لیتے ہیں اور سفینۂ امت کی غرقابی پر مگرمچھ کے جعلی آنسو بلکہ آٹھ آٹھ آنسو بہاتے ہیں حالانکہ وہ خود اس سفینے میں سوراخ و چھید کرنے والے ہیں۔ وہ اس سفینے کے انجام پر چلاتے اور شور و غوغا کرتے ہیں حالانکہ وہ خود ہی اسے غرق کرنے والوں میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اندر چھپے حقد و بغض اور نفرت کو زبان کی راہ باہر نکال دیتے ہیں اور کرائے پر لائی گئی نوحہ و بین کرنے والی عورت کی طرح بڑا منفرد انداز کا نوحہ و بین کرتے ہیں اور فکری آوارگی، ثقافتی انحراف میں مبتلا ہوتے ہیں البتہ ذرائع ابلاغ اور صحافتی ادارے انھیں اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں۔ ان لوگوں سے خبردار و ہوشیار رہیں اور دین اسلام اور اہل اسلام کے اعزاز و اکرام، وحدت امت، صفوف امت کی شیرازہ بندی کے لئے بیش از پیش کوشش کریں درستگی و اصلاح کی راہوں پر چلنے، اجتماعی رحم و شفقت پیدا کرنے داخلی محاذ کی حفاظت کرنے اور علمی و شرعی قیادت سے تمسک و تعلق جوڑنے میں کوشاں رہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (یوسف: 21)

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

امن و امان: اصل مفہوم وحقیقت اور اس کی وسعتیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

6/4/1424ھ موافق، 6/6/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور یہ بات خوب ذہن نشین کرلو کہ بہترین کلام اللہ تعالی کا کلام ہے اور بہترین ہدایت وراہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت ہے اور بدترین امور وہ ہیں جو کہ (دین میں) نئے ایجاد کئے گئے ہوں اور ایسا ہر نو ایجاد کردہ فعل بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے..)۔

آپ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ پیوستہ رہیں" بلا شبہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے" اور جو شخص مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوگیا وہ جہنم میں گرادیا گیا۔

سدابہار مطالبہ امن و امان:

لوگو! جو شخص دورحاضر اور عہد ماضی کی تاریخ فہم وفراست کے ساتھ اور گہری وموزوں نظر کے ساتھ ذہن میں رکھ لے۔اس کے ساتھ ہی امم سابقہ اور دور حاضر کی اقوام کے حالات سے بھی واقف ہو اسے لمحہ بھر کے لئے بھی اس حقیقت ثابتہ کے بارے میں شک نہیں رہ جاتا جسے ہر معاشرہ ہمیشہ طلب کرتا رہا ہے اور وہ ایسی بنیاد ہے (چولہے میں پڑی تھوڑی سی راکھ) جس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں آتا۔ چاہے کتنے زمانے گزر جائیں وہ حقیقت اپنی جگہ بحال ہے اور شب وروز کی چاہے جتنی بھی آندھیاں چلیں جنہیں اللہ لوگوں کے مابین بدلتا پھیرتا رہتا ہے مگر وہ مطالبہ بہر حال قائم وموجود رہتا ہے اور وہ حقیقت کیا ہے؟ اور وہ مطالبہ کیا ہے؟ وہ ہے امن و امان کی طلب۔ وہ امن جس کی موجودگی میں کھانے کا مزہ آتا ہے، جس کی بدولت ہی پینے کی لذت محسوس ہوتی ہے۔جس کے وجود سے ہی دن ذریعہ معاش بنتا ہے اور نیند موجب سکون وچین ہوتی اور رات لباس کی شکل اختیار کرتی ہے۔

نقص امن -- نا منظور:

اللہ کے بندو! جب واقعی ضمانتوں کی ایجاد اور مکمل تیاریوں میں کمی آگئی اور مسلم معاشروں میں روز مرہ زندگی کی فضاؤں کو مکدر کرنے والوں کو لگام نہ دی گئی اور انھوں نے لوگوں کا امن و استقرار اپنے ہاتھوں میں لے لیا تو غیر ذمہ دارانہ حرکتیں کرکے امن و استحکام کو تہہ و بالا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔لھذا ایسے لوگوں کو شتر بے مہار کی طرح کھلے چھوڑ دینا اور ان کا امن وامان سے کھیلنا بالکل نامنظور ہے اور یہی چیز امت کے سفینے کو ساحل مراد پر لنگر انداز ہونے کی راہ میں رکاوٹ اور اس کے لئے خطرے کا ایک چیلنج بنی رہتی ہے اور چاہے کتنے دلائل ومبررات اور حیثیات بیان کی جائیں یہ چیز پھر بھی قابل قبول نہیں ہے اگر چہ ان غیر ذمہ دارانہ حرکتوں کے لئے ہماری ہی قوم کو استعمال کیا ہو جو کہ ہماری ہی زبان بولنے والے ہیں جو کہ ان کی ان نافرمان حرکتوں کے نتیجہ میں کسی دوسرے کو نشانہ بنانے سے پہلے خود اس کا

نشانہ بن جاتے ہیں اور جب اپنی ہی امت وقوم کے لوگوں میں یہ بیماری سرایت کرجائے اور وہ حدود امن کو پھلانگنے لگیں تو وہ استقرار کے مفہوم پر مٹی ڈالنے لگتے ہیں اور مستقبل کی امیدوں اور دورحاضر کی نسلوں کی زندگی کی رگیں کاٹنے لگتے ہیں، یہ بھی تب ہے جب کہ حاقد وحاسد دشمنان دین ان پر تکیہ نہ کرتے ہوں، اور انھوں نے اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انھیں ذریعہ نہ بنایا ہو، جبکہ دشمن ایسے کاموں کے اسباب پیدا کرلیتے ہیں خصوصاً جبکہ وہ مسلم ممالک پر مسلسل دباؤ ڈالے ہوئے ہوں۔ ایسے حالات میں جس طرح عہد حاضر میں بلاد اسلامیہ پر غاصبانہ قبضہ کرنے والوں نے معمولی معمولی حیلوں بہانوں سے کام لیا ویسے ہی آج بھی ہو رہا ہے۔

نواقص امن کی بیخ کنی:

اعتماد ووثوق، امن وامان اور شریعت الٰہیہ کے تحت افہام وتفہیم سے معمور فضاء ہی دراصل وہ فضاء وماحول ہے جس میں اللہ کا دین تر وتازہ رہتا ہے تاکہ مسلم معاشرے کے تمام افراد کے لئے جگہ بن سکے۔ یہی وجہ کہ شریعت اسلامیہ نے امن وامان کو نقصان پہنچانے والی چیزوں کی جڑ کاٹ دی ہے اور اس سلسلہ میں کسی تردد ونزاع اور سودی بازی کو قبول نہیں کیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ مَرَّ فِي شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا، أَوْ أَسْوَاقِنَا، بِنَبْلٍ، فَلْيَأْخُذْ عَلَى نِصَالِهَا، لَا يَعْقِرْ بِكَفِّهِ مُسْلِمًا۔

”تم میں سے جب کوئی شخص ہماری مسجد یا بازار میں سے گزرے اور اس کے پاس تیر ہو وہ اس کی انی کو پکڑ کر رکھے۔“[1] (صحیح بخاری)

یا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ اس کی (انی کو) اپنی ہتھیلی میں رکھے تاکہ مسلمانوں میں سے کسی کو اس سے زخم نہ آنے پائے۔

جب کہ بخاری ومسلم میں ہی نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

”جس نے ہم (مسلمانوں) پر ہتھیار تانا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“[2] (بخاری ومسلم)

اور بخاری ومسلم میں ہی نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔

”مسلمان کو گالی دینا فسق وفجور اور اس سے قتل وجنگ کرنا کفر ہے۔“[3] (بخاری ومسلم)

جبکہ ایک صحیح حدیث میں ارشاد نبوی ہے: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔

”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“[4] (صحیح مسلم اور سنن ثلاثہ وغیرہ صحیح الجامع 2/7)

مفہوم امن کی وسعتیں:

مسلمانو! اب آیئے امن کا شامل وکامل اور واقعی مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ اس کی صورتوں یا وسعتوں یا پھر دونوں کو الٹے انداز اور تنگ نظر وفکر سے نہ دیکھا جائے۔ اور امن کے مفہوم کو اتنا تنگ نہ کردیا جائے کہ وہ صرف چوری، ڈاکے اور قتل وغیرہ سے محفوظ رکھنے کا نام ہی رہ

---

[1] صحیح بخاری: 452۔
[2] صحیح بخاری: 6874۔
[3] صحیح بخاری: 48۔
[4] صحیح مسلم: 41۔

جائے۔ ہرگز نہیں۔ امن کا مفہوم اس سے بالا اور وسیع ہے۔

امن عقیدہ وشریعت:

بلکہ امن کا پہلا اور عظیم ترین مفہوم یہ ہے کہ مسلم معاشرہ اس بات پر قائم ہو کہ اس کے افراد میں عقیدہ صحیحہ جاگزیں ہو اور بندے کے اپنے رب سے گہرے ربط و تعلق، اس روشن عقیدہ کو نقصان پہنچانے والی ہر چیز سے دوری اور اسے خراب کرنے والے ہر فعل سے بعد کو بحالی امن کے واجبات اور فرائض و ذمہ داریوں میں سے پہلا درجہ دیا جائے اور اسی سے وہ دینی جذبہ جنم لے گا۔ جو ایسی ہر حرکت روکنے کا باعث بنے گا جو دین وشریعت کو خراب کرنے والی ہے اور وہ جذبہ اس عقیدہ کی شکل میں سامنے آئے گا کہ بندہ اپنے رب کی الوہیت وعبادت میں کسی کو شریک نہ کرے، نہ کسی غیر اللہ کو ربّ اور خالق و رازق قرار دے۔ اور نہ اس کے اسماء وصفات میں کسی کو شریک مانے اور اللہ کے حکم اور فیصلوں میں بھی کسی کو شریک کرنے سے دور رہے۔ ایسے ہی ملت اسلامیہ سے کفر کرنے اور مرتد ہو جانے یا اس ملت میں رہتے ہوئے الحادی وملحدانہ افعال کا ارتکاب کرنے سے دور رہے، اسی طرح حقیقی زندگی میں شریعت اسلامیہ کو نافذ نہ کر کے اسے دور کر دینے سے بھی بچے یا پھر اللہ کی شریعت کے مقابلے میں کسی غیر اللہ کی شریعت کو لا کھڑا کرنے سے باز رہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً﴾

”کہہ دیں کہ اللہ کا رنگ (اسلام اختیار کر لیا) اور اللہ سے بہتر رنگ کسی کا ہو سکتا ہے۔“ (البقرہ:138)

اور دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ﴾

”کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں حالانکہ تمام اہل زمین وآسمان خوشی کے ساتھ یا مجبوری سے اللہ کے فرمانبردار ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ (آل عمران:83)

خبردار ہو جائیں (امن وامان اپنی مطلق اور وسیع صورت میں اس عقیدہ کے سوا ممکن ہی نہیں اور نہ ہی مسلمان ممالک کا استقرار ممکن ہے اور نہ وہ اپنے آپ اپنے دین اور اپنی حالت پر مطمئن ہو سکتے ہیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد زیر عمل نہ ہو: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انھیں دنیا کی حکومت عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا۔ اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائدار کرے گا اور خوف کے بعد انھیں امن بخشے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے گا تو ایسے لوگ فاسق و بدکردار ہیں۔“

(النور:55)

مراکز قوت کا امن:

اللہ والو! یہ بات بھی پیش نظر رہے امن کے مفہوم کو مسلم ممالک و معاشروں کے مراکز قوت سے الگ بھی نہ کیا جائے اور نہ ان کے بارے میں کوئی تجاہل رونما ہونے پائے تاکہ وہ کہیں معاشروں کے امن میں کارفرما مراکز و اداروں کے منفی یا مثبت اثر کو ہمارے ذہنوں سے نہ نکال دے۔

غذائی و وبائی امن:

ایک غذائی امن کا مفہوم بھی ہے اور حفظان صحت و تحفظ امراض کا امن بھی ہے، اسی طرح بعض قواعد وضوابط ایسے بھی ہیں جن کا تعلق معاشرے کے خود کفالت سے ہے کہ ہر شخص کے لئے کام کاج کے مواقع مہیا کیے جائیں، ملک میں پیداواری صلاحیتیں بڑھیں اور بے روزگاری کا خاتمہ ہو اور نوجوان نسل کا خصوصی خیال رکھا جائے اور مفید کاموں کی طرف انہیں رغبت دلائی جائے اور مضر اشیاء سے انھیں بچنے کی تلقین کی جائے۔اور فکری آوارگی و نفسیاتی بے کاری کی جڑیں کاٹی جائیں کیونکہ یہ چیزیں انتشار و انارکی کو جنم دیتی اور شہوت رانی کی راہ پر لگاتی ہیں۔

فکری امن اور اس کے دو محور:

ان پر مستزاد ان امنی جوانب کا فہم بھی ہے جو کہ خاندانی مسائل کے مطالعہ سے سامنے آتے ہیں جو کہ خاندانوں کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دینے والے ہیں۔اسی طرح یہ بھی سخت ضروری ہے کہ ہم اس چیز سے بھی غفلت اختیار نہ کریں جو کہ ہر معاشرے کے امن و امان کی راہ کی رکاوٹ اور نقص امن کی راہ کھولنے یا بند کرنے کی ڈاٹ (چابی) ہے۔اور وہ ہے فکری امن اور یہی وہ امن ہے جو معاشروں کی عقل وفہم کا تحفظ کرتا اور شکوک وشبہات میں واقع ہونے یا پھر شہوت رانی وخواہشات نفس کی تسکین کے زیر اثر شک وشبہ کا شکار ہو جانے سے محفوظ رکھتا ہے۔

☆ محور اول: فکر تعلیم و تربیت:

امن کی یہ قسم اس وقت تک مکمل نہیں ہو جاتی جب تک کہ دو بنیادی محور زیر عمل نہ لائے جائیں جن میں سے پہلا محور ہے تعلیمی و تربیت فکر کا محور اور دوسرا ہے ذرائع ابلاغ و ثقافتی اداروں کے امن کا محور۔اور امت پر واجب ہے کہ ان دونوں محوروں کی راہ سے ہوئے مغرب پسندی، ان کی غلامی اور پستی کی طرف نہ پھسلے کیونکہ عقلوں کا امن و تحفظ جان و مال کے امن و تحفظ سے کس طرح بھی کم اہمیت کی چیز نہیں ہے۔ہم دیکھ رہیں کہ جس طرح کچھ لوگ گھروں کی چوری کرتے اور خرد برد کرتے اسی طرح ہی کچھ لوگ عقلوں کو چرانے اور ان کی خرد برد کرنے والے ہیں۔

ضروری ہے کہ تعلیم کو بھی مسلمانوں کے مابین محفوظ رکھا جائے تاکہ وہ کہیں اپنا تشخص نہ کھو بیٹھے بلکہ اس کے تحفظ کے لئے ایک تیز اور مشنری جذبہ سے کام کرنے والا عملہ تیار کرنا چاہیے جو ایسے علم نافع کی راہیں کھولیں جو عمل صالح کی طرف دعوت دینے والا اور اغیار کی بدترین غلامی و حاشیہ نشینی سے دور رکھنے والا ہو، اور لوگوں کو مفید علوم دینیہ کے مقام و مرتبہ کو کرنے، انھیں بوجھل باور کروانے اور اس کے اعتراف کرنے سے

شرمانے گھبرانے والوں سے بچائے۔ جبکہ یہ شرم وگھبراہٹ دراصل ان فریفتگیوں کی پیداوار ہیں جو کہ موقع بموقع کے حوادث و واقعات کے مابین منڈلاتی رہتی ہیں اوران علوم کو اخذ کرنے یا ان سے دور ہی رہنے کے مابین متردد کرنے لگتی ہے۔

☆ محورثانی: فکری ذرائع ابلاغ:

جہاں تک ذرائع ابلاغ کی فکر کا محور ہے تو وہ موجودہ دور کے معاشروں کی چکی کے پاٹ کا دستہ اور انتہائی موثر ذریعہ ہے جبکہ اسی کے ذریعے تو لوگوں کو راہنمائی اور بصیرت مہیا کی جاتی ہے، اسی کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے اور انھیں مغربی طرز زندگی کا دلدادہ بنایا جاتا ہے۔ انہی کے ذریعے مسلمانوں کے مسائل کی خدمت بھی کی جاسکتی ہے اور انہی کے راستے انھیں مدد مہیا کی جاسکتی ہے۔ اور یہ ذرائع ابلاغ ہی تو ہیں جن کی مدد سے حقائق کو مٹایا اور انھیں توڑ موڑ کر پیش کیا جاسکتا ہے، ذرائع ابلاغ اور نشریاتی و اشاعتی فکر کے ذریعے ہی سنجیدہ اور لاپرواہ دونوں طرح کے معاشروں کو ان کے حقیقی روپ میں پہچانا جاسکتا ہے۔ اگر کسی معاشرے کے افراد اور حکومت کی نشریاتی و اشاعت فکر کی بنیاد میں کمال واعتدال ہوگا تو اس معاشرے میں بھی یہ کمال واعتدال پایا جائے گا۔

کارکنان ذرائع ابلاغ کی ذمہ داریاں:

لہٰذا اس شخص پر واجب ہے جو لوگوں کے یہاں سنی اور سمجھی جانے والی فصیح زبان بولتا اور لوگوں کے یہاں پڑھے جانے والے قلم سیال سے لکھنے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہے، اس پر واجب ہے کہ وہ مسلمانوں کے معاملات پر گفتگو کرتے ہوئے صدق وصفائی، حق بیانی اور عدل و انصاف سے کام لے اور حادثات اور ان پر رونما ہونے والے ردّعمل کو اصل شکل میں پیش کرے، شیطان کے بہکاوے میں آکر اصل مسئلہ کو چھوڑ کر اپنے قلم وزبان کا رخ دوسری طرف نہ موڑ دیں او وہ غلبہ جو نہ آنکھ پھوڑ سکتا اور نہ دشمن کو قتل کرسکتا ہے اسے عمومی تباہی مچانے والا اسلحہ نہ باور کروانے لگیں بلکہ حقیقت نگاری کریں جو کہ لوگوں کے لیے واقعی مفید بھی ہو کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾

”جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے۔“ (الرعد:17)

حل معاملات کے لئے اصل اسباب کی تلاش:

معاملات کو اصل مسببات کی طرف لوٹانا اور ٹھکانے کی بات کہنا یا حروف پر نقاط لگا کر ہی تمام مسائل کو سلجھانے اور تمام مشکلات کو حل کرنے کا پہلا طریقہ ہے اور اصل اسباب کو نظر انداز کر دینا اور دوسرے مصادر کی طرف منسوب کر دینا یہ معاملات کو سلجھاتا نہیں بلکہ مزید الجھاتا ہے اور یہ شر کو کم نہیں بلکہ ان کے دائرے میں مزید وسعت پیدا کرتا ہے، اور عقل سلیم کے مالک لوگ علاج معالجہ کی راہ اختیار کرتے ہیں اور وہ طاعون کا سبب پانی پینے اور ہوا میں سانس لینے کو قرار دیتے ہیں کیونکہ تشخیص کا نتیجہ چاہے کوئی بھی سامنے آئے، انجام کار وہ اے مسلم! میری طرف یا آپ کی طرف، میں بیٹے کی طرف یا آپ کے بیٹے کی طرف، میری بیٹی کی طرف یا آپ کی بیٹی کی طرف اور میرے خاندان کی طرف یا آپ کے خاندان کی طرف بڑھا دیا جائیگا۔

اہل لوگوں کے سپرد:

اسی طرح ہی یہ بھی ضروری ہے کہ ان علاج معالجوں کی ذمہ داری ان لوگوں کے سپرد کی جائے جو ان معاملات کے ماہر بڑے بڑے علماء اور ثقہ معتبر قسم کے حکماء اور دانشور ہیں اور دیندار اور امین بھی ہیں اور ان معاملات کو حل کرنے کے لیے قیل وقال، ظن وتخمین اور تشویش سے کام نہ لیا جائے کیونکہ ظن وتخمین یا اٹکل پچو لگانے والوں کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُتِلَ الْخَرَّاصُونَ[10] الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ﴾

"وہ اٹکل پچو لگانے والے ہلاک ہوں جو کہ بے خبری میں بھولے ہوئے ہیں۔" (الذاریات:10)

معروف مفسر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہاں " الخراصون " سے مراد وہ لوگ ہیں جو محض ظن وگمان سے بات کرتے اور اٹکل پچو لگاتے ہیں۔"

بے مہار قلم وزبان کے نقصانات:

زبان کو کھلا چھوڑ دینا اور اشہب قلم کی لگام ڈھیلی چھوڑ دینا اور وہ بھی مشکل حالات اور ہنگامی امور میں ایک شور وغوغا پیدا کر دیتا اور دلوں میں نفرت کے جذبات کو ہوا دیتا ہے اور یہ چیز مسلمان معاشرے کو اس ہنگامی صورت حال کی تشخیص کر کے اس مرض کا علاج کرنے کی بجائے باہمی اختلافات پیدا کرنے اور دلوں میں چھپے اپنے اپنے پرانے حسابات چکانے پر لگا دیتا ہے، اور اس کے بعد جو انگلی اٹھانے والوں، غیبت کرنے، چغل خوری کرنے والوں کو جو مواقع ہاتھ آتے ہیں ان کے بارے میں کچھ نہ پوچھیں خصوصاً ان لوگوں کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں وہ دین اسلام میں تشکیک پیدا کرنا شروع کر دیتے ہیں، مسلم معاشرے کے دیندار ہونے پر شک کرنے لگتے ہیں اور اسلام چشمۂ شیرین کی سلامتی کو مشکوک کرنے لگ جاتے ہیں، ان پر ہر قسم کی تہمت لگائی جاتی ہے، شور بڑھ جاتا ہے، علم کا استحضار کم رہ جاتا، خطا وغلطی سے محفوظ رہنے کی نسبت کمزور پڑ جاتی ہے اور کسی ایسے ہنگامی مسئلے کا فوری حل پیش کر سکنے کی قدرت کا فقدان اس پر مستزاد ہے، سوائے اس کے کہ ایک دوسرے پر تنقید وتقریظ، طعن وجہالت اور باہم گمراہی کا الزام دینا رہ جاتا ہے لیکن اصل مشکل زائل ہونے سے رہ جاتی ہے۔

عجیب وافسوس ناک منطق:

مثلاً اگر کوئی انسان کسی مسجد میں چوری کر بیٹھے تو دین سے بغض ونفرت رکھنے والے یہ صدائیں لگانے لگتے ہیں کہ مسجدوں کو بند کر دیا جائے یا انہیں مسمار ہی کر دیا جائے تاکہ چوری کا خاتمہ کیا جاسکے، ایسے ہی کسی پردہ دار عورت سے کوئی دھوکہ دہی وجعل سازی کی حرکت سرزد ہو جائے تو یہ صدائے بازگشت سننے میں آنے لگتی ہے کہ پردہ کا ہی خاتمہ کر دیا جائے تاکہ آئندہ ایسی کوئی واردات رونما نہ ہو۔ وہ چوری کرنے کا حقیقی حل نہیں کرتے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیں اور نہ ہی جعل سازی ودھوکہ دہی کرنے والی پردہ دار عورت کو خبردار کرنے کے لیے اسے معقول سزا دیتے ہیں تاکہ ایسی وارداتیں نہ ہوں، وہ سیدھا یہ کہنے لگتے ہیں کہ مسجدیں گرا دو اور پردے کا ہی خاتمہ کر دو، اور یہی چیز عجیب وتعجب اور حیرانگی کا بھید ہے، یہی چیز دہشت زدہ کرتی ہے اور مبالغہ آمیزی کو پھیلاتی ہے اور ایسے ہی علاجوں کے نتیجہ میں یہ ردّ فعل سامنے آتا ہے جو

اسلامی معاشروں کے حدِ اعتدال میں رہنے کی تمام حدود کو پھلانگ کر افراط وتفریط میں داخل ہو جاتا ہے۔

واہی تباہی بکنے کی ممانعت:

اللہ والو! اسلام تو وہ دین ہے جو اس یاوہ گوئی اور واہی تباہی بکنے کو بھی روا قرار نہیں دیتا جو ممکن ہے کہ دراصل کسی نقصان سے سراسر خالی ہو، اب اس واہی تباہی اور کثرت کلامی کے بارے میں کیا خیال ہے جس میں واضح نقصان موجود ہو اور وہ تفرقہ کا سبب بننے والی ہو۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

”اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا، بلکہ نیکو کاری اور تقویٰ و پرہیزگاری کی باتیں کرنا اور اللہ سے جس کے سامنے جمع کئے جاؤ گے ڈرتے رہنا۔“ (المجادلہ:9)

حریت و آزادی کا اصل مفہوم:

اسلام حریت تنقید اور آزادیءکلام و مذاکرات کے سلسلہ میں اپنے موقف میں انتہائی واضح ہے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ ہر انسان سے معاملہ میں تنقید و کلام کو اپنا مباح حق سمجھے اور نہ یہ چاہتا ہے کہ ہر شخص جو چاہے لکھے اور جو چاہے کہے اور جیسے چاہے کرے اور شریعت کے قواعد وضوابط اور اس کی حدود کی کوئی پرواہ ہی نہ کرے۔ انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ چرب لسان لوگوں اور اہل قلم حضرات میں آزادیءکلام، آزادیءضمیر اور آزادیءمذاکرات و گفتگو کا الٹ یا غلط مفہوم پھیل چکا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ طویل کلامی کرنا اور صفحات کے صفحات سیاہ کرتے چلے جانا کوئی ذمہ داری والی بات نہیں اور اس کا نفع و نقصان کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

ذرائع ابلاغ کا امن:

معاشروں میں ذرائع ابلاغ کا امن اس بات کی سخت ضرورت مند ہے کہ اس پر گہری اور وسیع پیمانے پر سٹڈی کی جائے اور اسلامی معاشروں کے مطالعے کے نتائج کے حوالے سے اور ان کے اور شرعی و اجتماعی یا سوشل معاملات کے مابین باہمی ربط و تعلق کو واضح کر کے ذرائع ابلاغ کی فعال سرگرمیوں سے منسلک لوگوں کے لیے واضح ہدف اور ٹارگٹ مہیا کیا جائے۔ اسی طرح یہ بھی انتہائی ضروری ہے کہ افعال و حرکات اور ان کے ردّعمل کا تجزیہ کیا جائے اور شرعی و اجتماعی مطالبات اور شہوات و خواہشات نفس اور شبہات سے بھرپور ذاتی خواہشات اور رغبتوں کا موازنہ کیا جائے اور پھر انھیں ذرائع ابلاغ کے امن و امان کی حس کو تیز کرنے میں لگایا جائے اور یہ پیداواری خود کفالت و کفایت پر لگایا جائے جس سے معاشرے کا استقرار و استحکام وجود میں آتا ہے اور خاندان و افراد کو اس کا عام فائدہ پہنچتا ہے، اور اسی سے دنیا و آخرت میں لامحدود سکون و اطمینان بھی نصیب ہوتا ہے۔۔

مسلمانو! ہم سب پر واجب ہے کہ ہم حقیقت امن و امان اس کے وسیع ابواب میں سے دیکھیں اور اس کے مفہوم کی وسعتوں کو سمجھیں اور ان راستوں پر چلیں جو بہت ہی جلد ہمیں اس تک پہنچا دیں۔ اور دورِ حاضر میں پیش آمدہ تمام نئے معاملات کو ان کے صحیح مقام پر رکھیں اور

اپنے آپ کو بڑے بڑے مسائل میں نہ پھنسائیں کہ جن کے حل کرنے اور ان پر غور وخوض کرنے کے لئے بھی بڑے لوگ ہی ہونے چاہئیں۔ ہر شخص کو اللہ نے مسلمانوں کے مفادات ومصالح اور ان کی نگرانی کی جو ذمہ داری دی ہے اور اسے اقامت حق اور عدل وانصاف کرنے کی جو ڈیوٹی لگائی ہے، ہر کسی کو اپنی اپنی وہ ذمہ داری نبھانی چاہیئے اور جن کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے ان کا خیال رکھنا چاہیئے اور خبردار رہیں کہ فضول گوئی اور لایعنی قیل وقال سے بچیں اور اللہ سے خوب ڈریں۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾

”اور (اے بندے!) جس چیز کا تجھے علم نہیں، اس کے پیچھے نہ پڑ۔ کہ کان، آنکھ اور دل، ان سب (اعضاء) سے ضرور باز پرس ہوگی۔“
(بنی اسرائیل:36)

مسلمہ و طے شدہ امور:

مسلمانو! اللہ کا خوف کھاؤ اور یہ بات خوب اچھی طرح سے سمجھ لو کہ بعض مسلم امور اور طے شدہ چیزیں ایسی ہیں کہ تمام مسلم ممالک ومعاشروں کو ان کا ادراک ہونا چاہیئے اور مسلم ممالک ومعاشروں سے ہماری مراد وہ ممالک ہیں جنھوں نے اللہ کی شریعت کو اپنی تمام تر دولت اور غرض وغایت قرار دے رکھا ہے اور جیسے جیسے کوئی موقع بنے اور خطرناک ہنگامی حالات رونما ہوں تو اس بات کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔☆

☆ عقیدۂ توحید:

اللہ والو! ان طے شدہ امور اور ثابت شدہ وضروری چیزوں میں سے ہی ایک تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے عقیدے کا سرمایہ و بنیاد اللہ تعالی کی توحید، اس کی اطاعت وفرمانبرداری اور شرک سے مکمل گلوخلاصی ہے اور اس عقیدہ کے سوا دوسرے کسی عقیدہ والے کو فلاح ونجات ہرگز نہیں ملگی۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾

”صرف ایک اللہ کے ہو کر رہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے نہ بنو اور جس نے کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک کیا تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے، پھر اسے پرندے اچک لے جائیں یا ہوا اسے اڑا کر کسی دور دراز جگہ لیجا پھینکے۔“ (الحج:31)

☆ شریعت اسلامیہ:

ایک اور طے شدہ امر یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ ہی شریعت ثابت ومستقرہ ہے جو کہ ہر زمانے اور ہر جگہ کے لئے کارآمد ہے اور ہر چیز اسی کے سامنے آ جھکتی ہے اور وہ ہر چیز کے سامنے نہیں جھکتی اور یہ سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے لے کر آج تک اسی طرح چلا آ رہا ہے، قرون سابقہ میں مسلمان فتوحات سے سرفراز ہوتے رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی وہ خسارے ونقصانات بھی اٹھاتے اور شکستوں سے بھی دوچار ہو جایا کرتے تھے اور جب بھی کسی بظاہر شکست و ہزیمت اور خسارہ ونقصان سے دوچار ہونا پڑتا تو وہ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) بکثرت پڑھتے اور صبر کا دامن تھامے رکھتے تھے یہاں تک کہ اللہ انہیں فتح ونصرت عطا

کردیتا یا وہ اپنا امر نافذ کردیتا اور ان کی شریعت میں کوئی تغیر و تبدل نہ آتا بلکہ وہ اپنی جگہ پر باقی رہتی۔

☆ ربانی علماء اور دعاۃ و مبلغین سے ربط و تعلق:

ثابت شدہ امور میں سے ہی یہ بھی طے ہے کہ امت اسلامیہ چاہے عسکری ترقی اور اسلحے کی دوڑ میں اوج ثریا کو بھی کیوں نہ چھولے صنعتی ترقی کی انتہاء کو پہنچ جائے اور تہذیبی گلوبل گاؤں میں ہی کیوں نہ بسنے لگے مگر اس کے لئے ربانی علماء اور اہل صدق و صفا دعاۃ و مبلغین کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ جن پر دل جمع ہو جاتے ہیں، اور لوگ ان کے ارد گرد اکٹھے ہو جاتے ہیں، وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے صحیح فہم کی روشنی میں چلتے ہیں وہ روشن ستارے اور تابناک چودھویں کے چاند ہیں۔ اللہ کے بعد اگر ایسے لوگ نہ ہوتے تو یہ زمین اپنے تمام تر اہل زمین سمیت موت کے گھات اتر جاتی ہے، لیکن علماء ربانی اس دنیا کے ستون اور زمین پر گاڑے ہوئے پہاڑ ہیں جو اسے ڈگمگانے سے روکتے ہیں۔ وہ امت میں پھیلے ہوئے منحرف الحادی فکر اور گمراہ تحریکوں کی اصلاح کا سامان اور مبالغہ آمیزی و انتہاء پسندی کو لگام دینے والے ہیں۔ اور علماء کرام اپنی یہ ذمہ داری اس وقت تک صحیح طور پر سر انجام نہیں دے سکتے جب تک کہ ان کے معاشرے و مما لک ان پر اعتماد نہ کریں اور انھیں اپنے لئے باعث اعزاز و افتخار نہ سمجھیں۔

☆ متفق الیہ وسیلہ و ذریعہ:

اور یہ بھی طے شدہ امور میں سے ہے کہ مصالح شرعیہ و مفادات دینیہ کے حصول اور پیش آمدہ مفاسد و مضرات کو رفع کرنے کے لیے ضروری ربط و تعلق اور امتزاج کا اس وقت تک حاصل ہونا ناممکن ہے جب تک کہ حق و شریعت کے مطابق وسیلہ و ذریعہ متفق علیہ نہ ہوگا اور اگر اسلامی مقررات و شرعی ثوابت و طے شدہ امور کو نظر انداز کر کے اس غرض کی اصلاح و تصحیح کو حاصل کرنے کی کوشش کی گئی وہ اصلاح محض ایک وہم ہوگی حقیقت نہیں بلکہ اسلامی و شرعی طور پر طے شدہ امور سے بغاوت کرنا بہت بڑی خیانت اور ایسا جنون و دیوانگی شمار ہوگی جب انسان عقل کو پوری طرح کھو بیٹھتا ہے اور وہ ایسی بے ہوشی شمار ہوگی جس سے افاقہ ممکن ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ انسان کی عزت و شرف اور معاشرے کا مقام و وقار اسلام کی طرف اپنی نسبت کو صحیح ثابت کرنے میں ہے نہ کہ دوسروں کو بھی اس سے روکنے میں۔

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾

"اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے، اس نے تمہیں چنیدہ برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین میں تنگی نہیں کی (اور تمہارے لئے تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا دین (پسند کیا ہے) اسی نے پہلے (کتب سابقہ میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے) تا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد ہو، اور نماز پڑھو، زکوۃ دو اور اللہ کے دین کی رسی کو پکڑے رہو وہی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔" (الحج:78)

اسبابِ ثبات واستقامت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ
1424/4/13ھ 2003/6/13ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے اتنا ڈرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام کے مضبوط آہنی کنڈے کو تھامے رہو اور یہ بات ذہن نشین کر لو کہ آپ لوگوں کے جسم آگ میں جلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ تمھیں اپنی رحمت کے ساتھ دوگنا اجر عطا فرمائے گا اور تمھارے لیے روشنی کر دے گا، جس میں تم چلو گے اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (الحدید:28)

اللہ تعالٰی میری اور آپ سب کی مغفرت فرمائے، آپ سب اس وقت عمل کی دنیا میں ہیں اور آپ کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

"میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔" (الذاریات:26)

لہٰذا اللہ تعالٰی کو عمل خیر کر کے دکھا دیں جس کی آپ کو جزاء دی جائے گی۔کل حساب ہو گا اور عمل خیر وشر پر جنت یا جہنم کی جزاء ہو گی.

اے اللہ! ان دلوں پر رحم فرما اور ان جانوں پر کرم کر کہ یہ تو تیرے ہی رحم وکرم کی امید لگائے بیٹھے ہیں.ہم پر اپنی برکتوں کے دروازے کھول دے، اپنا فضل وکرم عام کر دے اور اپنے رزق کی راہیں کھول دے، ہمارے چھوٹے بڑے تمام گناہ معاف کر دے.تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور ہم تو ظالموں (گناہگاروں) میں سے ہیں۔

ثبات واستقامت: راہ نجات وسرفرازی:

مسلمانو! اللہ کی طرف گامزن ہونے والوں، اسی کے منہاج وطریقہ اور اسی کی راہ ہدایت پر چلنے والوں، اسی کے دین قویم وصراط مستقیم کی طرف دوسروں کو دعوت دینے والوں اور خود اسی پر چلنے والوں کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں اور مصائب ومشکلات آتی ہیں جن سے صرف وہی شخص خلاصی پا سکتا ہے جسے اللہ تعالٰی ثبات واستقامت عطا کر دے، اور تاریخ پہ گہری نظر رکھنے والا شخص دیکھ سکتا ہے کہ کچھ ادوار ایسے گزرے کہ ان میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل تھا۔ دین اسلام دوسرے تمام ادیان پر حاوی تھا اور مسلمان معزز ومکرم تھے۔

اور پھر کچھ دور ایسے بھی گزرے ہیں کہ اسلام کی شوکت نرم پڑ گئی اور غیر مسلمانوں کا زور ہو گیا، مسلمانوں میں داخلی کمزوری آ گئی اور بیرونی ممالک کی نظروں میں اس کی وقعت کم ہو گئی۔ دوسری اقوام مسلمانوں پر چھپٹ پڑیں اور کفار کو تسلط حاصل ہو گیا جیسا کہ آج کے دور کا حال ہے۔نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ بعض مسلمانوں کے دلوں میں مایوسی وناامیدی پاؤں جمانے لگی اور انہی حالات کے ہاتھوں پریشان ہو کر

لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھنا شروع کر دیا ہے: کیا اللہ نے اس امت اسلامیہ کی مدد ونصرت کا وعدہ اور اس کے مقدر میں عزت و شوکت نہیں لکھی؟ اور کافروں کی قسمت میں ذلت وزیردستی نہیں لکھی؟ اور یہ باہم سوال کرنے والے لوگ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد بھول گئے ہیں جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾

"وہ ذات جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تا کہ تمھیں آزمائے اور دیکھے کہ تم میں سے سب سے اچھے عمل والا کون ہے؟ اور وہ غالب اور انتہائی بخشنے والا ہے۔" (الملک:2)

یہ دنیا: دار ابتلاء وامتحان:

اور اسی کے معنی کی دیگر آیات کو بھی وہ بھول گئے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ ی نے بیان فرمایا ہے کہ یہ دنیا مومنون کے لئے امتحان وآزمائش کا گھر ہے۔ یہ جزاء اور ہمیشگی کی جگہ نہیں۔ دن بدلتے رہتے ہیں، زمانہ انقلاب پذیر ہوتا رہتا ہے اور فوز وفلاح صرف کشائش رزق وفراخی اور خوشحالی میں ہی نہیں بلکہ آپ کو تنگدستی وخوشحالی اور خوشی وتکلیف ہر قسم کے حالات میں عمل صالح جاری رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ﴾

"اور ہم تمہیں آزمائیں گے تا کہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں انہیں معلوم کریں اور تمہارے حالات جانچ لیں۔" (محمد:31)

اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا﴾

"اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنایا ہے۔ کیا تم صبر کرو گے؟ اور تمہارا رب تو دیکھنے والا ہے۔" (الفرقان:20)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لِيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ﴾

"اور اگر اللہ چاہتا تو (دوسری طرح) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمھاری ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے۔"

(محمد:4)

من افادات ابن القیم:

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "اہل کفر وفسق لوگوں کا غالب آجانا بھی اولیاء اللہ کو درجات کمال تک پہنچانے کا باعث بنتا ہے اور یہ درجۂ کامل صرف اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ ان سے دلی عداوت (براء) رکھیں، ان کے کرتوتوں پر نکیر کریں گے اور ان سے جہاد کریں گے اور اللہ کے لئے ہی دلی محبت کرنا اور اسی کے لئے کسی سے دلی نفرت رکھنا (ولاء وبراء)، اپنی جانیں اور تمام قوتیں نثار وقربان کرنا سب اسی میں آجاتا ہے۔"

اور آگے چل کر رقمطراز ہیں: "اگر دونوں طرح کے (مسلم وکافر) لوگوں کی تخلیق نہ ہوتی اور اللہ کے دشمنوں کا غلبہ نہ ہوتا اور اس کے اولیاء کا امتحان نہ ہوتا تو اس کے بندوں میں سے خاص الخاص لوگوں کا امتیاز نہ ہوتا اور نہ ہی ان لوگوں کو اللہ کی رضاء کے لئے ولاء محبت اور اسی کی

مرضی سے عداوت ونفرت کرنے کی عبودیت اور اسی کے لئے کسی کو کچھ دینے اور اسی کی رضا کے لئے کسی سے کچھ روک لینے کی بندگی کرنے کا درجہ ملتا۔" (ازافادات ابن القیم)

اسبابِ ثبات میں سے سبب اوّل: اسلام:

مسلمانو! جب اللہ کی تقدیر ومرضی یہ ہے کہ اس امت مسلمہ کی ایک نسل ایسے دور سے گزرے جس میں وہ ضعیف وکمزور ہو، لاچاری میں ہو اور غیر مسلم قومیں اس امت پر مسلط ہو جائیں تو پھر یہ بات طے ہے کہ امت کو اس چیز کے ساتھ مضبوط ربط وتعلق رکھنا چاہیئے جو اسے اس کے دین اسلام پر قائم وثابت قدم رکھ سکے کیونکہ اسلام بذات خود ایک قوت ہے اور وہ اپنے ماننے والوں کو ثبات واستقامت اور ثابت قدمی عطا کرنے کا ضامن ہے۔ البتہ شوکت اسلام میں کمی اور غلبۂ اسلام کے فقدان کا یہ دور ہی دراصل آزمائش وامتحان کا دور ہے جس کے دوران اللہ اچھے اور برے لوگوں کو الگ کرتا ہے۔ سچے اور جھوٹے کو ایک دوسرے سے نکھارتا ہے اور مومن ومنافق میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔

جیسے جیسے مسلم امہ کا ضعف بڑھتا اور فتنوں کی کثرت ہوتی ہے ویسے ہی نفاق کی گرد اکڑتی اور لمبی ہوتی ہے۔ منافقین کا غلبہ ہوتا ہے اور ایسے میں وہ اپنے دلوں کا بغض ونفرت بھی اگل دیتے ہیں اور اپنے سینوں کا پوشیدہ حقد وکینہ بھی نکال کر سامنے رکھ دیتے ہیں۔

سبب دوم: تجدید ایمان:

مسلمانو! اللہ کے دین پر استقلال وثابت قدمی کے اسباب وعوامل میں سے ہی ایک یہ ہے کہ بندہ اس دین اسلام پر اپنے ایمان کی تجدید کرتا رہے اور جی بھر کر اسی پر یقین رکھے۔ جی ہاں! اسے اس بات کا یقین کامل ہو کہ یہی دین سچا اور یہی اس بات کا سب سے زیادہ مستحق ہے جس پر کہ ہم ہیں اور اس بات پر بھرپور ایمان ہو کہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہی صحیح وصواب ہے۔ جس شخص کا دل اپنے عقیدے پر ایمان کے ساتھ بھرا ہوا ہوگا اور اسے اس بات کا پورا وثوق واعتماد ہوگا کہ اس کا منہج وطرز زندگی ہی صحیح ترین ہے تو پھر اسے دنیا کی کوئی قوت ہلا نہیں سکتی اور نہ ہی مصائب ومشکلات اس کے پائے استقلال میں لرزش پیدا کر سکتے ہیں.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موقف:

یہی دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موقف تھا کہ جب دوسروں سے پہلے خود اپنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف دھاوا بول دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لگ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محاصرہ کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے گھر کر دیا آپ سے سوشل بائیکاٹ (کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعب ابی طالب میں محصور ہو جانے پر مجبور) کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازش تیار کی گئی اور تمام غیر مسلم جماعتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف یکمشت ہو گئیں لیکن ان کی ان تمام یورشوں کے نتیجہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مضبوط ومستحکم ارادوں سے سر مولرزاں نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے دین کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔

خلفاء راشدین وصحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف:

ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔انھیں آہنی زنجیروں میں جکڑا گیا،ان میں سے بعض کے جسموں کو کاٹا گیا،بعض دوسروں کو سولی پر لٹکایا گیا،انہیں اذیتیں پہنچائی گئیں،انھیں تنگیاں وتکلیفیں پہنچائی گئیں اور وہ ایسے ہولناک حالات سے دوچار کئے گئے کہ انہیں ہلا کر رکھ دیا گیا لیکن اس کے باوجود ان کی اپنے دین پر استقامت بڑھتی گئی اور وہ اپنے دین پر اور مضبوط ہو گئے اور وہ اللہ کی طرف صدق دل سے گامزن رہے یہاں تک کہ اسی صدق وصفائی کی حالت میں ہی وہ اپنے رب سے جا ملے۔ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾

"مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انہوں نے اللہ سے کیا تھا،اسی کو (انہوں نے) سچ کر دکھایا،تو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر (قربانی) سے فارغ ہو چکے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں۔اور انہوں نے (اپنے قول کو) ذرہ بھی نہیں بدلا"

(الاحزاب:23)

یہ عظیم اعزاز نتیجہ تھا ان کے ایمان ویقین،ان کی قناعت وتصدیق اور اپنے دین کی حقانیت پر بھرپور وثوق واعتماد کا۔اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والے سلف صالحین امت کا بھی یہی حال تھا۔

سلف صالحین کا موقف:

آپ کے سامنے سلف صالحین میں سے فتنہ وابتلاء میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مثال ہی کافی ہے۔اور ان کا ثبات واستقلال صرف اس لئے تھا کہ ان کو اس بات کا بھرپور یقین تھا کہ وہ جس ایمان پر عقیدۂ راسخہ رکھتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔

مبتلاءِ شک وشبہ لوگ:

جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو شک وشبہ میں مبتلا رہے ہیں اور ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔وہ ایسے لوگ ہیں کہ انھیں کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے تو وہ فوراً اپنے دین پر لعنت وملامت کرنے لگتے ہیں اور اپنے دین کے ثوابت وامتیازات کے بارے میں حیرت وشک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔اگر وہ عقلمند ہوتے تو اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھتے کہ وہ کیسے دین کے مالک ہیں تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ کا دین کامل ومکمل ہے اور بلاء استثناء کسی بھی جگہ اور کسی بھی ملک میں اور کسی بھی قسم کے حالات میں اس دین اسلام کے سوا کسی بھی طرح کوئی صلاح ممکن ہی نہیں ہے۔اور صرف اسلام کے حامل لوگ ہی صلاح یافتہ ہیں.ارشاد الٰہی ہے:﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾

"آج کے دن تمہارے لئے تمہارا دین میں نے مکمل کر دیا ہے اور تمہارے اوپر اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا ہے۔" (المائدہ:2)

ارشاد الٰہی ہے:﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

”اور جو کوئی اسلام کے علاوہ دین کو تلاش کرے گا اس سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔
(آل عمران:85)

جہالت وخواہشات نفس:

ہاں ! دین اسلام میں نقص نظر آنے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں پہلی یہ کہ دین کی صحیح تطبیق اور اس کے صحیح نفاذ سے آدمی ناواقف وعاجز ہو۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ غلبۂ شہوات اور پیروئی حرص وھوا کا مغلوب ہو۔ جو اسے زندگی کے کسی بھی چھوٹے یا بڑے معاملہ میں دین اسلام کو نافذ کرنے سے روک دیں۔ بعض منافقین انہی دونوں چیزوں یعنی جہالت اور خواہشات نفس کی پیروی اور ان سے مغلوب ہو کر اپنے خچروں کی کاٹھیاں کس کر ان پر سوار ہو کر دین اسلام پر چڑھ دوڑے ہیں۔ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں تشدد پسندانہ رویہ اختیار کر لیا ہے، اور انھوں نے اپنے دلوں کے تمام خفیہ ارمان نکال لئے ہیں اور اپنے سینوں کی بھڑاس بھی نکال لی ہے اور یہ ایسے وقت میں کیا ہے جبکہ امت کو اس بات کی سب سے زیادہ ضرورت تھی کہ وہ اپنے دین پر ثابت قدم رہے۔ اپنے اسلام کا تحفظ کرے، اس کے تشخص کو محفوظ رکھے اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ ہونے سے بچائے اور اس کے تمام افراد میں ربط وتعلق مضبوط کرے۔

سعودی حکّام کا اعلان:

حرمین شریفین کے ان دیار مقدسہ پر اللہ کا فضل وکرم ہے کہ کسی بھی ہنگامی صورت حال اور کسی بھی بحران میں اس ملک کے حکّام وقائدین صحیح دین اسلام کے ساتھ اپنے مضبوط تمسک وتعلق کا علی الاعلان اظہار کرتے چلے آرہے ہیں اور اس کے مبادیات سے دست برداری کے مقابلے میں کسی بھی سودے بازی سے انکار کرتے چلے آرہے ہیں اور دین اسلام کے لئے جان ومال ہر چیز کی قربانی کا اعلان کرتے ہی رہتے ہیں۔

ایمان وعقیدہ کا اہتمام:

مسلمانو! سارا مسلم معاشرہ اور اس کے تمام طبقات اس بات کے سخت ضرورت مند ہیں کہ وہ اس دین کی اساس وبنیاد عقیدہ اور توحید کا پھر سے اہتمام کرنا شروع کر دیں اور از سر نو امت کو بصیرت اختیار کرنے کی دعوت کے کام کا اعادہ ہو اور اس کی اس بات کی طرف راہنمائی کی جائے کہ اللہ پر ایمان اور اس کی شریعت کے احکام وقضاء کی جڑیں مضبوط کی جائیں اور اس میں علوم مبالغہ آمیزی، تشدد پسندی اور تساہل نگاری سے کام نہ لیا جائے جو کہ ارجاء یا عقائد مرجئہ کی بعض صورتوں تک پہنچا دیتے ہیں۔

ایمان راسخ اور بحران:

ایمان، اعتقاد، یقین اور وثوق واعتماد کے مفاہیم ومعانی کا دل ودماغ میں راسخ کر دینا عمل صالح پر لگا دیتا ہے، اس دین کے ساتھ ولاء کا جذبہ پیدا کرتا ہے، اس کی راہ میں آنے والی مشکلات پر صبر کا سبق دیتا ہے اور جتنے بھی حالات خوفناک ہوں اور چاہے جتنے بھی طوفان آئیں ہر حال میں مسلمان کو موت تک ثابت قدم رہنے کا حوصلہ بخشتا ہے۔

بلاد اسلامیہ بڑے بڑے بحرانوں اور شدید قسم کے طوفانوں سے دو چار ہوئے ہیں جن میں سے پہلے خلافت راشدہ کا خاتمہ ہوا، پھر اموی وعباسی خلفاء کی حکومتیں اختتام پذیر ہوئیں ایسے ہی دیگر مسلم حکمرانوں کی حکومتیں ختم ہوئیں۔ان سب کٹھن حالات کے باوجود مسلمانوں کے دلوں میں کبھی بھی اپنے دین کے بارے میں شک کا گزر تک نہیں ہوا اور نہ ہی کبھی انھوں نے دشمنوں کے افکار ونظریات، ان کے مبادیات، اسلوب حیات اور ان کے طرز زندگی و کردار کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا کیونکہ وہ سب ان کی شریعت کے منافی تھے اور ان کا دین ان سب پر نکیر کرتا تھا۔انھوں نے حق دیکھا تو صرف اللہ کے دین میں جو کہ عقیدہ وتوحید، سلوک وکردار اور نظام حیات غرض سب کچھ ہے اور اللہ کے ارشاد میں استعلاء وسربلندی کا یہی مفہوم ومعنی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

"تم نہ سستی کرو، نہ غمگین ہو، تم ہی غالب وسربلند رہو گے، اگر تم ایمان دار رہو۔" (آل عمران:139)

معنی یہ ہے کہ عزت وسربلندی اور علو وسرفرازی ایمان سے ہے۔اس سے ثبات واستقلال ہے۔نہ کہ غلبہ واقتدار سے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[18] إِنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ﴾

"پھر ہم نے آپ کو دین کی راہ پر قائم کر دیا سو آپ اسی پر لگے رہو اور نادانوں کی خواہشات کی پیروی میں نہ پڑیں۔یہ لوگ ہرگز اللہ کے سامنے آپ کے کچھ کام نہیں آسکتے۔ظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ہی رفیق ہوتے ہیں اور اہل تقویٰ پرہیزگاروں کا کارساز تو اللہ تعالیٰ ہے۔" (الجاثیہ:18-19)

سبب سوم: اتباع کتاب وسنت:

مسلمانو! اللہ کے دین پر استقامت وثابت قدمی کے اسباب وعوامل میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اللہ کی کتاب اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا جائے۔ان دونوں میں وارد احکام وآداب کو اپنایا جائے اور ان کی مکمل پیروی کی جائے اور اس سلسلہ میں آپ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہی کافی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: ترکتُ فیکم أمرین، لن تضلُّوا ما تمسکتم بھما: کِتاب اللہ، وسُنَّتی۔

"میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔(وہ چیز ہے) اللہ کی کتاب اور میری سنت۔"[1] (المستدرک حاکم: وصححہ الالبانی فی صحیح الجامع)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

---

[1]) مستدرک حاکم:4321۔

”اگر تمہارا کسی معاملہ میں تنازعہ ہوجائے تو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول (کتاب وسنت) کی طرف لوٹادو۔یہی بہت بہتر اور انجام کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔“ (النساء:59)

یعنی اپنے اس معاملہ میں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروالو۔اور اسی اصل کے تابع سلف صالحین امت صحابہ کرام کی اقتداء بھی ہے۔اور پھر وہ لوگ ان کے تابع آتے ہیں جنھوں نے پورے خلوص ومحبت کے ساتھ صحابہ کرام کی پیروی کی اور انہی کے منہج پر چلے اور صحابہ میں سرخیل اور ہراوّل دستہ خلفاء راشدین حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضی رضی اللہ عنہم ہیں اور کتب سنن میں صحیح سند سے مروی ارشاد نبوی ہے: فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔
”تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کا اپنانا ضروری ہے۔انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو حتی کہ دانتوں کے ساتھ کس کر پکڑے رہو۔“[1]

علماء صالحین سے تعلق:

اس کے بعد اس چیز کی باری آتی ہے کہ ان نیک وصالح علماء کرام کے ارد گرد جمع رہیں اور صدق دل سے دعوت وتبلیغ میں مصروف ان دعاۃ ومبلغین کے ساتھ لگے رہیں جن کی دین واہل دین سے خیر خواہی معروف ہے اور ان کا منہج وطریقہ بھی ہر قسم کی کجی سے محفوظ ہے۔ایسے لوگ انبیاء کرام کے وارث ہیں۔وہ اندھیروں میں چراغ راہ ہیں، وہ تمام لوگوں سے زیادہ طریق ہدایت پر گامزن ہوتے ہیں اور توفیق خیر کے حصول کی سب سے وہ اللہ کے مقرب ترین لوگوں میں سے ہوتے ہیں۔لہٰذا ربانی علماء کو اپنے رفقاء وساتھی بنالیں۔

سبب چہارم: التزام جماعت وامام:

استقامت وثابت قدمی کے اسباب وعوامل میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی جماعت سے لگے رہیں ان کے امام کی قیادت سے سرتابی نہ کریں۔اور فتنوں سے دور الگ تھلگ رہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو بھی یہی وصیت فرمائی تھی۔جو کہ صحیح بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث میں آئی ہے۔
اسی طرح خبروں کی تصدیق وتحقیق کرلینا، انہیں بلا تحقیق آگے منتقل نہ کرنا۔اور افواہوں کو یکسر ترک کردینا، اور لایعنی امور پر غور وخوض کرنے سے گریز کرنا تو ہر وقت ہی مطلوب ہے لیکن فتنوں کے زمانے میں اپنے کانوں اور زبانوں کا تحفظ کرنا اور تحقیق وجستجو کا رویہ اپنانا اور بھی زیادہ ضروری ہوجاتا ہے کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ
”کسی کے گناہگار ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرتا پھرے۔“[2]

---

[1] ابن ماجہ:42۔
[2] ابوداؤد:4992۔

سببِ پنجم: اللہ سے دعائیں:

ثبات و استقامت کے اسباب و ذرائع میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اللہ سے دعائیں اور سوال کریں اور آہ زاری کے ساتھ اس سے ثابت قدمی طلب کریں۔ کیونکہ کسی بندہ کو اپنے رب کے سوا تو کوئی چارہ ہی نہیں اور ایک صحیح حدیث میں ہے کہ: كَانَ أَكْثَرُ دُعَائِهِ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر یہ دعاء فرمایا کرتے تھے: " يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ " (اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس سلسلہ میں جب سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: إِنَّهُ لَيْسَ آدَمِيٌّ إِلَّا وَقَلْبُهُ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللهِ

"ہر انسان کا دل اللہ کی دو انگلیوں میں ہے وہ جیسے چاہتا قائم و ثابت رکھتا ہے اور جیسے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔"[1]

سببِ ششم: ذکر الٰہی کی کثرت:

دین پر استقامت کے اسباب اور ثابت قدمی کے ذرائع میں سے ہی یہ بھی ہے کہ بکثرت ذکر الٰہی کیا جائے اور ذکر کے عجیب و غریب اثرات ہیں جن کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف گروہ (کافر فوج) سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بکثرت یاد کرو تاکہ تمہیں فلاح (فتح و کامیابی) حاصل ہو۔" (الانفال:45)

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

---

[1] ترمذی:3522۔

الحادفی الحرم اور سعودی حکومت کی فرض شناسی

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ

20/4/1424ھ 20/6/2003ء

اردو حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ یہ تقویٰ ہی وہ زاد راہ ہے جس کی بدولت انسان سفر زندگی کی منزلیں ہر قسم کی لرزشوں سے ہٹ کر طے کرسکتا ہے اور وہ دن (روز قیامت) جب دل ونگاہ تلپٹ ہوجائیں اس دن کے لئے گناہوں کے بوجھ سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

مسلمانو! نعمتوں کا اقرار واعتراف، انعامات کی گواہی، فضل وکرم اور احسان کا ذکر اور اللہ تعالیٰ کے لئے حمد وتعریف والے کاموں کا بیان و تذکرہ یہ سب وہ کام ہیں جن سے شکرانے کی ادائیگی اور حمد وثناء میں بلندی آتی ہے اسی سے تمام جہانوں کے رب کی تمام تعریفیں کرنا صحیح ہوتا ہے کیونکہ وہ رب العالمین ہی ہے جوکہ ان تمام نعمتوں سے نوازے، احسانات کرنے اور خیرات وبرکات عطا فرمانے والا ہے۔

سعودی عرب پر اللہ کی نعمتیں:

اللہ تعالیٰ نے اس مملکت سعودی عرب پر جو عظیم نعمتیں نازل کیں اور جن اعلیٰ عطاؤں سے اسے شرفیاب کیا ہے اور جس حظ وافر سے نوازا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے اسے اسلامی حکومت بنایا ہے۔ اس ملک کو امن وسلامتی کا گہوارہ اور قرار وایمان کا گھر بنایا ہے۔

حاسدین:

لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں اس ملک کے خلاف نفرت کے سیلاب چھپے ہوئے ہیں اور جن کی فطرت وسرشت میں بغاوت وسرکشی ودیعت رکھی گئی ہے، انھیں اس ملک پر نعمتوں کا یہ تسلسل، خیرات وبرکات کی یہ فراوانی اور انعام واکرام کی یہ بہتات راس نہ آئی، بلکہ ان کے سینے پر مونگ دلنے لگی، انھوں نے گناہوں کے ارتکاب کے لئے آستین چڑھالیں اور شیطان کے متعین کردہ راستوں پر چلنے کی ٹھان لی اور نتیجۃً یہ جرائم عظیم رونما ہوا جس کا ارتکاب ان کے ہاتھوں اللہ کے بلد الحرام مکہ مکرمہ کی مقدس وادی میں ہوا اور یہ اس سلسلہ کی ایک نئی کڑی ہے جس کا آغاز اس سے پہلے جرائم ریاض، مدینہ منورہ، اور مکہ میں ہوا تاکہ مجموعی طور پر یہ تخریبی کاروائی اور گناہ ودہشت گردی بن کر سامنے آئے جسے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، اور اس ملک کے مؤمنین وصالحین نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پھر دنیا بھر کے تمام ملکوں اور سارے عالم کے تمام شہروں کے نیک لوگ بھی اس پر نکیر کررہے ہیں۔ اور یہ امر قابل قبول بھی کیسے ہوسکتا جس کا کہ ہفتہ کی شام کو اللہ کے بلد الحرام میں ارتکاب کیا گیا۔ صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگوں کے ایک گروہ نے امن وامان بحال رکھنے والے اداروں کے اہلکاروں اور اللہ کے مسلمان بندوں (سپاہوں پر گولی چلادی جوکہ اس جرائم پیشہ گروہ کی تخریبی کاروائی کو ناکام بنانے کے لیے اپنی ڈیوٹی نبھا رہے تھے جبکہ اس گروہ نے اس بلد حرام میں تخریب کاری کرنے، تباہی پھیلانے اور قتل وغارت کا بازار گرم کرنے کے لئے اسلحہ جمع کرنے، تیار کرنے اور چھپانے کے لئے ایک اڈہ بنا رکھا تھا اور تخریب کاری کے لئے جن چیزوں کو زیر استعمال لایا گیا تھا انہی میں سے ہی دھماکہ خیز مواد اور

آتش گیر مادّے سے بھرے ہوئے قرآن کریم کے نسخے بھی تھے۔ تاکہ جو بھی اس کلام اللہ کو پڑھنے کے لئے انھیں کھولے وہ موت کے منہ میں چلا جائے یا اس کے قریب جانکلے۔ وہ کلام اللہ جوکہ دلوں اور روحوں کے لئے زندگی بخش اور حیات آفریں ہے۔

نامنظور و نامقبول:

برادران گرامی! کیا کوئی مؤمن صادق جو آخرت سے ڈرنے والا اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو ایسی حرکت کو قبول کرے گا؟ کیا کوئی بھی شخص جس میں ذرہ بھی عقل باقی ہے اور معمولی فکرِ سلیم کا بھی مالک ہے اور تھوڑے علم کا بھی مالک ہے وہ اس فعل کو گوارا کرے گا؟ چہ جائیکہ کوئی اسے جائز قرار دے اس کی ترغیب دلائے، اسے برقرار رکھے یا اس سے خوش ہو۔ اور پھر یہ لوگ جو امن و امان بحال رکھنے والے سرکاری اہلِ کار پولیس کے لوگ ہیں جن پر گولی چلائی گئی۔ اور ان میں سے کتنے جان کی بازی لگا گئے اور کئی زخمی ہوئے اور کچھ دوسرے غیر متعلقہ لوگ بھی تھے کیا وہ مسلمان نہیں؟ اور پر امن شہر جس میں کہ بیت اللہ شریف ہے اور جس میں ہی یہ مسجد مبارک (مسجد حرام) ہے۔

اللہ کا بلد الحرام:

کیا یہ بلد الحرام میں نہیں ہے؟ وہ بلد الحرام کہ جس میں انسان تو انسان حیوان بھی امن پاتا ہے۔ پرندے کو قتل نہیں کیا جاسکتا اور درخت کو کاٹا نہیں جاسکتا جیسا کہ نبی رحمت و ہدایت نے اس بات کی خبر ایک حدیث میں دی ہے جو کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ جس میں کہ فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ [105/4] بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهُ فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ قَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ"

"اس شہر کو اللہ تعالی نے زمین و آسمان کی تخلیق کے دن ہی سے حرمت والا بنایا اور یہ اللہ کی عطا کردہ حرمت کی بدولت قیامت تک کے لیے حرمت و تقدس والا ہے، اس کا کانٹا (جھاڑیاں) نہ کاٹو، اس کا شکار نہ بھگاؤ، اس کی گری پڑی چیزوں کو اعلان کرنے کی نیت کے سوا کوئی نہ اٹھائے اور نہ اس کا گھاس پھوس کاٹا جائے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سوائے اذخر (نامی گھاس) کے (اس کی اجازت دے دیں) کیونکہ یہ تو ہمارے چولہے بھٹی اور گھروں میں استعمال کے لئے ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سوائے اذخر کے۔"[1] (بخاری و مسلم)

اسی طرح صحیحین میں ہی ابو شریح العدوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے عمرو بن سعید سے کہا: اے امیر! مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو وہ حدیث سناؤں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے اگلے دن ارشاد فرمائی اور میرے کانوں نے اسے سنا اور میرے دل نے اسے اپنے

1) صحیح بخاری، حدیث: 3189۔

اندر نقش کر لیا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حدیث ارشاد فرما رہے تھے۔ اس وقت میری آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر فرمایا: "إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا ، وَلَا يَعْضُدَ بِهَا شَجَرَةً ، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا: إِنَّ اللهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ، ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ"

"اس مکہ شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرمت و تقدس عطا فرمایا ہے اسے یہ حرمت و عزت لوگوں نے نہیں دی۔ کسی شخص کے لئے یہ جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھنے والا ہے جائز نہیں کہ وہ اس شہر میں خونریزی کرے، یا اس کے درخت کاٹے۔ اگر کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (غزوۂ فتح مکہ کے) کی بناء پر اس کی رخصت چاہے تو اسے کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی رخصت دی تھی مگر تمہیں اس کی اجازت نہیں ہے اور مجھے بھی اللہ نے دن کی صرف ایک گھڑی کے لئے اس کی اجازت دی تھی اور پھر آج اس کی حرمت اس طرح لوٹ آئی ہے جیسے کل تھی اور یہاں موجود میری اس بات کو سننے والے لوگ یہاں پر غیر موجود لوگوں کو میری یہ بات پہنچا دیں۔"[1] (مختصر بخاری، 887، مختصر مسلم: 766 نحوہ، ترمذی، نسائی، مسند احمد، صحیح الجامع 1/ 438)

قتل و ہراس پھیلانا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بیان اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سرزنش سے تو وہ شخص اعراض و روگردانی کر سکتا ہے جس کے دل اور سماعت (کانوں) پر اللہ نے مہر لگا دی ہو اور جس کی بصارت (آنکھوں) پر پردہ ڈال دیا ہو اور اسے انسانی و جناتی شیطانوں نے اللہ کی راہ ہدایت سے بھٹکا رکھا ہو اور صراط مستقیم سے ہٹا دیا ہو۔ کسی کو قتل کرنا اور کسی کا خون بہانا تو دور کی باتیں ہیں کوئی شخص کسی مسلمان کو خوف و ہراس میں مبتلا کرنے کی جسارت کیسے کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار دے دیا ہوا ہے، کیا ان کانوں تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ ارشاد نہیں پہنچا جو کہ مسند احمد اور سنن ابو داؤد میں امام بخاری کی شرائط پر پوری اترنے والی صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے؟ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے بعض سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا" (ابو داؤد)

"کسی مسلمان کے لئے یہ حلال و جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو ہراساں و خوفزدہ کرے۔"[2]

اور جب یہ محض ڈرانا و ہراساں کرنا ہر جگہ پر ہی مسلمان کے لئے حرام ہے تو کیا یہ فعل اللہ کے بلد الحرام میں حلال ہو سکتا ہے؟ یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں جائز ہو سکتا ہے۔

1) صحیح بخاری، حدیث: 104۔

2) ابو داؤد، حدیث: 5004۔

الحاد فی الحرم:

اور پھر کیا اللہ تعالی نے حرم شریف میں الحاد کا ارادہ کرنے والے کو دردناک عذاب وسزا کی وعید نہیں سنائی چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

"جو لوگ کافر ہیں اور (لوگوں کو) اللہ اور مسجد حرام سے جسے ہم نے لوگوں کے لئے یکساں (عبادت گاہ) بنایا ہے، روکتے ہیں خواہ وہ وہاں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے اور جو اس میں ظلم و شرارت سے الحاد (کفر و کجروی) کرنا چاہے، اسے ہم المناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔" (الحج:25)

الحاد کیا ہے؟

اللہ تعالی نے اس شہر میں جس الحاد کے ارتکاب پر وعید فرمائی ہے وہ کیا ہے؟ کیا اس امت کے سلف صالحین نے اسے واضح طور پر بیان کرنے کا حق نہیں ادا کر دیا؟ چنانچہ حبر الامہ و ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "الحاد یہ ہے کہ آپ کسی کو قتل کریں یا زبان سے کسی کو اذیت پہنچائیں جنہیں اللہ نے حرام قرار دے رکھا ہے مثلاً جس نے آپ پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی آپ اس پر ظلم کریں اور جو آپ کے قتل میں کوئی دلچسپی ہی نہیں رکھتا آپ اسے قتل کر دیں۔"[1]

اور پھر سلف صالحین امت رضی اللہ عنہم نے اس حرم کے خصائص بیان نہیں کر دیے؟ جن میں سے ہی یہ بھی ہے کہ حرم میں الحاد کا محض ارادہ کرنے والے کو بھی سزا و عذاب دیا جائے گا چاہے اس نے فعلاً اس الحاد کا ارتکاب نہ بھی کیا ہو، صرف اس نے ارادہ ہی کیا ہو۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: "اس حرم میں صرف برائی کا ارادہ ہی کرنے والے کے نامۂ اعمال میں گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔"[2]

برادران گرامی! یہ بات معلوم و معروف ہے کہ ایسی بات کوئی شخص محض اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتا بلکہ ایسے آثار کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہونے والی مرفوع احادیث کا ہوتا ہے جیسا کہ یہ اصول حدیث کا ایک طے شدہ مسئلہ ہے اور جو شخص اس معنیٰ و مفہوم کی صحت پر غور کرے، اس کے لئے اس گروہ کی تخریبی کاروائی کو تباہی مچانے سے پہلے ہی ناکام کرنے کی جو کوشش کی گئی ہے تو یہ سارا واقعہ تخریب کاروں کے ارادوں کی بین دلیل ہے کہ وہ کھلے الحاد کا ارتکاب کرنے والے تھے۔ اور جاتے جاتے بھی کچھ نہ کچھ کر ہی گئے ہیں۔

دھماکوں کی مذمت:

اللہ والو! یہ المناک واقعات جنھوں نے اہل عقل و دانش کی نیندیں اچاٹ کر دی ہیں اور اہل خرد و ہوش کے دلوں کو دہلا کر رکھ دیا ہے اور یہ

---

[1] تفسیر طبری:17/140۔

[2] تفسیر طبری:17/140۔

ظلم وسرکشی جس کا شکار ہمارے اس ملک کے بعض شہر ہوئے ہیں یہ ایسا فعل ہے کہ جس کی ہر عقلمند شخص سخت مذمت کر رہا ہے کیونکہ یہ فعل قرآن وسنت کی نصوص و دلائل کی رو سے حرام ہے ۔اسی طرح یہ فعل اللہ کی حدود سے تجاوز اور اس کی حرمات ومقدسات کی بے حرمتی کے ضمرے میں آتا ہے، ایسے ہی یہ حرکت اللہ کے بندوں پر ظلم و بغاوت بھی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ اللہ کی زمین میں فساد بپا کرنا بھی ہے جس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے ۔اور بتایا ہے کہ وہ اس فساد کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی اہل فساد کے عمل کی اصلاح کرتا ہے ۔اور انھیں ان کے اس فعل پر دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے ۔

سعودی حکّام کی فرض شناسی:

اللہ نے جنہیں اس ملک کی باگ ڈور سونپی ہے وہ اللہ کی مدد سے اس فتنے کی آگ کو ٹھنڈا کر چکے اور آئندہ بھی اسے بجھاتے رہیں گے اور اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری سے عہدہ براء ہوتے آئے ہیں اور ہوتے رہیں گے اور عوام کا تحفظ اور وحدت امت کی حمایت کرتے آئے ہیں اور کرتے رہے گے اور وہ امت کے ڈھانچے کو ہر سوء اور مکروہ سے بچاتے آرہے ہیں اور اس کے لئے انہوں نے اللہ کے حکم کو اپنایا اور اس کی شریعت کو نافذ کیا ہوا ہے تاکہ فساد اور اہل فساد کی جڑ کاٹی جاسکے اور حق کا بول بالا رکھا جاسکے تاکہ یہ ملک جیسے ہمیشہ سے آرہا ہے اسی طرح ہی رہے اور جس طرح اسے اللہ نے ہدایت کا مرکز، نور کا سرچشمہ، لوگوں کے ثواب کمانے اور جمع ہونے کی جگہ اور ایک مضبوط قلعہ بنایا ہے، یہ اسی طرح قائم رہے اور فتنوں کی سرکش موجیں اس کے مضبوط ساحل سے ٹکرا ٹکرا کر بکھرتی رہیں اور مکر وفریب کے تیر ناکام ہوتے رہیں ۔ اپنے کسی ہدف کو نہ پاسکیں بلکہ خائب وخاسر ہی لوٹیں اور اہل فتنہ ومکر کے ارادوں کی بیل کبھی بھی منڈھے نہ چڑھ سکے اور وہ نہ کم نہ زیادہ کچھ بھی نقصان نہ پہنچاسکیں ۔کیونکہ یہ تو غالب وعلم والے رب کائنات کی تقدیر واندازہ اور فیصلہ ہے اور اللہ جسے اپنے فضل وکرم سے نوازتا ہے اور وہ فضل عظیم کا مالک ہے ۔ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ [208] فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

”اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو۔ وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے ۔پھر اگر تم روشن احکام پہنچ جانے کے بعد لڑکھڑا جاؤ تو جان لو کہ اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے ۔“ (البقرہ: 208-209)

نوجوان نسل پر خصوصی توجہ:

مسلمانو! نوجوان نسل امت کا ذخیرہ وخزانہ اور مستقبل کی امید واثاثہ ہے ۔لہٰذا صدق دل والے، اہل نصیحت وخیر خواہ مخلصین کی طرف سے جو بار بار اس بات کی دعوت دی جاتی اور مسلسل یہ ندا لگائی جاتی رہتی ہے کہ اس نسل نو کا خصوصی اہتمام کیا جائے تو یہ کوئی نئی اور انہونی چیز نہیں ہے اور ان کی یہ دیکھ ریکھ اس لئے ضروری ہے تاکہ وہ جادۂ حق سے بھٹک نہ جائیں اور کسی الٹی راہ پر نہ چڑھ دوڑیں ۔اور اس اہتمام و دیکھ ریکھ کا آغاز اسی وقت سے ہی ہو جانا چاہیئے جب ابھی اس کی نشو ونما شروع ہی ہوئی ہو اور ابتداء میں اس نسل کے قلوب واذہان شکوک وشبہات سے پاک وصاف صحیح عقائد کی تخم ریزی کرنی چاہیئے، ان کے دلوں میں شروع سے ہی حق اور خیر وبھلائی کے مفاہیم ومعانی کی کاشت کرنی چاہیئے،

ان کے ضمیروں میں اخلاق فاضلہ کے بیج بوئے جائیں اوران کے دلوں میں اپنے دین ووطن سے محبت کے پودے آغاز میں ہی لگا دیئے جائیں اورانہیں اس بات کی وعظ ونصیحت اور یاد دہانی کروائی جاتی رہے کہ رفق ونرمی، احسان ونیکی، مومنوں کے لئے اپنے پہلو جھکائے رکھنا اور پوری مخلوق کے لیے عدل وانصاف کارویہ اپنانا انتہائی قابل تعریف صفات وخصال ہیں اورانہیں اس بات سے خبردار کیا جائے کہ شیطان کے چوکوں، گمراہ کن نظریات کے مالک لوگوں کی چالوں اور حاقد ومفسد لوگوں میں سے خواہشات نفس کے پیروکاروں کے فریبوں سے بچ کر رہیں ۔اورانہیں تلقین کی جائے کہ وہ ان لوگوں سے دور رہیں جو بیرونی مغربی افکارونظریات اور فاسد عقائد کو یہاں ہمارے مما لک میں مروّج کرنا چاہتے ہیں ۔

اسی طرح ان کے تمام حال احوال کا مسلسل خیال رکھا جائے ان کے ساتھ قریبی تعلقات قائم رکھے جائیں اوران کے دلوں میں کھٹکنے اوران کی سمجھ میں نہ آنے والے امور کے بارے میں ان سے استفسار کیا جاتا رہے اورانہیں اس طرف راہنمائی کی جاتی رہے کہ وہ عمل صالح اورعلم صحیح کے مالک، نیک وصالح اور اصلاح کا جذبہ رکھنے والے ربانی علماء سے علم حاصل کریں، اورایسے لوگوں کی مجالس میں بیٹھنا بھی چھوڑ دیں جوکہ اپنے بعض مخصوص مقاصد اوراغراض خاصہ رکھتے ہیں اور امت اسلامیہ کے متفقہ مسائل سے ہٹ کر الگ تھلگ آراء رکھتے ہیں اور انھیں اہل علم ہونے کا بھی ناحق دعوی ہے وہ اپنے نفسوں سے تو خیانت کرتے ہی ہیں، ساتھ ہی وہ اپنی بداعمالیوں اور چرب لسانیوں سے ان دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں جوکہ کم سن اورتھوڑی عقل ودانش کے مالک ہوتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے وہ انتقام لینے کی تمام قدرتیں رکھنے والے جبار السموات والارض سے بھی نہیں ڈرتے ۔

خبردار ہو جائیں اوراللہ کا خوف کھائیں اوراپنی اپنی امانتیں ادا کریں اور ذمہ داریوں سے سبکدوشی کا رویہ اپنائیں اگرایسا کریں گے تو فوز و فلاح پانے والوں میں سے ہو جائیں گے ۔اوراللہ کی رضاء وخوشنودی پانے والے اوراس کی جنت میں دائمی نعمتوں کو حاصل کرنے والے فائز المرام بن جائیں ۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

امن کی قیمت، بدامنی کے نتائج بد

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ

1424/4/27ھ 2003/6/27ء

حمد وثناء کے بعد!

لوگو! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہوں۔ اس سے جس قدر ممکن ہو ڈرتے رہیں۔ جس نے مال کے بغیر تونگری طلب کی، جاہ وجلال کے بغیر ہی عزت چاہی اور سلطنت وحکومت کے بغیر ہی رعب ودبدبہ مانگے تو اسے چاہیے کہ اپنے رب کا تقوی اختیار کرے۔ آپ کا رب اطاعت کرنے اور ڈرنے والوں کو عزت دیتا ہے اور جو شخص اس کے اوامر واحکام کی مخالفت کرے وہ اسے ذلیل ورسوا کر دیتا ہے۔ جس کا ولی ودوست وہ ہو گیا وہ کبھی ذلیل نہیں ہوگا اور جس کا وہ دشمن ہو گیا وہ دنیا میں کبھی عزت نہیں پا سکتا۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے۔

امن وامان: بیش قیمت خزانہ:

مسلمانوں! امن وامان ایک انتہائی قیمتی مطلوبہ چیز اور انتہائی بیش قیمت خزانہ ہے۔ یہ پوری حیات انسانی کی بنیاد ہے اور یہی تہذیب وتمدن کی جڑ ہے۔ تمام معاشرے اس کی طرف نگاہیں اٹھائے منتظر ہیں اور تمام حکومتیں اسے کی مہیا کرنے میں کوشاں ہیں اور تمام ادارے اسی کے حصول کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ اسی کے حصول کے لئے تمام مادی امکانات، علمی سائنسی وسائل وذرائع اور نفسیاتی ومعاشرتی سٹڈیز کام کر رہی ہیں اسی کے لئے سب سول وفوجی ادارے مصروف عمل ہیں اور تمام انسانی طاقتیں اس کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں۔

ضرورت امن۔۔۔۔

امن کی ضرورت غذا سے بھی پہلے ہے امن کے بغیر غذا بھی بھلی نہیں لگتی اور نہ ہی اس کے بغیر زندگی کا کوئی مزہ ہے نہ نیند کی لذت اور نہ ہی راحت وآرام میسر ہوتا ہے کسی دانا سے کہا گیا کہ آپ کو لذت وسرور کہاں ملتا ہے؟ اس نے کہا: "امن کی حالت میں"۔ میں نے دیکھا ہے کہ خوف زدہ شخص کی کوئی زندگی نہیں ہے۔

امن وامان میں ہی جانیں محفوظ رہتی ہیں، عزت وآبرو کا تحفظ ہوتا ہے، راستے پر امن رہتے ہیں، حدود قائم ہوتی ہیں، آبادی بڑھتی ہے، دولت وثروت میں اضافہ ہوتا ہے، خیرات وبرکات نازل ہوتی ہیں، اور غلے وجانوروں کی پیداوار بڑھتی ہے، امن ہی کے زیر سایہ دعوت الی اللہ کا قیام ممکن ہوتا ہے، مسجدوں کی تعمیر وآبادی ہوتی ہے، جمعہ وجماعت کا نظام قائم ہوتا ہے، شریعت کی بالا دستی ہوتی ہے، نیکی پھیلتی اور گناہ کم ہوتے ہیں، نفسیاتی استقرار اور معاشرتی سکون واطمینان بھی امن وامان کی حالت میں ہی حاصل ہوتے ہیں۔

بدامنی میں چوروں کا راج:

اللہ محفوظ رکھے، اگر امن وامان درہم برہم ہو جائے تو فتنے سر اٹھاتے ہیں، امت متزلزل ہو کر رہ جاتی ہے، اس کے ستون ہل جاتے ہیں، خباثت وبرائی بکثرت بڑھ جاتی ہے، حق وباطل باہم مخلوط ہو جاتے ہیں اور اہل حق کے لئے اصلاح کا عمل مشکل ہو جاتا ہے اللہ نہ کرے۔ اگر امن وامان موجود نہ رہے تو چوروں اور ڈاکوؤں کا راج ہو جاتا اور جنگل کا قانون چلنے لگتا ہے۔ (جس کی لاٹھی اس کی بھینس یا پھر طاقت ور کی حکومت) ایسے میں قانونیت وانارکی کا دور دورہ ہو جاتا ہے، لوگ ہلاک ہونے لگتے ہیں۔

بدامنی کی تباہ کاریاں:

اپنے گردوپیش میں ان ملکوں کے حالات پر غور کر کے دیکھ لیں جہاں کا امن درہم برہم ہوا ہے وہاں فصلیں برباد، اور جانور تک ہلاک ہو گئے ہیں، مال ودولت چھن گئے ہیں، عزت وآبرو برباد ہوگئی ہے اور ذرائع معاش بگڑ گئے ہیں۔ فلا حول ولا قوۃ الا باللہ۔۔۔

تخریب کاری: شریعت کے منافی:

یہی وجہ ہے کہ ہر تخریب کاری جس کا نشانہ بنی آدم کی بے گناہ جانیں اور ان کا معصوم خون بہایا جائے۔ ایسا ہر فعل مجرمانہ حرکت، حرام اور شریعت اسلامیہ کے منافی ہے۔ اور اگر یہ فعل کسی ایسے ملک میں اپنایا جائے اور اس میں قتل وغارت، تخریب کاری اور فساد وتباہی مچائی جائے جو کہ نہ صرف برائے نام مسلمان ملک ہے بلکہ جہاں اللہ کا کلمہ بلند ہوتا ہے جس میں دین اسلام کا علم بلند ہے، دعوت وتوحید کا بول بالا ہے، علم شریعت اور قانون شریعت نافذ ہے۔ ایسے ملک میں تخریب کا جرم ہونا تو کسی بھی شک وشبہ سے بالا ہے۔ اور پھر اس کا کیا کہیئے کہ وہ تخریب کاری ایک اسلامی ملک میں ہی نہیں بلکہ مہبط وحی، رسالت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام بعثت، حرم پاک میں ہو، جو کہ دنیا کا مقدس ترین مقام ہے اور پھر تخریب کاری کے اس انداز کو کیا کہیئے کہ تخریب کاروں نے تباہی مچانے کے لئے قرآن کریم کو بطور آلہ استعمال کیا۔ انہوں نے قرآن کریم کے نسخوں میں تباہی مچانے والا دھماکہ خیز مواد رکھا ہوا تھا۔ اور ان کی گمراہی کی حدیہیں تک نہیں رہی بلکہ انہوں نے پاکیزہ آب زمزم کو گمراہ کرنے اور دھوکہ دینے کا آلہ بنایا۔ یہ سب کرتوتیں حرمت والحاد میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔ فحسبنا اللہ ونعم الوکیل

تخریب کاری کے مفاسد ونتائج:

کتنی بے قصور جانیں ضائع ہوئیں، کتنے ہی اموال اور املاک تباہ ہوئیں، کتنے ہی پرامن لوگ خوف زدہ ہوئے، ان کی اس تخریب کاری میں کتنے ہی مفاسد ونقصانات، کتنے ہی شر وبرائیاں، فساد فی الارض، مومنوں اور پرامن شہریوں کو ہراساں کرنا، نقض عہد اور مسلمانوں کے امام وحاکم پر تجاوز کرنا جیسے جرائم پائے جاتے ہیں۔ جو کہ ایک سے بڑھ کر ایک برا جرم ہے اور ہر اپنے اندر کئی جرائم کو چھپائے ہوئے ہے۔ ایسے لوگ اللہ کے اس ارشاد سے کہاں بھاگیں گے جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾

"جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے گا تو اس کی سزا جہنم ہے میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت

کرے گا۔اور ایسے شخص کے لئے اس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (النساء:93)

یہ لوگ نبی ﷺ کے اس ارشاد سے کہاں جائیں گے؟ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: "لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ"

"اس دنیا کا زائل ہو جانا اللہ کے نزدیک اس سے کم تر ہے کہ کوئی مسلمان شخص قتل کیا جائے۔"[1] (ترمذی ونسائی)

اور ارشاد نبوی ہے: "لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ، مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا" (صحیح بخاری)

"مسلمان اس وقت تک اپنے دین کی طرف سے کشادگی میں ہے جب تک وہ کسی کا ناحق خون نہ کرے۔"[2]

یہ تخریب کاری بہت ہی برے افعال ہیں جو کہ فتنوں کو جنم دیتے اور دھڑے بندیاں پیدا کرتے ہیں، جو کہ معاشرے کی قوتوں کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں۔اور ملکی تعمیر وترقی کی کوششوں میں رکاوٹ بنتی ہیں۔اور آمدنیوں کے لئے خطرہ بن جاتی ہیں، اور اسلام کے قافلے کو مؤخر کر دیتی ہیں، دعوت دین اور دعاۃ اسلام کا گلا گھونٹ دیتی ہیں اور رنگا رنگ آویزشوں کے سامنے شر و برائی کے دروازے کھولتی ہیں بلکہ یہ کاروائیاں کبھی غیر ملکی دخل اندازیوں کے مواقع مہیا کر دیتی ہیں اور غیروں کی راہیں ہموار کرنے کا باعث بن جاتی ہیں۔فلا حول ولا قوة الا باللہ۔

مذمت:

ہمارا صریح موقف جس میں کوئی التباس اور شک وشبہ نہیں اور جس میں کسی کو کوئی اختلاف بھی نہیں ہوسکتا وہ موقف یہ ہے کہ ان لوگوں کا ہر فعل انتہائی قابل مذمت، ناقابل قبول ایک جرم وگناہ اور بہت ہی مردود ہے. جو شخص اپنے لئے خیر چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ بصیرت نابینا نہ ہونے پائے اور شیطان اس کے سامنے حقائق کو بدل نہ سکے کہ اسے حق کو باطل اور باطل کو حق کر دکھلائے---اللہ تعالی بچائے---تو اسے چاہیے کہ اس ٹولے کے خطرناک مقاصد سے بچ کر رہے۔

خوارج کی عبادت گزاری۔۔۔

یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ خوارج بڑے عبادت گزار تھے۔ان میں نیکی وصلاحیت اور بعض شعائرِ دینیہ کی ادائیگی میں وہ بہت بڑھے ہوئے تھے جیسا کہ حدیث میں ان کے اوصاف وارد ہوئے ہیں۔چنانچہ نبی ﷺ نے ان کے بارے میں پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا ہے: "تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ، يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ" (صحیح بخاری)

"تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازیوں کو بالکل بے وقعت سمجھو گے اور وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے آگے نہیں بڑھے گا۔"[3]

---

1) ترمذی، حدیث:1395۔
2) صحیح بخاری، حدیث:6862۔
3) صحیح بخاری، حدیث:6931۔

خوارج کے افعال:

یہ خوارج خیر القرون یعنی عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں ظاہر ہوئے اور ان کی جسارت اس حد تک جا پہنچی کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوران کے بعد تابعین اور مسلمانوں سے جنگ کی بلکہ انھوں نے ہی دو خلفاء راشدین حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا تھا۔ان خوارج کی زیغ وگمراہی کے لیے یہی کافی نہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف جرائم کاارتکاب کیا،انھیں کافر قرار دیااوران کے خلاف جنگ کی۔ان خوارج کے پاس ایک قسم کی شجاعت و دلیری اور ایک طرح کا اخلاص بھی تھا مگر ان کے پاس صحیح علم نہیں تھااور گہری فقاہت سے بھی تہی دامن تھے اور انھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی جنگ کی اور دو خلفاء راشدین کو شہید کیا تھااور وہ یہی سمجھتے رہے کہ اصلاح کااب یہی ایک طریقہ رہ گیا ہے۔خوارج نے بنی امیہ کی حکومت کے خاتمے کے لئے جنگ کی اور وہ سمجھتے تھے کہ خلافت راشدہ کے قیام کا یہی ایک راستہ ہے لیکن ہوا یہ کہ بنی امیہ کی حکومت کے خاتمے پر بنی عباس آگئے اور وہ ان خوارج کے لاشوں کے بھی اوپر سے گزر کر آئے اور انہوں نے بنی امیہ اور خوارج میں کوئی فرق نہ کیا سب کو برابر تہہ تیغ کر دیا۔جس نے تاریخ کو نظر انداز کر دیا اسے واقع نے بھلا کر رکھ دیا۔

لوگوں!اللہ کی سنتوں کو سمجھواور حق پر مظبوطی سے قائم ہو جاؤ اور اہل علم سے صحیح علم حاصل کرو۔

سبحان اللہ! جاہل وان پڑھ ماں کا اخلاص اسے نیک بچے کی صحیح تربیت میں کوئی مددگار ثابت نہیں ہوتا اور والد کا اپنے بیٹے پر حد درجہ شفقت کرنے سے اسے ڈاکٹر کے علاج سے مستغنی نہیں کرسکتا۔

بعض محبان اسلام!ایسے ہیں کہ ان میں اخلاص ومحبت اور شجاعت و دلیری میں کوئی کمی نہیں مگر ان کے یہاں علم صحیح کی کمی،فقہ دقیق کی قلت اورحسن ودینداری میں کوتاہی پائی جاتی ہے اخلاص اور دلیری و جنگ جوئی بہت تھوڑے سے وقت میں جنم لے لیتی ہیں لیکن حصول علم کے لئے طویل تعلیم،تربیت،حواس کی سلامتی اور معلم ومدرس کی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسباب انحراف وگمراہی:

مسلمانوں!ان تخریب کاروں کے انحراف وگمراہی کا ایک سبب یہ ہے کہ یہ لوگ معاشرے سے کٹے ہوئے ہیں۔دوسرے یہ کہ وہ صحیح علم کے مالک اوراس کے اہل لوگوں سے علم حاصل نہیں کرتے۔تیسرے یہ کہ ان کا خاندان ان سے غفلت شعاری اختیار کئے ہوئے ہوتا ہے۔ اوران میں سے بعض سخت خود پسندی میں مبتلا ہوتے ہیں اور یہ تمام اسباب ہی ایسے ہیں جو کہ بندے کو حق،فقہ اور علم کو ان کے اہل لوگوں اور صحیح مقامات سے حاصل کرنے سے پھیر دیتے ہیں۔

غلو ومبالغہ آمیزی:

مسلمانوں!لوگوں کے انحراف و بدراہ ہو جانے کا ایک باعث وسبب ان کا غلو ومبالغہ آمیزی میں مبتلا ہو جانا بھی ہے۔اللہ کے دین میں مبالغہ آمیزی اور غلو کرنا اللہ کی قسم ہلاکت کا سبب ہے یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:"وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ"

”غلو ومبالغہ آمیزی سے بچو، تم سے پہلے لوگوں کو غلو نے ہی ہلاک کیا“۔[1] (نسائی)

غلو اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی اور حقیقی ضرورت اور اسی سے منہج وسط واعتدال، رحم وکرم، یسر وآسانی اور رفق ونرمی سے آدمی روگردانی کرنے لگتا ہے۔ یہ غلو خود اپنی جان پر ظلم ہے اور دوسروں پر بھی ظلم ہے بلکہ اس میں چونکہ اسلام کی تصویر کو بھیانک کرنا، فتنہ پیدا کرنا اور لوگوں کو اسلام سے نفرت دلانا آتا ہے لہذا یہ غلو گویا لوگوں کو دین سے روکنے کا ذریعہ وسبب بھی بنتا ہے، غلو پسند لوگ اپنی جماعت کی عصبیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور صرف اپنی جماعت کو ہی حق کا مصداق سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے قائدین اور لیڈروں کے بارے میں مبالغہ آرائی کرتے ہیں اور ان کے سوا باقی تمام مسلم معاشروں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور کسی کے گناہ کا ارتکاب کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اہل اسلام اور حکّام اسلام کو بھی کافر قرار دیتے ہیں اور لوگوں کو مسلم حکّام کے خلاف بڑھکاتے اور ان کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں اور مسلمان معاشروں سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور ان سے بری ہونے کے دعوی کرتے ہیں اور مسلمانوں کے شہروں میں ان کے آئمہ مساجد کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔

اہل غلو کی دو نشانیاں:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دو بڑی ہی واضح اور خطرناک صفتیں یا نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ ان (خوارج) کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ"

”وہ قرآن کریم پڑھیں گے اور قرآن کریم ان کے گلے سے تجاوز نہیں کرے گا، وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے“۔[2] (بخاری ومسلم)

پہلی نشانی: وہ قرآن کریم پڑھیں گے لیکن اسے سمجھیں گے نہیں، نہ اس کے مقاصد کی تہہ تک پہنچ سکیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”انہوں نے کفار کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو مومنوں پر فٹ کر دیا۔“

دوسری نشانی: وہ مسلمانوں کے خون کو حلال کر لیں گے اور خونریزی کریں گے الفاظ حدیث میں ہے کہ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور اہل اوزان کو چھوڑ دیں گے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وہ گناہ اور برائیوں کی بناء پر لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جبکہ گناہوں کی وجہ سے لوگوں کا کافر قرار دینے پر ہی یہ حکم بھی مرتب ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے خون اور مال کو حلال کر لیتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں دارالاسلام دارالکفر بن جاتا ہے اور ان کا علاقہ دارالاسلام بن جاتا ہے“۔[3]

ابوکلابہ کہتے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص کسی بدعت کو ایجاد کرتا ہے تو تلوار نیام سے نکل آتی، فلا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ وہ اللہ کے دین سے

---

1) نسائی، حدیث: 3057۔
2) صحیح بخاری، حدیث: 7432۔
3) مجموع الفتاوی: 19/73۔

جہالت اور اللہ کے بندوں پر ظلم وستم دونوں گناہوں کو اپنے اندر جمع کر لیتے ہیں جبکہ یہ دونوں ہی انتہائی مہلک چیزیں ہیں ۔

اہل غلو کا انجام:

مبالغہ آمیزی کرنے والے غالی لوگوں کا انجام حدیث رسول ﷺ کی رو سے ہلاکت ہے ۔ چنانچہ نبی ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: "هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ قَالَهَا ثَلَاثًا" (صحیح مسلم)

"تشدد پسند ہلاک ہو گئے، تشدد پسند ہلاک ہو گئے، انتہاء پسند غالی ہلاک ہو گے ۔"[1]

اصلاح کی راہ:

مسلمانوں ! اصلاح کی راہ اور علاج کا طریقہ تلاش کرنے کے لیے جن چیزوں پہ سب سے پہلے نظر ڈالنا ضروری ہے وہ ہے مقررات مسلمات شریعت کو حکم وفیصل مانتے ہوئے اور انہی کی روشنی میں صاف وشفاف مذاکرات اور باہمی افہام وتفہیم کی راہ ہموار کرنا اور ہر کسی کو اس کی استطاعت وقدرت کے مطابق حصہ لینے کا پورا پورا موقع مہیا کرنا، کیونکہ حق سب کے لئے ہے، حکم بھی سب کے لئے ہے اور مصلحت ومفاد بھی سبھی کے لئے ہے اور اس سے کسی کو دور نہیں کیا جا سکتا اگر چہ اس کی سوچ وفکر میں مبالغہ آمیزی و جفاء کیوں نہ آچکی ہو. فکر وسوچ کا علاج بھی فکر صحیح ، حجت و دلیل اور اچھے طریقے سے جدال ومناظرہ کرنے سے ہی ممکن ہے ۔ معلق خطا ہی غلو پسند اور جفا پسند کج فکری کو جنم دیتی ہے ۔

مذاکرات اور افہام وتفہیم:

اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس وطن مبارک میں پچھلے دنوں ایسا موقع آیا کہ ملک کے اہل راہ، بابصیرت اہل نظر دانشوروں اور مختلف جماعتوں کے لوگوں کے مابین مذاکرات ہوئے اور یہ ملاقات انتہائی خوشگوار رہی ، اس اجتماع کو اللہ نے توفیق خیر نوازا اور ایسے تعمیری قسم کے مذاکرات ہوئے کہ اہل وطن کی احوال عالم پہ گہری نظر، ایجادات جدیدہ ، اور نئی ٹیکنالوجی کے بارے میں وسعت ظرفی اور حاضرین سے ایک دوسرے کی آراء ونظریات کو پورے ادب وتحمل سے سننے جیسے اعلی اخلاقی امور سامنے آئے ۔ اللہ تعالی ان اقدام کو راستی پانے کی توفیق سے نوازے، ان کوششوں میں برکت فرمائے اور سب سے صحیح تر راہ کی طرف ہدایت بخشے ۔

بعض اہل قلم اور ذرائع ابلاغ کی غلط روش:

مسلمانوں ! اس بات پر توجہ دلانا اور خبردار کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بعض اہل قلم کی تحریریں اور بعض پروگرام الزامات کا دائرہ بہت ہی وسیع کر چکے ہیں اور وہ مختلف جہات واطراف کو باہم ٹکرانے کے درپے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ وہ کوئی ذاتی دشمنی کی بھڑاس نکال رہے ہیں، شخصی فکر ونظر کے اختلافات کی وجہ سے وہ ایسا کر رہے ہیں ۔ حکمت و دانائی اور ذمہ داری کا احساس یہ تقاضا کرتے ہیں کہ پیش آمدہ حالات و واقعات کو تنگ ترین دائرے میں محصور کر کے رکھا جائے اور الزامات کے دائرے کو بے جا وسعت نہ دی جائے، کیونکہ یہ توسیع دائرہ اس واقعہ اور اس کی کاروائی کرنے والوں کے ساتھ شفقت کو جنم دیتا ہے ۔

---

1) صحیح مسلم، حدیث: 2670۔

ذرائع ابلاغ کا فرض:

وسائل و ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان اہل علم کا تعاون کریں اور ان معروف اہل رائے کی حوصلہ افزائی کریں جو کہ اہل وثوق و اعتماد علم میں رسوخ وگہرائی رکھنے اور معتدل و وسط منہج پر چلنے میں مشہور ومعروف ہیں تا کہ وہ لوگ ان ذرائع ابلاغ کے ذریعے پیچیدگیوں کا حل پیش کریں اور شکوک وشبہات کا ازالہ کریں اور اپنی تحریروں میں دوسروں کو حقیر سمجھنے، تاویلات میں راہ انحراف اختیار کرنے، تفسیروں و شروح میں تنگی پیدا کرنے اور تحلیلات وتجزیات میں جانب داری اختیار کرنے سے گریز کیا جائے جو کہ دعاۃ و مبلغین اور اہل اصلاح پر بے جا اعتراضات کرنے اور ان کی پگڑی اچھالنے والے امور ہیں۔ اسی طرح ان امور کے اختیار کرنے سے ان لوگوں کی ذات پر بھی بلا وجہ حرف آتا ہے جو کہ عدل و انصاف کرنے کا حکم دینے والے ہیں۔ یہ تحقیر آمیز رویہ قلق و اضطراب پیدا کرتا، معاشرے کے شیرازے کو بکھیرتا اور آراء ونظریات میں انتشار پیدا کرتا ہے۔

ائمہ وخطباء کی ذمہ داری:

مساجد کے ائمہ وخطباء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی مساجد کے منبروں کو رشد وہدایت پھیلانے اور لوگوں کو صحیح دین کی طرف راہنمائی کرنے کا ذریعہ بنائیں اور لوگوں میں وحدت وشیرازہ بندی اور وحدت صف کے لئے کوشاں رہیں جو کہ لوگوں کے لئے مفید ہے اور یہ ویسے بھی ان کی ذمہ داریوں میں آتا ہے۔ ائمہ وخطباء کو چاہیے کہ وہ ایسے موضوعات پر گفتگو نہ کریں جو کہ عوام الناس کی فکر وسمجھ سے بالا ہیں اور ایسے امور کو موضوع سخن نہ بنائیں جن کی عوام کو کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی اور نہ وہ ان میں کوئی خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔

اساتذہ کی ڈیوٹی:

معلّمین ومدرسین کا فرض ہے کہ وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ہی تربیتی پہلو پر بھی خصوصی توجہ دیں کیونکہ منہج تعلیم میں تربیت کا شمار مقاصد کبریٰ میں سے ہوتا ہے خصوصاً ابتدائی تعلیمی مراحل کے طلبہ کی نسبت۔

والدین کا واجب:

والدین (ماؤں اور باپوں) پر واجب ہے کہ وہ اپنے بال بچوں کی صحیح نگہداشت کریں، وہ انہیں تخریب کارانہ افکار کے لوگوں کے چنگل میں نہ جانے دیں کہ جن کے مناہج انتہائی منحرفانہ ہیں اور نہ ہی انہیں مشکوک قسم کے اجتماعات اور غیر معلوم سیاحی ٹورز کے لئے کھلا چھوڑیں کیونکہ یہ سب گمراہ کن لوگوں کی چراگاہیں اور چیر پھاڑ کرنے والے بھیڑیوں کی شکارگاہیں ہیں۔

لمحہ فکریہ اور مربوط پروگرام:

مسلمانو! اس امر کا کلمات احاطہ نہیں کرسکتے اور نہ ہی اس موضوع کے لئے صفحات ہی کافی ہو سکتے ہیں۔ البتہ یہ امور ایک سنجیدہ لمحۂ فکریہ کے محتاج ہیں اور انہیں گہری سوچ بچار سے تیار کردہ پروگرام کی ضرورت ہے جو کہ ردّعمل کے دائرہ سے بالا ہو۔ دین وامت اور ملک کا مفاد تمام تنظیموں اور افراد کے مفادات ومصالح سے بالا ہے۔ اللہ کی رسی (دین اسلام) کو تھامے رکھنا ضروری ہے اور تفرقہ وانتشار سے بچنا واجب

ہے حتی کہ حق کی تلاش ہی ہر کسی کا مقصد اولین قرار پائے، اعتدال و وسطیت ہمارا مسلک ہو، باہم صلاح ومشورہ کو کامیابی کا وسیلہ و ذریعہ بنائیں، امت اسلامیہ کو دشمنوں کے چنگل سے آزاد کروانا ہمارا ہدف و ٹارگٹ ہو اور شریعت الٰہیہ کا تحفظ ہماری غرض و غایت ہو۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔اس معاملہ کو سنجیدگی سے اور اپنے رب سے مغفرت و بخشش طلب کرو اور اس کے سامنے توبہ و تائب ہو جاؤ، اس کے سامنے گڑ گڑاؤ اور استغفار کرنے والوں کو اللہ کبھی بھی عذاب میں مبتلا نہیں کرتا. جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

"اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے"۔ (النمل:46)

ہم اللہ کی عزت کا سہارا لیتے ہیں جس میں کبھی کوئی کمی نہیں آنے والی، اور اس کی نگاہ کرم چاہتے ہیں جس کی آنکھ کو نہ نیند ہے نہ اونگھ اور وہ بہترین دوست و کارساز اور مددگار ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"کیا ہم نے انہیں حرم میں جو کہ امن کا مقام ہے جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل پہنچائے جاتے ہیں، اور یہ رزق ہماری طرف سے ہے، لیکن اس میں اکثر لوگ نہیں جانتے"۔ (القصص:57)

احساس و ذمہ داری:

مسلمانو! ذمہ داری بہت بڑی ہے اور ہم سب ہی ایک ہی کشتی میں سوار ہیں، اگر اس کشتی میں کوئی سوراخ کر دے گا یا توڑ دے گا تو سبھی غرق ہو جائیں گے۔سستی ولاپرواہی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا اور لاقانونیت و انارکی پھیل جائے گی اور پھر اس پر قابو پانا ناممکن ہو جائے گا۔ ذمہ داری کا یہی احساس حقیقی اور نتائج کا انتہائی خطرناک ہونا ہر اہل عقل و شعور کو اس بات پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ ان تخریبی کاروائیوں کا انکار و مذمت کرے اور اس کے لئے کسی بھی دلیل یا بہانے کو قبول نہ کرے۔

ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس بات کا یوں خیال رکھے کہ اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہونے پائے جو فتنے کو جنم دے اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں اور ان جیسوں کے لئے ان کی جہالت وگمراہی کو سہارا ملے، ہر مسلمان کو نیک و صالح، مصلح اور وحدت امت کے لئے کام کرنے والا ہونا چاہیے، وہ حق پر قائم رہے اور اپنے حکام و امراء کے گرد و پیش میں ہی رہے۔ اسے عارف باللہ علماء اور اہل درایت و حکمت علماء سے رابطہ رکھنا چاہیے ان سے اپنے مسائل دریافت کرنے کرنے چاہیئے اور مشکل کا انہی سے حل پوچھنا چاہیے اور پیچیدہ امور کی وضاحت کروانی چاہیے اور اپنے ذاتی اجتہاد سے گریز کرنا چاہیے جو کہ اسے اور اس کے متعلقہ لوگوں کو ایسی جگہ پہنچا دیتا ہے کہ جس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ اور مومن کو اس بات کا تو مکمل یقین ہوتا ہے کہ اللہ اپنے دین کا تو خود محافظ ہے، اپنے گھر کا تحفظ بھی وہ خود کرے گا اور اپنے کلمہ کو بھی وہ سربلند رکھے گا اور مکاروں کی عام مکاریوں کا بھانڈا پھوڑ کر رہے گا۔ اس یقین کامل کے باوجود ہر مسلمان پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، لہذا ہر چیز کو اس کی اصل جگہ پر رکھنے کے لئے ایک صادق موقف اختیار کرنا ہوگا اور ہر نام کو اس کی اصل مسمّی پر ہی فٹ کرنا ہوگا۔

اسلام تو اسلام ہے اور جرم ایک جرم ہے۔ فساد انگیزی، مؤمن کی ایذارسانی، مقامات مقدسہ کی بے حرمتی اور حرمتوں کی پامالی اور چیز ہے اور قربانی و جہاد اور اداءِ فنائیت چیز دیگر۔

اللہ آپ پر رحم فرمائے. خبر دار رہو، اور اللہ کا خوف کھاؤ، اس کے خوف کا دل میں شعور پیدا کرو اور اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے رہا کرو، گناہوں کی نحوست سامنے آجاتی ہے، نافرمانیوں کے آثار بدرونما ہوتے ہیں. لہذا بکثرت دعاء و استغفار اور اللہ کے سامنے عاجزی و گڑگڑاتے رہا کریں۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

فراغت اور تفریح طبع قواعد وضوابط، احکام وآداب

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

4/5/1424ھ 4/7/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس بات کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو کہ بہترین و سچی بات اللہ کا کلام اور بہترین طریقہ حضرت محمد ﷺ کا ہے اور بدترین امور دین میں نو ایجاد کردہ امور ہیں اور وہ بدعات ہیں اور ہر بدعت ہی گمراہی ہے۔ آپ کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ جڑے رہیں کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو شخص جماعت کو چھوڑ کر اپنی ہی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا بیٹھا اور اسی علیحدگی کی حالت ہی میں مرگیا تو اس کی موت جاہلیت پر آئی۔

مصروفیات ومشاغل حیات:

مسلمانو! لوگوں کی عام زندگی مختلف مشاغل ومصروفیات سے بھری ہوئی ہے جو کہ صرف اس بات کی ضرورتمند ہے کہ ان طرح طرح کی مصروفیات میں ایک ترتیب ہو جس میں ترجیحی بنیادوں پر اہم امور کو اولیت دی گئی ہو اور نظر او تصویر پر زیادہ نفع اور امور کو ترجیح دینے سے بھی غفلت ولاپرواہی نہ برتی جائے۔ ان بکثرت مصروفیات ومشاغل کے نتیجہ میں ہی عوام الناس بہت بڑے بڑے نفسیاتی ومعاشرتی دباؤ کے نیچے بھی آئے ہوئے ہیں جو ان میں ان مشکلات کا حل تلاش کرنے کے لئے غیر معمولی بھاگ دوڑ اور تھکاوٹ پیدا کر دیتے ہیں۔

تہذیب نو اور انسانی مشین:

آج عالمی تہذیب نے اسلحہ سازی، صنعت کاری اور ساری زمین کو ایک عالمی گاؤں کی شکل دینے کی دوڑ لگا رکھی ہے، وہ تہذیب جس نے انسان کو ایک مشین بنا کر رکھ دیا ہے جو کہ شب وروز کے اکثر اوقات ہی کام میں لگی رہتی ہے اور اس تہذیب نو نے ہمیں یہی دیا ہے اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں، یہ تہذیب تمام تر توانائیوں کے باوجود ایسا انسان ایجاد کرنے سے قاصر وعاجز رہی ہے جو عقل وخرد کا مالک، صاحب ادراک اور اس دنیا میں اپنے وجود کی قیمت اور اس میں اللہ کی حکمت کو سمجھنے والا ہو، بلکہ اس تہذیب میں جس قدر بھی آلات ومشینری ایجاد ہوئی ہے اس نے شکل میں انسان کی عام زندگی میں ایک خلاء سا پیدا کر دیا ہے جس نے مغربی دنیا کے علم معاشرت نے بھی فراغت وخلاء قرار دیا ہے اور اسے وقت کے اعتبار سے فراغت وخلاء اگر نہ بھی سمجھا جائے تو کم از کم نفسیاتی، روحانی، سنجیدہ اغراض واہداف سے خالی مقاصد کا فراغ وخلاء ضرور ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ﴾

”اے انسان! تو اپنے رب کی طرف (پہنچنے میں) خوب کوشش کرتا ہے، سو تو اس سے جا ہی ملے گا۔“ (الانشقاق:6)

اور دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ [1] وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ [2] وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ [3] لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ﴾

"ہمیں اس شہر (مکہ) کی قسم، جبکہ آپ اسی شہر میں تو رہتے ہیں اور باپ (آدم علیہ السلام) اور ان کی اولاد کی قسم ہے کہ ہم نے انسان کو تکلیف (کی حالت) میں (رہنے والا) بنایا ہے۔" (البلد:1-4)

نفسیاتی و روحانی خلاء:

موجودہ عالمی تہذیب جہاں انسان کے لئے علمی و سائنسی ترقی اور صنعتوں کے ذریعے اسے قوت و نشاط مہیا کرتی ہے اور اس کے لئے وقت کی کافی مقدار مہیا کرتی ہے وہیں وہ اس کے لئے نفسیاتی و قلبی اور روحانی خلاء بھی پیدا کر دیتی ہے، اور یہی اصل مسئلہ اور بیماری کا نقطۂ آغاز ہے جس نے معاشروں کے اوقات فراغت میں خطرناک حد تک وسعت دے دی ہے حتی کہ یہ خلاء ان کی نقل و حرکت اور فکری و ذاتی امن پر بوجھ بن گیا ہے، اور اس کے ساتھ ہی بہت ساری کوششوں اور قوتوں کے ضیاع کا راستہ بھی وجود میں آگیا۔

تہذیب نو کی دیواروں میں دڑاریں:

اس تہذیب جدید کو صحیح نظم و ضبط میں نہ لایا گیا ہوتا جو کہ انسان کے لئے فراغت کے اوقات اور ایک خلاء پیدا کر رہی ہے، یہ اسی بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آزاد عالمی گاؤں اور تہذیبی پراجیکٹ کی بلڈنگ میں اور اس کی دیواروں میں بڑی بڑی دراڑیں موجود ہیں اور یہ بھی بعید نہیں کہ یہ امت مسلمہ کو بھی متاثر کر دے اور ان اوقات فراغت اور خلاء کو پر کرنے کے لئے کسی صحیح و مناسب کام کو سرانجام نہ دینا اور موجودہ ترقیاتی فکری اور تعمیری و مفید اقتصادی فرصتوں سے فائدہ نہ اٹھانا ایک ایسا عمل ہے جو اس خلاء کو ذریعۂ تخریب کاری بنا دیتا ہے، چاہے اس کا ہمیں شعور ہو سکے یا نہ ہو۔ اور دشمنانان اسلام تو ہر سطح پر مسلمانوں کی تہذیب کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے اور شب و روز اس میں مصروف ہیں، اور اس خلاء و فراغ کو کسی تعمیری کام سے پر نہ کرنے کا نتیجہ یہ تباہی کیوں نہ ہو جبکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ"

"دو نعمتیں ایسی ہیں کہ لوگوں کی اکثریت فریب کھا جاتی اور نقصان اٹھا جاتی ہے اور وہ نعمتیں صحت و فراغت ہیں۔"[1] (بخاری)

اسلام اور انسانی فطرت کے تقاضے:

اسلام وہ دین ہے جو زندگی اور ہر دور کے لئے کارآمد ہے وہ لوگوں کے ساتھ اسی بنیاد پر سلوک کرتا ہے کہ وہ بشر ہیں ان کے کچھ دلی ارمان ہیں کچھ نفسیاتی مطالبے ہیں، وہ یہ نہیں کہتا کہ ان کا سارا کا سارا وقت ہی صرف ذکر الٰہی میں ہی گزرے اور وہ ہر وقت فکر فردوآخرت میں ہی لگے رہیں اور نہ ہی یہ ضروری قرار دیتا ہے کہ وہ ان کی ہر سوچ عبرت اور ہر فراغت و فرصت عبادت ہی ہو، ہرگز نہیں، بات یہ نہیں بلکہ اسلام نے انسانی فطرت کا لحاظ رکھتے ہوئے انتہائی وسعت سے کام لیا ہے اور فطرت سلیمہ کے مطالبات مثلاً خوشی و غم، ہنسی و خوشی، رونا، کھیل کود ان سب کی گنجائش دی ہے بشرطیکہ یہ اسلامی حدود و آداب کے تحت اور شریعت اسلامیہ کے حدود کے اندر رہتے ہوئے ہوں۔

اوقات فراغ کا صحیح استعمال:

---

1) صحیح بخاری، حدیث: 6412۔

اللہ کے بندو! اپنے فرصت کے اوقات کو صرف کھیل کود اور ہنسی خوشی سے پر کئے جانا ایک مسئلہ ہے جس کا انسانی روزمرہ کی زندگی پر ایک خاص اثر پڑتا ہے جسے بکثرت معاشرے نظر انداز نہیں کر سکتے اور یہ معاملہ اس وقت اور بھی شدت اختیار کر جاتا ہے جب فراغت کے موجبات وجود میں آجائیں جیسے کہ یہ تعطیلات موسم گرما وغیرہ ہیں۔ لوگوں نے ان چھٹیوں کے لے اپنی روزمرہ کی زندگی کا ایک باقاعدہ پروگرام طے کر رکھا ہوتا ہے کہ اور وہ اکثر لایعنی امور پر مشتمل ہوتا ہے جس کا کوئی خاص ہدف ومقصد سلیم نہیں ہوتا، نہ اسے زمان ومکان کا کوئی ضابطہ کنٹرول کر رہا ہوتا ہے اور نہ وہ شرعی ضوابط وقواعد کے تحت آتے ہیں کہ ان میں سے کون سے لہو ولعب اچھے ہیں اور کون کون سے برے۔

تفریح طبع اور اسوۂ نبوی ونمونہ صحابہ:

اللہ کے بندو! سیر وتفریح کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس پر سرور ومسرت کے لمحات داخل کرے، اپنی نشاط وسرگرمیوں میں تجدید وتازگی پیدا کرے اور اکتاہٹ ومایوسی کو دور جھٹکے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی، حیات انسانی کے اس حق کی ضرورت کا پتہ دیتی ہے،

عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: أَكُنْتَ تُجَالِسُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، كَثِيرًا كَانَ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ الصُّبْحَ أَوِ الْغَدَاةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ. وَكَانُوا يَتَحَدَّثُونَ فَيَأْخُذُونَ فِي أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُونَ وَيَتَبَسَّمُ

سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مجلس کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طویل خاموشی اختیار کئے رہتے۔ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی موجودگی میں شعر وشاعری کرتے، عہد جاہلیت کی باتیں کرتے اور ہنستے کھیلتے اور جب صحابہ کرام ہنس رہے ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تبسم فرمایا کرتے تھے۔"[1] (مسلم)

الادب المفرد میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو مسلمہ بن عبد الرحمن سے روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نہ تو اہل انحراف تھے اور نہ ترش رو وتلخ مزاج یا نک چڑھے تھے بلکہ وہ اپنی مجلسوں میں شعر وشاعری کا رنگ جماتے اور عہد جاہلیت کی باتیں کر کے ہنستے کھیلتے تھے اور اگر کسی دینی معاملے پر بات آتی فوراً اس کی آنکھوں کی پتلیاں گھوم جاتیں۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "میں کسی کھیل کود سے اپنے آپ کو کچھ بھلاتا ہوں تاکہ اس کے ذریعے حق پر قائم رہنے کے لئے قوت حاصل کروں۔"[2]

"ابن ابو نجیح اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "مجھے یہ بات بڑی بھلی لگتی ہے کہ بندہ اپنے بال بچوں میں ایک بچے کی طرح ہنسا کھیلا کرے۔ اور جیسے ہی اس سے کچھ مانگا جائے تو وہ فوراً مرد بن کر سامنے آجائے۔"[3]

علامہ ابن عبد البر نے ہی بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "ان دلوں کے لئے تفریح طبع کا اہتمام کیا کرو اور حکیمانہ لطائف وطرائف

---

1) صحیح مسلم حدیث: 670۔
۲) الذھبی فی السیر: 5/421۔
۳) البیہقی فی الشعب: 6/292۔

سے انھیں خوش کرتے رہا کرو کیونکہ جس طرح بدن تھک جاتا اسی طرح ہی دل بھی اکتا جاتا ہے۔"[1]

علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں: "میں نے انسان کو ایسا پایا ہے کہ وہ بڑے بڑے مشکل امور کو برداشت کرجاتا ہے اور اس کے لئے مشکل ترین امر اپنے ہی نفس کی خاطر مدارت ہے اور نفس کے لئے ایک بھاری امر محبوب چیزوں سے باز رہنے اور ناپسندیدہ وغیر مرغوب امور کو سرانجام دینے پر صبر و ہمت کرنا ہے، اور میں نے محسوس کیا ہے کہ اس صبر کا سفر طے کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ نفس کو بہلایا جائے اور اس کی راحت وخوشی کا بھی اہتمام کیا جاتا رہے۔"

اسی طرح کی بات ہی ابو الوفاء ابن عقیل نے بھی کی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں: "عقلمند شخص جب اپنی بیویوں اور کنیزوں کے جھرمٹ میں ہوتا ہے تو کھیل کود اور ہنسی مذاق میں گزارتا ہے اور بیوی کا حق بیوی کو اور نفس کا حق نفس کو دیتا ہے۔ جب وہ اپنے بچوں کی محفل میں بیٹھتا ہے وہ ان کے ساتھ بچہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات سنجیدگی کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔"

اللہ والو! لہو ولعب، تسکین اور تفریح طبع کے بارے میں چند شہ پارے ہیں جنہیں پیش نظر رکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے اس پہلو کو بھی خصوصی اہمیت دی اور اس کا بھی صحیح طور پر خیال کیا ہے۔

تفریح طبع اور اس کے دو رخ:

البتہ یہاں ہم اسلامی مفہوم تفریح و تسکین نفس اور دور حاضر کے لہو ولعب اور کھیل تماشے کے مابین پائی جانے والی خلیج کو واضح کرنا چاہتے ہیں جو کہ دراصل وسیع مطالع، سٹڈی اور غور و فکر یہی ضرورت مند ہے تاکہ ایسا ہدف تلاش کیا جائے جو ہمیں مشروع طریقے سے ایک عمدہ انداز حاصل کرنے تک پہنچائے، لہٰذا ضروری ہے کہ تفریحی سرگرمیوں میں سے ایجابی و سلبی (مثبت و منفی) اثرات والی اشیاء پر غور کیا جائے اور ان کے اور شرعی و معاشرتی پس منظر میں ربط و تعلق پر غور کیا جائے اور اس تفریح سے استفادے کے امکانات پر نظر ڈالی جائے اور مفادات کے قریب کرنے والے ذرائع تلاش کئے جائیں نہ کہ ان سے دور کرنے والے اور ایسے امور کو اختیار کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، ناراض نہ ہو اور ان کے شرعی فوائد اور معاشرتی و ذاتی مفادات کے مابین اور ان کے فعل و ردّ عمل کے مابین خط واصل کھینچا جائے اور دیکھا جائے کہ ان افعال سے پیداواری قوتوں اور خاندانوں کے ساتھ ساتھ معاشروں کے لیے دین و دنیا میں نفع عام کی کتنی مقدار پائی جاتی ہے۔

نامناسب تفریح طبع:

ہم سب پر ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے واجب ہے کہ ہم کمر ہمت باندھیں اور نامناسب لہو ولعب اور تفریح میں اوقات کو ضائع کرنے سے بچانے کی تدبیر کریں اور اپنے آپ کو ہر ایسے کام سے بچائیں جس کا نقصان اس کے فائدے سے زیادہ ہے، مسلمانوں کو لائق نہیں کہ وہ سیر و تفریح کے نام سے اپنے نفسوں کی بھاگ ڈور ڈھیلی چھوڑ دیں حتی کہ وہ سنجیدہ افعال اور بامقصد بیداری پر بھی غالب آجائیں اور نہ ہی ایسی تفریح طبع ہو کہ ہمیں اپنے واجبات سے ہی غافل کر دے یا پھر اس میں ایسے منہمک ہو جائیں کہ ہونے کے نتیجہ میں فرائض اور حقوق ضایع ہو جائیں۔ کیونکہ سنجیدگی کے اعمال کی کثرت کے مابین یہ تفریح طبع صرف اسی حد تک مباح ہے کہ اس سے تازہ دم ہونے میں مدد ملے

---

[1] جامع بیان العلم:659۔

اورحق کے بوجھ کو اٹھانے کی طاقت میں جلا آئے اور حق کی راہ میں آنے والی تکالیف کو برداشت کرنے کی ہمت وحوصلہ پیدا ہو۔ اور اسی طرح اس بات کا احساس بھی ضروری ہے کہ لہو ولعب اور تفریح طبع پر سنجیدگی کو اولیت دینا ہی راجح فعل ہے۔

اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے جس میں ہے کہ: "كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَعَظَنَا فَذَكَرَ النَّارَ قَالَ: ثُمَّ جِئْتُ إِلَى الْبَيْتِ فَضَاحَكْتُ الصِّبْيَانَ، وَلَاعَبْتُ الْمَرْأَةَ قَالَ: فَخَرَجْتُ، فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: وَأَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا تَذْكُرُ، فَلَقِينَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ نَافَقَ حَنْظَلَةُ فَقَالَ: مَهْ فَحَدَّثْتُهُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَأَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا فَعَلَ فَقَالَ: يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً، وَلَوْ كَانَتْ تَكُونُ قُلُوبُكُمْ كَمَا تَكُونُ عِنْدَ الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ، حَتَّى تُسَلِّمَ عَلَيْكُمْ فِي الطُّرُقِ"

حضرت حنظلہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کے انداز سے عرض کیا کہ ہمارے کتنے ہی اوقات ایسے ہیں کہ ان میں بیوی بچوں کے ساتھ کھیل کود میں نکل جاتے ہیں (یعنی ان میں ہم کوئی عمل نہیں کر پاتے) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مخاطب ہو کر فرمایا تھا: "لیکن کبھی گھڑی (عبادت کی) اور کبھی گھڑی (تفریح طبع کی) ہوتی ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

لیکن یہ تفریح طبع کو اپنی زندگی کا اہم مقصد، شب وروز اور صبح وشام، خلوت وجلوت پر وقت کا مشغلہ اور معاشروں کی عام زندگی کا بنیادی غم بنالیا جائے تو اسے اس کی اصل نہج اور مقصد سے باہر نکال دینے والی بات ہے اور زندگی کو عبث و بےکار بنادینے اور ضایع کر دینے والی بات ہے۔

تفریح کے لیے وقت کی تخصیص:

سنجیدہ آدمی کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے تفریح طبع کا بھی ایک محدود وقت رکھے اور سنجیدگی و کام کے لئے باقی اوقات کو مخصوص کئے رہے اور اس کے برعکس معاملہ نہ ہونے پائے کہ تمام اوقات کھیل کود اور ہنسی ہی میں ضایع ہوتے رہیں اور کام کے لئے وقت بہت کم رہے خصوصا موجودہ دور میں جبکہ دل نت نئی چیزوں کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے حتی کہ اب غیر ممالک سے درآمد کئے گئے ذرائع تفریح پر ہی لوگوں کی طبیعت لگتی اور زیادہ انہیں ہی اپنا رہے ہیں۔

اللہ کے بندو! فکری استراحت، اور ضابطۂ اقدار کو ہشاش و بشاش کرنے کے اوقات بھی ہم میں سے بعض کے نزدیک لطائف وطرائف اور نفسیاتی تسکین کا مناسب وقت بن گئے ہیں اور یہی خطرناک چیز ہے اور بیماری کے بڑھنے کا نقطۂ آغاز بھی۔

قواعد وضوابط سے بے نیاز کھیل کود...

اللہ والو! عقلی حدود و قیود اور قواعد وضوابط سے بے نیاز کھیل کود بلاشبہ ہمارے اسلامی تشخص کو مٹا کر رکھ دینے والا ہے اور دو میں سے کسی ایک

1) صحیح مسلم، حدیث: 2750۔

خطرے کا شکار بنانے والا بھی، ایک خطرہ تو مفاہیم ومعانی کا ہے کہ بعض کمپیٹیشن اور مقابلے جنہیں علمی وثقافتی مقابلے کہا جاتا ہے وہ اگر مسلمانوں کی فکری وراثت یا ثقافتی آویزش کی ترقی اور معلوماتی ثوابت وامتیازات کو جمع کرتے ہیں اور قطع نظر اس کے کہ وہ تاریخ وحیات کی کیا مادی تفسیر وتشریح پیش کرتے ہیں کم ازکم وہ بکثرت ایسی چیزیں سامنے لاتے ہیں جن کی کسی بھی سمجھدار انسان کو ضرورت ہی نہیں ہوتی اور کند ذہن شخص ان سے کوئی استفادہ نہیں کرسکتا۔

جبکہ دوسرا خطرہ وہ ہے کہ جو تفریح طبع کے وسائل سیٹلائٹ چینلز کے ذریعے مہیا کرتے ہیں جو کہ گمراہ کن مفاہیم ومعانی پیدا کرنے اور ایسے جاذب ودلکش انداز سے پیش کرتے ہیں اور انہیں ثقافتوں کے ساتھ ساتھ ہی شہوات رانی ولطف اندوزی سے بھی جوڑ دیتے ہیں، تاکہ وہ اپنی آرٹ، قصے کہانیوں، اور شو پروگراموں کے ذریعے لوگوں کے دل ودماغ اور فکر کو اپنی طرف کھینچ لیں اور انھیں فتنے میں مبتلا کردیں یا پھر وہ جادوگری وشعبدہ بازی اور ایسے ہی دوسرے فنون سے کام لیتے ہیں، اور ان دونوں ہی خطروں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مسلم خاندان کے افراد میں بغض ونفرت اور میاں بیوی کے پاکیزہ بندھن میں شکست وریخت شروع ہوجاتی ہے، اور اس سے بھی بڑھ کر پھر قتل وغارت، کڈنیپنگ، خودکشی، سازشیں اور شراب منشیات جیسی برائیاں جنم لینے لگتی ہیں۔ اور جو شخص اس قسم کی خطرناک تفریح طبع میں مبتلا ہوجائے اس کا حال شاعر کے اس مصرعے کے مطابق ہوجاتا ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ:

ع وداونی بالتی کانت ھی الداء

میرا علاج اس نے اسی چیز سے کیا جس کی وجہ سے میں بیمار ہوا تھا۔

(بیمار ہوئے جس کے سبب: اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں)

یا پھر شرابی کا علاج شراب سے کرنے والی بات ہوگی۔

کبھی کبھی صرف ایک مرتبہ کا لہو ولعب علم وتعلیم کے بڑے بڑے برجوں کو گرا کر رکھ دیتا ہے، کتنی ہی گھڑی بھر لذتیں ہیں جو کہ طویل عرصے کے لئے غم کا شکار بنا جاتی ہیں اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تمہیں معلوم ہوجائے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

"جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تو ختم ہوجائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے (کبھی ختم نہ ہوگا) اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم انھیں ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔" (النحل:96)

احکام شریعت کا کمال واعتدال اور توازن:

لوگو! اللہ کا خوف کھاؤ اور اس بات کو ذہن میں بٹھالو کہ شریعت اسلامیہ ایک روشن شریعت ہے جس کے تمام احکام میں اعتدال وتوازن پایا جاتا ہے، اس نے جب نفس کی تفریح کے لئے اسے حق دیا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہے کہ تفریح کے طریقوں میں بعض مفید ہیں اور بعض ایسے نہیں چنانچہ سنن نسائی میں صحیح سند سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "وَلَيْسَ اللَّهْوُ إِلَّا فِي ثَلَاثَةٍ: تَأْدِيبِ الرَّجُلِ فَرَسَهُ، وَمُلَاعَبَتِهِ امْرَأَتَهُ، وَرَمْيِهِ بِقَوْسِهِ وَنَبْلِهِ"

”ہر کھیل کود باطل ہے سوائے اس کے کہ کوئی اپنے گھوڑے کو سکھلا رہا ہو یا اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کھیل کود رہا ہو یا پھر تیر اندازی کر رہا ہو ۔“[1] (سنن نسائی وغیرہ)

باطل سے کیا مراد ہے:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس حدیث پر تعلیق و شرح میں لکھتے ہیں کہ: ”یہاں باطل افعال سے مراد وہ فعل ہیں جن مین کوئی فائدہ نہ ہو لیکن وہ حرام بھی نہ ہوں ۔ان کی رخصت دی گئی ہے کہ جن سے اگر چہ نفع بھی نہ ہو مگر دل اسے کئے بغیر بھی نہ رہ سکے اور بعض اوقات جو کہ کھیل کا تقاضا کرتے ہیں ان میں اسے یہ حق حاصل ہے جیسے عیدین ،شادی بیاہ کی تقریبات ہیں یا کسی عرصہ کے بعد لوٹ کر آنے والے کی خوشی کا موقع یا انھی سے ملتے جلتے کوئی دوسرے مواقع ہیں ۔“[2]

اس حدیث کے بارے میں امام ابن العربی مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”اسی حدیث میں نبی ﷺ کے ارشاد: ”باطل“ کا یہ معنی نہیں کہ وہ فعل حرام ہیں بلکہ آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ وہ فعل اجر و ثواب سے خالی ہے اور وہ محض دنیاداری سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا آخرت سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور ان میں سے جو مباح فعل ہیں وہ اپنی اباحت پر باقی ہیں ۔“[3]

اللہ کے بندو! یہ تو مباح کھیل کود کے بارے میں ہے، جہاں تک حرام کھیل تماشے یا اس مباح کھیل کا تعلق ہے جو ممکن ہے کہ حرام فعل کے ارتکاب تک لے جائے ۔اللہ تعالی آپ کا نگہبان ہو، اس کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا کلام سماعت فرمائیں ۔جو انھوں نے صحیح بخاری میں لکھا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں: ”اس بات کا باب (بیان) کہ ہر وہ کھیل کود باطل ہے جو کسی کو اللہ کی اطاعت سے دور کر دے“

اس باب کی شرح بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”جسے وہ شخص جو کسی بھی کام میں لگ جائے وہ ممنوع ہو یا اس کی اجازت ہو، مثلاً ایک آدمی نفلی نماز پڑھنے لگا، تلاوت قرآن کرنے لگا، ذکر الٰہی میں مصروف رہا یا معانی القرآن مین تفکر و تدبر کرنے میں لگا رہا یہاں تک کہ جان بوجھ کر اس نے کسی وقت نماز کا اصل وقت نکال دیا، اس کا یہ فعل باطل افعال کے اس ضابطہ کے تحت آئے گا اور جب یہ حال ان افعال کا ہے جو کہ اصلاً مطلوب اور رغبت دلائے گئے ہیں تو ان افعال کے بارے میں کیا خیال ہے جو کہ ایسے نہیں ہیں ۔“[4]

قواعد و ضوابط کی پابندی سے تفریح طبع:

مسلمانو! فرحت و خوشی اور تفریح طبع کیلئے ضروری ہے کہ یہ دونوں چیزیں شرعی قواعد و ضوابط کے اندر رہتے ہوئے ہونی چاہیئے اور ان میں سے کسی کو بھی حدود اللہ سے تجاوز و بغاوت ہرگز نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا﴾

”یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو۔“ (البقرہ:229)

---

1) نسائی، حدیث:3578۔

2) الاستقامہ:1/277۔

3) فیض القدیر:5/402۔

4) فتح الباری:11/91۔

خبر دار رہیں! جو شخص خوشی منانے یا کھیل کود کرے اسے چاہیئے کہ وہ اہل قوت وتقوی لوگوں کی طرح خوشی منائے اور عین اسی وقت نہ وہ راہ راست سے بھٹکے نہ احکام شریعت سے بغاوت کرے بلکہ ایسے ہر کام سے گریز کرے جو ذکر کرنے والے شخص کی زبان بند کرنے اور شکر کرنے والے شخص کو شکستہ دل کرنے والا ہو۔

سلف صالحین کے خیالات زریں:

سلف صالحین میں سے ایک دانا شخص نے کتنی ہی عمدہ بات کہی ہے وہ لہو ولعب اور کھیل تماشے میں حدود اللہ سے بغاوت کرنے اور حقوق و حدود کی کوئی پرواہ نہ کرنے والے لوگوں کی تفریح وخوشی کے بارے میں کہتے ہیں: "یہ دل کو مبتلائے تشویش کرنے والے افعال ہیں سوائے ان لوگوں کے جو بڑے قوی اراہ اور الو العزم ہوتے ہیں، وہ اپنی عقول وادیان کا استخفاف وسبکی کرتے ہیں کیونکہ ان کے ان افعال سے مراد صرف دکھلاوا اور یاکاری اور شہرت ہوتی ہے، ان کا کوئی مفید مقصد نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ کسی کی تربیت کر رہے ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ کوئی اچھا کام کرے رہے ہیں اور وہ اپنے آپ کو بھی بڑا اچھا تصور کرتے ہیں اور ان کا خیال ہوتا ہے کہ ہر کالی چیز کھجور رہی ہے (یا ہر سنہری چیز سونا ہے) وہ شخص کتنی بدترین حماقت میں مبتلا ہے جو ورم اور شحم (چربی) میں فرق نہیں کرسکتا۔ بیشک اللہ تعالی کو بے کار نوجوان سخت ناپسند ہیں اور انہیں اس بیکاری پر صرف ان کی جوانی وفراغت نے ہی لگا رکھا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

"اور جب وہ مال تجارت یا کوئی لہو ولعب دیکھتے ہیں کہ اس کی طرف بھاگ نکلتے ہیں اور آپ کو اکیلے ہی کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

(اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے کہہ دیں کہ جو کچھ اللہ کے پاس (اجر وثواب) ہے وہ ہر طرح کے لہو ولعب سے اور تمام اموال تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ بہترین روزی دینے والا ہے۔" (الجمعہ:6)

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

موسم گرمائی تعطیلات کے تناظر میں نوجوانوں اور بزرگوں کی ذمہ داریاں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ

11/5/2003ء 11/5/1424ھ

حمد وثناء کے بعد!

اے اللہ کے بندو! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو تمام نیکی و بھلائی کے مجموعے، بر و احسان کے بادشاہ و سرتاج اور اللہ کی اس وصیت کی تاکید کرتا ہوں جو اس نے پہلوں اور پچھلوں کو فرمائی جو کہ مؤمنوں کے لئے بہترین ذخیرہ و خزانہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ﴾

"اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، انہیں بھی اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو بھی ہم نے وصیت (اور تاکیدی حکم) کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔" (النساء:131)

اور جو اہل خوف الہی و تقوی میں سے ہو گیا وہ اعلی جنتوں کے حصول میں کامیاب و کامران ہو گیا اور فوز و فلاح کے درجات علیا پا گیا۔

تفریح طبع میں دو قسم کے لوگ:

مسلمانو! روزمرہ کی زندگی اور فرائض منصبی کی مسلسل ادائیگی کے بعد نفس انسانی اس بات کا تقاضا کرتا ہے اور انسانی فطرت چاہتی ہے کہ اس روٹین سے ہٹ کر کر سالانہ چھٹیوں میں اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھائے اور کچھ تفریح طبع کا سامان کرلے۔ مگر اسی سلسلہ میں لوگ دو قسموں میں بٹ جاتے ہیں۔ ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے جو اس موقع پر اپنے نفس پر ظلم کرنے اور حد سے تجاوز کرنے والے ہوتے ہیں اور ان کی تعداد بکثرت ہوتی ہے۔ جبکہ کچھ وہ ہوتے ہیں جو کہ نہ تو اعتدال و میانہ روی کا دامن چھوڑتے ہیں اور نہ ہی وہ اللہ کے فضل سے نیکی و بھلائی کرنے میں پیچھے رہتے ہیں بلکہ وہ دوسروں سے یک گونہ سبقت لے جانے میں کوشاں رہتے ہیں۔

تقوی و پرہیز گاری:

وہ مسلمان جو اپنے دین سے وابستہ رہنے اور اپنی اس حیات سے کچھ فائدہ اٹھانے کا حریص ہوتا ہے اور وہ فراغت و مصروفیت کے پروگراموں سے دو چار ہوتا ہے تو اس کے لئے سخت ضروری ہے کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے نفیس موتیوں کی لڑی اور جوامع الکلم سے یہ کلمات یاد رہیں انہیں وہ اپنا نصب العین بنائے اور ان کلمات کے شعور کو اپنی روح میں اتار لے اور وہ کلمات کیا ہیں: وہ کلمات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ ارشاد ہے: "اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ

"تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ کا تقوی اختیار کرو اور کسی برائی کے سرزد ہو جانے پر اس سے بڑی نیکی ضرور کرو، تاکہ وہ اس گناہ کو مٹا دے اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔"[1] (ترمذی بسند صحیح)

---

1) ترمذی، حدیث: 1987۔

عمر انسانی: عظیم نعمت الٰہی:

مسلمانو! اللہ کی اپنے بندوں پر اتنی نعمتیں ہیں کہ جن کا حصر وشمار ہی ناممکن ہے اور اس کے جن انعامات پر شکر ادا کرنا بھی واجب ہے ان پر شکر ادا کرنے والے اور اس سے غفلت برتنے والے بھی لاتعداد ہیں ۔ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا﴾

"اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا بھی چاہو تو نہ گن سکو گے۔" (ابراہیم:34، النحل:8)

اللہ کی ان عظیم نعمتوں میں سے ایک بنیادی نعمت یہ وقت اور زمانہ بھی ہے اور یہ کلمات جن کا میزان اکثر لوگوں کے یہاں ٹیڑھا ہو رہا ہے، انہی کی وجہ سے اسلام کی قدر وقیمت اور بڑھ رہی ہے اور لوگوں کی توجہ اس طرف پہلے سے بھی زیادہ ہوتی جا رہی ہے، چنانچہ وقت کی قیمت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا﴾

"اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا ہے، رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی کو روشن تاکہ تم اپنے رب کے فضل (روزی) تلاش کرو، اور برسوں کا شمار و حساب جانو اور ہم نے ہر چیز کی بخوبی تفصیل کر دی ہے۔" (بنی اسرائیل:12)

اللہ تعالی نے وقت و زمانے کے جو مختلف اجزاء بنائے ہیں جیسے، فجر، چاشت، رات، دن، سہ پہر، تو یہ سب لوگوں کی انظار و افکار کو متوجہ کرنے کے لئے ہے، اور سب امور میں اس بات پر واضح دلالت موجود ہے کہ عمر سے زیادہ قدر وقیمت والی کوئی چیز نہیں ہے۔ جس نے اسے ضایع کر دیا وہ شخص ایسے ہی ہے جیسے کسی نے اپنی عمر کو فنا کر کے اپنی دنیا کو برباد اور آخرت کو تباہ کر لیا۔ نہ اس نے کسی امید کو پایا اور نہ ہی اس نے زندگی کی حفاظت کی اور ندامت و شرمندگی کے سوا اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا اور ندامت کی گھڑی تو یقینا آنے ہی والی ہے اور جان کنی کے عالم میں انسان تمنا کرتا ہے کہ کاش وہ عمر کے آغاز میں ہوتا مگر اب وہ اپنے ہاتھوں سے بگاڑے ہوئے کو سنوار نہیں سکتا کیونکہ اب اسے اس کے لئے کوئی مہلت ملنے والی نہیں ہے، اور نہ ہی اب اپنے ہاتھوں پھاڑے ہوئے کو رفو کرنے کا وقت رہا ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ[99] لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا﴾

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجاتی تو کہتا ہے: اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے، میں جن نیک اعمال کو چھوڑ آیا ہوں، انہیں کر کے آؤں، مگر (اب ایسا) ہر گز ہونے والا نہیں ہے۔" (المؤمنون:99)

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے:" نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ "

"دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کے بارے میں غفلت میں مبتلا ہیں، ان میں سے ایک صحت ہے اور دوسری فراغت و فرصت۔"[1] (صحیح بخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

1) صحیح بخاری، حدیث: 6412۔

تحفظ حیات میں ٹائم ٹیبل کی اہمیت:

برادران ایمان! جو چیز انسان کو اپنی زندگی کی حفاظت کرنے اور اس کے ضایع و برباد ہونے سے بچانے کے لئے مفید و معاون ہو سکتی ہے وہ ایسا ٹائم تیل تیار کرنا ہے جو اس کے اوقات کو شامل ہو، اس میں اس کی حوائج وضرویات اور جمالیات وتحسینات سب آجائیں اور نفسانی خواہشات اور شیطانی چوکوں سے بچتے ہوئے دوسروں کی خاطر و مدارات کا وقت بھی اس عملی چارٹ میں موجود ہو، امام شافعی رحمہ اللہ کے تربیتی وحکیمانہ اقوال زریں میں ہے: "اگر تم اپنے نفس کو حق کے ساتھ مصروف نہ کروگے تو وہ تمہیں باطل میں مشغول کردے گا۔"

جس نے اپنے وقت کی حفاظت کو اپنے لیے اساس و بنیاد بنالیا اور بیداری وکوشش کا دامن تھامے رکھا وہ مراد کو پاگیا اور حق وخیر اور فلاح کے باغیچے میں کھلنے والے وسیع دروازے سے داخل ہوگیا۔

بعض سلف صالحین امت نے فرمایا ہے: "جس نے کوئی دن ایسا گزاردیا جس میں نہ کسی حق کو بجالایا نہ کوئی فرض ادا کیا، نہ عظمت وشان کے حصول کے لئے کچھ کر پایا نہ حمد وثناء کے لئے وقت نکال سکا نہ کوئی بھلائی کی اور نہ ہی علم حاصل کرنے کے لئے کچھ وقت نکال سکا۔ اس نے اپنے اس دن کو نافرمانی کی اور اپنے نفس پر ظلم کیا۔"

چھٹیوں کو آباد کرنا:

اللہ والو! یہ جو چھٹیاں آئی ہیں، انہیں محض گزارو نہیں بلکہ انہیں اللہ کی اطاعت وعبادت میں آباد کرو، غفلت و ہلاکت آفریں کاموں سے بچ کر رہو، اللہ کے فضل سے خیر وبھلائی کے کاموں میں سبقت و بازی لے جانے کے بکثرت میدان موجود ہیں، یہ فرد ومعاشرے اور امت کی زندگی میں وقت کی اہمیت اور قدر وقیمت پر مختصر سا شذرہ ہے اور یہی معاشروں کی تہذیبی ترقیوں کا پیمانہ بھی ہے اور وقت کے تحفظ سے ہی مجد وعظمت اور شان وشوکت حاصل ہوتی ہے لیکن یہ ان معاشروں کے لئے ہے جو وقت اور اس کے تقاضوں کو منٹوں اور سیکنڈوں کے ساتھ پورا کرتے ہیں اور اپنے اوقات کو آج کل کرتے کرتے نہیں ٹالتے اور نہ ہی غفلت ولاپرواہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔

چھٹیاں اور نوجوان نسل:

ان گرمیوں کی چھٹیوں یعنی تعطیلات موسم گرما کے سلسلہ میں اور ان سے گہرا تعلق رکھنے والے اور امت ومعاشرے کے ایک اہم حصے اور قیمتی گروہ، نوجوان طبقہ کے لوگ ہیں، انھیں اپنی توجہ کا مرکز بنائے رکھنے اور خاص طور پر ان چھٹیوں میں ان پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت ہے خصوصاً جبکہ ماضی قریب میں رونما ہونے والے واقعات کے نتیجہ میں معاشرے کے بعض نوجوان دھوکے میں مبتلا ہوگئے ہیں اور ایسے منحرف افکار میں گر گئے ہیں جنھوں نے ان کی عقلوں کو بگاڑ دیا ہے اور وہ ملک کے امن وامان میں خلل پیدا کرنے لگے ہیں۔ یہ چیز اس بات کی ضرورت واہمیت کو دو چند کر دیتی ہے کہ نوجوانوں کے اوقات کو اچھے کاموں میں لگایا جائے، اور ان کے فارغ اوقات کو پر کرنے کے لئے اچھے مفید پروگرام ترتیب دیئے جائیں جن کا خود انہیں اور ان کے معاشرے کو فائدہ پہنچے اور دین ودنیا کی بھلائی حاصل ہو، انہیں منحرفانہ افکار ونظریات کے مالک لوگوں کے پاس بیٹھنے سے بچایا جاسکے اور مختلف وباؤں سے بھرے ہوئے علاقوں کی طرف سفر کرنے

سے روکا جاسکے۔

نوجوان نسل کے سلسلہ میں والدین کی ذمہ داری:

ایسے ہی ان نوجوانوں کے اولیاء امور یعنی سرپرستوں پر واجب ہے کہ وہ ان کی تمام حرکات وسکنات پر کڑی نظر رکھیں اور ان میں پیدا ہونے والے تغیرات پر گہری توجہ دی جائے تا کہ ان سے پدرانہ شفقت سے معمور فضاؤں میں مذاکرات وگفتگو کی جائے جو کہ شرعی قواعد وضوابط اور معاشرتی وخاندانی امکانیات کی روشن میں ہو۔

فکری انحرافات کے اسباب ومظاہر:

اے امت مسلمہ! یہ امت کے بعض طبقوں اور معاشرے کے بعض حصوں کے بکثرت لوگوں کی تباہ کن فراغت کا ہی نتیجہ ہے اور خاندانی نگرانی کے فقدان ہی کی وجہ سے بعض فکرانحرافات وجود میں آئے ہیں جنہوں نے نوجوانوں کو اپنے شکنجے میں جکڑلیا ہے اور وہ شراب نوشی و منشیات میں مبتلا اور جرائم پیشہ ہو گئے ہیں اور ان پر مغربی طرز زندگی کا رنگ غالب آنے لگا ہے اور وہ اخلاقی قدروں اور اپنی اسلامی شناخت و امتیازات سے دستکش ہوتے جارہے ہیں اور حریت وآزادی کے ساتھ ساتھ تہذیب وتمدن کے کھوکھلے نعروں کے پیچھے لگ کر تقلید فرنگ میں گرتے اور ان کے تابع مہمل بنتے جارہے ہیں اور قواعد وضوابط سے آزاد اور ذلت آمیز کلچر وگلوبلائزیشن کی وسعتوں کی سراب کے پیچھے مارے مارے پھرنے لگے ہیں۔

غلو پسندی ومبالغہ آمیزی:

اسی نوجوان طبقے کا دوسرا حصہ وہ ہے جو فکری انحراف میں اس طرح مبتلا ہوا ہے کہ انھوں نے تشدد اور غلو ومبالغہ آمیزی کی راہ اپنالی ہے۔وہ دہشت گردی پر اتر آئے ہیں حتی کہ وہ جسد امت کے لئے ایک مہلک بیماری کی شکل اختیار کر گئے ہیں بلکہ وہ امت کے کھانے میں زہر بن گئے اور ان کے جرم حد کی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ انھوں نے قرآن کریم کے نسخوں میں بھی آتش گیر دھما کہ خیز مادہ بھرنا شروع کر دیا ہے اور ان مقصد کے لئے مساجد کو استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کیا....العیاذ باللہ....اور اللہ تعالی حرمین شریفین کی حفاظت فرمائیں۔اور ان کے امن وامان کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے۔انہوں نے تو حرمین شریفین میں بھی تخریب کاری و دہشت گردی اور الحاد کا ارتکاب کرنے سے اجتناب نہیں کیا۔انہوں نے ان حرمین شریفین اور اس ملک پر عدوان وسرکشی کی،اس معاشرے کے امن وامان کو تہہ بالا کیا اور اس کے عدل وانصاف کے بدلے میں اس پر ظلم کیا اور اس کی اصلاح کی بجائے اس میں بگاڑ پیدا کیا،ایسے شخص کو شرعی حدود کی سزا دینا کوئی انہونی بات نہیں تا کہ معاشرے اور اس کے افراد کو جرائم سے پاک کیا جاسکے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" اگر اللہ کی فرض کردہ سزائیں نہ ہوتیں جو مجرمین اور اہل فساد پر نافذ کی جاتی ہیں تو لوگ ایک دوسرے کو ہلاک کر کے رکھ دیتے اور ان سزاؤں کے مقاصد تبھی پورے ہو سکتے ہیں جب یہ المناک ہوں اور انہیں جرائم سے ہٹا دیں اور مجرم کو اپنے فعل کا ارتکاب کرنے کی سوچنے والوں کے لئے نشان عبرت بنا دے۔"

نوجوان اور فکری امن:

مسلمانو! جب فتنے نے اپنے سیاہ ڈھیرے ڈال لئے تو بڑے بڑے جرائم رونما ہوئے، دردناک اور تکلیف دہ امور واقع ہوئے جنہوں نے دلوں کو پاش پاش کر دیا، جگر چھلنی کر دیئے، آنکھوں سے پانی کی بجائے خون کے آنسو بہہ نکلے اور سب سے بڑھ کر گہرے دکھ کی بات یہ ہے کہ ان تخریبی کاروائیوں کا ایندھن بننے والے بھی ہمارے ہی نوجوان تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اہل غیرت یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ معاشرے کو امن فکری کا مہیا کرنا بھی واجب ہے خاص طور پر معاشرے کے نوجوان طبقے کے لئے، کیونکہ یہی تو امت کے مضبوط قلعے اور سیاست مستقبل کے فلک بوس پہاڑ ہیں اور اس لئے بھی کہ عہد شباب جتنا خوبصورت و پر رونق مرحلۂ عمر ہوتا ہے اتنا ہی یہ افضل ترین اور انتہائی اثر پذیر بھی ہوتا ہے۔

دورِحاضر میں نوجوانوں پر توجہ:

اسی نوجوان طبقے سے خصوصی تعلق رکھنا اور اس کا بخوبی اہتمام کرنا اور خاص طور پر موجودہ مشکل ترین حالات میں ایک اہم واجب ہے کہ انہیں شرعی حدود و تعزیرات کی تعلیم دی جائے اور قتل ناحق، معاہدین و ذمی لوگوں پر زیادتی کرنے کے احکام بتائے جائیں۔ تکفیر و تفسیق کی شمشیر کو کھلا چھوڑنے کے خطرات بتائے جائیں اور اطلاق احکام کی خطرناکی واضح کی جائے اور جہاد شرعی کا معنیٰ بتایا جائے، اور زمین میں فساد و بگاڑ کی شکلیں بتائیں جائیں، پر امن لوگوں کو ہراساں کرنے، ان کی حرمتوں کو پامال کرنے، ان کے مال و املاک چھیننے یا تباہ کرنے کا جرم بتایا جائے، شراب و منشیات کے استعمال اور ان کی تجارت و ترویج کی سزا سمجھائی جائے تاکہ وہ تمام جرائم کے ارتکاب سے اولاً وہ نوجوان خود محفوظ رہیں اور پھر ان کے معاشرے اور پوری امت مسلم محفوظ رہے اور انھیں کوئی نیم ملا اپنے الزامات کا، خود غرض منافق اپنے تیروں کا نشانہ نہ بنا سکے، اور حقد و بغض رکھنے والے دشمن اپنے بے بنیاد پروگرام کا ذریعہ نہ بنا سکیں۔

شادی کی ذمہ داری:

نوجوان طبقہ کے تحفظ میں مددگار ثابت ہونے والی دوسری چیز ہے شادی، جو کہ اہم معاشرتی مسائل میں سے بھی ہے اور ان چھٹیوں کے دنوں میں یہ مسئلہ بھی سر اٹھاتا ہے اور نوجوانوں کے انحراف اور ان کے نفسیاتی سکون و استقرار اور معاشرتی امن و امان میں خلل انداز ہوتا ہے، لہٰذا شادی کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کیا جائے جیسے کہ حق مہر کی مطالبوں میں مبالغہ کرتے ہوئے بڑھ چڑھ کر حق مہر کا مطالبہ کرنا اور شادیوں کی راتوں کو رات رات کے رتجگے، ان میں کھلی فضول خرچیوں اور فخر و مباہات کے لئے بے جا اسراف میں مبتلا ہونے کے راستے بند کئے جائیں اور ان تمام رسوم و رواج کا خاتمہ کیا جائے جنہیں نہ تو شرع قبول کرتی ہے اور نہ ہی وہ شریعت کی طرف سے مقرر ہیں اور نہ ہی انہیں منطق ماننے کو تیار ہے۔

شادی شترِ بے مہار کے لئے ایک مہار:

شادی بلاشبہ ذمہ داری و توازن پیدا کرنے والی چیز ہے اور یہ بے مہار جوانی کو لگام دینے والی چیز بھی ہے۔ اس طرح یہ نوجوانوں کو اخلاق انحلال و انحطاط، مال و دولت سے آوارگی کرنے، راہوں اور راستوں گلیوں اور سڑکوں کے کناروں پر آوارہ پھرنے قہوہ خانوں کے چکر کاٹنے

اور بلا وجہ بازاروں میں گھومنے سے روکنے کا ذریعہ بھی ہے۔ ایسے ہی شادی نوجوانوں کو شتر بے مہار ہو کر انٹرنیٹ اور سیٹلائٹ چینلز سے پھیلائے جانے والے زہر و بدبو اور پر فظیع و قبیح منظر کو دیکھنے سے روکنے کا سبب بھی بنے گی جن میں ہمارے نوجوان لڑکے کیا اور لڑکیاں کیا بلا نگران و بلا محاسبہ کرنے والے کے پھنسے رہتے ہیں۔ ان چیزوں سے بھی نوجوان طبقے کو بچانا واجب ہے، اور اس برے کردار سے خاندانی اور گھریلو نگرانی کا فقدان بہت بڑی غلطی و جرم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔" (التحریم:6)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"

"تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص اپنی زیر نگرانی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔"[1] (بخاری ومسلم) (عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

بیماری کی تشخیص اور اس کا علاج:

اے امت مسلم! بیماری کی تشخیص کے بعد نوجوانوں کی فکری و اجتماعی اور معاشرتی و اخلاقی بے راہ روی کا علاج و دوا، ذرائع ابلاغ اور معاشرے کی علمی انجمنوں اور تعلیمی اداروں کی طرف سے کیا جانا چاہئے، اس سلسلہ کی یہ مخلصانہ کوشش معتدل و متوازن سلفی دعوت کے زیر سایہ ہونی چاہیے اور اس سلسلہ میں یہ ذمہ داری علماء و دعاۃ، تعلیم و تربیت کے ماہرین، ذرائع ابلاغ سے متعلق حضرات اور اہل فکر و قلم کے کندھوں پر عائد ہوتی ہے تاکہ وہ سب مل جل کر اس نوجوان نسل کو ضایع ہونے سے بچائیں اور ان دشمنان دین کے منصوبوں کو خاک میں ملائیں جو کہ اپنے غلط مقاصد کو پانے کے لئے نوجوانوں کو استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح رفق و نرمی پر مشتمل راہنمائی، لطف و ملائم طریقہ سے وعظ و ارشاد، افراد و خاندان کے اپنے بیٹوں سے گھل مل کر رہنے اور افراد معاشرہ کے اپنے تمام افراد سے قریبی تعلق رکھنے اپنے بچوں سے مذاکرات اور باہمی دلچسپی کے امور گفتگو کرنے اور ان کے لیے ملازمتوں کے مواقع مہیا کرنے میں بھی ان کی حمایت و تحفظ پایا جاتا ہے اور فراغت و بے کاری سے بھی وہ بچ جائیں گے۔ اس سلسلہ میں ذمہ دار اداروں کا اہل دولت و ثروت اور تجار و کاروباری حضرات سے رابطہ و تعلق اور باہمی تعاون ہونا چاہیئے اور تمام ذرائع ابلاغ، سیٹلائٹ چینلز اور انٹرنیٹ کو ان امور میں اپنی اپنی ذمہ داری اور تربیتی خدمات سر انجام دینی چاہیں، اس طرح کرنے سے معاشرے کو اس کا مطلوبہ امن و استقرار اور عروج و ترقی حاصل ہوگی۔

نوجوانوں کے سلسلہ میں بڑوں کی ذمہ داریاں:

ہر ماں باپ، مربی، داعیہ و مبلغ اور ذرائع ابلاغ سے متعلق شخص کی خدمت میں گزارش ہے کہ نوجوان نسل کے تحفظ کے معاملہ میں اللہ سے ڈریں اور اپنی اپنی ذمہ داری کو بھرپور طریقے سے ادا کریں۔ نوجوان نسل کے عقائد پر اثر انداز ہونے، ان کے افکار کو ملوث کرنے اور کردار

1) صحیح بخاری، حدیث:

کوخراب کرنے والی چیزوں سے انہیں بچائیں ۔انھیں اپنے دین کے تحفظ ،اپنے عقیدے کی حفاظت اوراپنے اخلاق وکردار کی اصلاح و سلامتی کی تعلیم دیں ۔ان میں اپنے دین کے ساتھ محبت وتعلق رکھنے کے جذبے کی تخم ریزی کریں اوراس میں گہرائی پیدا کریں اوراپنے حکام وعلماء سے قدم سے قدم ملا کر چلنے کی روش پیدا کریں اورانہیں یہ سکھلائیں کہ وہ خود اپنے ملک کے تحفظ کے لئے دن رات کھلی آنکھ کی طرح کام کریں ، ان سے خطاب کا اسلوب بہت ہی صحیح سالم ہونا چاہیئے جو ان کے لئے اثر انگیز ہو اور منطق کے مطابق بات ہو جس میں وضاحت وموضوعیت اورشفافیت وصفائی پائی جائے اورانداز گفتگو انتہائی متوازن ہوفکر روشن ،نظر ثاقب اورراۓصواب وصادق ہونی چاہیئے اس میں بلاوجہ کی سختی نہ ہواور ہر شخص پورے اخلاص وصفااورخلوص ووفاء سے کام لے،گہری ولاء وتعلق ،اورسچا ربط ونسبت ہواوران سب امور کے اول وآخراللہ کی مدد،اس کی توفیق ،اس کا فضل اوراسی کی راہنمائی حاصل کی جائے ۔اگر ہم سب ایسا کرنے لگے تو نوجوان کوسعادت وخوشحالی ملے گی وہ سعادت پائیں گےفلاح واصلاح ان کا مقدرہوگی اوروہ اپنے معاشرے اوراپنی امت کے خوابوں کوتعبیر مہیا کریں گے اور یوں ہم سب مل جل کرایک ایسی دنیا آباد کرنے میں اللہ کے فضل سے کامیاب ہوجائیں گے جس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ ہوگی اور ہم ایسے امن واستقرارکو پالیں گے جس کے ساتھ اللہ کی توفیق سے کسی قسم کا کوئی خوف وہراس اورخطرہ و بدامنی نہیں ہوگی ۔

بیش قیمت سرمایہ:

یہ کوئی نئی وانوکھی بات نہیں کہ ہم اپنے نوجوان احباب سے یہ الم ودکھ اورامل وامید سے ملی جلی گفتگو کریں وہ خیر وبھلائی کا سبب ہیں دور حاضر کی دولت اور مستقبل کی مسکراہٹ اوراس کی خوشبو ہیں اور جو امت اپنے نوجوانوں کے مسائل کوحل کرنے میں دلچسپی نہیں لیتی وہ کوئی محفوظ قوم نہیں ہوتی اور جو امت اپنی نوجوان نسل سے عطف وشفقت کا سلوک نہیں کرتی وہ عزت وغلبہ بھی نہیں پاتی ۔

فکری تلوّث سے تحفظ:

ان مبارک اسلامی ہدیات کی برکت سے نوجوانوں کو ان چھٹیوں میں فکری تلوث سے تحفظ ملے گا ۔اللہ تعالی ان تمام مخلص حضرات کی مدد فرمائے جو اپنے دین وملت اورقوم معاشرے کی بھلائی کے لئے کوشاں ہیں ۔اللہ تعالی ہی وہ بہترین ذات ہے جس سے سوال کیا جائے اور وہی ایسا صاحب جودوکرم ہے جس سے امیدیں وابستہ کی جاتی ۔

نوجوان نسل میں خیر کثیر کا وجود:

اللہ والو! یہ بات آپ کے ذہن میں ہر وقت رہنی چاہیے کہ جوانی کی غلطیوں ،کوتاہیوں کو عام نہ سمجھا جائے کہ سنی نوجوانوں کو ان میں شامل کرلیں ،اورنہ یہ بات ان سے وثوق واعتماد کے فقدان کا باعث بنے بلکہ ہم یہاں بڑے سرور وخوشی کے ساتھ یہ بات ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ راہ مستقیم پر چلنے والے،دین اسلام کی مضبوط رسی کو تھامے ہوئے،اعتدال وتوازن کی راہ پر چلنے والے اورصراط مستقیم وراہ ہدایت پر چلنے والے نوجوانوں کی بھی کوئی کمی نہیں ہے بلکہ اللہ کے فضل وکرم سے ان کی تعداد بکثرت ہے ۔اس سے اس بات کی سختی سے تاکید ہو جاتی ہے کہ مذموم غلو ومبالغہ آمیزی اورظاہری و باطنی طور پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا التزام کرنے پر جائز ومشروع حرص ورغبت کے مفاہیم میں کوئی خلط و

بحث نہیں ہے، اور اسی سے ان لوگوں کے سامنے راستے بند ہو جاتے ہیں جو کینہ وحقد اور خودغرضی کے نتیجہ میں اپنے مخصوص مقاصد کے لئے پچھلے دنوں رونما ہونے والے واقعات کو استعمال کرنا اور عام نوجوانوں کو ان میں کھینچنا، نیک لوگوں کی پگڑی اچھالنا اور اہل دین لوگوں کا مذاق اڑانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح وہ ہمارے شرعی مناہج وکورسز، ہمارے احتسابی اداروں، ہماری امت اسلامیہ کے امتیازات اور معاشرے کی اخلاق اقدار پر زبان درازی و بدزبانی کرتے رہتے ہیں۔ آپ کے سامنے اس مبارک مملکت کے نوجوانوں میں جو کہ معتدل ومتوازن، سلفی و اصلاحی دعوت کے وارث ہیں اور اپنے قائدین اور علماء کے گرد ہالہ بنائے رہتے ہیں، وہ اس بات کی واضح اور بہترین مثال ہیں اور یہ اللہ کا خاص فضل اور اس کی کرم نوازی ہے۔ اب رہے چند بھٹکے ہوئے نوجوان تو ایسے لوگوں کے سلسلہ میں محدثین وعلماء کرام کے یہاں ایک قاعدہ واصول ہے کہ: "الشاذ یحفظ و لا یقاس علیہ" شاذ کو محفوظ رکھا جائے مگر اس پر کسی حکم کو قیاس نہ کیا جائے۔

تفریح طبع:

مسلمانو اور سرپرستو! نوجوان نسل کی رفعت و بلندی کی طرف توجہ کرو اور آپ یہ بخوبی ذہن میں رکھیں کہ مسلمان کی زندگی میں اصل جدوجہد، محنت اور حزم وعزم ہے، اور جائز تفریح طبع میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ شرعی قواعد وضوابط کے مطابق ہو، ان سے تجاوز نہ کرے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ ہمارے دین میں کتنی وسعت ہے۔

اسلامی ممالک کے سیاحتی مقامات:

اس بات کی طرف توجہ دلانا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اسلامی ممالک اور اس سرسبز وشاداب جزیرہ عربیہ سے باہر سفر کرنے سے نوجوانوں کو باز رکھا جائے، کیونکہ ہمارے ان خلیجی و اسلامی ملکوں کو اللہ تعالی نے انتہائی دلکش، جاذب نظر اور خوبصورت قدرتی مناظر سے مالا مال کیا ہے، تعطیلات موسم گرما گزارنے کے لئے بہترین اور ٹھنڈے سیاحتی مقامات موجود ہیں، انھیں انہی ملکوں میں چھٹیاں گزارنے کا پابند کیا جائے۔

حصول علم اور حفظ قرآن:

اس طرح انھیں حصول علم ومعارف پر آمادہ کیا جائے اسی طرح علمی دروس اور شرعی کورسز میں شرکت کرنے کی ترغیب دلائی جائے اور ان مراکز تعطیلا ت موسم گرما میں شمولیت اختیار کروائی جائے جو کہ اہل خیر وصلاحیت لوگوں میں سے منتخب لوگوں کی زیر نگرانی کام کرتے ہیں اور نوجوانوں کو اسی طرف لگایا جائے کہ وہ کتاب اللہ قرآن کریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ کو حفظ کریں اور کتب تاریخ وسیرت اور کتب آداب اسلامیہ وغیرہ کا آزادانہ مطالعہ کریں کیونکہ بہترین ساتھی وغمخوار اور انس ومحبت کے لائق چیز تو کتاب ہی ہے۔

(خیر جلیس فی الزمان کتاب.... مترجم)

جو کہ امثال وحکم اور مکارم اخلاق کے سرچشمے ہوتے ہیں۔

نوجوانوں کی صلاحیتوں کو صیقل کرنا:

اس کے ساتھ ہی ان میں پائے جانے والے ملکوں اور صلاحیتوں کو جلا دینے کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور ان کے خالی اوقات و فراغت کو اچھے امور سے پر کرنے کے لئے اور ان کی طاقتوں، قوتوں اور ملکوں کو ایسے کاموں میں لگائیں جن کا منافع خود انہیں بھی پہنچیں گے اور ان کے ساتھ ہی ان کے اپنے ملک و معاشرے کو بھی فائدہ ہوگا۔

زیارت و آداب حرمین شریفین:

مسلمانو! کچھ مؤمن لوگوں کے چہرے اس خوشی و سعادت سے لہلہا اور چمک اٹھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ان کے لئے موسم گرما کی چھٹیوں کے پروگراموں میں سے زیارت حرمین شریفین کو اولیت دینے کی توفیق سے نوازا ہے، یہ اللہ تعالی کا بہت بڑا احسان ہے، البتہ اس کے ساتھ ہی ایک اہم ملحوظہ یہ ہے کہ زائرین مسجد حرام کے تقدس و تعظیم کا بھرپور خیال رکھا جائے اور ان مقامات مقدسہ و مبارکہ کی تعظیم کے ساتھ ان کے امن و استقرار کے تحفظ کی بھی بھرپور کوشش کی جائے اور سکون و اطمینان کا التزام کیا جائے اور ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھا جائے، ان مقامات طیبہ و طاہرہ کی ظاہری و حسی اور باطنی و معنوی طہارت و پاکیزگی کا خیال رکھا جائے اور انہیں تمام شرعی مخالفات سے پاک رکھا جائے۔

مسلمان بہنوں سے خصوصی اپیل:

ہم مسلمان بہنوں سے خصوصاً اپیل کریں گے کہ وہ شرعی و ساتر حجاب و پردہ کا التزام کریں اور زیب و زینت کر کے بے پردہ نہ ہوں اور نہ ہی مہکدار خوشبو لگا کر آئیں اور پوری عزت و حشمت اور حیاء داری اختیار کریں تاکہ وہ اجر پائیں اور گناہ سے ان کا دامن بچا رہے اور صرف اللہ ہی ہے جو کہ توفیق و اصلاح اور درستگی سے نوازنے والا ہے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

تواضع وانکساری،سلف صالحین کی تواضع،اسباب غرور وتکبر

امام وخطیب:فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

18/5/1424ھ 18/7/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

مادّی ترقی اوراخلاقی اقدار:

دورحاضر میں بہت زیادہ نئی ایجادات ومشنری سامنے آئے ہیں جس نے زمین کے اکثر باسیوں کی بڑی خدمت کی ہے اوران کی ضروریات وکمالیات انہیں مہیا کی ہیں۔مصنوعات وایجادات کاایک ایساطوفان بپاہوگیاہے کہ مادی تہذیب کے آتش فشاں پہاڑ سے لاوے کی طرح یہ اشیاءنکلی چلی جارہی ہیں اورانہوں نے اپنے ساتھ ہی بہت سارے اخلاقی معیاربھی تباہ کرکے رکھ دیئے ہیں جبکہ اس زندگی کی ان آسائشوں کو حاصل کرنے میں سبقت لے جاناانسانی شریفانہ مبادیات اوراصولوں کی بقا کی راہ میں مانع نہیں ہونا چاہیئے تھا کہ جن کی اسلام نے خوب تاکید فرمائی ہے بلکہ ان پرعمل پیرا ہونے کامطالبہ کیا۔اورانسان چاہے کتنی بھی مادّی ترقی کیوں نہ کرجائے اوراس کادائرہ کتناہی وسیع یا تنگ کیوں نہ ہوجائے،اسلام نے ان مبادیات واخلاقیات کی ہروقت اورہرشکل میں دعوت دی ہے۔

شریفانہ اخلاقیات سے تہی دستی:

آج امت اسلامیہ جن مسائل سے دوچارہے اورجن مشکلات ومصائب میں مبتلاہے ان میں امت کے روحانی ورثہ کی کتنی ہی اشیاء ہاتھوں سے نکلی چلی جارہی ہیں۔غفلت کی اس قدرانتہاءہوگئی ہے کہ بعض تو یہ سمجھنے لگے ہیں کہ شائدوہ اس دنیامیں ہمیشہ رہنے والے ہیں گویاشب وروز کی یہ چکی اس پرکبھی بھی نہیں پھرے گی اوراسے ہرگزپیس کررکھنے والی نہیں ہے اس ظنّ باطل کے نتیجہ میں دلوں میں بغض وکینہ اورزبانوں میں تلخی وکاٹ آگئی ہے،اوران چیزوں کے آجانے کے بعدشریفانہ اخلاقی اقدارمیں سے کتنی صفات ختم ہوتی جارہی ہیں جیسے کہ کپڑاپرانا ہوکر مٹ جاتاہے۔اورنوبت یہاں تک پہنچتی جارہی ہے کہ یہ پتہ نہیں رہا کہ زہدوقناعت کیاہے؟رحم وکرم اورصلہ رحمی کسے کہتے ہیں؟نرمی اورتواضع کس بلاءکانام ہے؟بلکہ آج بعض سادہ لوح لوگوں میں جہالت وکم عقلی کے نتیجہ یہ نظریہ پیدا ہوگیاہے،کہ دوسرے لوگوں سے معاملات اورلین دین کے سلسلہ میں اگرتم بھیڑیا نہ بنوگےتووہ بھیڑیئے بن کرآپ کوکھاجائیں گے۔اگرآپ دوسرے پرچڑھائی نہ کریں گےتووہ آپ پر چڑھائی کرجائیں گے اوراگرتم نے انہیں دوپہرتک سمیٹ نہ لیاتوشام تک وہ تمہیں سنبھال لیں گے۔

پھران لوگوں کے نزدیک دوسروں کے بارے میں بداخلاقی نظریہ کام کرنےلگاکہ سامنے والے سے پوچھ لیں کہ تم کتنی دولت کے مالک ہو؟ اورمعاشرے میں تمہاری کیاپوزیشن ومقام ہے؟اوروہ سمجھتے ہیں کہ اس دولت کی فراوانی اورقدرومنزلت میں ہی سلامتی اورخوشگوارزندگی کی ضمانت اوراسی میں تعلیم وتربیت اورروحانی تہذیب کاعوض موجودہے،اوردولت ومنصب کے سواجوکچھ ہے اورجتنے بھی اخلاقی اوصاف و خصال اوراعلی قدریں ہیں انہیں توزمانہ کھاپی گیاہے۔

اخلاق حمیدہ پرجوروجفاءکرنے والے ان لوگوں کازعم باطل یہ ہوگیا،جن میں یہ نفسیاتی کیفیت آچکی ہے کہ وہ دنیوی مال واسباب سے ہی اپنے

آپ کو اونچا سمجھتے ہیں اور اسی دولت کی کمی کی وجہ سے دوسروں کو اپنے سے کمتر گردانتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس زندگی میں جہاں کہیں بھی کوئی خلل واقع ہو یہ مال اسے درست کر دیتا ہے اور اس زندگی کے کسی بھی شعبہ کو اگر کوئی زنگ وغیرہ لگ جائے تو حسب ونسب اور جاہ و منصب اسے صیقل کر دیتے ہیں۔

مسلمان کا پہلا حق:

اگر مسلمان کو یہ علم ہو جائے کہ دوسرے مسلمانوں کا اس پر پہلا حق یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہی سمجھے اور اپنی ذات کو ان پر برتر نہ جانے، اگر کسی کو اس حقیقت کا ادراک ہو جائے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ جس شخص نے اپنی ذاتی صفات کی بناء پر ترقی وفوقیت حاصل کی اور طمع ولالچ اور تکبر کی گراوٹوں سے بالا ہو گیا، حقیقی ترقی وکمال اسے ہی حاصل ہے، اور جب سبھی لوگ ایسا سمجھنے لگے، انکساری، تواضع، باہمی محبت ومودّت اور اسلام کے سائے میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے لگے تو لوگوں کو صحیح معنوں میں آزادی حاصل ہو جائے گی۔ رہا معاملہ سوسائٹی میں نام ومقام، مال ودولت، اور جاہ ومنصب کا تو یہ چیزیں محض ظاہری ہیں ان کا دل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور یہ تو سب ڈھلتی چھاؤں ہیں جو جلد زائل ہو جانے والی چیزیں ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾

"یہ جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔" (الرعد:17)

اصلاح باطن وعمل صالح:

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے امام مکحول کو لکھا: "تم نے ظاہری طور پر تو لوگوں میں عزت وشرف اور قدر ومنزلت حاصل کر لی ہے۔ اب اپنے عمل باطن کے ذریعے اللہ کے یہاں بھی قدر ومنزلت اور قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو اور یہ بات اپنے ذہن میں رکھو کہ یہ دونوں منزلیں ایک دوسرے سے متنازع ہیں۔"

اللہ کے بندوں! اس قسم کے اخلاق وکردار سے اہل عظمت وشان اور بازاری لوگوں میں فرق کیا جا سکتا ہے اور کسی کے غنی یا فقیر ہونے کا اصل معیار یہ چیزیں ہیں۔ درہم ودینار سے دور رہ کر تواضع وانکساری کو اپنایا جائے تاکہ تمام مسلمان صحیح معنوں میں ایک جسم کی شکل اختیار کر سکیں کہ اگر جسم کے کسی ایک حصہ میں کوئی تکلیف ہو تو سارا جسم ہی رتجگے اور بخار میں مبتلا ہو جائے۔

تواضع وانکساری:

مسلمانوں! انکساری وتواضع ایسی خصلت ہے کہ جو تمام معاشروں کے نظام اخلاقیات کی اساس وبنیاد ہے اور یہی چکی کے پاٹ کا دستہ ہے جو لوگوں کے مابین حسن تعلق کا باعث اور سراسر حکمت ودانائی ہے اور اللہ تعالیٰ اچھے وبرے اور کالے وسفید میں امتیاز پیدا کرنے والا ہے۔ انکساری وتواضع کا ہمارے مابین ایک خاص مقام ہونا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ اسے خواہشات نفس دبا جائیں بلکہ اسے ایسا مقام حاصل ہونا چاہیے کہ جس کے سامنے ہر کوئی ہشاش بشاش ہو، اسے وہ مقام حاصل ہو کہ دیکھنے والوں کو اس بات کا واضح پتہ چلے کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے

سے اجنبی و ناواقف نہیں اگر چہ وہ الگ الگ جگہ کے ہیں اگر یہ نہ ہوا تو انکساری و تواضع مادّی عقل کے جنگل میں سرگرداں و گم ہو کر رہ جائے گی اور تواضع کے فقدان کا نتیجہ صاف یہ ہوگا کہ وہ شخص لباسِ تکبر پہن لے گا جو کہ انسان کی شخصیت کے لیے انتہائی تباہ کن ہے۔ایسے متکبر شخص کو دیکھ کر کوئی شخص خندہ پیشانی سے پیش نہیں آتا بلکہ ایسے شخص کو دیکھنے سے آنکھیں کتراتی اور زندہ دل اس سے نفرت کرتے ہیں اور لوگ اس کے اردگرد سے چھٹ جاتے ہیں۔تب معاشرے کا میزان پردہ اٹھا دیتا ہے اور بیمار اخلاقیات اور تکبر و سرکشی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

برکاتِ تواضع:

مسلمانوں میں سے کسی کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ تواضع اختیار کرنے سے گریز کرے یا اس کے سلسلہ میں بزدلی کا مظاہرہ کرے کیونکہ تواضع کے ذریعے ہی تو سلامتی حاصل ہوتی ہے،الفت و محبت کا ورثہ ملتا ہے،حقد و نفرت زائل ہوتی ہے اور تمام لوگ ایک دوسرے کے حقوق کا احساس و شعور حاصل کرتے ہیں اور اگر تواضع نہ ہوگی تو یہ سب بے کار ہوگا۔

خبردار ہو جائیں:کہ شریف آدمی کا تواضع اختیار کرنا اس کے عزّ و شرف میں مزید اضافے کا باعث بنتا ہے۔اسی طرح گھٹیا انسان کا تکبر کرنا اسے مزید گھٹیا پن میں مبتلا کرتا چلا جاتا ہے اور اس کی مثال اسی متکبر غریب کی سی ہے جس سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہم کلام بھی نہ ہوگا نہ اس پر نظرِ کرم فرمائے گا،نہ اس کا تزکیہ کرے گا اور اسے دردناک عذاب دے گا۔

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ - قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ : وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ :وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ.[1] (اس معنیٰ کی حدیث نبوی صحیح مسلم و نسائی میں ہے۔مختصر صحیح مسلم:1787،صحیح الجامع:3069)

سبحان اللہ!کتنی عجیب بات ہے کہ وہ شخص تواضع اختیار نہ کرے جس کی تخلیق ٹپکتے ہوئے نطفے (پانی کے قطرے) سے ہوئی ہے اور بالآخر مر کر ایک مردار کی شکل اختیار کرنے والا ہے اور ان دونوں وقتوں کے درمیان وہ اپنے اندر غلاظت اٹھائے پھرنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو عزت سے نوازیں۔

تواضع ایک قابلِ تعریف خصلت ہے اور کوئی شخص جس قدر زیادہ تواضع و انکساری اختیار کرتا ہے اتنا ہی اس کا مرتبہ بڑھتا چلا جاتا ہے لہٰذا ہم میں سے ہر کسی کو چاہیے کہ وہ لباسِ تواضع سے مزین رہے اور دوسری راہ اختیار نہ کرے،خصوصاً جبکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"ہر شخص کے سر کو ایک لگام پہنائی گئی ہے اور وہ لگام ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہے جب بندہ تواضع اختیار کرتا ہے تو فرشتے سے کہا جاتا لگام کھینچ لو (جس سے وہ شخص سر بلند اور معزز و مکرم ہو جاتا ہے) اور جب وہ شخص خود اونچی پرواز اڑنے کا ارادہ کرے تو فرشتے کو کہا جاتا لگام ڈھیلی چھوڑ دو۔" (اس سے وہ لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے)۔(معجم طبرانی کبیر،مسند بزار،بسند حسن)

جبکہ صحیح مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ

[1] صحیح مسلم:107

"جو شخص اللہ کے لئے خاکساری وتواضع اختیار کرے اللہ اسے سربلند اور معزز ومکرم کر دیتا ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

فاقد تواضع شخص:

اللہ کے بندوں! جس شخص میں تواضع کا فقدان ہو وہ ایسا انسان ہے کہ جسے قائل تکبر اور خود پسندی نے اپنا غلام بنا رکھا ہوتا ہے وہ ایسا سخت و سنگدل شخص ہے کہ جس کا اپنا گھوڑا ہی ٹھوکر کھا کر گرتا اور منہ کے بل گراتا ہے اور اس کی جھوٹی شان کا بھڑکتا ہوا شعلہ ماند پڑ جاتا ہے۔

فاقد تواضع کی عقل محصور ومحدود ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے عجب وتکبر کی بناء پر گھٹیا کو معزز اور قیمتی کو ناقدرا کر دیتا ہے، اس کی مثال سمندر جیسی ہے کہ جس میں لعل و جواہر اور ہیرے وموتی تو نیچے بیٹھے رہتے ہیں اور خس و خاشاک اس کی سطح پر آ جاتے ہیں، یا پھر اس متکبر و فاقد تواضع شخص کو میزان کی طرح سمجھ لیں کہ اس کا ہلکا پلڑا ہی اوپر کو اٹھتا ہے۔

اللہ والوں! فاقد تواضع احساس وشعور سے خالی اور نیک جذبات سے عاری ہوتا ہے، وہ بدبخت ایسا ہوتا ہے کہ دوسروں سے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتا، اسے یہ بات یاد نہیں رہتی کہ آج یہاں وہ قدم رکھ رہا وہاں اس سے قبل ہزاروں لوگ قدم رکھ کر چلے گئے ہیں تو اس کے بعد آنے والے اس کی روانگی کے انتظار میں ہیں. جس شخص نے بھی تواضع کی صفت کو ترک کیا اور اپنے سے معزز لوگ کے سامنے بڑا بن کر پھرنے لگا اللہ اسے ذلت و رسوائی میں مبتلا کر دیتا ہے اور جو شخص اپنے بھائیوں پر دست درازی کرے اسے ان سے صفاءِ قلب کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔

فقدان تواضع کے نتائج:

جو شخص تکبر میں مبتلا ہوا اور تواضع اختیار نہ کی وہ اپنے تمام تر وزن کے باوجود تین مذموم خصلتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(1) ان میں سے پہلی خصلت یہ ہے کہ جب وہ کسی پر تکبر کرتا ہے تو خود پسندی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دوسروں پر اپنی فضیلت مان بیٹھتا ہے۔

(2) وہ اپنے گرد و پیش کے لوگوں کو اپنے سے کمتر وحقیر سمجھنے لگتا ہے، کیونکہ جو شخص لوگوں کو حقیر نہ سمجھے وہ ان کے سامنے تکبر کر ہی نہیں سکتا۔ اہل ایمان کو اپنے سے حقیر سمجھنے والے کے لیے یہی سرکشی کافی ہے۔ اور کسی بھی متکبر کو یہ حق کس نے دیا کہ وہ لوگوں کو اپنا غلام سمجھنے لگے جبکہ ان کی ماؤں انہیں آزاد جنم دیا ہے۔

(3) یہ متکبر و فاقد تواضع شخص اللہ تعالی سے اس کی صفات کو چھیننے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ عظمت وکبریائی تو صرف اللہ تعالی کی صفات ہیں جن میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: الْعِزُّ إِزَارُهُ، وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَاؤُهُ فَمَنْ يُنَازِعُنِي عَذَّبْتُهُ۔

"تکبر وکبریائی میری چادر اور عظمت میری ازار (تہبند) ہے. جس نے ان میں سے کوئی بھی مجھ سے چھیننے کی کوشش کی میں اسے جہنم میں جھونک دوں گا۔"[2] (صحیح مسلم)

---

[1] صحیح مسلم:2588۔
[2] صحیح مسلم:2620۔

ممکنہ اسبابِ تکبر:

ممکن پہلا سبب: کاش یہ بات سمجھ میں آجائے کہ آخر وہ کیا چیز ہے جو لوگوں کو تکبر و خود پسندی پر آمادہ کر دیتی ہے اور وہ انکساری و تواضع اختیار کرنے سے دور ہو جاتے ہیں۔ کیا اس کا سبب وہ فطرت ہے جس پر متکبر پیدا کیا گیا ہوتا ہے؟ اسے اس کی فطرت و جبلت اسی پر برانگیختہ کرتی ہے؟ اور کیا اس سے چھٹکارا پانا مشکل ہے؟ ایسا ہر گز نہیں، اللہ کی قسم ہے کہ ایسا ہر گز نہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: وَإِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَبْغِ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ۔

"اللہ تعالیٰ نے وصیت کی ہے تواضع اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی شخص کسی دوسرے پر فخر نہ کرے اور کوئی شخص کسی دوسرے کے خلاف بغاوت و سرکشی نہ کرے۔"[1] (صحیح مسلم)

دوسرا ممکنہ سبب: یا پھر یہ تکبر و فقدانِ تواضع، احساسِ کمتری و نقص ہے جسے انسان اپنے اندر پاتا ہے اور اسے فخر و تکبر کے ذریعے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان دونوں مذموم خصلتوں کے ذریعے اپنے نفس کو دھوکہ دیتا ہے۔ ہوسکتا کہ یہی سبب ہو لیکن جو شخص عزت و شرف اور عظمت و رفعت کی حقیقت سے ناواقف ہے وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ چیزیں تواضع سے ملتی ہیں اس سے راہِ فرار اختیار کرنے سے نہیں اور نہ محض احساسِ کمتری کو مٹانے اور اپنی خواہشِ نفس کو پورا کر لینے سے ملتی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قال أبو بكر الصديق رضي الله عنه: وجدنا الكرم في التقوى، والغنى في اليقين والشرف في التواضع؛ (إحياء علوم الدين؛ للغزالي، ج 3، ص 531).

"ہم نے تقویٰ میں صفت جود و کرم پائی، یقین و قناعت میں تونگری اور تواضع میں عزت و شرف پایا۔"

تیسرا ممکنہ سبب: اور پھر اگر نہ پہلی بات ہے اور نہ دوسرا سبب تو آدمی میں کو تکبر کرنے پر اور کونسی چیز ابھارتی ہے۔ کیا وہ حسد ہے حبِّ ذات ہے؟ یا پھر وہ کوئی جوش نشہ ہے جسے شراب کا نشتہ ہوتا ہے وہ شرابی پر اس قدر طاری ہوتا ہے کہ مدہوش کر دیتا ہے اور جب وہ نشہ کرنے لگتا ہے تو اس کا عادی ہو جاتا اور پھر وہ مسلسل مدہوشی میں رہنے لگتا اور شراب پی کر نشے میں ہونا یا بلا شراب پیئے افاقے میں ہونا اس کے لئے برابر ہی ہو چکا ہوتا ہے۔ سبب چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو تواضع سے دوری بہت ہی ذلیل حرکت، گری ہوئی خصلت اور ایسی صفت بد ہے کہ جس سے لوہاروں کی آگ چمٹی ہوئی ہوتی ہے کیونکہ متکبر و خود پسند شخص کی آنکھ سیاہ زاویئے سے دیکھتی ہے اور وہ آگ اسے فضائل اخلاق سے اندھا کر دیتی ہے، ایسی حالت میں مبتلا شخص کا ایمان چھیدوالے برتن سے پانی کے بہہ نکلنے سے بھی زیادہ تیزی سے نکل جاتا ہے۔

اسوۂ حسنہ کی جھلک:

یا اللہ! کس قدر تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ اپنے سلف صالحین امت کی تاریخ و سیرت کو کیوں نہیں دیکھتے اور اسلاف کے رئیس و سردار ہمارے امام و پیشواء، سید ولد آدم، صاحب نسب رفیع اور اہل جاہ و منصب عالی ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ چٹائی پر سو جایا کرتے تھے۔ اذیت

---

[1] صحیح مسلم: 2865۔

پہنچانے والوں سے بھی خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ راہ چلتے ایک عورت نے کسی کے خلاف شکایت کی تو اس کی شکایت نرمی سے بغور سنی اور اپنے صحابہ کے ساتھ ایک ہی برتن میں دودھ پیا اور آپ ﷺ نے سب سے آخر میں پیا۔ اہل صفہ (فقراء) کے ساتھ بیٹھ کر آپ ﷺ کھانا کھایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ فتح مکہ کے وقت انتہائی تواضع کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ بازاروں میں پیدل چلا کرتے تھے، لوگ آپ کے ارد گرد ہوتے تھے۔ جو لوگ کھاتے تھے وہی آپ بھی تناول فرماتے جو لوگ پہنتے وہ آپ بھی پہنتے تھے۔ میرے ماں باپ آپ فدا ہوں صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

صدیقی تواضع:

نبی ﷺ کے خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت پر نگاہ ڈال کر دیکھ لیں، وہ اہل محلہ کی بکریوں کا دودھ دھو دیا کرتے تھے، جب لوگوں نے خلافت پر ان کی بیعت کی تو محلہ کی ایک کنیز نے کہا: اب آپ ہماری بکریوں کا دودھ دھو کر نہیں دیا کریں گے اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ میں ضرور دھویا کروں گا اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ اس خلافت کا حصول مجھ میں کوئی غلط تغیر پیدا نہیں کرے گا۔

فاروقی انکساری:

یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کیا جانیں کہ فاروق کس قدر متواضع تھے۔ انہوں نے منصب خلافت سنبھالنے کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا جس میں فرمایا: "یہ بات ذہن نشین کر لو کہ میرے اندر پائی جانے والی سختی بہت کمزور ہوگئی ہے البتہ مسلمانوں پر ظلم و جبر کرنے والوں کے لئے وہ باقی رہے گی۔ رہے وہ لوگ جو دیندار ہیں، کردار کے صحیح و سالم اور میانہ روی اپنانے والے ہیں میں ان کے لئے اتنا نرم ہوں گا کہ وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے لئے اتنے نرم نہ ہوں گے۔ میں غلط لوگوں کے لئے سختی کے بعد اہل عفت پاکدامن اور کفایت شعار و قناعت اختیار کرنے والوں کے لئے اپنا رخسار زمین پر رکھنے کو تیار ہوں۔"

لا الہ الا اللہ! ہم یہ جو کلمات خطبہ سن رہے ہیں کیا یہ حقیقت ہے؟ یا محض کسی کے تخیل کا تانا بانا ہے۔ یہ محض متردد کر دینے اور تعجب میں مبتلا کرنے والا افسانہ ہے یا کہ حقیقت ہے جسے ان دعوں نے قبول کیا جو خوب جانتے ہیں کہ اس دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ اور اللہ تعالی کی ذات اور اس کا مقام کیا ہے؟

سنن ترمذی و مستدرک حاکم میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **وَقَدْ رَكِبْتُ الْحِمَارَ وَلَبِسْتُ الشَّمْلَةَ، وَقَدْ حَلَبْتُ الشَّاةَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا فَلَيْسَ فِيهِ مِنَ الْكِبْرِ شَيْءٌ.**

"تم صحراء نوردوں میں سردار ہو، میں گدھے پر سوار ہوا ہوں، میں نے تہہ بند باندھا ہے اور میں نے بکری کا دودھ دھویا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے یہ کام کئے اس میں تکبر نام کی چیز ہرگز نہیں ہوتی۔"[1] (ترمذی و مستدرک حاکم)

[1] ترمذی:2001۔

مال و جمال کچھ بھی نہیں:

اس بات پر خود پسند اور مغرور و متکبر لوگ توجہ دیں جو کہ اپنی جاہ و منصب کی وجہ سے اتراتے پھرتے ہیں۔ وہ صاحب کبریائی کے یہاں روسیاہ ہیں اور جن کی حالت یہ ہے کہ وہ اس پر نہ اکڑیں کہ ان کے پاس اتنے ہزار ہیں کیونکہ ان پر دوسروں کے حقوق بھی ہیں جو ان ہزاروں سے بھی زیادہ ہیں اس بات سے خبردار رہیں کہ جسمانی حسن و جمال بھی کسی تقدیم و تاخیر میں کوئی عمل دخل نہیں رکھتا اگر چہرہ خوبصورت مگر دل اور کردار بدصورت ہو تو وہ ایسے ہی ہے جیسے کسی مجوسی کی قبر پر قندیل اٹک رہی ہو۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

”جب نوجوانوں کے اخلاق و کردار اچھے نہ ہوں گے تو ان کے چہروں کا حسن و جمال بھی ان کے کسی کام نہیں آئے گا۔“

اگر کوئی شخص جسمانی حسن و جمال اور سلوک و کردار کے حسن وخوبی میں موازنہ کرے تو اسے پتہ چل سکتا ہے کہ بدعملی کی موجودگی میں جسمانی خوبی سے اصل مقصود حاصل نہیں ہوسکتا۔ اللہ کے واسطے سچ بتائیں کہ محض ظاہر لباس زیب تن کر لینے کا کیا معنی ہے جبکہ حقیقتاً وہ بندہ ننگا ہو اور لوگوں کے سامنے اس کی شرمگاہ کھل رہی ہو۔ ارشاد الہی ہے: ﴿يَابَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَٰلِكَ خَيْرٌ﴾

”(اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانپے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے وہ سب سے اچھا ہے)۔“ (الاعراف:26)

متکبر اونٹ اور مغرور مور:

جس شخص کو تکبر و خود پسندی اچھی لگے اسے یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اونٹ اس سے بھی زیادہ تکبر والا ہے، بلکہ اس سے تو وہ مور بھی زیادہ خود پسند و متکبر ہوتا ہے جو کہ بڑے ہی اکڑے ہوئے متکبرانہ انداز سے چلتا اور اپنے پروں اور دم کو سمیٹتا اور پھیلاتا ہے اور اپنے پروں کے خوبصورت رنگوں اور اپنے لباس کے جمال و حسن پر قہقہے لگا لگا کر ہنستا ہے۔ یہ فخر و غرور اور کبر و سرور بھی کیا ہوا جس میں جانور کی شکل بھی اس سے آگے ہو۔

عاقل والے لائحہ عمل:

عقلمند شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنے سے بڑی عمر والے کسی شخص کو دیکھے تو اس کے سامنے تواضع کرے اور سمجھ لے کہ یہ شخص مجھ سے اسلام میں سبقت لے جاچکا ہے اور جو شخص اسے اپنے چھوٹی عمر والا ملے تو اس سے بھی تواضع سے پیش آئے اور اپنے دل میں یہ بات تازہ کرلے کہ میں اس سے گناہ میں سبقت لے گیا ہوا ہوں، اور اگر کسی ایسے شخص کو دیکھے جو اسی کا ہم عمر ہو تو اسے اپنا قریبی بھائی سمجھے اور مسلمانوں میں سے کسی بڑے چھوٹے کو حقیر ہرگز نہ سمجھے۔ کتنے ہی گرے پڑے لکڑی کے ٹکڑے (تنکے) ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے بھی فائدہ اٹھالیا جاتا ہے اور نہیں تو کم ازکم کوئی شخص اٹھا کر کان میں ہی خارش کر لیتا ہے۔ امام ابن عیینہ نے کہا ہے: ”اگر یہ کہا جائے کہ اس گاؤں کے سب سے بہترین لوگوں (اخیار) کو الگ نکال دو تو ایسے لوگ الگ نکال کر کھڑے کر دیئے جائیں جنہیں کہ ہم جانتے بھی نہ ہوں۔“

ارشاد الٰہی ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾

”(محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو بڑے سخت ہیں البتہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے بڑے رحمدل ہیں، تم انہیں دیکھتے ہو کہ (اللہ کے حضور) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر (سجدوں) کے نشان پڑے ہوئے ہیں۔“ (الفتح:29)

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

”اور جو مومن آپ کے پیرو کار ہو گئے ہیں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آئیں۔“ (الشعراء:215)

اہل علم کے اشہب قلم کی جولانیاں:

لوگو! ہم اس بات کی تاکید کرتے ہیں: اور آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ تواضع کا مقام بہت ہی اونچا اور اس کی قدر و منزلت بہت ہی بڑی ہے اہل علم و حکمت نے اس سلسلہ میں بڑی طویل بحثیں کی ہیں اور اشہب قلم کی جولانیوں کو خوب وسعت دی ہے۔ اس کے تمام متعلقہ شرعی دلائل کی تفصیلات ذکر کی ہیں اور تواضع کو دو قسموں میں بانٹ دیا ہے۔ پہلی تواضع محمود اور دوسری تواضع مذموم۔

اقسام تواضع:

(1) تواضع محمود: محمود و مطلوب اور قابل تعریف تواضع یہ ہے کہ بندہ اللہ کے بندوں پر دست درازی کرنے، ان کے سامنے تکبر و غرور کرنے اور انھیں حقیر سمجھنے کی حرکت چھوڑے اور تواضع اختیار کرے حتیٰ کہ اگر کوئی غلطی و خطا بھی سرزد ہو جائے تو اس پر چڑھ نہ دوڑے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا

”کسی کو معاف کر دینے والے بندے کی عزت میں اللہ تعالی اضافہ فرماتا ہے۔“[1] (صحیح مسلم)

اسی محمود و مطلوب اور قابل تعریف تواضع میں سے ہی یہ بھی ہے کہ بندہ دین کے معاملہ میں تواضع اختیار کرے، احکام شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور ان سے اعراض و اختلاف نہ کرے۔

اے مسلمان! شریعت الٰہیہ کے احکام سے کسی طرح بھی اختلاف نہ کریں نہ معقول کے ذریعے نہ کسی کے کسی حکم کی بنیاد پر اور نہ ہی خواہشات نفس کی پیروی میں اور نہ ہی دین کے کسی حکم کی صحیح دلیل پر اعتراض و الزام لگائیں۔ نبی اکرم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی اتباع و پیروی کریں۔ اور اللہ کی عبادت اسی طرح کریں جس طرح عبادت کرنے کا اس نے حکم دے رکھا ہے. اس کا سبب محض کوئی عادت نہ ہو۔ اور اپنے آپ کا اللہ تعالی پر کوئی حق نہ سمجھیں میں نے فلاں عمل کیا ہے تو اب میرا اللہ پر یہ حق ہو گیا ہے بلکہ صرف اتنا کریں کہ اللہ کی رحمت کے امیدوار رہیں اور اس سے ڈرتے رہیں۔ آپ اپنے ذاتی عمل سے کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے بلکہ جنت میں صرف اس کی رحمت

[1] صحیح مسلم:2588۔

سے ہی داخل ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح محمود مطلوب اور قابل تعریف وستائش تواضع ہی میں سے یہ بھی ہے کہ مباح لذتوں کو بھی چھوڑ دیں اور ان کمالیات سے بھی دست بردار ہو جائیں جو اگر چہ مباح ہیں لیکن اگر آپ اللہ سے اجر کی نیت کے ساتھ انہیں چھوڑیں گے تو یہ بھی اچھی تواضع ہے اور یہ بھی اس وقت جبکہ آپ کے امکان میں ہے اور آپ انہیں پانے پر قادر ہیں لیکن اس میں ایک حد تک رہیں کہ لوگ آپ کو بخیل وطماع اور لالچی نہ کہنے لگیں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ، حَتَّى يُخَيِّرَهُ مِنْ أَيِّ حُلَلِ الْإِيمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا"

"جس نے اچھا لباس اس لئے ترک کر دیا کہ وہ اللہ کے سامنے تو ضع وخاکساری کرنا چاہتا ہو تو قیامت کے دن اللہ اسے تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور اسے اس بات کا اختیار دے گا کہ ایمان کی پوشاکوں میں سے جو چاہے لے کر پہن لو۔"[1] (ترمذی، مسند احمد)

اس بات کی مزید وضاحت یہ ہے کہ جس کے پاس کوئی چیز ہے ہی نہیں وہ کسی کو کیا دے گا اور حقیقی متواضع تو وہ ہے کہ جو کہ کسی چیز یا کام کی قدرت رکھتا ہو پھر لوجہ اللہ اسے ترک کرے اور جو اسے حاصل کرنے پر ہی قادر نہیں تو اس کا اسے چھوڑنا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: عن أبي هريرة، رضي الله عنه، قال: جلس جبريل إلى النبي، صلى الله عليه وسلم، فنظر إلى السماء، فإذا ملَك ينزل، فقال له جبريل: هذا الملك ما نزل منذ خُلِق قبل الساعة، فلما نزل قال: يا محمد أرسلني إليك ربك: أمَلِكًا أجعلك أمْ عبدا رسولا؟، قال له جبريل: تواضع لربك يا محمد، فقال رسول الله، صلى الله عليه وسلم: بل عبدا رسولا).

"اے عائشہ رضي اللہ عنہا!" کہ اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چل پڑتے، فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا: آپ کو آپ کا رب سلام کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے، اگر آپ نبی اور اللہ کے بندے بننا چاہتے ہیں تو بنا دیں اور اگر نبی اور بادشاہ بننا چاہیں تو بھی بنا دیئے جائیں گے؟ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انھوں نے مجھے تواضع اختیار کرنے کا اشارہ دیا تو میں نے کہا: میں نبی اور اللہ کا بندہ بننا چاہتا ہوں۔" (مسند ابو یعلی، معجم طبرانی۔ بسند حسن)

(2) تواضع مذموم: بری اور قابل مذمت تواضع یہ ہے.... اللہ تعالی اس کا حامی و ناصر ہو... کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے دین کی مدد و نصرت اختیار کرنے کی بجائے وہاں سے ہٹ جائے جو کہ دین کو بے یار و مددگار چھوڑنے اور رسوا کرنے کی شکل ہے۔ اسی طرح نصیحت و خیر خواہی کو چھوڑ بیٹھنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وظیفے کی ادائیگی ترک کر دینا بھی مذموم تواضع ہے۔ باطل کے سامنے جھک جانا، ظالم کا ہاتھ روک کر اور مظلوم کی مدد کر کے ان دونوں کا تعاون کرنے سے پیچھے ہٹ جانا بھی مذموم تواضع ہے۔ اور ایسا کرنے والا تو نہ نیکی کو نیکی سمجھتا ہے اور نہ برائی پر نکیر کرتا ہے۔

ایسے ہی مذموم تواضع کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بندہ اہل دنیا، اصحاب دولت و منصب اور عالی نسب و جاہ والے کے سامنے جھکا رہے اور ان

[1] ترمذی: 2481۔

کے پاس پائی جانے والی دنیا کی چمک و دمک میں سے کچھ حاصل کرنے کا متمنی ہوحتیٰ کہ ان دلکش اشیاء کی خاطر ان کے ہاتھوں کا کھلونا اور ان کی انگلیوں پر ناچنے والی پتلی بن جائے اور ان اشیاء کے فتنے میں مبتلا ہو جائے۔

مذموم تواضع کے نتیجہ میں رونما ہونے والے فتنے:

محمود و مطلوب تواضع کے برعکس اس مذموم تواضع سے پیدا ہونے والے فتنوں کا سردار فتنہ یہ ہے کہ بندہ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا غلام بن کررہ جائے اور صحیح منہج سے بھٹک جائے۔ دین میں غلو و مبالغہ آمیزی کرنے لگے یا دین سے راہ فرار اختیار کرنے میں غلو کی حد کو پہنچ جائے۔ ایسے ہی فتنوں میں دین میں بدعات ایجاد کرنا، حرمتوں کی پامالی کرنا، اور مقامات مقدسہ کی بے حرمتی و توہین کرنا اور دین، مال، جان، عزت و آبرو اور عقل جیسی ضروریات خمسہ کی بے حرمتی کرنا، اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ اور حکام و آئمہ کی اطاعت سے سرتابی کرنا اور وہ بھی ان امور میں جن میں ان کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت ہی قرار دیا گیا ہے اور اپنے متنازعانہ فیہ معاملات کو تنازعہ کے وقت اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی طرف نہ پھیرنا جس کا اللہ نے حکم فرمایا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

"اے ایمان والوں! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی، اور اگر کسی بات میں تمہارے مابین اختلاف واقع ہو جائے تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔" (النساء:59)

اسی طرح کے فتنوں میں سے ہی یہ بھی ہے کہ ربانی علماء اسلام کی توہین کی جائے، ان کی طرف رجوع نہ کیا جائے اور ان سے قطع نظر کر کے اپنی ہی ایک مستقل رائے اختیار کر لی جائے یا پھر یہ ضرورت سے زیادہ گمان کر لیا جائے کہ ہم خود ہی ہر طرح سے مکمل ہیں اور ہم دوسرے علماء سے مستغنی ہیں اور جو جس نور و ہدایت اور اخلاص و میانہ روی کے حامل ہیں ہمیں ان امور کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، جبکہ وہ ربانی علماء دین ان اصولوں کے ذریعے معاشرے کے سفینے کو ساحل امن و امان اور روشن کامیابی سے ہمکنار کرنا چاہتے اور اور اسی کی طرف چلائے لئے جا رہے ہیں۔

حاصل کلام:

اللہ والوں! حاصل کلام یہ ہے کہ تواضع و انکساری انسان کے بہترین اخلاقیات میں سے ہے بلکہ یہ تمام اخلاقیات کی جامع اور اساس و بنیاد ہے اور یہی نہیں اس پر مستزاد یہ کہ اسلام کا بھی اخلاقی پہلو نہیں سوائے اس کے کہ تواضع کو اس میں بھی عمل دخل حاصل ہے اس تواضع کی بدولت تکبر و غرور زائل ہوتا ہے، انشراح صدر (دلی سکون و خوشی) کا حصول ممکن ہوتا ہے، ایثار و قربانی کا جذبہ پروان چڑھتا اور عام ہوتا ہے، سنگدلی ختم ہوتی ہے، انانیت و خودغرضی کا خاتمہ ہوتا ہے اور خود پسندی وغیرہ قبیح عادات سے پیچھا چھوٹتا ہے۔

اے اللہ والوں! ہم حسد و بغض اور نفرت کی وجہ سے اپنے کسی مسلمان بھائی بہن پر زیادتی کر بیٹھیں۔ اے جلال و اکرام والے ہمیں ان اخلاقی و روحانی بیماریوں سے محفوظ رکھ۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين. سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

سیر و سیاحت اور سفر، اقسام و احکام، آداب و اذکار

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ

25/5/1424ھ 25/7/2003ء

حمد و ثناء کے بعد!

اللہ تعالی کے بندو! بہترین وصیت تاکید یہ ہے کہ اس کائنات کے رب کا تقوی اختیار کریں کیونکہ مسلمان کے لئے تقوی ہی سب سے زیادہ نفع بخش اور دیرپا چیز ہے۔ وہی تمام مطالب میں سے مؤکد ترین اور قوی ترین ہے۔ اسی پر چلنے سے حق و توفیق کی منازل طے کی جاسکتی ہیں اور اسی کا التزام کرنے میں ہی ثقہ و قوی رائے پائی جاسکتی ہے۔ اللہ آپ سب پر رحم فرمائے۔

اقامت ہو یا سفر، وعدے ہوں یا نقل مکانی ہر حال میں اللہ کا تقوی اختیار کریں، اور جس نے تقوی کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی وہ نامراد و حسرت ناک ہو گیا وہ بہت ہی برا ساتھی اور بہت ہی برا شخص ہے۔

تہذیب جدید کے گندے انڈے:

مسلمانو! دور حاضر کی تیز تہذیبی رفتار اور حیرتناک ٹیکنیکل ترقی اور تیز ترین رفتار سے نکلنے والے اس زمانے میں ان تمام مادّی ترقی کے بالمقابل اخلاقی قدروں اور نفسیاتی پہلو کا انحطاط بڑا ہی واضع ہے۔ اور سب سے بڑھ کر قابل مذمت چیز اور بخار زدہ وسعت ظرفی یہ آ گئی کہ موجودہ دور کی نئی روشنی میں حیات معاصرہ میں نئی نئی عادات واطوار اور نئے نئے مظاہر سامنے آ گئے ہیں جو سلف صالحین امت کے دل و دماغ میں کبھی کھٹکے بھی نہ ہوں گے۔ ان عادات واطوار کو ہماری شریعت میں ان کے مقاصد و اہداف کی روشنی میں اور شرعی قواعد وضوابط اور احکام و آداب کے پیمانوں پر تول کر ہی قبول و ردّ کیا جائے گا۔ دور حاضر کے مادّی تمدن نے لوگوں میں سے ایک ایسا گروہ بھی پیدا کر دیا ہے جو اپنے دیس میں جمے رہنے اور اپنے وطن میں سکون و استقرار کی زندگی کی بجائے ملک ملک، علاقے علاقے اور شہر شہر میں گھومنے پھرنے کا شوقین ہے اور ہر کوئی اپنے اپنے مقاصد، مرضی ومنشاء اور خواہش وطلب کے مطابق چلتا پھرتا ہے۔

تعطیلات موسم گرما:

ادھر تعلیمی سال کا ستارہ ڈوبتا ہے۔ سمر ٹرم کی صبح طلوع ہوتی ہے، چھٹیوں کا سورج آسمان کے وسط میں اپنی تابناکی دکھلاتا ہے اور چہرے اس کی گرمی سے جھلسنے لگتے ہیں تو لوگ ٹھنڈے سایوں، میٹھے پانیوں اور ہر بہار موسموں اور صحت افزاء فضاؤں والے علاقوں کی طرف چل نکلتے ہیں تاکہ سیاحت کریں اور راحت پائیں، اور جسمانی آرام و ذہنی سکون حاصل کریں۔ ان فضاؤں اور حالات میں ایک انتہائی اہم مسئلہ درپیش آتا ہے جو اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کے تمام پہلوؤں کو بغور دیکھ کر انہیں واضح کیا جائے۔ خصوصاً جبکہ بعض گروہوں نے اس کے فہم و معانی میں بہت ہی غلو و مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے اور اصل حقیقت سے دور ہٹ گئے ہیں اور غالب خیال یہ ہے کہ وہ مسئلہ آپ کے ذہن میں اور آپ کے علم شریف آ ہی گیا ہوگا اور آپ پر اب وہ مخفی نہیں رہا ہوگا، وہ مسئلہ ہے۔ ”سیر و سیاحت اور سفر و نقل کا مسئلہ“

سفر جائز کی اقسام:

1)مسلمانو!سفر میں اصل تو جواز و اباحت ہے جبکہ سفر کی دو قسمیں ہیں ایک ہے سفر معصیت و نافرمانی....اللہ اس سے اپنی پناہ میں رکھے... اور دوسرا سفر اطاعت وفرمانبرداری اور اس سفر اطاعت میں سفر حج وعمرہ جیسا واجب سفر بھی شامل ہے اور حصول رزق کی خاطر سفر کرنا بھی شامل ہے۔خصوصاجب وہ اپنے ملک وشہر میں میسر نہ آرہا ہو.اور ایسے ہی بعض دیگر اسباب بھی ہیں جو سفر کو واجب کر دیتے ہیں۔

2)سفر اطاعت میں ہی وہ سفر بھی شامل ہے جو واجب تو نہیں البتہ مستحب ہے مثلا مقامات مقدسہ کی زیارت (زیارت حرمین شریفین)اسی سفر اطاعت اور مستحب سفر میں ہی اہل قرابت رشتہ داروں سے ملنے کے لئے اور اللہ کے لئے کسی سے محبت کا اظہار کرنے کے لئے اور صلہ رحمی کی غرض سے سفر کرنا بھی شامل ہے۔

اسی طرح حصول علم کے لئے سفر کرنا،اہل علم کی زیارت کے لئے جانا،آفت زدہ مظلوم مسلمانوں اور انسانوں کی مدد کے لئے سفر کرنا بھی مستحب سفر کے ضمن میں آتا ہے۔اور وہ سفر جو محض مباح ہے وہ ہے تجارت کے فروغ اور علاج معالجے وغیرہ کی غرض سے سفر کرنا اور اسی کے ضمن میں ہی سیر وسیاحت اور راحت نفس کے لئے سفر کرنا بھی آجاتا ہے جبکہ ان میں ثواب واطاعت کی کوئی نیت نہ ہو۔غرض ہر کام ایک مقصد کے تحت کیا جاتا ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی،اور جب نیت نیک ہو تو وہ امور عادات کو اعمال عبادت بنا دیتی ہے اور جب آپ کو اس بات کا علم ہو جائے تو پھر اسے خوب پکڑلو۔

برادران عقیدہ!وہ سفر جس میں اجروثواب کی امید رکھی جائے اور اطاعت بھی مراد ہو.اس سفر سے واقعی عقول کو رضاء وخوشی حاصل ہوتی اور بندہ اپنی مطلوبہ انس کو پالیتا ہے اور اپنی روزمرہ کی زندگی کی اکتاہٹوں وتھکاوٹوں اور روٹین کے غبار کو صاف کر لیتا ہے اور وہ عبرت ونصیحت کے لئے کھلی فضائیں پالیتا ہے۔چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿قل سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ﴾

"کہہ دیجئے کہ (اے نبی ﷺ کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس (اللہ) نے کس طرح خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کیا ہے۔" (العنکبوت:20)

مناظر قدرت اور انہیں دیکھنے کی حکمت:

سفر کے دوران اللہ تعالی کی عظمتیں بھی آشکارا ہوتی ہیں،ان زمینوں اور آسمانوں کی نرالی تخلیق کو دیکھ کر دلوں میں خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے اور یہ دلکش مناظر فطرت دیکھ کر بھی دلوں میں خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے،اور فطرت کے فتنہ پرور دوش اور انتہائی جاذب نظر مناظر دیکھ کر انسان کی روح بھی اللہ کی تسبیح بیان کرنے لگتی ہے۔کھلی زمینیں،جن میں پیارے پیارے باغ باغیچے ہیں نخلستان ہیں،سبزہ زار ہیں،فلک بوس پہاڑ ہیں ہموار وزرخیز زمین ہے اور میٹھے پانی کی نہریں چل رہی ہیں،اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"بھلاکس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور (کس نے) تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا (ہم نے) پھر ہم نے اس سے سرسبز باغات اگائے تمہارا کام تو نہ تھا کہ تم ان کے درختوں کو اگاتے، تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود برحق بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ راستے سے الگ ہو (بھٹک) رہے ہیں۔ بھلا کس نے زمین کو قرارگاہ بنایا اور اس میں نہریں جاری کیں اور اس پر پہاڑ بنائے اور وہ کون ہے جس نے دو دریاؤں کے مابین رکاوٹ واوٹ بنائی؟ (یہ سب اللہ نے بنایا) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود برحق بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ ان میں سے اکثر عقل و دانش نہیں رکھتے۔" (النمل:60،61)

آنکھیں بند کئے گزر جانے والے:

اللہ کے بندو! اللہ پاک ہے، مناظر فطرت اور نظارہ ہائے قدرت میں ایسے ایسے انوکھے منظر ہیں، کہ جو عقلوں کو حیرت زدہ و دہشت زدہ کر دیتے ہیں اور ان کے اندر اتنی پختگی کا کمال پایا جاتا ہے جو کہ عجب العجاب ہے وہ قلب و روح کی خوشی و سرور سے معمور کر دیتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ قلب و روح اور فکر رسا کو اس سے کوئی مس ہو، سبحان اللہ! کتنے ہی لوگ ہیں جو ایسے مناظر کے پاس یوں گزرتے جاتے ہیں جیسے کوئی آنکھیں بند کئے بلا دیکھے ہی گزر جائے۔ حالانکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾

"کیا ان لوگوں نے زمین میں سیر نہیں کی تا کہ ان کے دل (ایسے) ہوتے کہ ان سے سمجھ سکتے، ان کے کان (ایسے) ہوتے کہ ان سے سن سکتے، بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوئیں بلکہ وہ دل اندھے ہوئے ہیں جو کہ سینوں میں ہیں۔" (الحج:46)

امام ابو الوفاء ابن عقیل کہتے ہیں: "ہم ان آنکھوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جو پتھرائی ہوئی ہوں اور دیکھ نہ رہی ہوں اور ان دلوں سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جو دیکھ رہے ہوں مگر ان میں تجربہ اور بصیرت نہ ہو۔"

سفر کی لطیف ترغیب:

برادران ایمان! مفید و نفع بخش سفر کی انتہائی لطیف انداز سے ترغیب دلاتے ہوئے امام ثعالبی کہتے ہیں: "سفر کے فضائل میں سے ہی یہ بھی ہے کہ مسافر شہروں کی عجیب و غریب چیزیں، طرح طرح کے ملک و علاقے اور آثار کے محاسن کو دیکھتا ہے جو اس کے قدرت الٰہی کے بارے میں سابقہ علم میں مزید اضافے کا باعث بنتا ہے اور اسے اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔"

کسی شاعر نے کہا ہے:

"بلندیوں نے مجھے بتایا ہے اور وہ اپنے اس قول میں سچی بھی ہیں کہ عزت و رفعت نقل و حرکت میں ہے۔"

سفر و عظمت:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو کہ بڑے ہی جلیل القدر تھے۔ سلف صالحین امت اور آئمہ و فقہاء امتوں میں سبقت اور رفعتوں کی جن چوٹیوں کو چھو گئے ہیں وہ حصول علم و معارف کے لئے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جمع و تدوین اور نشر و اشاعت کے لیے اختیار کئے گئے اسفار کی

بدولت ہی تھا۔اور یہ معروف بات ہے کہ سرمہ بھی ایک پتھر ہی ہوتا ہے، جیسے کہ دوسری بجری ہوتی ہے جیسے سڑکوں پر ڈالا جاتا ہے لیکن جب وہی اپنی جگہ سے ہٹ جاتا ہے تو پھر اسے پلکوں پر لگایا جاتا ہے۔

اغراض ومقاصد سفر:

اے موسم گرما کی چھٹیاں گزارنے والو! اے سفر اختیار کرنے والو! اے وہ لوگو! جنہوں نے شہروں اور ملکوں کی سیر کرنے، سمندری وفضائی سفر کرنے، دشت وصحراؤں کو عبور کرنے اور تمام مشکلات وخطرات کو چیلنج کر رکھا ہے۔جس راہ نوردی پر نکلنے والے ہو. ذرا رک جاؤ اور سن لو کہ تمہاری نیت یہ ہونی چاہیئے کہ ہم بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہی سفر اختیار کریں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا تو اپنے ساتھ نور وضیاء اور ہدایت واصلاح لے کر گئے۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سفر اختیار کیا اور جہاں بھی گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے روشن ربانی پیغام کو عام کرتے گئے اور اسلام کے لئے مؤثر سفر ثابت ہوئے اور ان کے کارواں میں بڑے بڑے علماء کرام بھی شامل تھے۔انہوں نے حصول علم، دوسروں کے افادے اور ان کی اصلاح وسعادت کے لئے پوری زمین کو اپنے قدموں تلے روندڈالا اور وہ طہارت وشرافت کی علامت بنے رہے اور یہ سب کچھ ان دنوں میں وہ کر گئے جبکہ کوئی سفر خطرات سے خالی نہ ہوتا تھا، سواریوں کا کوئی اچھا انتظام موجود نہ تھا اور نہ ہی کوئی راحت بخش آسائیشیں تھیں. ہمیں عبرت حاصل کرنا چاہیئے اور اللہ تعالی نے آج ہمیں جن جن نعمتوں سے نواز رکھا ہے، ان پر اس کا شکر ادا گزار ہونا چاہیئے۔

تصویر کا دوسرا رخ:

ہمارے اس زمانہ میں جبکہ عیش وعشرت کے تمام سامان موجود ہیں، سفر ونقل مکانی ایسے امر بن گئے ہیں کہ جن پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے اور لوگوں کو شرعی آداب اور قواعد وضوابط بتانے ضروری ہو گئے ہیں جبکہ بعض لوگ ہوائی جہازوں اور قیمتی گاڑیوں میں روانگی اختیار کرتے ہیں. ان کے یہ سفر صلہ رحمی اور قرابت داروں سے میل ملاقات کے لئے ہوتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔کیا وہ حصول علم اور زیارت علماء کے لئے نکلتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔کیا وہ دعوتی وتبلیغی یا خیراتی کاموں کا ارادہ لے کر روانہ ہوتے ہیں؟ قطعاً نہیں۔کیا وہ طہارت وپاکیزگی اور عزت وفضیلت والے مقامات کی طرف نکلتے ہیں؟ نہیں اور بصد افسوس نہیں۔ان سب سے قطعاً مختلف وہ تو گناہوں اور برائیوں کی دلدل کی طرف روانگی اختیار کرتے ہیں، وہ تو فسق وفجور کے مقامات کی طرف جاتے ہیں اور اللہ تعالی سے جنگ چھیڑ دیتے ہیں کہ تو ہمیں کیسے روکے گا ہم نافرمانی اور گناہ کر کے دکھائیں گے. شیطان نے ان کے کان میں پھونک ماردی ہوتی ہے کہ فلاں فلاں جگہیں ہی تو موسم گرما کی چھٹیاں گزارنے کے بہترین سیاحتی علاقے، گرمی سے بچنے کے مقامات اور سیر وشکار کے مقامات ہیں. اللہ تعالی آپ سب کو محفوظ رکھے، جو لوگ تباہ کن بیماریوں سے اٹے ہوئے علاقوں اور فسق وفجور کے گڑھوں کی طرف سفر کرتے ہیں وہ کیا دین رکھتے اور کن اخلاقی قدروں کے مالک ہیں۔خصوصاً جبکہ ان روحانی واخلاقی بیماریوں کی آگ کو موجودہ دور کی گندی وننگی تہذیب نے بھڑکا رکھا ہے۔اور نئے نیٹ ورک نے شعلہ زن کر دیا ہے اور ان میں روحانی کمزوری، فکری کجی اور مادی ترقی نے بھی اپنا حصہ ڈال رکھا ہے۔

سفر کا اصل معنی و مفہوم:

سفر وسیاحت کا یہ غلط معنی و مفہوم بہت سارے لوگوں میں رواج پا گیا ہے۔خصوصاان لوگوں میں جو کہ نفسیاتی شکست خوردگی کا شکار اور مغرب کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہو چکے ہیں اور وہ مبادیات و اصول سے فرار، ثوابت و امتیازات سے گریز اور اخلاقی اقدار سے بھاگنا چاہتے ہیں اور یہ سب ایسے وقت میں کر رہے ہیں جبکہ موجودہ دور کی سیر وسیاحت کو مفید و تعمیری امور میں بھی لگایا جاسکتا ہے جن سے مبادیات کی خدمت کی جا سکتی ہے اور اعلی اعمال فضیلت سرانجام دیئے جاسکتے ہیں او بڑے بڑے مفادات حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

مخلوط سیر وسیاحت اور ایک طبقہ کی حالت زار:

آج لوگوں نے جائز مشروع تفریح اور ناجائز وغیر مشروع تفریح اور سیر وسیاحت کو باہم مخلوط کر کے رکھ دیا ہے جبکہ اشیاء اپنے ضد سے پہنچانی جاتی ہیں (جیسے تاریکی سے روشنی، اچھے سے برے اور گرمی سے سردی) امت مسلمہ کا ایک بہت بڑا طبقہ اپنی تاریخ، اپنی اصل اور اپنی وراثت کو بھول چکا ہے۔اور اپنی لغت سے بھی دست بردار ہو رہا ہے اور درآمدہ غیر فطری رسوم ورواج، غیروں کی اندھی تقلید اور ذہنی غلامی کی وجہ سے انتہائی حد تک گر گیا ہے، لذتوں اور شہوت رانیوں کے جھکڑ چل نکلے ہیں فکری و اخلاقی خلل عام ہو گیا ہے اور اخلاق و کردار میں اس طرح انقلاب آ گیا ہے یہ بکثرت معاشرے ان برائیوں میں مبتلا ہو کر شب دیجور کے سے اندھیروں میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔بعض گھرانے اور دوشیزائیں بھی ان بیماریوں میں مبتلا ہو رہی ہیں۔خصوصا وہ جو اصل ونسل کی گہرائی اور اخلاقی قوت اور دینداری سے محروم ہیں۔بعض دوشیزائیں، اللہ انہیں ہدایت دے انہوں نے حجاب و پردے کو پس پشت ڈال دیا اور جس چیز سے معاملہ اور بھی بگڑ رہا اور بیماری میں مزید شدت آ رہی ہے وہ ہے ان سیر وسیاحت کے شوقین لوگوں کا اپنی نوجوان لڑکیوں کو بھی ساتھ لے جانا جبکہ نوجوان لڑکے اور دوشیزائیں ان غلیظ اور شرمناک مناظر کو دیکھتے ہیں تو وہ ان کے کورے دل و دماغ میں نقش ہو کر رہ جاتے ہیں جس کا نتیجہ بڑا ہی واضح ہے۔

اس طبقے کی عورتوں کا حال:

سبحان اللہ! عورت سال بھر میں معززہ ومکرمہ اور باپردہ و باحشت زندگی گزار رہی ہے پھر پتہ نہیں وہ جب سفر پر نکلتی ہے تو کیسے حیاء و پردہ سے دست کش ہو جاتی ہے اور انہیں پھینک دیتی ہے۔اور فتنہ بردوش ہو کر دوسروں کے فتنوں میں مبتلا ہوتے پھرتی ہے کیا ایک نوجوان دوشیزہ اپنا ایک سال اس لئے عفت وعصمت کی محفوظ فضاؤں میں گزارتی ہے کہ وہ سفر پر نکل جائے گی اور اپنی عزت و حشمت اور شرم و حیاء کی چادر سر سے اتار پھینکے گی؟ کیا ہم مردوں یا ہماری عورتیں، ہم اپنے دین کے معاملے میں کسی شک وشبہ میں مبتلا ہیں؟ کیا ہمیں اپنی اخلاقی و روحانی قدروں اور اسلامی ثوابت و امتیازات پر اعتماد نہیں۔اگر ہے تو پھر یہ دورنگی پالیسی، تناقض اور ہمارے معاشرتی وسماجی معاملات میں دورخاپن کیوں ہے؟ آپ کو ایسی تفریح وسیاحت کے بارے میں ان کلمات پر افسوس ہوگا تو ہوتا رہے حقیقت یہ ہے کہ اس حالت کے بارے میں کم از کم اتنا ضرور ہی ماننا پڑے گا کہ یہ بچوں کی تعلیم وتربیت اور ان کی اخلاقی تعمیر کی امانت میں ایک طرح کی خیانت ہے۔جبکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

"اے ایمان والو ! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت نہ کرو اور نہ ہی اپنی امانتوں میں باہم خیانت نہ کرو اور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو۔" (الانفال:27)

اس طبقے کی روش کا نتیجہ:

ایسے لوگ سوائے ان چند لوگوں کے جن پر اللہ رحم کرے. سفید کوئے کی طرح جس سفر سے لوٹیں، اپنے ساتھ بدمنظر، برے انقلاب اور ندامت اعتقاد کے ساتھ ہی لوٹتے ہیں جن سے کہ نبی اکرم ﷺ ہمیشہ اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں کو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو دیکھنے سے ملوث کرلیا حتی کہ آنکھوں سے حیاء کا پانی ہی بہت کم کرلیا اور اپنے ملکوں کی ترقیوں کو گناہوں کی بھینٹ چڑھا آئے۔

آج دہشت گردی اور معاشرے میں بدامنی پیدا کرنے کی جتنی بھی صورتیں رونما ہو رہی ہیں یہ دراصل شریعت کے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی اختیار کئے گئے سفروں کے نتیجہ میں ہی سامنے آئی ہیں۔ آزاد شریف لوگوں کے خون پر ان کے وطنوں کے واجب حقوق ہیں اور مستحق و واجب الاداء قرضے ہیں اور یہ چیزیں ان حقوق کا خیال رکھنے اور ملکوں کے امن و امان کا تحفظ کرنے والی نسلیں تیار کرنے کی ذمہ داری اور بڑھا دیتی ہے۔

اے مسلم امہ! ہمارے رستے ہوئے زخم کب مندمل؟ اور خونچگاں ہٹ کب بھریں گے؟ جبکہ امت میں ایسے لوگ موجود ہیں جو دین، اخلاق اقدار، امن و امان اور ذمہ داریوں کی کوئی پرواہ ہی نہیں کرتے۔ پتہ نہیں کیا ایسے ہی لوگوں سے معاشرے تعمیر ہوتے اور ترقی پاتے ہیں؟ اور تہذیبوں کی عمارتین مضبوطی پاتی ہیں؟ سمجھ نہیں آرہی کہ بھلا ایسے ہی لوگوں سے اوقات کی تعمیر ہوتی اور خیرات و برکات کو دوام ملتا ہے ؟ اور کیا ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں سعادت وخوشی، بہجت وسرور اور مسرت وشادمانی ہاتھ آتی ہے؟

جہنم مزین ہے:

اے رخت سفر باندھنے والو! جہنم کی آگ خواہشات نفس کو تسکین دینے والی چیزوں اور شہوت پرستی کے سامان سے سجائی گئی ہے۔ شیطان آپ کو سیر وتفریح اور گرمیاں گزارنے کے جھانسے سے انتہائی خطرناک ماحول اور گندی تہذیب میں نہ لے اڑے۔ اے شر کا ارادہ کرنے والو! سنبھل جاؤ رک جاؤ، عقل وبصیرت سے کام لو اور نصیحت پکڑو۔

مسافروں سے خطاب:

اے وہ لوگو! جو کسی سفر کے اختیار کرنے پر مجبور ہو! اور سفر کا عزم کر چکے ہو. اپنے سفر کے دوران اللہ کا خوف کھانا، اپنے دین اسلام کے شعائر قائم کرنا، اسلامی اخلاق سے تمسک وتعلق استوار رکھنا، اپنے عقیدۂ مستقیمہ سے محبت پر قائم رہنا اور یاد رکھنا کہ آپ کی امت مسلمہ معزز ومکرم قوم ہے اور خود دار امت ہے۔ آپ نے اپنے اخلاق وکردار سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ آپ کی امت جمال وجلال میں چوٹی پر پہنچی ہوئی ہے۔ اور عزت وکمال میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتی۔ آپ اپنے دین اسلام کے بہترین سفیر ونمائندے ہیں اور اس دین کے احکام کو اپنے اوپر اسے ایک بہترین منہج اور عمدہ مثال سمجھتے ہوئے نافذ کریں۔

سعودی عرب اور جمال فطرت وروحانیت:

برادران اسلام! اللہ کی نعمتوں کا شکر کرنا ایک ایسی جگہ جو ہمیں، نافرمانی و کفران نعمت سے روکتا ہے۔ ہم اپنے نعمتیں بخشنے والے اور فضل کرنے والے رب تعالی کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے ملک کو تمام غلاظتوں اور گندگیوں سے پاک رکھا ہوا ہے اور اس کے اطراف و اکناف میں امن و امان کے گہرے سائے بکھرے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ہم اس جل و جلالہ کا بھرپور شکر ادا کرتے ہیں اور وہ اس شکر کا حقیقی اہل و مستحق ہے کہ اس نے ہمارے ملک کو زبردست حسن و جمال سے نواز رکھا ہے۔ اور دلکش فضائیں بخشی ہوئی ہیں اور اس سب حسن و جمال دلکش ہواؤں، صحت افزاء فضاؤں اور جذاب فطرتی نظاروں پر مستزاد امن و آشتی کے وہ گہرے سائے ہیں جن سے دنیا کے اکثر علاقے محروم ہیں۔ کتنے سرسبز شاداب علاقے ہیں، کتنی پاک وصاف باد نسیم اور صحت بخش ہوا ہے، کتنے ہی دلکش مقامات،، بہتے پانی کی نالیاں ہیں، جو کھیتوں کو سیراب کرتی ہیں، اپنے ہی وطن کے ان مقامات و نظاروں کو دیکھیں۔ ان سے مشروع سیر وسیاحت اور جائز سفر بھی ہوگا اور وہ بھی عزت و حشمت، وقار اور عفت و عصمت کے تمام اسباب کے ساتھ ہوگا اور اسے دین و فضیلت کی باڑ بھی اپنے جلو میں لئے ہوئے ہوگی. اور یہ سب شر و فساد اور ذلت و رسوائی کے سایوں سے بھی کوسوں دور ہوگا۔

سیاحت و عبادت:

اس کے ساتھ ہی اگر سیر وسیاحت کے ساتھ ہی عبادت کا عنصر بھی شامل کرلیا جائے اور حرمین شریفین کے مقامات مقدسہ کی طرف رخت سفر باندھ لیا جائے تو پھر یہ سفر، سفر طہارت و پاکیزگی ہوگا. یہ سفر روحانی افزائش و ترقی کا سفر ہوگا۔ اس سفر کے ذریعے خیر و برکت کا عروج و چمک بھی حاصل ہوں گے اور یہ اللہ کا وہ فضل و کرم ہے کہ جسے وہ چاہے اسے عطا فرماتا ہے۔

قانون شریعت اور امن وسکون:

اللہ تعالی نے اس بلاد حرمین شریفین کو جن نعمتوں سے نواز رکھا ہے انہی میں ایک یہ ہے کہ اللہ نے اسے ایمان کا گہوارہ اور امن و امان کا گلزار بنایا ہے۔ اور اللہ نے اس ملک کو مادی و معنوی یا حسی و روحانی ہر طرح کی سیر وسیاحت کے مقامات و مواقع عطا فرمائے ہیں۔ جو دوسرے کسی بھی ملک کو میسر نہیں ہیں۔ اور اسی ملک پر اللہ کی نعمتوں میں سے ایک اعلی و مرکزی قسم کی نعمت یہ ہے کہ اس ملک میں شریعت کا قانون نافذ ہے اور اس شرعی قانون میں بندوں کی دنیا و آخرت کی مصلحتیں، معاشی و عبادات اور روز آخرت کے مفادات کی باتیں ہیں۔ لوگوں سے مضرات و مفاسد کو دور کرنا، ان کے دین، جان، مال، عقل اور عزت و آبرو کا تحفظ ہے۔ اور اس شرعی قانون میں تشدد و دہشت گردی، قتل و خونریزی، لوگوں کو ہراساں کرنا اور بلاوجہ بے قصور لوگوں کے خون بہانے سے اجتناب کی زبردست تعلیمات و تدابیر ہیں، اسی طرح مسلمانوں، اہل معاہدہ غیر مسلموں اور امن حاصل کر لینے والے کافروں کو اذیت نہ پہنچانے اور اور ان پر زیادتی نہ کرنے کی مدیں موجود ہیں اور ایسی ہی فساد فی الارض کی تمام سرگرمیوں کا تدارک کیا گیا ہے، اسی طرح توڑ پھوڑ، تخریب کاری و تباہی، تشدد اور بربادی کی ہر کوشش کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اور ایسے جرائم کا خطرہ اس وقت کئی چند ہو جاتا ہے جب ان کا ارتکاب روئے زمین کے مقدس ترین مقامات مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ

کی مقدس سرزمین پر کیا جائے جو کہ مقام ومرتبہ، حرمت وفضیلت اور تقدس وطہارت میں اس درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں جو کسی بھی شخص سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور ان جرائم کی قباحت وشناعت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب ان کے لیے قرآن کریم کے نسخوں اور مساجد کو استعمال کیا جائے۔ العیاذ باللہ... اللہ تعالی حرمین شریفین کی حفاظت فرمائیں۔

اللہ تعالی کی مدد ونصرت اور حکومت کے اہلکاروں کی بے مثال کوششوں اور قربانیوں نے دہشت گردی کے ان تمام منصوبوں اور پروگراموں کو خاک میں ملا دیا اور ان کے ٹیڑے پن اور کج روی کی روش کو خوب واضح کر دیا اور ان کے پیچھے سازشی گروہ کو بھی بے نقاب کیا۔

اے ارض حرمین شریفین! تو ہمیشہ سلامت رہے۔ اے عقیدہ کا ماوی وملجا اور ایمان کی چادر وچار دیواری تو ہمیشہ شاد وآباد رہے۔ اللہ تعالی کے حکم سے یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ صدیاں بیت جانے کے باوجود حوادث زمانہ سے تو سربلند وسرخرو اور مضبوط ہو کر نکلی ہے اور تو ہمیشہ امن وامان کا بہترین نمونہ ومثال ہے۔

اے بابرکت مسافر اور مکرم سیاح! اس سے امن وامان اور سیر وسیاحت کے باہم قوی ربط وتعلق نمایاں ہو جاتا ہے۔

اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور اللہ کا تقوی اختیار کرو، اور یہ بات خوب ذہن نشین کر لو کہ ہماری روشن شریعت اسلامیہ نے مسافر کے ابتداء سفر کے عزم سے لے کر بامقصد واپسی تک کے تمام احکام وآداب کو بہترین انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اور ان میں سے چند مندرج ذیل ہیں۔

1) اخلاص: یہ سفر اللہ تعالی کی رضامندی اور بہترین اغراض ومقاصد اور عمدہ اہداف کے حصول کے لئے ہو۔

2) والدین کی اجازت ورضامندی: دوسرا ادب وحکم یہ ہے کہ قبل از سفر والدین سے اجازت اور ان کی رضامندی کا شامل ہونا ضروری ہے۔ امام حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ”ماں باپ کی اجازت کے بغیر سفر پر نکلنا حرام ہے کیونکہ جب جہاد جیسے افضل ترین عمل کے لئے ان کی اجازت کے بغیر سفر اختیار کرنا جائز نہیں تو پھر دوسرے تمام اقسام کے سفروں کا ان کی اجازت کے بغیر ممنوع ہونا بالاولی ہے۔

3) سفر پر روانگی سے قبل اہل فضیلت اور اہل صلاح وتقوی لوگوں سے وصیت ونصیحت حاصل کرنا اور دعاء خیر کا مطالبہ بھی آداب سفر میں سے ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُرِيدُ سَفَرًا فَزَوِّدْنِي، قَالَ: زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوَى. قَالَ: زِدْنِي، قَالَ: وَغَفَرَ ذَنْبَكَ ". قَالَ: زِدْنِي بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، قَالَ: وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ "

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں سفر اختیار کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں مجھے نصیحت کا زاد راہ عطا فرمائیں، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالی تقوی کو تیرا زاد راہ بنائے۔“ اس شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کچھ مزید: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تیرے گناہ

بخش دے۔“ اس آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، کچھ مزید: اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تیرے لیے عمل خیر و برکو آسان کرے، تو چاہے جہاں بھی ہو۔“[1] (ابوداوٗد، ترمذی، ابن خزیمہ وغیرہ)

اللہ اکبر، کتنی عظیم اور جامع و مانع قسم کی وصیت و نصیحت اور دعاء ہے۔

4) آداب سفر میں ایک یہ بھی ہے کہ اپنے لئے کسی اچھے رفیق سفر کو تلاش کر لیا جائے۔ (بخاری، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ)

جو آپ کو غفلت کے وقت اللہ کی یاد دلائے گا۔ اور سفر کو سفر کہا ہی اس لئے جاتا ہے کہ اس کے دوران لوگوں کے اخلاق و کردار، ان کی اصل و نسل اور اس کی طبیعت و فطرت ظاہر ہوتی ہے۔

(سفر کا لغوی معنی نتیجہ نکلنا، کھلنا وغیرہ) مترجم)

اذکار و اوراد سفر:

5) آداب سفر میں سے ہی ایک اہم ادب یہ ہے کہ سفر کے آغاز و دوران اور واپسی کی دعاؤں کا خصوصی اہتمام کیا جائے، یہ دعائیں ہی اللہ کے فضل و کرم سے ایک مضبوط قلعہ، ہر مشکل میں کافی اور مصیبت سے بچانے والی ثابت ہوتی ہیں۔

"أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيرِهِ خَارِجًا إِلَى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: {سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ * وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ} اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى، اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا، وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ، اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ، وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ، وَزَادَ فِيهِنَّ: آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ"

لہٰذا مسافر کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ اپنی سواری پر اچھی طرح بیٹھ جائے تو یہ دعاء کرے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ [13] وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ﴾

”پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے اس سواری کو مسخر کیا جبکہ ہم اس (کو قابو کرنے) کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اور ہم یقیناً اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“ (الزخرف: 13، 14)

اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے اس سفر میں بر و نیکی اور تقویٰ و خوف الٰہی سے نوازے رکھنا اور اس عمل کی توفیق دیئے رکھنا جو تجھے راضی کرنے والے ہیں۔ اے اللہ! ہمارے لئے اس سفر کو آسان کر دے اور اس کی دوری کو سمیٹ دے، اے اللہ! اس سفر میں تو ہی میرا ساتھی ہے اور میرے اہل و مال کا محافظ بھی ہے، اے اللہ! میں تجھ سے سفر کی مشقت، اہل و مال میں برے منظر اور نامرغوب انقلاب کے رونما ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔[2] (صحیح مسلم، ابوداوٗد، سنن احمد)

---

1) ترمذی، حدیث: 3444۔

1) صحیح مسلم، حدیث: 1342۔

عموماً مسافر کو چاہیئے کہ وہ دوران سفر بکثرت اللہ کا ذکر کرتا رہے اور اس سے دعائیں کرتا رہے سنن ترمذی میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ"

" تین لوگوں کی دعائیں بلا شبہ مقبول ہوتی ہیں، مظلوم کی بدعاء، مسافر کی دعاء، اور والد کی اپنے بیٹے کے لئے بدعاء۔"[1] (ترمذی)

غرض مسافر سفر کی دعائیں کہاں کہاں کیا کیا پڑھنی ہیں ان کا علم حاصل کرے اور اس پر عمل پیرا ہو۔

احکام وآداب سفر کے علم کا حصول:

6) سفر کے احکام و آداب سیکھے جائیں، اہل علم سے احکام وآداب سفر کے بارے میں پوچھا جائے جیسے موزوں (اور جورابوں) پر مسح کی رخصت، سفر میں نماز قصر کرنے اور (ظہر وعصر اسی طرح مغرب وعشاء کے مابین) جمع کرنے کی رخصت، ان کی مدت، کیفیت اور قبلہ کا رخ معلوم کرنے کی کیفیت وطریقہ اور نمازوں کو ان کے اپنے اوقات پر ادا کرنے کی پابندی وغیرہ مسائل واحکام کا علم حاصل کیا جائے اور ان کے بارے میں اہل علم سے پوچھا جائے۔

سفر سے جلدی واپسی:

میرے معزز ومکرم مسافر بھائی! جب اپنے سفر کی اصل غرض کو پورا کرلیں تو اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹنے میں ذرہ تاخیر نہ کریں بلکہ جلد واپس وطن لوٹ آئیں۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ، فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ مِنْ وَجْهِهِ، فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ "

" سفر بھی عذاب (مشقت) کا ایک حصہ ہے، یہ تم میں سے کسی کو (ہر وقت) کھانے پینے اور سونے سے روکتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی شخص سفر سے اپنی غرض پوری کرلے تو فوراً اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ آئے۔"[2] (صحیح مسلم عن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور یقین رکھو کہ یہ احکام وآداب اور زادِ کار سفر مسلمان کے سفر وحضر کے لئے اس کی شریعت ودین نے اسے دیئے ہیں تا کہ اس سے مشقت دور ہو، اور اس بات کی یاد دہانی کروانے کے لئے کہ ہر وقت اور ہر حال میں اس کا اپنے رب کے ساتھ ایک صلہ و تعلق قائم رہے۔

اللہ سے دعاء ہے کہ وہ تمام مسلمان مسافروں کو ان کے بری، بحری اور ہوائی سفر میں سلامت رکھے اور انہیں صحیح وسالم اور اپنے مقاصد میں کامیاب کر کے واپس ان کے اوطان میں لوٹائے وہ بڑا ہی صاحب جود وکرم ہے۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربك رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

---

2) ترمذی، حدیث: 3448۔

3) صحیح مسلم، حدیث: 1927۔

غلبہ ونصرتِ دین اور کفار ومنافقین کی یورشیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ

17/6/1424ھ، 15/8/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو صرف مسلمان ہی مرنا۔ (آل عمران: 102)

اللہ کا تقوی دراختیار کرو اور شریعت کے احکام پر مضبوطی سے عمل پیرا ہوں جو کہ صحیح وسیدھے دین کا ایک حصہ ہے اور اس بات پر اس کا شکریہ ادا کرتے رہو کہ اس نے تمہیں تمہارے جدّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت حنیفی پر چلنے کی توفیق واحسان سے نوازا جبکہ رائے حق سے امت کا ایک جم غفیر سواد اعظم گمراہ ہو چکا ہے اللہ کی اطاعت کو بھی نبی اکرم ﷺ کے طے کردہ منہاج وانداز کے مطابق اپنے لیے لازمی اختیار کرلو اسی میں سلامتی ونجات، عزت ورفعت، جاہ ومنزلت ہے۔ اللہ کی نافرمانیوں سے بچے رہو یہ سخت وہ دردناک عذاب وعقاب کا باعث بننے والے ہیں اللہ سے ڈرو اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾

اور اس دن سے ڈرو جب کہ تم اللہ کے حضور لوٹ کر جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کا کچھ نقصان کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ (البقرہ: 281)

نعمتِ اسلام اور اہلِ شرک:

مسلمانو! اللہ کی سب سے بڑی نعمت جو اس نے اہل زمین پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً فرمائی ہے وہ نعمت اسلام اور بعثت نبی رحمت ﷺ ہے اسلام کی آمد سے پہلے لوگ گھٹا ٹوپ اندھیروں اور رمٹا کر رکھ دینے والی گمراہیوں میں مبتلا تھے صرف چند لوگ بچے ہوئے تھے جو کہ اہل کتاب میں سے تھے یا پھر ملتِ حنیفی کا نام لینے اور اس پر چلنے والے بھی چند اشخاص موجود تھے ان مٹھی بھر لوگوں کے علاوہ جتنے بھی آسمانی دینوں کے وارث اور زمینی مشرکانہ عقائد کے موجد تھے انہوں نے تمام پاک دل اور سلیم الفطرت لوگوں کو وثنیت وبت پرستی کی دہلیز پر ذبح کر دیا ہوا تھا اور انہیں بحرِ جاہلیت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈبو دیا ہوا تھا انہوں نے تو کعبہ شریف کے اندر بھی بت جمع کر رکھے تھے اور ظلم وشرک کی بھول بھلیوں میں لوگوں کی عقلوں کو پھنسا دیا ہوا تھا جس طرح آسمانی رسالتوں کے انوار بجھ چکے تھے اور شیطان لعین بنی آدم سے خوب کھیل کر رہا تھا۔

نبی ورسول کی ضرورت:

ان حالات میں اہل زمین کو اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ اللہ کی طرف سے کوئی نبی اور رسول مبعوث ہو جو انہیں شرک وجہالت کے اندھیروں سے ہدایت کے نور میں نکال لائے۔ ارحم الراحمین کی رحمت ہوئی اس نے خاتم النبیین اور سردار رسل حضرت محمد ﷺ کو مبعوث

فرما دیا۔آپ ﷺ کی وجہ سے اس زمین کے اطراف واکناف جگمگا اٹھے جوکہ اندھیروں میں ڈوب چکے تھے وہ قوم جو اختلافات و انتشار کی وجہ سے دانہ دانہ بکھری ہوئی تھی آپ ﷺ کی بدولت پھر سے متحد ہوگی اور عظیم دین اسلام آگیا جوکہ انسانیت کے لیے تمام بھلائیوں کو جلو میں لیے ہوئے آیا اور وہ لوگوں سے ہر برائی وشر کو ہٹانے و دور کرنے والا ہے۔آپ ﷺ وہی نبی و رسول ہے جس کا تذکرہ یہ اپنی کتاب تورات و انجیل میں پاتے ہے جو انہیں نیکی کے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے باز کرتے ہیں اور اچھی و پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال قرار دیتے اور خبیث بُری چیزوں کو ان کے لئے حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کے بوجھ اتارتے اور زنجیروں سے آزاد کرتے ہیں جن میں کہ وہ جکڑے ہوئے تھے .اللہ تعالی نے اپنے نبی کے انصار واعوان اور معاون ومددگار بنائے جوکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے اور وہ دلوں کے پاکباز لوگ ،علم کے گہرے سمندر اور لوگوں میں سب سے بہت ہی کم تکلف کرنے والے تھے. انہوں نے اللہ کی خاطر صحیح معنوں میں وہ جہاد کیا جوکہ اس کا حق تھا اور ہمارے لئے دین اسلام کو محفوظ کر گئے۔احکام شریعت ہماری طرف منتقل کئے اور عدل و حمت کے ساتھ زمین کے مشرق ومغرب میں اسلام کے نور کو پھیلا دیا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اس دین کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کر دیا، اس اسلام کی بدولت مجوسیت کی آگ کو ماند کیا، یہودیوں کے تکبر کی کمر توڑی ،عیسائیوں کی گمراہیوں کے پردے چاک کئے، وثنیت کے بتوں کو پاش پاش کیا، روئے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیا اور دلوں کو علم وحکمت کے نور سے معمور کر دیا وہ صحابہ ایک بہترین مثال، قدوہ اور نمونہ اور رحم وکرم کا جیتا جاگتا اور منہ بولتا ثبوت تھے انہوں نے لوگوں کو اپنے جیسے انسانوں کی بندگی وغلامی سے نکال کر ان لوگوں کے رب کی عبادت پر لگا دیا اور مختلف ادیان کے جوروستم سے آزادی دلا کر انہیں اسلام کی راہ عدل وانصاف پر چلا دیا اور انہیں صرف اس دنیا کی تنگیوں سے نکال کر دنیا وآخرت کی وسعتوں سے روشناس کروا دیا انہوں نے علم کے وہ چشمے اور دریا بہائے کہ پورے عالم کے مدارس اور پوری دنیا کے مکتبات ولائبریریاں ان کے علوم ومعارف اور ان کی تصنیفات سے بھر گئیں ان کا یہ ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال پہلی ملتوں میں کہیں نہیں ملتی۔

کمالِ اسلام:

یہی وہ دین اسلام ہے جس کے درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہونے کی شہادت خود اللہ تعالی نے دی ہے اور فرمایا ہے:﴿ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾

”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔“ (المائدہ:3)

شیطان اور اسکے چیلوں کے حربے:

مسلمانو! شیطان اور اس کی جماعت یا چیلے چانٹے اس دین اسلام کی راہ میں کھڑے ہوئے اور آج تک مقابلے میں کھڑے ہیں اور ایک انتہائی خطرناک دشمن کا کردار ادا کر رہے ہیں اور انہوں نے اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لا رکھے ہیں تاکہ وہ اس دین اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں، لوگوں کو اسے اپنانے سے روکیں اور اس کے روشن خوبصورت حلیے کو بگاڑ کر رکھ دیں، انہوں نے اس سے جنگ کی مگر یہ ان پر

غالب آگیا،انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اسلام کو اس کے اپنے ملک میں ہی محصور کر کے رکھ دیں اور اس کی دوسرے ملکوں تک نشر واشاعت کو روک دیں لیکن اسلام کا سیل نوران کے بنائے ہوئے سارے بندھن توڑتا اور رکاوٹیں ہٹاتا ہوا پوری روئے زمین پر پھیلتا ہی چلا گیا۔ تمام سلیم الفطرت اور نیک دل لوگوں نے اسلام کو قبول کر لیا کیونکہ یہ اللہ کا دین اور دین فطرت ہے جو ہر جگہ اور ہر زمانے کے لیے یکساں مناسب ہے۔شیطان کے ان چیلوں نے اسلام کے روئے روشن پر کیچڑ اچھالنے اور اس کے احکام وقوانین کے خلاف تشکیک پیدا کرنے کی ہزار کوششیں کیں لیکن ان کا ہر تیران ہی کو آ کر لگا اور یہ دین اسلام اسی طرح تر وتازہ رہا جس طرح اس دن تھا جس دن اس کا نزول ہوا تھا۔

منافقین کی کوششیں:

دھوکہ دہی کے ذریعے مسلمانوں اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے کچھ منافقین بھی مسلمانوں کا سا بھیس بنا کر اسلام میں داخل ہو گئے مگر اللہ نے ان کا بھانڈا پھوڑ دیا، انہیں خوب ننگا کر دیا اور مسلمانوں کے لیے ان کی علامات اور نشانیاں بیان کر دیں تاکہ وہ ان سے قیامت کے دن تک بچتے رہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ﴾

”آپ انہیں ان کے انداز گفتگو سے ہی پہچان لیں گے۔“ (محمد:30)

دشمنانِ دین کی سازشیں اور اہلِ حق کا غلبہ:

اسی طرح ہی کئی دوسرے دشمنان دین بھی مسلمانوں میں گھس آئے تاکہ ان کے مابین تفرقہ و انتشار پیدا کرے اور نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے اور یہ تو اسی حدیث کے مصداق ہوا جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ: وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً. قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي۔

میری امت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک کے سوا سب جہنم میں جائیں گے اور یہی ایک فرقہ ہی فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) ہوگا جو کہ وہ اہل سنت والجماعت ہے جن کا عمل اسی طرح ہے جس طرح کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا اور وہ لوگ آج تک ہے اور قیامت تک موجود رہیں گے۔[1]

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذَلِكَ

”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا جو شخص انہیں بے یارو مددگار چھوڑے گا وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور نہ ہی ان کی مخالفت کرنے والا ان کا کچھ بگاڑ سکے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ اسی طرح حق پر قائم ہوں گے۔“[2] (صحیح مسلم)

اسی طرح دین اسلام غالب و فاتح رہے گا اور اس پر چلنے والے بھی فتح ونصرت پائیں گے ان کی مخالفت کرنے والا صرف اپنا ہی کچھ بگاڑے

[1] ترمذی:2641۔
[2] صحیح مسلم:1920۔

گا اور وہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا اور اللہ کو تو کوئی ہر گز کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

قیامت تک کے لیے امتِ خیر:

اے امت مسلمہ! لوگوں میں پائے جانے والے اختلافات دین کے بارے میں ان کے کئی فرقوں میں بٹ جانے اور بعض زمانوں اور ملکوں میں ان کے جہالت وخواہشات نفس میں مبتلا ہو جانے کے باوجود اللہ تعالی نے اپنے نبی کی امت پر بڑا رحم و کرم کرنے والا اور مہربان ہے. اس نے اس امت میں قیامت تک خیر و برکت اور بھلائی ودیعت کر رکھی ہے. یہ امت کبھی بھی ربانی علماء کے وجود سے خالی نہیں رہی جو کہ اسے اللہ کی طرف دعوت دیں اور اسے اس دین کی طرف لوٹ جانے کی طرف بلاتے رہے جو کہ صحیح ہے اور ہر قسم کے شکوک وشبہات سے بالاتر ہے. وہ علماء اس امت کو کتاب وسنت کے خالص اور میٹھے چشمے کی طرف رہنمائی کرتے رہتے ہیں تاکہ مسلم معاشرہ ایسا بنا رہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں تھا اور اللہ کی یہ سنت (طریقہ وقانون) جاری و ساری ہے۔

کفار اور ان کے مسلمان ایجنٹ:

اس سب کچھ کے باوجود اعداء اسلام، دشمنان دین کفار و منافقین، ان کے ایجنٹ اور کرائے کے ٹٹو صحیح اسلام کے خلاف مسلسل جنگ چھیڑے ہوئے برسر پیکار ہیں اور اس سلسلے میں وہ اپنی تمام تر قوتوں، مکر و فریب، موقع پرستیوں، یورشوں اور منافقوں کو مسلمانوں پر مسلط کرنے جیسے وسائل کو بروئے کار لا رہے ہیں لیکن اللہ تعالی کا دین واضح و روشن ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت روز روشن کی طرح عیاں اور چمک دار ہے. اس کی تورات بھی دن کی طرح نمایاں ہے، جو شخص اس سے بھٹک گیا وہ ہلاک ہو گیا. اعداء دین اور دشمنان اسلام کے سارے تیر خود انہی کے سینوں کو چھلنی کر رہے ہیں اور ذلیل و نامراد ہو کر واپس انہی کی طرف لوٹ رہے ہیں اور یہ دین اسلام ہمیشہ ایک سربلند چٹان کی طرح قائم و دائم رہے گا. اللہ تعالی نے اپنے خاص تحفظ کے ساتھ اسے ایک مضبوط قلعہ بنائے رکھے گا، ارشاد الہی ہے: ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ[32] هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں جب کہ اللہ تو اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا اگر چہ یہ بات کافروں کو بری لگے. اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس دین حق (اسلام) کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کر دے چاہے یہ بات مشرکوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔" (توبہ:32-33)

غلبۂ نصرت الٰہی پر یقین:

اے امت قرآن! اے امت توحید و ایمان! کسی مسلمان کو اس بات میں کبھی بھی شک و شبہ نہیں ہوتا کہ اللہ اپنے بندوں کی مدد و نصرت کرتا ہے اور ان کا دفاع کرتا ہے کیونکہ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾

"اللہ ان لوگوں کا دفاع کرتا ہے جو کہ ایمان والے ہیں"۔ (الحج:38)

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

"اللہ نے یہ لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے بیشک اللہ زورآور اور زبردست ہے"۔ (مجادلہ:21)

اور فرمان ربانی ہے: ﴿وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا﴾

"اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا"۔ (نساء:141)

لیکن یہاں یہ بات نوٹ کرلیں کہ یہ غلبہ اس کے لئے نہیں ہے جو دین اسلام کو بے یارومددگار چھوڑ کر اسے ذلیل کرنے کے درپے ہوں یا پھر اپنے صحیح دین کو ہی بدل دے اور اس کا حربہ تیار کرکے اسے اپنالے، توحید وسنت کے خلاف کھلی جنگ شروع کردے، شریعت اسلامیہ کے قوانین کو چھوڑ کر وضعی وبناوٹی قوانین سے فیصلہ کرے گناہوں کے دلدل میں پھنسا ہوا ہو اور اولیاء اللہ سے عداوت ودشمنی رکھے۔

غلبہ ونصرتِ الٰہی کس کے لئے:

اللہ کی طرف سے دفاع، مدد ونصرت اور تمکین واقتدار اسے نصیب ہوگا جو اس کے دین پر مضبوطی سے قائم رہے اور کتاب وسنت پر خوب جما رہے. خواہشات نفس کی پیروی چھوڑ کر دین ہدایت کی اتباع کرے اور اپنے ہر عمل سے صرف اللہ کی رضا وخوشنودی اس کا مطلوب ومقصود ہو اگر ایسا کرلیا تو آسمان دیئے گئے وعدے ضرور پورے ہونگے. ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ [7] وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ﴾

"اے ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کریگا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے لئے ہلاکت ہے اور وہ ان کے عمل کو برباد کردے گا"۔ (محمد 7-8)

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ﴾

"اور جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا اللہ اس کی ضرور مدد کریگا"۔ (الحج:40)

اب رہے وہ لوگ جو کہ بڑا کائیں کائیں کرتے اور رڑاتے پھرتے ہیں اور مسلمانوں پر ظلم واعتداء کرنے پر تلے ہوئے ہیں ان کے بارے میں خود اللہ تعالی نے فرما رکھا ہے: ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

"ان کے مقابلے میں آپ کی (طرف سے) صرف اللہ ہی کافی ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے"۔ (البقرہ:137)

دست برداری یا سودے بازی نہیں:

کسی مسلمان کے لئے یہ ہرگز روا نہیں کہ وہ اپنے دین وعقیدہ سے دست بردار ہو یا اس کے مبادیات واصول اور ثوابت وامتیازات پر سودا بازی کرے. اسی طرح یہ بھی ہرگز جائز نہیں کے بعض مسلمانوں اور اپنے دین کے معاملات میں تشدد کا رویہ اپنانے والوں کو اس بات کا سبب بنالیا جائے کہ ہم اس حق کو ہی چھوڑ دے جس کی اتباع وپیروی کرنا ہم پر واجب ہے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

"اور وہ آپ کو اللہ کی آیات کی تبلیغ سے، بعد اس کے کہ وہ آپ پر نازل ہو چکی ہیں، روک نہ دیں. اور اپنے رب کو پکارتے رہیں اور مشرکین میں سے ہر گز نہ ہو جانا." (القصص:87)

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

فلسفۂ عطاء وانکار اور زینت دنیا

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ
24/6/1424ھ، 22/8/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے اتنا ڈرو کہ جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اسے ہر وقت اپنے تمام اعمال وافعال کا نگرانی کرنے والا سمجھو، اللہ سبحانہ وتعالی ہر ظاہر و پوشیدہ کو جانتا ہے: ﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾
آپ کو یہ دنیا کی زندگی کہیں فریفتہ نہ کردے اور نہ ہی فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح فریب دے۔
(فاطر:5 ولقمان:33)

انسان کی بلاوجہ پریشانی:

مسلمانو! اپنی من پسند کی چیزوں کو پالینے۔ امیدوں تک پہنچ جانے اور مرغوب چیزوں کو حاصل کر لینے کی کوششوں کے دوران بندوں کا ایک گروہ تو بھول جاتا ہے یا پھر عمداً بھلا دیتا ہے کہ ان کی ان کوششوں کا انجام ہمیشہ ان کی خواہش وامید کے مطابق ہی رونما نہیں ہوگا، لہذا جب کبھی انہیں ان کی بعض محبوب چیزوں سے محرومی ہوتی ہے اور ان کے اور ان کی من چاہی اشیاء کے مابین کوئی رکاوٹ حائل ہو جائے تو تمام تر وسعتوں کے باوجود یہ زمین اس پر تنگ ہو جاتی ہے حتی کہ خود وہ اپنے آپ سے تنگ آیا ہوا ہوتا ہے اور اس کی عقل اس کا ساتھ نہیں دے رہی ہوتی حتی کہ اس کے نتیجہ میں وہ اللہ کی بیشمار نعمتوں کے انکار پر اتر آتا ہے اور اس کے سابقہ تمام احسانات کو بھلا بیٹھتا ہے اور دن رات غمزدہ و پریشان رہنے لگتا ہے، اس کا دل شدید قلق واضطراب میں مبتلا رہتا ہے نہ اسے جینے میں کوئی مزہ آتا ہے اور نہ اپنی حالت میں اسے کوئی سکون نصیب ہوتا ہے۔

فلسفۂ عطاء وانکار:

برادران گرامی! اس کا سبب دراصل صرف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کی عطاؤں کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکا اور نہ ہی وہ اللہ کے کوئی نعمت دینے کے انکار کے فلسفے کی معرفت حاصل کر سکا ہے۔ اور وہ یہ تصور کر بیٹھا ہے کہ عطاء اور انکار دو ضدیں ہیں جو کہ یکجا نہیں ہو سکتیں یا پھر وہ ندی کے دو کناروں کی طرح انھیں ایسی چیزیں سمجھ بیٹھا ہے کہ جو کبھی باہم مل نہیں سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین امت نے بیان حق اور صحیح وصواب کی طرف ہدایت وراہنمائی کے لئے بڑے مضبوط موقف اختیار کئے ہیں۔

چنانچہ امام سفیان ثوری نے بعض سلف امت کا یہ قول نقل کیا ہے: "اللہ کا بندے کو اس کی بعض محبوب چیزوں سے منع ومحروم کر دینا بھی دراصل اس کی ایک عطاء ونوازش ہی ہے کیونکہ اللہ نے اس سے وہ چیز کسی بخل کی وجہ سے نہیں روکی بلکہ اس پر لطف وکرم کرتے ہوئے روکی ہے۔"

اس سے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ کی عطاؤں اور نوازشوں کا ہمیشہ ایک ہی سا انداز ورنگ نہیں ہوتا بلکہ اس کی عطاؤں کا رنگ کبھی یہ ہوتا ہے

کہ وہ بندے کو اس کی محبوب ومرغوب چیزیں دے دیتا ہے جن کی طلب میں وہ بھاگتا پھرتا ہے اور کبھی اس کی عطا کا انداز یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اس کی محبوب ومرغوب اشیاء کو اس سے روک دیتا ہے اور اسے منع کر دیتا ہے کیونکہ وہ اتنا صاحب جود وکرم ہے کہ جس کے کرم کی کوئی انتہاء نہیں اور نہ ہی اس کے احسان کی کوئی حد ہے اور وہ ایسی ذات ہے کہ جس کے سامنے یہ ساری دنیا بھر مچھر کے ایک پر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی. جیسا کہ جامع ترمذی میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ.

اگر اللہ کے نزدیک اس دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔[1] (جامع ترمذی)

اللہ اگر کسی دنیوی چیز سے کسی بندے کو محروم کرتا ہے تو اس میں اس کی ایک انتہائی گہری حکمت اور باریک فلسفہ کارفرما ہوتا ہے اور اس عظیم وقدیر کی قدرت و انداز سے پنہاں ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ اس منع و انکار یا محرومی میں بندے کے لئے بہت ساری مصلحتیں اور مفادات پوشیدہ ہوتے ہیں جو اکثر لوگوں کی نظروں سے مخفی ہوتے ہیں. اس بات کا پتہ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے چلتا ہے کہ جامع ترمذی اور صحیح ابن حبان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: إِذَا أَحَبَّ اللهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا، كَمَا يَظَلُّ أَحَدُكُمْ يَحْمِي سَقِيمَهُ الْمَاءَ.

اللہ جب اپنے کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو اسے اس دنیا سے اسی طرح بچاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے کسی بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔[2] (ترمذی وابن حبان)

اور مستدرک امام حاکم میں ایک روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيَحْمِي عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الدُّنْيَا وَهُوَ يُحِبُّهُ كَمَا تَحْمُونَ مَرِيضَكُمُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ تَخَافُونَ عَلَيْهِ"

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو پیار کرتا ہے اور اسے (اس دنیا سے) ایسے بچاتا ہے جس طرح اپنے کسی بیمار کے فائدے کی خاطر تم میں سے کوئی شخص اسے کھانے پینے سے بچاتا ہے۔[3]

فلسفۂ تحریم اشیاء:

اسی طرح امام ابن رجب رحمہ اللہ کے بقول یہ بات بھی اسی کی گواہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر شہوت دنیا، اسکی زینتوں اور رونقوں میں سے بعض چیزیں حرام کر دی ہیں کیونکہ انہیں ان چیزوں کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی اور ان چیزوں کو اللہ نے ان کے لئے آخرت میں ذخیرہ کر دیا۔[4] اور اسی بات کی طرف اس ارشاد باری تعالیٰ میں اشارہ پایا جاتا ہے جس میں اس نے فرمایا: ﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ

---

1) ترمذی: 2320۔
2) ترمذی: 2036۔
3) مستدرک امام حاکم: 7465۔
4) جامع العلوم والحکم: 294۔

بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ[32] وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمَٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ[33] وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُونَ[34] وَزُخْرُفًا وَإِنْ كُلُّ ذَٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ﴾

اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی جماعت ہو جائیں گے تو جو لوگ اللہ کا انکار کرتے ہیں ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی کہ جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگاتے ہیں اور خوب تجمل و آرائش کر دیتے اور یہ سب دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے اور آخرت تمہارے رب کے یہاں صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ (الزخرف: 32-35)

ادھر ایک صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا، فَلَنْ يَلْبَسَهُ فِي الْآخِرَةِ.

جس نے اس دنیا میں ریشمی لباس زیب تن کیا وہ اسے آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔[1] (بخاری ومسلم)

اور صحیح بخاری ومسلم میں ہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيبَاجَ، وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا؛ فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ.

ریشم اور دیباج (موٹا ریشمی کپڑا، استبرق) نہ پہنو، نہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاؤ اور نہ ہی پیو، یہ کفار کے لئے اس دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت کی زندگی میں ہیں۔[2] (بخاری ومسلم)

اور صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا، حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ.

جس نے اس دنیا میں شراب پی، اسے آخرت میں شراب (طہور) پینے کو نہیں ملے گی۔[3] (بخاری ومسلم)

جبکہ آخرت کی وہ شراب طہور تو پینے والوں کے لئے ایک پاکیزہ ولذت دار، چیز ہوگی: ﴿لَا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُونَ﴾

جس سے نہ تو ان کے سر درد سے بوجھل ہونگے اور نہ ہی ان کی عقلیں زائل ہونگی۔ (الواقعہ: 19)

یہ آخرت کی شراب ہوگی کہاں وہ پاکیزہ شراب اور کہاں یہ دنیا والی شراب جو ایک نجس و پلید، شیطانی فعل ہے اور وہ اس سے مومن لوگوں کے مابین عداوت و دشمنی اور رنجشیں پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس کے ذریعے انہیں ذکر الٰہی اور نمازوں سے روکتا ہے۔ یہ ساری قباحتیں اسی دنیوی شراب میں پائی جاتی ہیں۔

زینتِ دنیا:

کتاب الزھد امام احمد میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: اگر مجھے نیکیوں کے کم ہو جانے کا ڈر

1) صحیح بخاری: 5832۔
2) صحیح بخاری:
3) صحیح بخاری:

نہ ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ عیش و آرام کی زندگی میں شریک ہو جاتا لیکن میں نے ارشاد خداوندی سنا کہ اس نے ایک قوم کو عار دلاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ﴾

تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے اور ان سے متمتع و مستفید ہو چکے ہو آج تمہارے لئے ذلت و رسوائی کا عذاب ہے۔ یہ اس کی سزا ہے کہ تم زمین میں ناحق غرور اور فسق و فجور کیا کرتے تھے۔[1] (الاحقاف:20)

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے بعض سلف صالحین امت کا جو قول نقل کیا ہے وراس کے حوالے سے جو فلسفہ عطاء و انکار بیان کیا اس کی صحت و سچائی پر ہماری آج کی موجودہ حالت میں واضح دلائل اور روشن براہین موجود ہیں: کتنے ہی ایسے لوگ کئی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں کہ اگر انکی وہ سب امیدیں برآئیں تو ان کا نتیجہ سوائے نقصان کے کچھ نہ ہو. اور انکی کوششوں کے بدلے میں انہیں حسرت و ندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگے۔ اور کتنے ہی ایسے لوگ وہ ہیں جو اگر اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائیں تو ان کی وہ ظاہری کامیابی ان کی شکست و ناکامی کا سبب بن جائے اور وہ اس کی تلخی کے گھونٹ بھرتے رہ جائیں۔

پسندیدہ و ناپسندیدہ:

اسی لئے اللہ تعالی نے لوگوں کی نظریں اس حقیقت کی طرف مبذول کروائی ہیں کہ بندہ دنیا کی بعض چیزوں کو دل و جان سے چاہتا ہے مگر وہ اس کے لئے وبال جان ہوتی ہیں اور بعض چیزوں کو وہ دل سے ناپسند کرتا ہے مگر وہ اسکے لئے بہت ہی بہتر اور اہم ہوتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

(مسلمانو!) تم پر (اللہ کی راہ میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے وہ تمہیں ناگوار تو ہو گا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بری لگے مگر وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے مضر ہو، اور (ان باتوں کو) اللہ تعالی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(البقرہ:216)

ایک امتحان:

اللہ تعالی نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو مالدار لوگوں کے پاس پائی جانے والی دنیا کی زیب و زینت کی حقیقت کو بطور مثال بیان فرمایا ہے:

﴿اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾

بیشک فخر و ستائش اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب و خواہش ہے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی

1) اخرجہ ابن سعد فی الطبقات: 3/280۔

ہے اور) کسانوں کو بھلی لگتی ہے، پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر (اسے دیکھنے والے!) تو اسے دیکھتا ہے کہ وہ (پک کر) زرد ہو جاتی ہے، پھر چورا چورا ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں (کافروں کے لئے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لئے) اللہ کی طرف سے بخشش و خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو متاع فریب ہے۔ (الحدید:20)

مذمت دنیا سے مراد:

اللہ والو! اہل علم نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ کتاب وسنت میں جو دنیا کی مذمت وارد ہوئی ہے، اس سے مراد اس دنیا کا زمانہ و وقت نہیں جو کہ شب وروز کی شکل میں قیامت تک یکے بعد دیگرے مسلسل آتے جاتے رہیں گے۔ اللہ تعالی نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے اس لئے لگا رکھا ہے کہ لوگ انھیں دیکھ کر نصیحت حاصل کریں اور پھر اللہ کی ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں۔

حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا تھا: إِنَّ هَذَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِزَانَتَانِ، فَانْظُرُوا مَا تَضَعُونَ فِيهِمَا۔

یہ شب وروز دو خزانے (سیف) ہیں، اب دیکھو کہ تم ان میں کیا جمع کرتے ہو۔[1]

اسی طرح دنیا کی مذمت سے اس کی جگہ کی مذمت بھی مقصود نہیں جو کہ یہ زمین ہے جسے اللہ نے بنی آدم کے لئے گھوارہ و رہائش بنایا ہے۔ ایسے ہی اس زمین میں اللہ تعالی نے جو چیزیں ودیعت کی ہیں وہ بھی اس مذمت سے مراد نہیں ہیں جیسے پہاڑ، سمندر، دریا نہریں اور معدنیات (سونا و چاندی وغیرہ) ہیں۔

وہ چیزیں بھی اس مذمت میں نہیں آتیں جو اللہ نے اس زمین سے اگائی ہیں جیسے فصلیں ہیں اور درخت ہیں۔

نہ ہی وہ چیزیں بھی اس مذمت کے تحت آتی ہیں جو اللہ نے اس زمین میں پھیلائی ہیں جیسے حیوانات وغیرہ ہیں۔

یہ سب چیزیں تو بندوں پر اللہ کی نعمتیں ہیں اور ان میں اس نے ان کے لئے فوائد و منافع رکھے ہوئے ہیں اور ان کی تو اس کائنات کے خالق و مالک کے وجود و وحدانیت اور اس کی قدرت و عظمت کے دلائل و براہین ہونے اعتبار سے ایک بہت بڑی حیثیت ہے۔

مذمت دنیا سے مراد دنیا میں بنی آدم کے افعال قبیحہ کی مذمت ہے کیونکہ ان کے اکثر افعال ایسے واقع ہوتے ہیں کہ جن کے انجام قابل تعریف نہیں ہوتے اور نہ ہی ان سے کوئی مفادات واقع ہوتے ہیں۔

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کے ذریعے دار آخرت طلب کرو اور دنیا سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کرو۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

1) أخرجه البیہقی فی الزھد الکبیر: 2/ 295۔

جادۂ حق کے راہی

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ

1424/07/08ھ۔ 2003/09/05ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندوں! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس بات کا یقین رکھو کہ وہ تمہارے چھوٹے بڑے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور یاد رکھو کہ تمھیں ایک دن اللہ کے حضور جوابدہی کے لئے کھڑے ہونا ہے، وہ دن جس کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَوْمَ يَنظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ﴾

جس دن انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی اعمال کو دیکھ لے گا۔(النباء:40)

﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ﴾

جس دن کہ انسان اپنے کئے ہوئے کاموں کو یاد کرے گا۔(النازعات:35)

﴿يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ﴾

اس دن انسان کو سمجھ آجائے گی مگر آج اس کے سمجھنے کا فائدہ کہاں؟ (الفجر:23)

صرف ایک راستہ:

مسلمانوں! باطل کی راہیں اور اس کے طریقے اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ممکن ہی نہیں، اور اس کے مقابلے میں اللہ کی طرف پہنچانے والا طریقہ اور جادۂ حق صرف ایک ہی ہے، اس میں کوئی تعدد نہیں ہے اور وہی اس کا وہ "صراط مستقیم" ہے جو اس نے ان لوگوں کے لئے متعین فرمایا ہے۔ جو اس کی رضاء وخوشنودی اور اس کی جنتوں تک پہنچنا چاہیں۔ وہ اس پر چلنے والا کو اللہ تک پہنچانے کا واحد راستہ ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

اور یہ کہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی اس کا تمہیں اللہ تعالی نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔(الانعام:153)

اللہ تعالی چونکہ خود یکتہ وتنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، اس لئے اللہ تعالی نے اپنا راستہ بھی صرف ایک ہی بنایا ہے (اور اس کے لئے مفرد کا صیغہ (صراطی) اور سبیلہ" استعمال فرمایا ہے) اور اس صراط مستقیم کے مخالف جتنے بھی راستے ہیں ان کے لئے جمع کا صیغہ (سبل) استعمال فرمایا ہے کیونکہ وہ بکثرت اور متعدد ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَوْمًا خَطًّا، ثُمَّ قَالَ: هَذَا سَبِيلُ اللهِ، ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: هَذِهِ سُبُلٌ، عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ، ثُمَّ تَلَا: {وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ}

ایسے ہی مسند احمد وسنن دارمی میں حسن درجہ کی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک لمبا خط کھینچا اور فرمایا: یہ اللہ کی راہ ہے۔ پھر اس کی دائیں بائیں جانب کئی خطوط کھینچے اور پھر فرمایا: ”یہ سب غلط راستے ہیں اور ان میں سے ہر راستے پر شیطان بیٹھا ہے اور وہ اپنی طرف بلاتا ہے۔ اور اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

اور یہ کہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی اس کا تمہیں اللہ تعالی نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔'(الانعام:153)(مسند احمد وسنن دارمی- بسند حسن)

برادران گرامی! اللہ تعالی تک پہنچانے والا راستہ ایک ہی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی حق مبین ہے اور حق ایک ہی ہے اور اس کا مرجع بھی صرف ایک ہی ہے جبکہ باطل وگمراہی کی پگڈنڈیوں کا کوئی شمار نہیں ہے بلکہ حق کے سوا جو بھی ہے وہ باطل ہے اور باطل کی طرف پہنچانے والا ہر راستہ بھی باطل ہی ہے۔

فلسفہ تعدد طرق:

اہل علم کے کلام میں جو یہ بات آتی ہے کہ:

”اللہ کی طرف لے جانے والے راستے کئی طرح کے اور متعدد ہیں اور اللہ نے انہیں متعدد بھی اس لئے بنایا ہے کہ لوگوں میں استعداد بھی چونکہ ایک جیسی اور ایک ہی معیار کی نہیں ہوتی اللہ تعالی نے اپنے خاص فضل وکرم سے اس تک پہنچنے والے راستے بھی متعدد بنا دیئے ہیں ان کی یہ بات بھی صحیح ہے اور اللہ کی طرف پہنچانے والے راستے کی وحدت کے منافی نہیں ہے۔

اور اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

”اصل راستہ تو ایک ہی ہے اور وہ ایک جامع قسم کا راستہ ہے جس میں ہر وہ بات شامل ہے جو اللہ کی رضاء کا باعث ہے، اور اس کی رضاء کا باعث بننے والی اشیاء وامور چونکہ متعدد ومتنوع ہیں لہذا جتنی چیزیں بھی اللہ کو راضی کرنے والی ہیں وہ دراصل ایک ہی راستہ شمار ہوتی ہیں اور مختلف زمان ومکان اور اشخاص وحالات کے اعتبار اللہ کو راضی کرنے والے مختلف امور سب راستے ہی ہیں اور انہیں اللہ نے اپنی رحمت اور فضل وکرم سے مختلف ومتنوع اس لئے بنایا ہے کہ بندوں میں بھی الگ الگ استعدادات اور قابلیتیں ہوتی ہیں۔ اور اگر اللہ نے لوگوں کے اذہان وعقول کے مختلف ہونے اور ان کی استعداد کے کمزور وقوی الگ الگ معیار ہونے کے باوجود راستے کو صرف ایک رکھا ہوتا تو لوگ یکے بعد دیگرے اس پر نہ چل سکتے۔ جب استعداد وقابلیت الگ تھی تو راستے بھی طرح طرح کے بنائے گئے تاکہ ہر شخص اپنے رب کی طرف چلنے کے لئے اپنی استعداد وقوت اور جذبہ قبول کے مطابق کوئی راستہ منتخب کر لے۔ اس سے معبود حقیقی کے ایک ہونے، دین حق کے بھی ایک ہونے اور ہر راستے کے صرف اسی ایک دین تک پہنچنے والا ہونے کے باوجود شرعی احکام وقوانین کے طرح طرح کے ہونے کا فلسفہ معلوم ہو جاتا ہے۔

1) سنن دارمی:208۔

اور یہی معنی ہے اس حدیث کا جو کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ۔

تمام انبیاء ایک ہی باپ سے (علاتی) بھائی ہیں کہ انکی مائیں الگ الگ ہیں مگر دین سب کا ایک ہی ہے۔[1] (بخاری و مسلم)

علاتی بچے وہ ہوتے ہیں جن کا باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انبیاء کرام کے دین کو ایک باپ سے تشبیہ دی ہے اور ان کی شریعتوں کے الگ الگ ہونے کو متعدد مائیں ہونے کی طرح قرار دیا ہے۔

عبادات میں تنوع:

یہ شریعتیں اگر چہ الگ الگ ہیں لیکن ان کا مرجع وشارع ہر حال میں ایک ہی ہے اور جب یہ بات ہوگئی تو یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جن کا اہم ترین کام اور انہیں اللہ کی طرف پہنچانے والا راستہ علم حاصل کرنا اور لوگوں کو تعلیم دین سے آراستہ کرنا ہی ہوتا ہے وہ اللہ کی رضا کی خاطر اپنا غالب وقت اس میں صرف کرتا ہے۔ وہ مسلسل سیکھتا اور سکھلاتا ہی چلا جاتا ہے اور تعلیم و تعلم کے ساتھ ساتھ اپنے علم پر عمل پیرا بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اسی راستے پر چلتے اپنے رب تک پہنچ جاتا ہے اور کبھی کوئی طالب علمی کے راستے میں ہی مر جاتا ہے تو اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے اپنے مقصد کو پالینے کی اس کے لئے امید کی جاتی ہے جیسا کہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾

جو کوئی اللہ کی راہ میں وطن کو چھوڑے (ہجرت کرے) گا وہ زمین میں بہت سی قیام کی جگہیں اور کشادگی پائے گا۔ اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ تعالی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف نکل کھڑا ہوا، پھر اسے موت نے آپکڑا تو بھی یقیناً اس کا اجر اللہ تعالی کے ذمے ثابت ہوگیا۔ اور اللہ تعالی بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ (النساء:100)

لوگوں کی انواع واقسام:

1) لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جن کا سب سے اعلی ترین عمل ذکر الہی اور تلاوت قرآن کریم ہوتا ہے اور اس کے غالب اوقات اس میں صرف ہوتے ہیں۔ اس نے اسے ہی اپنے سفر آخرت کے لیے زاد راہ اور اپنے انجام کار کا راس المال بنا رکھا ہے جیسے ہی وہ اس میں کوئی کمی کوتاہی کرتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میرا بہت نقصان ہوگیا ہے۔

2) لوگوں میں سے ہی بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا پسندیدہ عمل نماز ہے۔ جب کبھی بھی وہ اپنے اس عمل نماز (تہجد) میں کمی کوتاہی کر بیٹھے یا کافی وقت گزر جائے اور وہ کوئی نوافل نہ پڑھ سکا ہو یا اپنے اندر اسکی استعداد نہ پا رہا ہو تو اس کا دل تاریک اور سینہ تنگ ہو جاتا ہے۔

3) بعض وہ لوگ بھی ہیں جن کا اللہ تک پہنچنے کا طریقہ لوگوں سے حسن سلوک اور انہیں نفع پہنچانا ہوتا ہے جیسے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنا، ان کی مشکلات و مصائب میں ان کی مدد کرنا اور بے کسوں کی مدد کرنا، یوں وہ طرح طرح کے صدقات خیرات کرتا رہتا ہے اللہ نے اس پر اپنے

1) صحیح بخاری: 3443۔

فضل و کرم اور مال و دولت کے دروازے کھول رکھے ہیں اور وہ اس راستے پر چلتا ہوا اپنے رب سے ملنے کی کوشش میں رہتا ہے۔

4) کئی لوگ روزے کے ذریعے اللہ تک پہنچنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ جب وہ روزہ سے نہ ہو تو اس کا دل بے حال ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حالت خراب ہو جاتی ہے۔

5) کسی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے لگن ہے اور وہ اسی راستے پر چلتے ہوئے اللہ تعالی تک پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے اور اللہ نے اسے اس کام میں حظ وافر عطا کر رکھا ہوتا ہے لہذا وہ اسی راستے سے اپنے رب تک جا نکلتا ہے۔

6) کتنے ہی لوگ وہ ہیں جو حج و عمرہ کو اپنا راستہ بنائے ہوئے ہیں۔

جامع الطرق والکمالات:

کچھ لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے ان تمام طریقوں کو جمع کر رکھا ہے وہ ہر راہ پر چلتے اور ہر وادی سے گزرتے چلے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی عبودیت کے وظائف و اعمال صالحہ کو اپنے دل کا قبلہ اور نصب العین بنا رکھا ہوتا ہے۔ وہ جہاں بھی ہوں یہ عمل صالح ان کا شعار ہوتا ہے اور وہ جہاں بھی جائیں یہ ان کا رفیق رہتا ہے وہ ہر راستے سے اپنا حصہ لے لیتے ہیں۔ جہاں بھی عبودیت و بندگی ہوگی انہیں آپ وہیں پا لیں گے۔ اگر علم کا میدان ہے تو آپ کو یہ اہل علم کے ساتھ ملیں گے، اگر میدان جہاد کو دیکھیں گے تو آپ انہیں مجاہدین کی صفوں میں پائیں گے۔ نماز ہوگی تو آپ کو یہ اللہ کے فرمانبردار نمازی بندوں میں نظر آجائیں گے۔ اور اگر اللہ کے ذکر کی بات ہوگی تو آپ کو یہ لوگ ذکر الٰہی سے رطب اللسان ملیں گے۔ کہیں حسن سلوک و احسان کرنے والوں کی بات چلے گی تو وہ آپ کو محسنین میں نظر آجائیں گے۔ اور اگر کہیں آپ کو اللہ سے محبت کرنے اس کی طرف رجوع کرنے والے اور اللہ کو اپنے ہر عمل کا دیکھنے والا سمجھنے والے ملیں گے تو وہ آپ کو ان محبت کرنے والوں کے زمرے میں بھی دکھائی دیئے جائیں گے۔ ان کی سواریاں چاہے جہاں بھی انہیں لے جائیں اور وہ جہاں بھی پڑاؤ ڈالیں ان کی عبودیت و بندگی ان کی نشانی اور ان کا دین ہوگی۔ اگر انہیں کہا جائے کہ ان اعمال صالحہ سے تمہاری غرض کیا ہے تو ان کا ایک ہی جواب ہوگا کہ وہ تو صرف اپنے رب کا حکم نافذ کر رہا ہے اس پر عمل ہو رہا ہے وہ جہاں بھی ہو اور جیسا بھی ہو۔ اس کا چاہے کوئی بھی تقاضا ہو اور چاہے جو بھی نتائج سامنے لائے وہ مجھے جمع کرے یا متفرق کر دے مجھے ان سب امور سے کوئی غرض نہیں۔ میری مراد اور غرض و غایت صرف اللہ کے احکام کی پیروی کرنا ہے اور ان کی ادائیگی سے سبکدوش ہونا ہے اور ان کی ادائیگی کے دوران میں اپنے رب کو مسلسل دیکھنے والا سمجھتا ہوں اور جسم و جان اور روح و دل کے ساتھ میں یہ سب بجالاتا ہوں۔ میں نے اپنا سارا مال اس کے سپرد کر رکھا ہے اور اس سے اس کی قیمت کے انتظار میں ہوں اور اسی تجارت کا ذکر کرتے ہوئے۔ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾

بیشک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور اموال اس عوض میں خرید لیے ہیں کہ وہ انہیں جنت دے گا۔ (التوبہ:111)

اے اللہ کے بندوں! یہ ہے وہ بندہ جو کہ اپنے رب کی طرف رواں دواں ہے اور اس کے شوق میں اس قدر مگن ہے کہ اسے اپنا دل ہی کھویا ہوا لگتا ہے اور اس کا اپنے رب سے وہی تعلق ہوتا ہے جو ایک مکمل طور محبت کرنے والے محب کا اپنے محبوب سے ہوتا ہے اور وہ اس کے سوا ہر

کسی سے بے خبر سا ہو جاتا ہے۔ اس بندے کے دل اللہ اور اس کے اوامر کی محبت کے سوا کوئی چیز نہیں رہ جاتی اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ اسے اپنا مقرب و برگزیدہ بنالیتا ہے اور اسکے دل کو اپنی طرف مائل کرلیتا ہے، اس کے دین و دنیوی تمام امور میں اور اس کے امور معیشت میں اس کا کارساز ہو جاتا ہے۔ اسکی ایسی بہترین تربیت کر دیتا ہے کہ کوئی شفیق سے شفیق باپ بھی اپنے بیٹے کی ایسی تربیت نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے ہر فرمانبردار و نافرمان کو قائم رکھنے والا ہے اور جس بندے کو وہ اپنا محبوب بنالے، اس کا کارساز ہو جائے، جسے وہ دوسرے پر ترجیح دے دے اور جس کا وہ رب، وکیل و کارساز، معین و مددگار اور ہادی و راہنما بن جائے، اس کے لئے تو اس کی قبولیت کے کیا ہی کہنے۔ اگر اللہ اپنے بندے پر جس قدر لطف و کرم اور بر و احسان کرتا ہے، جنہیں وہ جانتا ہے اور جنہیں وہ نہیں جانتا اگر ان سب سے اللہ تعالیٰ پردہ اٹھادے تو اس بندے کا دل اس کی محبت، اس کے جذبہ و شوق اور اس کے شکر میں پگھل پگھل جائے۔

اعراض وروگرانی کے نتائج بد:

جس نے حب الٰہی کے یہ نظارے دیکھ لیے اور اس کی حلاوت و شیرینی کو چکھ لیا اور اسے اللہ تک پہنچنے کا راستہ بھی مل گیا اور اس کے بعد اس نے اس راہ کو ترک کر دیا، اپنی لذت کام و دہن، راحت جسم و جان اور صرف خواہشات نفس کی غلامی میں لگ گیا وہ اللہ کی سزاؤں میں واقع ہو گیا اور اس نے اپنے دل کو مصائب و مشکلات کی جیل میں بند کروا دیا، اور اپنی زندگی میں وہ ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا جو کسی دوسرے کو نہ ہوا ہو گا اس کی زندگی عجز و درماندگی اور غم و حزن سے عبارت ہو کر رہ جائے گی اور اس کی موت موت حسرت بن جائے گی اور اس کی آخرت افسوس و ندامت ہو جائے گی۔ وہ افراط و تفریط میں مبتلا ہو گیا۔ اب وہ مدد طلبی کرتا ہے مگر اس کی مدد نہیں کی جائے گی، وہ شکوہ و شکائت اور فریادیں کرتا ہے مگر اس کی فریاد سنی نہیں جاتی، اس کی خوشیوں کا دور بیت گیا اور کیف و سرور کا زمانہ لدھ گیا۔ اس کے برعکس اب رنج و الم، حزن و غم اور حسرت و ندامت نے ڈیرے ڈال لئے۔ اللہ نے اس کے لئے انس و محبت کی جگہ وحشت، عزت کی جگہ ذلت و رسوائی اور غنا و تونگری کی جگہ فقر و تنگدستی مقدر کر دی۔ یہ سب اس لئے کہ اس نے اللہ تک پہنچنے کا راستہ پایا مگر اس سے اعراض کرتے ہوئے اسے ترک کر دیا گویا وہ بینا ہونے کے بعد جان بوجھ کر نابینا بن بیٹھا تھا اور پہچان لینے کے بعد ان دیکھا کر دیا تھا۔ متوجہ ہو کر پیٹھ پھیر گیا تھا۔ اسے بلایا گیا مگر اس نے حاضری نہیں دی اس کے لئے دروازہ کھولا گیا مگر وہ اسے پس پشت ڈال کر بھاگ نکلا۔ اس نے اپنے آقا و مولا کا راستہ ترک کر دیا اور کلی طور پر اپنی خواہشات کا غلام بن گیا۔ یہ شخص اگر چہ بعض لذتیں پا بھی لے اور اس ظاہری سکون و راحت میں سے کچھ حاصل بھی کر لے تو کیا حاصل؟ وہ تو ایسا شخص ہے جس کا دل میدان توحید کی وسعتوں، انس و محبت کے میدانوں، محبت و مودت کے باغیچوں اور قرب کے دسترخوانوں سے دور بند کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنے اعراض عن الحق اور جادۂ مستقیم سے روگردانی کے نتیجہ میں سب سے اتھاہ گہرائیوں میں جا گرا ہے۔ اب دنیا اس سے اعراض کر رہی ہے کیونکہ اس نے اپنے رب سے اعراض کیا ہے۔ اور یہ کیفیت اس کی مرادوں کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔ یہ وہ زندہ لاش ہے جو زمین پر چلتی پھرتی نظر آتی ہے اور اس کی روح خود اس کے اپنے جسم سے وحشت و خوف محسوس کرتی ہے۔ اس کا دل اس کی زندگی پر ملول و غمگین رہتا ہے اور موت کی تمنا کرتا رہتا ہے، اگرچہ وہ بعض ظاہری آسائشوں میں ہی کیوں نہ ہو۔

ایسے آدمی کو اگر اسی حالت میں موت آجائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے تو وہ ایسے دردناک عذاب میں مبتلا ہو گا؟ کچھ نہ پوچھیے اور یہ

نتیجہ ہے اس حجاب کا جواب اس کے اور اس کے آقا و مولا اللہ رب العزت والجلال کے مابین واقع ہوگیا ہے، یہ انجام و نتیجہ ہے اس کے اعراض و روگرانی کا، یہ آثار ہیں، اس کی روگرانی کے نتیجے کے اور اللہ کی رضاء و مرضی پر اپنی خواہشات و شھوات کو ترجیح دینے کے۔

اے اللہ کے بندوں! جو شخص کلی طور پر اللہ سے اعراض کر بیٹھا اللہ اس سے کلی طور پر اعراض کر لیتا ہے اور جس سے اللہ نے منہ پھیر لیا، اس کی زندگی کے تمام افعال و حالات میں شقاوت و بدبختی، نحوست و نامرادی کا دور دورہ ہو جائے گا۔ اس کی حالت انتہائی بدترین ہو جائے گی اور اس کے دین، معیشت ہر چیز میں فساد و بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔

حرمان نصیب:

پیچھے کلی طور پر محروم رحمت اور حرمان نصیب وہ شخص ہے جسے جادۂ حق مل گیا مگر اس نے اس سے اعراض برتی یا پھر جسے اس کی محبت کا جام تو ملا مگر اس نے پینے سے انکار کر دیا اور پھر وہ اس سے چھین لیا گیا، اور اب اس کے دل میں اللہ کے لئے محبت کا کوئی باعث نہ رہا۔ خصوصاً جبکہ وہ اللہ کی محبت کو ٹھکرا کر دنیا کی حرام لذتوں کی طرف مائل ہوگیا یا پھر وہ شب و روز محض دنیا کی دولتیں سمیٹنے اور ہر صبح و شام اسی کی چوکا چوند کے پیچھے بھاگنے لگا رہا اور وہ عزتوں کے اوج ثریا سے اس دنیائے دنی کے تحت الثری میں جا گرا، خواہشات کی جیل میں بند ہو کر رہ گیا، اپنے دشمن ابلیس کی قید میں پھنسا رہا اور حیرت و وحشت کے جنگلات میں مارا مارا پھرتا رہا۔ اللہ نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى [124] قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا [125] قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى﴾

اور جو میری یاد (ذکر) سے روگرانی کرے گا، اس کی زندگی اجیرن (تنگی میں) رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے، وہ کہے گا کہ الٰہی! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ (جواب ملے گا کہ) اسی طرح ہونا چاہیے تھا تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا تو آج تو بھی بھلا دیا جائے گا۔ (طٰہٰ: 124-126)

محبوبانِ خالق و خلق:

اللہ والو! اللہ جب اپنی طرف متوجہ اور راہ حق کے مسافروں کی طرف توجہ فرمالے تو ان کی زندگی روشن ہو جاتی ہے۔ ان کے اندھیرے بھی اجالے میں بدل جاتے ہیں اور اس بندے پر اللہ کی توجہ و کرم فرمائی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ جنت کی رونقوں اور جمال کی طراوتوں کا پرتو اس کے چہرے پر چمکنے لگتا ہے۔ اور ملا اعلیٰ کے مکین (فرشتے) اس سے محبت و دوستی اور پیار کرنے لگتے ہیں کیونکہ وہ اپنے مولا کریم کے تابع ہیں۔ جب مولائے کریم کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب وہ کسی سے اپنا رخ موڑ لیتا ہے تو وہ بھی اس سے پھر جاتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: إِذَا أَحَبَّ اللهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ۔

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور کہتا میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے

محبت کروتو حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اسے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر وہ آسمان میں منادی و اعلان کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں: اللہ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم سب بھی اس سے محبت کرو، تو تمام اہل آسمان اس سے محبت کرنے اور پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے۔[1] (بخاری ومسلم)

ارض وسماء میں معزز:

اللہ اپنے بندوں کے دلوں کو ایسا کر دیتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف پورے پیار و محبت اور مودت و رحمت کے ساتھ رواں دواں رہتے ہیں اور پھر اس کے تو کیا کہنے؟ جس کی طرف اس کی ساری کائنات کا مالک ذوالجلال والاکرام اپنی محبت کے ساتھ متوجہ ہو جائے، اس پر اپنے رحم و کرم اور افضال کی انواع و اقسام کے ساتھ التفات فرمادے۔ اور اسی کے نتیجہ میں ملاء اعلی کے مکین فرشتے اور اہل زمین کے انسان سب اس کی طرف عزت و تکریم کی نگاہوں سے دیکھنے لگیں اور یہ تو اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا دیتا اور اللہ بہت ہی فضل و کرم والا ہے۔

اللہ کے بندوں! ہر وہ کام کرو جو آپ کو اللہ کی محبت کے مقام تک پہنچا دے اور ہر وہ کام خالص اللہ کی رضاء کے لئے کرو اور نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اسے سرانجام دو۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

1) صحیح بخاری: 3209۔

سورہ ھود کے سایوں میں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

12/9/2003ء 1424/7/15ھ

اللہ کے بندو میرے اور آپ کے لیے کہ ایک ہی وصیت الٰہی ہے کہ ہم اللہ تعالی کا خوف وتقوی اختیار کرے جو کہ اس دن باعث عزت ہو جس دن کے اس کے بغیر ذلت ہی ذلت ہے اور اس روز یہ باعث نجات بنے گا جس روز کے اس کے بغیر ہلاکت کے سوا کچھ نہیں جس نے اسے مضبوطی سے تھام لیا وہ کبھی نامراد و ناکام نہ ہوگا جس نے اسے چھوڑ دیا وہ کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

"عقل والو اللہ سے ڈروتا کہ فلاح پاجاؤ" (المائدہ:100)

ناگفتہ بہ حالتِ مسلم:

لوگوں آج جو شخص بھی مسلمانوں میں سے اکثر لوگوں کے حالات پر بصیرت والی نظر رکھتا ہے اسے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ یہ حالات انتہائی ناگفتہ بہ اور تکلیف دہ ہے کیونکہ مسلمانوں کا اپنے رب کی کتاب سے تعلق ہجر و ترک اور نافرمانی پر مشتمل ہے بلکہ معاملہ اس سے بھی کہیں آگے نکل چکا ہے حتیٰ کہ اگر ہم میں سے کوئی یہ کہہ دے کہ سابقہ اقوام کی امراض وعلل شعوری یا لاشعوری حالت میں اس امت کے جسم کو لگ چکی ہے تو اس کی بات دور کی کوڑی اور بے جانہ ہوگی۔

زبوں حالی کے اَسباب:

1) اللہ تعالی آپ کی حفاظت فرمائے کیا آپ لوگ اللہ تعالی کا وہ ارشاد گرامی نہیں پڑھتے جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾

"ان میں سے بعض ان پڑھ ایسے بھی ہے کہ جو کتاب کے صرف ظاہری الفاظ کو ہی جانتے ہیں اور وہ صرف گمان واٹکل پر ہی ہے۔" (البقرہ 78:)

معنی یہ کہ وہ صرف کتاب اللہ کی ترتیل ہی کو جانتے ہیں جبکہ اس کا اصل مفہوم ومعانی ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا اور نہ ہی وہ ان کے دل پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس کا سبب اللہ والوں سے صرف یہ ہے کہ اس کی تلاوت وترتیل کے وقت ان کا دل غائب ہوتا ہے۔ وہ اس کے مفاہیم ومعنی کو سمجھنے اور اس پر تدبر کرنے سے عاجز اور درماندہ ہوتے ہیں، ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہوتے ہیں جیسا کہ (سورہ محمد آیت نمبر 24 میں ہے) سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ کا رحم وکرم ہے۔

2) اسی طرح قرآن کے مسلمانوں کے دلوں پر اثر انداز نہ ہونے کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اس کائنات اور خود اپنی ذات میں اللہ کے قانون اور نشانیوں کو نہیں پہچانتے بلکہ دلائل ذاتِ باری سے دور ہیں۔

3) اس کائنات کے حسنِ ترتیب وتدبر پر غور نہیں کرتے اور نہ ہی نصِّ قرآنی کے منطوق وظاہر سے اس کے مقاصد ومعانی کی رسائی حاصل

کرتے ہیں.

4) علاوہ ان غلط مفاہیم ونظریات اور فاسد تاویلات کو بڑا مقدس مانتے ہیں جوکہ مسلمانوں کے تمام طبقات میں مغرب سے آکر گھر کر چکی ہے جنہیں وہ باغی وسرکش شعور غذا مہیا کرتا ہے جولوگوں کو دنیا کی محبت اور آخرت وموت سے نفرت کرنے پر اکساتا رہتا ہے.

5) اے مسلمانو! یہ تمام اسباب مسلمانوں کی اسی زبوں حالی کے پس پردہ ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ علم صحیح کا اٹھ جانا بھی ایک سبب ہے. کتنی عجیب بات ہے کہ علم موجود بھی ہے مگر ہم اسے یوں کھوچکے ہیں جیسے بیابان جنگل میں ہم پانی کے فقدان کا شکوہ کرے جبکہ وہ خود ہماری اپنی پشت پر لدا ہوا بھی ہو. آج اگر چہ آڈیو ویڈیو (صوتی ومرئی) کیسٹوں کی ٹیکنالوجی، وسائل وذرائع، نشر واشاعت اور طباعت و پرنٹنگ کے متون میں بھی بیش بہا ترقی ہو چکی ہے مگر پھر بھی اصل علم مفقود ہے اس وجہ سے بھی امت مسلمہ کی حالت یوں پتلی ہے.

عَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيدٍ، قَالَ: ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَقَالَ: " ذَاكَ عِنْدَ أَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ "، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ؟ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَنُقْرِئُهُ أَبْنَاءَنَا، وَيُقْرِئُهُ أَبْنَاؤُنَا أَبْنَاءَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، قَالَ: " ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ زِيَادُ، إِنْ كُنْتُ لَأَرَاكَ مِنْ أَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِينَةِ، أَوَلَيْسَ هَذِهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَقْرَءُونَ التَّوْرَاةَ، وَالْإِنْجِيلَ، لَا يَعْمَلُونَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيهِمَا. "

زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی بات کا ذکر کیا اور فرمایا: "یہ اس وقت ہو گا جب علم اٹھ جائے گا"، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! علم کیسے اٹھ جائے گا جب کہ ہم قرآن پڑھتے اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھائے گی اسی طرح قیامت تک سلسلہ چلتا رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "زیاد! تمہاری ماں تم پر روئے، میں تو تمہیں مدینہ کا سب سے سمجھدار آدمی سمجھتا تھا، کیا یہ یہود ونصاریٰ تورات اور انجیل نہیں پڑھتے؟ لیکن ان میں سے کسی بات پر بھی یہ لوگ عمل نہیں کرتے."[1] (مسند احمد، ترمذی وابن ماجہ)

وہ امت جوکہ امت قرآن ہے یہ اس کے شایان شان نہیں کہ وہ مبتلائے وحشت مجہول الحال اور حواس باختہ ہو، اور ندائے قرآنی اس کے لیے صدا بصحراء ثابت ہو یا پھر ایسے ہو جیسے کہ کہیں دور سے کوئی اسے ندائیں دے رہا ہے. کتاب اللہ کی شان یہ ہے کہ اس میں نہ کوئی کمی کر سکتا ہے اور نہ ہی اضافہ. اس میں پہلے نبوتوں وامتوں کی کافی حد تک تاریخ اور ان کا خلاصہ موجود ہے. اور اقوام ماضی کے واقعات اور قصص بھی ہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى [18] صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى﴾

"یہ باتیں پہلی کتابوں میں بھی ہے یعنی حضرت ابراہیم موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں." (الاعلیٰ: 18-19)

نبی ﷺ کو بوڑھا کرنے والی:

مسلمانوں نبی اکرم ﷺ نے 63 برس عمر شریف پائی. تب جا کر کہیں آپ ﷺ پر بڑھاپا نمودار ہوا. آپ ﷺ کی زلفوں میں چاندی کے تار چمکنے لگے جوکہ آپ ﷺ کی عفت و پاکدامنی تقوی وخشیت الٰہی کی نشانی تھی. اس چاندی کی چمک میں آپ ﷺ کی ہیبت اور بزرگی کا وقار نمایاں تھا اور اسی سے آپ ﷺ کی قائدانہ صلاحیت اور مہارت وتجربہ جھلک رہا تھا.

---

[1] ترمذی: 2653.

قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ شِبْتَ، قَالَ: " شَيَّبَتْنِي هُودٌ، وَالْوَاقِعَةُ، وَالْمُرْسَلَاتُ، وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ، وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ "

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کو کس چیز نے بوڑھا کر دیا ہے.؟ نبی ﷺ نے فرمایا:" مجھے سورۃ ھود، الواقعہ، عمّ یتساءلون اور اِذا الشمس کوّرت نے بوڑھا کر دیا ہے."[1] (ترمذی، مستدرک حاکم، مسند ابویعلی)

مسلمانو! ہم تو یہ سنتے رہتے ہیں طویل عمری وکبرسنی بڑھاپے کا سبب ہوتی ہے اور زندگی کے دگرگوں حالات اور ذمہ داریاں بندے کو بوڑھا اور مانگ کی زلفوں کو سفید کر دیتی ہے. اب آپ کا اس شخصیت نے بارے میں کیا خیال ہے جس پر یہ حالات ذمہ داریاں بھی یکے بعد دیگرے سب گزریں مگر اس کے باوجود بھی وہ بڑھاپے کو اپنے رب کی کتاب کی آیات وسور کی طرف منسوب فرما رہے ہیں جن کی آپ تلاوت کرتے رہتے ہیں اور ان معانی کی طرف جن پر تدبر آپ ﷺ کا شب وروز کا وظیفہ ہے اور ان پر آپ عمل پیرا ہوتے رہتے ہیں۔

خاص سورہ ھود ہی کیوں:

اے مسلمانو خاص سورہ ھود ہی کیوں بڑھاپے کا سبب قرار دی گئی؟ یہ کن امور پر مشتمل ہے جو کہ انسانی نفس اور مال میں تغیر وتبدیلی واقع کر دیتے ہیں؟ اور یہ اس تغیر کے سوا ہے جو کہ بدن وأعضاء پر واقع ہوتا ہے. یہ حدیث ہمیں اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ ہم اپنے دلوں پر لگے اس زنگ کو زائل کرے اور ان پر پڑے پردوں کو چاک کر دیں خصوصاً جب کہ ہم اس سورت اور اس کے ساتھ ہی مذکورہ دوسری سورتوں کی تلاوت کریں اور یہ ہمیں غور وفکر کرنے کے لیے نہ روکیں تو یہ رنگ آور پردے زائل کرنا ضروری ہے تا کہ ہمیں جلی اور واضح طور پر پتہ چل سکے کہ ان سورتوں نے ہمارے امام وپیشوا اور اسوہ ورہنما کی زلفوں میں سفیدی کے چاند کیسے بھر دی تھی.

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ: میں ایک عورت کے پاس گیا جبکہ میں سورہ ھود پڑھ رہا تھا. تو اس نے کہا اے عبدالرحمن تم سورہ ھود کو اس طرح پڑھتے ہو. اللہ کی قسم میں چھ ماہ سے اسے پڑھنے میں مشغول ہوا اور آج تک اس سے فارغ نہیں ہو پائی ہو.[2]

مسلمانو! اس میں تعجب والی کوئی بات نہیں کہ ایک عورت ایسی بات کہے. اس خاتون سے بھی پہلے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

" لَا تَنْثُرُوهُ نَثْرَ الدَّقْلِ وَلَا تَهُذُّوهُ هَذَّ الشِّعْرِ، قِفُوا عِنْدَ عَجَائِبِهِ، وَحَرِّكُوا بِهِ الْقُلُوبَ، وَلَا يَكُونُ هَمُّ أَحَدِكُمْ آخِرَ السُّورَةِ"

قرآن کو شعروں کی طرح جلدی جلدی نہ پڑھو اور نہ ہی کسی نثر پارے کی طرح اس کا مطالعہ کرو بلکہ اس میں مضمون عجائب قدرت پر ٹھہرو اور ان سے اپنے دلوں کو بلاؤ اور تم میں سے کسی کا کل مدعا صرف یہی نہ ہو کے وہ جگہ از جگہ سورت کے آخر تک اسے پڑھ جائے.[3]

زمانۂ نزول سورۃ ھود: عام الحزن:

---

[1] ترمذی: 3297۔

[2] صفۃ الصفوۃ: 3/192۔

[3] تفسیر ابن کثیر: 4/235۔

مفسرین کرام میں سے بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ یہ سورہ ھود، سورہ یونس، سورہ بنی اسرائیل کے بعد نازل ہوئی تھی اور یہ زمانہ جس میں یہ سورت نازل ہوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا انتہائی تکلیف دہ اور سخت دور تھا کیونکہ اس زمانے میں ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو عظیم حادثاتِ فاجعات سے دو چار ہوئے تھے جن میں سے پہلا حادثہ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی وفات تھی۔ وہ نبی ﷺ کی اسلام میں صدقِ دل سے وزیر تھی۔ آپ اپنی ہر طرح کی تکلیف وضرورت انہی سے بیان کرتے اور وہ آپ ﷺ کے سخت ایام میں دل و جان سے آپ کے ساتھ تھی وہ اپنے مال سے آپ کی غمخواری کرتی اور حوصلہ افزا کلام سے آپ کی ڈھارس بندھاتیں۔ اسی عہد میں نبی ﷺ کے چچا ابو طالب فوت ہوئے جو کہ آپ کے لئے ایک ستون تحفظ کا قلعہ اور آپ کی قوم کے مقابلے میں آپ کے معاون ومددگار تھے۔ اسی دور میں نبی ﷺ پر اسی قسم کے مصائب یکے بعد دیگرے آئے حتیٰ کہ اس سال کو "عام الحزن" غموں کا سال قرار دیا گیا۔ ایسے سخت دور میں سورہ ھود کا نزول حضور آپ ﷺ کی حوصلہ افزائی وڈھارس بندھائی اور تسلی وثابت قدمی کا باعث تھی۔ اسی طرح نبی ﷺ کے اہل ایمان اصحاب کے لئے بھی باعث دلجمعی واستقلال تھی اور نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ کے صحابہ کے دلوں میں جو وحشت و تنگی اور اپنے ہی علاقے میں ایک اجنبیت کا احساس تھا، یہ سورت اس کا مداوا بنی۔ اپنے علاقے اور معاشرے کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب وانکار پر جمع ہو گئے اور صحابہ کرام سمیت آپ ﷺ اپنے پنجۂ استبداد میں جکڑ لینے کے درپے ہو گئے یہ سورہ قصص وامثال کی تاثیر کے ذریعے حوصلہ افزائی و دلجمعی، عبرت وموعظت، عزم وہمت اور صبر کی تلقین اور مجاہدۂ نفس پر آمادہ کرنے کا وہ سامان رکھتی ہے جو کسی دوسری سورت میں موجود نہیں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ مَا قَدۡ سَبَقَ ﴾

"اسی طرح ہم آپ کے لئے سابقہ لوگوں کے واقعات بیان کرتے ہیں"۔ (طٰہٰ:99)

﴿ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ﴾

رسولوں کے سب احوال ہم آپ کے سامنے آپ کے دل کی تسکین کے لیے بیان کر رہے ہیں"۔ (ھود:120)

احوال الانبیاء:

نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ یہ ساری کی ساری سورۃ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے لوگوں کے واقعات وقصص بیان کر رہی ہے اور ان میں سے تین تو اولو العزم رسول (حضرت نوح، ابراہیم وموسیٰ علیہم السلام) ہیں۔ ان میں سے ہر آنے والا نبی اپنی قوم سے اسی سلوکِ ناروا کو پاتا ہے جو اس سے پہلے گزرے نبی نے اپنی قوم سے پایا تھا اور ان سب کے بارے میں سورہ یوسف والا یہ ارشاد صادق آتا ہے: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا اسۡتَيۡـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُوۡا جَآءَهُمۡ نَصۡرُنَا ۙ فَنُجِّىَ مَنۡ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاۡسُنَا عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴾

یہاں تک کہ جب رسول اللہ ناامید ہونے لگے اور وہ (قوم کے لوگ) خیال کرنے لگے کہ انہیں جھوٹ کہا گیا تو فوراً ہی ہمارے مدد ان (رسولوں) کے پاس آپہنچی جسے ہم نے چاہا اسے نجات دی گئی بات یہ ہے کہ ہمارا عذاب گنہگاروں سے واپس نہیں کیا جاتا ہے"۔ (یوسف:

(110

مرحلۂ مایوسی:

یہاں اللہ تعالیٰ اس بات کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں مایوسی و ناامیدی کا مرحلہ تب آتا ہے جب رسولوں کی قوموں کے جاہل لوگوں کی طرف سے پے در پے چوٹیں لگیں۔ان کی طرف سے گالی گلوچ اور تکذیب وجھٹلانے کا زور ہو جائے اور وہ لوگ انبیاء کے خلاف سازشوں اور یورشوں میں یکجا ہو جائیں۔ان کا ناک میں دم کیا گیا پھر وہ بار بار موت کے منہ میں جاتے اور اللہ کے فضل سے بچتے رہے یہ سب ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا کیونکہ اللہ کا نظام بدلنے والا نہیں ہے جب کہ انبیاء ورسل علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کے شایان شان یہی ہے کہ وہ صبر و استقلال سے کام لیں اور جمے رہیں یہاں تک کہ اللہ ان کے لیے کسائش کہ فرمادے۔

آغازِ سورت اور تعلیم توحید:

اللہ تعالیٰ نے سورہ ھود کا افتتاح یوں فرمایا ہے:﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ الر كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ[1] أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنَّنِي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ﴾

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔الرٰ ، یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں، پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے [1] یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔(سورھود:1-2)

دعوتِ توحید: دعوتِ انبیاء:

یہ کتاب جس کی آیات محکم و پختہ کی گئی ہے اس کے مضمون کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ زمین میں صرف ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے اور یہ عبادتِ الٰہی اور اس کی طرف دعوت کوئی نئی دعوت نہیں ہے اور نہ ہی صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے بلکہ اول تا آخر تمام انبیاء کرام اپنی اپنی قوم کو اسی کی طرف دعوت دیتے آئے ہیں۔چنانچہ انبیاء کی دعوت کو اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا:﴿اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ﴾

"اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔"(الاعراف:59)

اللہ کے سوا کسی کے لیے ذبح وقربانی نہیں،اللہ کے سوا کسی سے امیدیں وابستہ نہ کرنا اور اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کھائے،اللہ کے سوا کسی سے مدد و تعاون طلب کرنا جائز نہیں،اس کے سوا کسی پر توکل نہ کرے،اللہ ہی سے خوف ورہبت اور اسی سے محبت ورغبت رکھے اور اس کی شریعت کے سوا کسی دوسرے خود ساختہ قانون سے فیصلہ نہ کریں نہ کروائیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تحقیر:

سورہ ھود کی اس آیت (1-2) کے بعد تھوڑا آگے چل کر قصوں اور واقعات کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔پہلے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی

قوم کے مکالمات و مذاکرات آتے ہیں اور ان کی قوم انہیں کہتی ہے جیسا کہ قرآن بتاتا ہے:﴿مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ﴾(سورہ ھود:27)

"ہم تو تجھے اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور تیرے تابعداروں کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ واضح طور پر سوائے نیچ لوگوں کے اور کوئی نہیں جو بے سوچ سمجھے (تمہاری پیروی کر رہے ہیں)، ہم تو تمہاری کسی قسم کی برتری اپنے اوپر نہیں دیکھ رہے، بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھ رہے ہیں۔"

نبی اکرم ﷺ کی تحقیر:

اسی طرح ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی قوم نبی اکرم ﷺ کے سے وہی کہا جو کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا تھا، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ﴾

"جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں ایک بیماری تھی، کہہ رہے تھے ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکا دیا ہے۔"(الأنفال:49)

یہ وہ تحقیر آمیز رویہ اور ذلت آمیز انداز ہے جو کہ ان حقد و بغض اور کینہ و تکبر سے بھرے ہوئے خبیث نفوس سے سرزد ہوتا ہے اور یہی ہے حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر اور کمتر سمجھنا ان کا یہ تحقیر آمیز رویہ مقام نبوت و منصب رسالت سے سرفراز شخصیت اور اولوالعزم پیغمبر کے ساتھ تھا۔ اور پھر آپ ﷺ کے صحابہ اور مخلص ساتھیوں کے ساتھ بھی ذلت آمیز انداز سے ہی پیش آئے اور یہ حق کی اتباع کرنے اور جادۂ حق پر چلنے والے کی تحقیر و تذلیل تھی صرف عار دلانا نہ تھا۔

حق کی قوت وصحت:

حق فی نفسہ (بذاتہ) صحیح ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کی پیروی کرنے والے لوگ بڑے خاندانوں کے ہیں یا نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:" بلکہ حق یہ ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں کہ اہل شرف و کرامت وہی لوگ ہیں جنہوں نے حق کی پیروی کی۔ اگر چہ وہ مالی طور پر غریب و نادار ہی کیوں نہ ہو اور جو لوگ حق کو اختیار کرنے سے انکار کرتے ہیں رذیل و ذلیل اور حقیر تو دراصل وہی ہے وہ چاہے مالی اعتبار سے ہے بڑے مالدار و غنی اور اونچے خاندانوں کے ہی کیوں نہ ہوں۔"[1]

جب روم کے بادشاہ ہرقل نے ابوسفیان سے حضور ﷺ کی صفات کے بارے میں پوچھا تو ایک سوال یہ بھی کیا کہ:قَالَ : وَمَنْ يَتَّبِعُهُ، أَشْرَافُ النَّاسِ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ ؟ قَالَ : قُلْتُ :بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ

اس پیغمبر کی اتباع و پیروی کرنے والے لوگ بڑے خاندان والے مالدار لوگ ہیں یا لوگوں میں سے کمزور طبقہ والے ہیں تو ابوسفیان نے کہا کہ وہ لوگوں میں سے کمزور طبقہ کے لوگ ہے اس پر ہرقل نے کہا تھا:" یہ غریب و کمزور لوگ ہیں رسولوں کے پیروکار ہوا کرتے ہیں۔[2]

بناءِ عزت وشرف:

مسلمانوں اگر بڑے خاندانی معیار کی بنا پر شرف کا حصول ممکن ہوتا تو اسلام حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مقام اتنا بلند نہ کرتا اور نہ ہی شرک

[1] تفسیر ابن کثیر:2/ 443۔

[2] صحیح مسلم:1773۔

کی بنا پر ابولہب جیسے بدبخت کو قعرِ مذلّت میں گراتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا ہے: رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ" (صحیح مسلم)

"کئی لوگ ایسے ہیں جن پر غبار پڑا ہوا ہے، پریشان حالت میں دروازوں پر سے دھکیلے جاتے ہیں لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کرے۔"[1] (یعنی اللہ کے نزدیک مقبول ہیں گو دنیاداروں کی نظروں میں حقیر ہیں)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کھجور پر چڑھے دیکھا کہ ان کی ٹانگیں بہت پتلی پتلی سی ہے اور انہیں تو تیز ہوا ہی ادھر ادھر لئے پھر رہی ہے تو یہ دیکھ کر وہ ہنسے۔ اس پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا يُضْحِكُكُمْ مِنْ دِقَّةِ سَاقَيْهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُمَا أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ أُحُدٍ

"تم ان کی پتلی پتلی پنڈلیوں کو دیکھ کر تعجب کر رہے ہو یہ تو میزان میں جبل اُحد سے بھی زیادہ بھاری ہے۔"[2]

ان ہستیوں جیسے لوگ جنہیں معمولی سمجھا جاتا ہے اور بعض متکبر اور ناک ومنہ چڑھانے والے مغرور اہل حسب ونسب انہیں حقیر سمجھتے ہیں۔ ان کے ایمان باللہ اور توکل علی اللہ کی وجہ سے وہ رفعتیں اور عظمتیں حاصل ہوجاتی ہے کہ ان کے کیا ہی کہنے ہیں حالانکہ قوت کے اعتبار سے وہ بڑے کمزور وضعیف ہوتے ہیں دنیاوالوں میں سے ان کا کوئی حامی ومددگار بھی نہیں ہوتا اور وہ لوگ استقامت ویامردی اور طہارت وپاکیزگی کی راہ کے دلدادہ ہوجاتے ہیں اور وہ آدمی جوکہ بے مروت غیر ذمہ دار ہے اس میں کوئی ذاتی قوت نہیں ہوتی وہ چاہے جتنے بھی درندوں کی کھالوں کے لباس زیب تن کرلیں اور مسلح جنگجوں والی زرہیں پہن لے یا پھر وہ چاہے دنیاداروں میں سے بڑی شان وشوکت والوں کی چال چلتا پھرتا ہے اس میں کوئی بھی حقیقی قوت نہ ہوگی اور یہ بہت ہی اہم سبق اور نصیحت ہے۔

ایک زبردست ملجا ماوی:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک مثال بیان کی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: ﴿قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ﴾

"کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آسرا پکڑ پاتا" (ھود:80)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوطًا، لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ

"حضرت لوط علیہ السلام پر اللہ کی رحمتیں ہوں وہ ایک زبردست آسرے کی پناہ لیا کرتے تھے یعنی اللہ عزوجل ان کا ملجا وماوی تھا۔"[3]

مغرور ومتکبر لوگوں کا انجام:

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ اللہ والوں کو حقیر سمجھنے والوں میں سے کتنے ہی وہ ہوں گے جنہیں اس وقت سخت غم وپریشانی لاحق ہونگی

[1] صحیح مسلم:2622۔
[2] صحیح ابن حبان:7069۔
[3] صحیح مسلم:151۔

جب حقائق کھلیں گے اور روز روشن کی طرح واضح ہو کر سامنے آجائیں گے اور اہل جہنم کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا اس وقت وہ بزبانِ قرآن کہیں گے: ﴿وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِنَ الْأَشْرَارِ [62] أَتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ﴾

"کیا بات ہے کہ وہ لوگ ہمیں دکھائی نہیں دیتے جنہیں ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے [62] کیا ہم نے ہی ان کا مذاق بنا رکھا تھا یا ہماری نگاہیں ان سے ہٹ گئی ہیں۔" (ص:62-63)

اللہ آپ کی حفاظت فرمائے ان کے اس سوال کا جواب بزبانِ الٰہی یہ ہے: ﴿وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾

"اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس کو واقعہ کے مطابق پایا، سو تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو واقعہ کے مطابق پایا وہ کہیں گے ہاں، پھر ایک پکارنے والا دونوں کے درمیان میں پکارے گا کہ اللہ کی مار ہو ان ظالموں پر۔" (الأعراف:44)

مخلصانہ محبت کرنے والے:

سورہ ہود میں وہ قصے اور واقعات بھی مذکور ہیں جو انتہائی اہمیت کے مالک ہے اور ان سے صدقِ مدعی، ان کے دل کی صفائی وستھرائی اور ان کی جعل سازی اور دھوکہ دہی سے پاک اپنے دینی بھائیوں اور قومی وملی ساتھیوں سے مخلصانہ محبت واضح ہوجاتی ہے کیونکہ وہ ان کے لیے وہی چیز پسند کرتے ہیں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں. اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ انہیں بے یارومددگار چھوڑ دینا کتنا خطرناک ہوسکتا ہے اور یہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ اگر کسی باطل معاملے میں ان کی مدد کی گئی تو یہ بات انکے لیے نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے. انہیں نے اس بات کا بھی بخوبی علم ہے کہ یہ بات اللہ تعالی کے نزدیک کتنی بڑی ہے اور وہ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا اثر بھی جانتے ہیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا۔

"اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔"[1]

اور اس کے مظلوم ہونے کی شکل میں اس کی مدد یہ ہے کہ اسے ظالم سے بچایا جائے اور وہ ظالم ہو تو اس کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم سے روکا جائے.

اور مسلمان یہ بھی جانتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے نہ بے یارومددگار چھوڑتا ہے نہ ہی اسے ترک کرتا ہے۔"[2]

یعنی وہ نہ تو اپنے کسی مسلمان بھائی پر ظلم کرتا ہے نہ ہی حق کسی معاملے میں اسے بے یارومددگار چھوڑتا ہے بلکہ اس کی مدد کرتا ہے اور نہ ہی

---

[1] صحیح بخاری:2443۔
[2] صحیح مسلم:2580۔

اسے اس کی نفسانی خواہشات کے حوالے کرتا ہے اور اسے شیطان کے نرغے میں چھوڑتا ہے کہ یہ خواہشات نفس و شیطانی بہکاوے اسے کہیں جادۂ حق و صراط مستقیم سے دور نہ ہٹا دے۔

بنیادی اصول و اخلاقیات:

ان تمام بنیادی اصول و اخلاقیات کو تمام مسلمانوں کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ اپنے دینی بھائیوں کے لئے یہ ضرور ہی اختیار کیے جائے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ماننے والے مومنوں کے سلسلے میں یہی رویہ و اخلاق اختیار فرمایا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ [29] وَيَا قَوْمِ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتُهُمْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾

"میری قوم والو! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا ثواب تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے نہ میں ایمان والوں کو اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں، انہیں اپنے رب سے ملنا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت کر رہے ہو. میری قوم کے لوگو! اگر میں ان مومنوں کو اپنے پاس سے نکال دوں تو اللہ کے مقابلہ میں میری مدد کون کرسکتا ہے؟ کیا تم کچھ بھی نصیحت نہیں پکڑتے.(ھود:29-30)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: "گویا ان لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ مومنوں کو اپنے پاس سے دھتکار دیں اور یہ انہوں نے محض اس لیے کیا کہ وہ مغرور و متکبر لوگ ان کے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھنا اپنی شان و شوکت کے منافی سمجھتے اور اسے کسرِ شان شمار کرتے تھے. انہی جیسے لوگوں نے ایسا ہی مطالبہ نبی آخر الزماں ﷺ سے بھی کیا تھا کہ آپ ﷺ اپنی مجلس سے وہ کمزور وغریب لوگوں کو نکال دے تاکہ وہ مجلس خاص ان لوگوں کے لیے ہو جائے اسی پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمایا تھا: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (الأنعام:52)

"اور ان لوگوں کو نہ نکالیے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں، خاص اسی کی رضامندی کا قصد رکھتے ہیں۔ ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں۔ ورنہ آپ ظلم کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے"۔[1]

حقیقی مسلمان کی صفت:

حقیقی مسلمان اپنے آپ کو ایسی تمام باتوں سے دور رکھتا ہے کہ اپنے بھائیوں کو نقصان پہنچا کر اپنا الو سیدھا کرے، دوسروں سے حسد کرے، بغض رکھیں، فوری مفادات کو منافع پر ترجیح دے، غلط کاموں میں واقع ہو. وہ مشروع نصیحت و خیر خواہی سے دور بھاگے، لوگوں کی رہنمائی اور دعوت و تبلیغ سے دست کشی کرے، انہیں عمل خیر کی ترغیب نہ دلائے، انہیں شرّ سے متنفر نہ کرے، یا اپنی ذات و شخصیت کی عمارت کو دوسرے کی ذات کے ملبے پر تعمیر کرے، اپنی سعادت کو ان کی شقاوت میں تلاش کرے، ہر گز نہیں وہ قطعاً ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنا آغاز ایسے لرزہ براندم کر دینے والے کردار سے کرے اور اچھے انجام کی تمنا کرے. یہ تو درحقیقت برادران یوسف علیہ السلام والا رویہ ہے کہ انہوں

---

[1] تفسیر ابن کثیر: 2/ 444۔

نے کہا تھا:﴿اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ﴾

”یوسف کو تو مار ہی ڈالو یا اسے کسی (نامعلوم) جگہ پھینک دو کہ تمہارے والد کا رخ صرف تمہاری طرف ہی ہو جائے۔اس کے بعد تم نیک ہو جانا (یوسف:9).

نبی ﷺ نے سچ ہی فرمایا ہے:مَنْ أَكَلَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَكْلَةً فَإِنَّ اللهَ يُطْعِمُهُ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ كُسِيَ ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَإِنَّ اللهَ يَكْسُوهُ مِثْلَهُ مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ فَإِنَّ اللهَ يَقُومُ بِهِ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

”جو شخص کسی مسلمان کی بدگوئی کرے کھانا کمائے اور اس میں سے کھائے تو اللہ تعالیٰ اتنا ہی جہنم کا کھانا کھلائے گا یا ایسا کر کے وہ کوئی کپڑا پہنے تو اسے ویسا ہی جہنم سے کپڑا پہنائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کو جو نیک نہ ہو نیک ظاہر کر کے اسے شہرت وریاء کے مقام تک پہنچا دیں تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تشہیر وریاء کے مقام پر کھڑا کر دے گا۔“[1] (ابو داؤد،مستدرک حاکم،مسند احمد) ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں کہ ہم بھی نبی صلی اللہ کی طرح یہ دعا کرے:اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُوعِ، فَإِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيعُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ، فَإِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ

”یا اللہ ہم بھوک سے تیری پناہ مانگتے ہیں جو کہ بہت ہی برا بچھونا ہے اور خیانت سے بھی تیری پناہ مانگتے ہیں کیونکہ یہ بہت ہی بری خصلت ہے۔“[2]

قدوہ واسوۂ حسنہ کی اہمیت:

اے لوگو! سورہ ھود کی واقعات وقصص میں سے بعض دوسرے واقعات وہ ہے جن کے حوالے سے نیک وصالح قدوہ ونمونہ کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ معاشروں کی تعمیر وترقی اور انہیں بلندیوں سے آشنا کرنے کے لئے اس کی کتنی ضرورت واہمیت اور تاثیر ہے۔ خصوصاجب کے نیک وصالح نمونہ کے مالک لوگ بڑی بڑی شخصیات والے ہو جیسے حکام وسلاطین،امراء وعلماء اور لوگوں میں سے بہت بڑی حیثیت کے مالک لوگ۔اور اس چیز کی قوت واہمیت اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب وہ نیک نمونہ اور قدوہ صالحہ، مصلحین ومبلغین اور ان لوگوں میں سے ہوں جو کہ اصلاح احوال کے کام میں مشغول ہے کیونکہ ان کا ایک ایک قدم وعمل کڑی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ان کے افعال باعثِ رغبت ودلچسپی ہوتے ہیں اور ان کے ہر ظاہری قول وعمل پر لوگوں کی گہری نظریں ہوتی ہے۔کتنا ہی برا ہوتا ہے جب وہ کسی چیز سے دوسروں کو روکتا ہے اور پھر لوگ دیکھتے ہیں کہ خود وہ اس کام کا ارتکاب کرتا ہے۔ یا پھر وہ کسی بدعت سے لوگوں کو منع کرتا ہے مگر اس جیسی کسی بدعت میں وہ خود مبتلا ہوتا ہے۔اس طرح اس کی ہیبت اور شان وشوکت کم پڑ جاتی ہے اور اس کی اقتدا کرنے والوں میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور عوام الناس اس کے حق وباطل افعال اور اس کے اچھے اور برے اعمال کو باہم خلط ملط کر بیٹھتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے

---

[1] ابو داؤد:4881۔

[2] ابو داؤد:1547۔

ساتھ لوگوں کے حالات وتعلقات کچھ اس طرح ہو جاتے ہیں کہ: ”جب میں اہل یمن میں سے کسی سے ملتا ہوں تو یمنی ہو جاتا ہوں اور جب میں قبیلہ بنی محفل عدنان سے ملتا ہوں تو عدنانی ہو جاتا ہوں۔“

ایسے لوگوں کو دیکھ کر لوگ رخصتیں تلاش کرنے کے پیچھے لگ جاتے ہے ان کی غلطیوں اور لرزشوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔

قول وعمل میں یکسانیت:

اللہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کی شخصیت گرامی میں ایسے دورُخے کردار سے دور رہنے کی بہترین مثال موجود ہیں، چنانچہ قرآن میں ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾

میرا یہ ارادہ بالکل نہیں کہ تمہارا خلاف کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں، میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہی ہے۔ میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ (ھود:87)

تمام انبیاء کرام کی مشترکہ دعوت کا نچوڑ:

لوگو! کو سورہ ہود میں یکے بعد دیگرے واقعات وقصص سے چلے آتے ہیں ان سب کا تذکرہ اور اس چشمۂ شیریں سے بخوبی سیر ہونا اس مختصر سے خطبے میں ناممکن ہے۔ ورنہ بات بہت طول پکڑ جائے گی البتہ مناسب لگتا ہے کہ ہم اپنی گفتگو کا اختتام اس بات پر کرے کہ تمام کے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دیں اور جب ان کی قوموں نے ان کی دعوت کو قبول نہ کیا تو ان پر طرح طرح کے عذاب نازل ہوئے۔ ان میں سے بعض کی قوم پر اللہ نے پتھروں کی بارش برسائی، بعض کو چنگاڑ نے آپکڑا اور کچھ ایسے تھے جنہیں اللہ تعالی نے زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو اللہ نے پانی میں غرق کر دیا۔ ﴿فَمِنْهُمْ مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَغْرَقْنَا﴾ (العنکبوت:40)

واقعات وقصص اور قوموں کے عذاب کو بیان کر دینے کے بعد اللہ تعالی نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے: ﴿ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْقُرَى نَقُصُّهُ عَلَيْكَ مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ﴾

یہ ان بستیوں کی چند خبریں ہیں جو ہم تجھے بیان کرتے ہیں، ان میں سے کچھ کھڑی ہیں اور کچھ کٹ چکی ہیں۔“ (ھود:100)

﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾

”اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔“ (ھود:102)

نبی ﷺ سے خطاب الٰہی:

اس کے بعد پھر خطاب اللہ نبی اکرم ﷺ کی طرف مڑ جاتا ہے اور اللہ تعالی آپ کو اپنی دعوت کے مواد (توحید باری تعالی) اور ان لوگوں کے

مشرکانہ اعمال کے بارے میں شک وشبہ کرنے سے خبردار کرتے ہوئے فرماتا ہے:﴿فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِمَّا يَعْبُدُ هَؤُلَاءِ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِنْ قَبْلُ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوصٍ﴾

"اس لئے آپ ان چیزوں سے شک وشبہ میں نہ رہیں جنہیں یہ لوگ پوج رہے ہیں، ان کی پوجا تو اس طرح ہے جس طرح ان کے باپ دادوں کی اس سے پہلے تھی۔ ہم ان سب کو ان کا پورا پورا حصہ بغیر کسی کمی کے دینے والے ہی ہیں۔" (هود:109)

یہ جو پورا پورا بلاکم وکاست حصہ دینے سے مراد یہ ہے کہ جنہیں نبوت ورسالت کا پیغام الٰہی پہنچ گیا مگر انھوں نے ان عناد وسرکشی کرتے ہوئے اسے قبول نہ کیا انہیں اللہ تعالی ہلاک کر دے گا۔ وہ بھی اسی طرح مبتلائے عذاب ہو گے جیسا کہ انکے آباؤ اجداد ہوئے تھے۔ خبردار یہ انتہائی تو انتہائی پریشان کن دھمکی اور قلق واضطرب میں مبتلا کر دینے والی وارننگ ہے اور نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت اور قوم کے مستقبل پر خوف کھاتے رہنے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں بڑھاپے کی چاندی سفیدی داخل کر دی کیونکہ آپ ﷺ نہیں چاہتے تھے آپ کی قوم وامت کا بھی ایسا ہی برا انجام ہو جیسا ان پہلی امتوں کا ہوا۔ اس لئے نبی ﷺ نے فرمایا: كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى۔

میری امت کا ہر فرد جنت میں داخل ہو جائے گا سوائے اس کے جس نے داخل ہونے سے انکار کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ جنت میں داخل ہونے سے کون انکار کرسکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی تو وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا جنت میں داخل ہونے سے انکار کیا۔"[1] (صحیح بخاری)

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

[1] صحیح بخاری:7280۔

فتنۂ تکفیر اور منہج اعتدال

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

22/7/1424ھ، 19/9/2003ء

لوگو! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ عزوجل کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں. اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ کا تقوی اختیار کرو کیونکہ یہ تقوی ایک ڈھال ہے جس سے بچاؤ کرنے والے اپنا بچاؤ کرتے ہیں۔ اور اللہ کا خوف وخشیت ایک مضبوط آہنی کنڈا ہے جسے پکڑنے والے تھامتے ہیں اور فرائض کی ادائیگی اور حرام اشیاء وامور سے اجتناب کرنے کا وہ اعلی وسیلہ ہے جسے تلاش کرنے والے لوگ اپنے لئے وسیلہ بناتے ہیں۔

مقاصد شریعت:

مسلمانو! جو شخص عبادات ومعاملات، آداب واخلاق اور اوامر ونواہی میں پائے جانے والے مقاصد شریعت پر غور وفکر کرے۔ اس کے سامنے ایک بہت بڑا مقصد اور ایک بلند علم یہ آتا ہے کہ ان سے مقصد باہمی اتحاد واتفاق پیدا کرنا، دلوں میں محبت کی تخم ریزی کرنا، الفتوں کے بیج بونا، افراد امت میں پیار ومحبت کو پھیلانا، باہمی مدد ونصرت پر آمادہ کرنا، عداوت ودشمنی کے اسباب سے دور رہنا، نفرت پر اکسانے والے جذبات سے بچانا اور دلوں میں حقد وبغض اور میل پیدا کرنے سے دور ہٹانا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان عبادات وغیرہ کے مقاصد میں سے ہی ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے پر طعن وتشنیع کرنے، انہیں عیب دینے، اشاروں کنایوں کے ذریعے ان کی ذلت وہتک کرنے اور ان کے بھیدوں کو آشکارا کرنے، رازوں کو افشاء کرنے، ان کی پوشیدہ کوتاہیوں کو ٹٹولنے اور ننگا کرنے، ان سے بدظنی رکھنے اور انہیں بدعت، کفر، نفاق، فسق وظلم اور جہالت جیسے بہتان لگانے سے سختی کے ساتھ خبردار کرنا ہے۔

اتحاد کی برکات:

مسلمانو! مسلمانوں کا اتحاد واتفاق اللہ کی شریعت کو قائم ونافذ کرنے، اسلام کے شعائر اور شعار کا اظہار کرنے، بر وتقوی کے کام میں باہمی تعاون کرنے، نیکیوں کا حکم دینے، برائیوں سے روکنے اور ہر مسلمان کے ساتھ مشفقانہ خیر وخواہی کرنے کا وسیلہ وذریعہ ہے۔ اور مسلمانوں میں اس وقت تک قوت پیدا نہیں ہوسکتی، نہ ان کی بات کا اثر ونفوذ ہوسکتا ہے اور نہ ہی ان کا دفاع مضبوط ہوسکتا ہے جب تک کہ ان میں باہمی مدد ونصرت اور تعاون نہ ہو۔

ملت کفر کا چھپٹ پڑنا:

برادران اسلام! نیرنگی زمان، فتنوں کی گمراہیاں، دشمنوں کا باہمی گٹھ جوڑ اور غیر مسلم قوموں کا بھوکوں کے کھانے پر چھپٹ پڑنے کا موجودہ انداز اپنے بھائیوں کے خیر خواہ اور اپنی امت کے تمام غیور مسلمانوں کو اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ وہ دانستہ یا نادانستہ دشمنوں کے ہاتھوں کا کھلونا اور آلہ کار نہ بنیں اور اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو گالیاں نہ دیں، کسی کی تحقیر وتذلیل نہ کریں، کسی میں عیب ونقص نہ نکالیں، کسی کو

بدعتی اور کسی کو کافر قرار نہ دیں اور اس حد کو نہ جالیں کہ شائد کوئی کافر تو اس کی بد زبان سے بچ جائے مگر مسلمان کوئی نہ بچنے پائے۔

فتنہ تکفیر:

اللہ کے بندو! اللہ آپ کی حفاظت فرمائے آج ہم ایک خطرناک فتنے کی طرف توجہ دلانے کے لئے آپ کو دعوت دینے جا رہے ہیں جس فتنے نے بعض ملکوں اور جماعتوں میں سر اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ تمام اہل علم و ایمان، اہل فضل صلاح، اہل دین اور غیرت مند مسلمانوں کے لئے لازمی ہے کہ وہ اس فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور دوسروں کو اس سے خبردار کریں، اور خود بھی اس سے بچ کر رہیں۔ سلف صالحین امت نے اس فتنے سے خبردار کیا، اس کے خطرات ونقصانات کو واضح کیا اور یہ فتنہ ہے ”مسئلہ تکفیر“ یعنی ایک مسلمان کا اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو کافر قرار دینا۔

کسی مسلمان کے بارے میں ظالمانہ فتوی صادر کر دینا کہ وہ ملت اسلام سے خارج ہوگیا ہے۔ اور اسے اہل کفر و شرک میں شمار کرنا اور پورے جزم کے ساتھ یہ کہنا کہ وہ قطعی جہنمی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔۔۔ عیاذ باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسئلہ تکفیر بہت بڑے مسائل اور عظیم قضایا میں سے ہے اور اس کے بہت برے اثرات رونما ہوتے ہیں۔ لہٰذا کسی مسلمان کے لئے یہ حلال و روا نہیں کہ وہ اس فعل تکفیر کا ارتکاب کرے سوائے اس کے کہ اس کے پاس اللہ کی کتاب سے کوئی دلیل وہ ہو جو دلالت میں دوپہر کے سورج سے بھی زیادہ روشن وواضح ہو۔

علماء سلف اور علماء خلف سبھی نے اس مسئلے کی خطرناکی پر متنبہ کیا ہے۔ اور اس کے کیا کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اور دنیا و آخرت میں اس کے کیا کیا نتائج نکلتے ہیں ان سب چیزوں کو اہل علم نے خوب بیان کیا ہے۔

(1) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

”یہ بات بخوبی ذہن نشین کر لیں کہ مسائل تکفیر و تفسیق، ان مسائل اسماء و احکام میں سے ہیں جن سے دار آخرت میں وعدہ و وعید کا تعلق ہے اور انہی کسی کے مسائل سے محبت و عداوت کا تعلق ہے ایسے ہی انہی سے کسی کے قتل یا اس کے خون کے معصوم و حرمت والا ہونے کا بھی واسطہ ہے اور اس دنیا کے کئی دیگر معاملات کا بھی انہی سے علاقہ ہے۔ اللہ تعالی نے مومنوں کے لئے جنت واجب کی ہے اور کافروں کے لئے جنت حرام قرار دی ہے اور یہ کلی احکام بروقت اور ہر جگہ کے لئے یکساں ہیں۔[1]

(2) امام ابن الوزیر رحمہ اللہ:

مسلمانوں کی جماعتوں اور اسلام کی طرف منسوب علماء کے گروہوں کو ملت اسلامیہ سے خارج قرار دینے اور انہیں کافر سمجھنے میں اور انہیں اسلام میں داخل ماننے، ان کے ذریعے اسلام کی مدد و نصرت کرنے، ان کے تعاون سے مسلمانوں کی تعداد بڑھانے اور ان کے دست و بازو کو مضبوط کرنے اور اسلام کو تقویت دینے میں کتنا فرق ہے۔ انہیں کافر قرار دینے کی کوشش کرنا حلال و جائز نہیں اور وہ بھی ان دلائل

1) مجموع الفتاوی: 12/ 468۔

سے جوکہ دوسرے ان دلائل معارض ومخالف ہیں جوکہ ان سے زیادہ قوی یا کم ازکم انہی کے درجہ کے ہیں اوران دلائل سے مسلمانوں میں اتحاد واتفاق کو بھی مدد ملتی ہے، وہ اسلام کی تقویت کا باعث بھی ہیں، ان کی بدولت خونریزی کا خاتمہ ہوتا ہے اورفتنوں کی آنچ دھیمی پڑتی ہے۔

آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

خارجیوں کوسخت سزائیں دی گئیں اوران کی شدید مذمت کی گئی کیونکہ انہوں نے گناہ گارمسلمانوں کو کافرقرار دے دیا تھا۔خود دوسروں کو کافر قرار دینے والے بھی کسی ایسے فعل کاارتکاب کرسکتے ہیں جس فعل پر وہ دوسروں کو کافرقرار دیتے ہیں ۔ یہ دین میں انتہائی خطرناک اقدام ہے لہذااس سے سخت پرہیز کرنا چاہیئے۔

(3) شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ:

شیخ الاسلام امام الدعوہ کے بیٹے شیخ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ لکھتے ہیں:

"مختصر یہ کہ جوشخص اپنے نفس کا خیرخواہ ہواسے چاہیے کہ وہ اللہ کی طرف سے علم وبرہان کے بغیر اس مسئلہ پر زبان نہ کھولے اورکسی مسلمان کو محض اپنے فہم اورعقلی استحسان کی بناء پر اسلام سے خارج نہ کردے۔کسی کو اسلام سے خارج کردینا امور دین میں سے ایک بہت بڑااقدام ہے۔"

(3) امام شوکانی رحمہ اللہ:

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ بات ذہن میں بٹھالیں کہ کسی مسلمان آدمی کے بارے میں یہ حکم وفتوی صادر کردینا کہ وہ دین اسلام سے خارج اورکفر میں داخل ہوچکا ہے۔ یہ بات کسی بھی اللہ پر ایمان رکھنے اورروز قیامت پر یقین والے شخص کے لئے روا نہیں سوائے اس کے کہ اس بات پر دوپہر کے سورج سے بھی زیادہ واضح روشن دلیل وبرہان قائم ہوجائے۔کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی نبی اکرم ﷺ کی صحیح احادیث میں یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا ۔

جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی سے کہا: اے کافر! توان دونوں میں سے کوئی ایک اسی نام کا مستحق ہوجائے گا۔[1]

جبکہ ایک دوسری روایت میں یوں ہے: وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللهِ، وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ

جس نے کسی مسلمان کو کفر کے ساتھ مخاطب کیا اسے کہا: اے اللہ کے دشمن اوروہ ایسا نہ ہوا تو یہ نام خود کہنے والے پر لوٹ آئیں گے۔[2]

ایک اورحدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: وَمَنْ رَمَى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ ۔

جس نے کسی مومن کو کافر قرار دیا، اس نے اسے گویا قتل کردیا۔[3]

(4) امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ: مذکورہ احادیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے امام ابن دقیق العید کہتے ہیں:

---

1) صحیح بخاری:

2) صحیح بخاری:

3) صحیح بخاری:

"کسی مسلمان کو کافر قرار دینے والے کے لئے یہ بڑی سخت وعید ہے جب کہ وہ ایسا نہ ہو"

اسی طرح وہ لکھتے ہیں:

"یہ ایسی دلدل ہے کہ علماء کرام کی بہت بڑی تعداد اس میں مبتلا ہو چکی ہے۔ انہوں نے عقائد میں باہم اختلاف کیا اور ایک دوسرے کو کافر قرار دے دیا۔"

تکفیر: حق الٰہی:

مسلمانو! کسی کو کافر قرار دینا یا کسی کا کافر ہونا ایک شرعی حکم وامر ہے۔ کافر وہ ہے جسے اللہ تعالی یا اس کا رسول ﷺ کافر قرار دیں۔ کافر قرار دینا کسی دوسرے کا حق نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو صرف اللہ تعالی کا حق ہے۔

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یہی وجہ ہے کہ اہل علم اور اہل سنت اپنے مخالف کو کافر نہیں کہا کرتے تھے اگر چہ وہ مخالف انہیں کافر قرار دیا کرتا تھا۔ اپنے مخالف کا انہی کلمات میں ردّ کرے یا بدلہ لے جیسے اگر آپ پر کوئی جھوٹ بولے تو بدلہ میں آپ اس پر جھوٹ نہیں بولیں۔ کیونکہ جھوٹ اللہ کی طرف سے حرام ہے، اسی طرح ہی تکفیر بھی اللہ کا حق ہے لہذا ایسے کسی شخص کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا۔ جسے اللہ نے اس کے رسول اللہ ﷺ نے کافر قرار نہ دیا ہو۔[1]

اور آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

"دین سے نکل جانے والے خوارج جن سے جنگ کرنے کا نبی اکرم ﷺ نے حکم فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ وتابعین میں سے دوسرے آئمہ دین نے ان سے جنگ کی اور ان خوارج کی گمراہی کتاب وسنت سے ثابت ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود آئمہ میں سے کسی نے انہیں کافر قرار نہیں دیا البتہ ان سے جنگ کی گئی جو کہ ان کے باغیانہ رویہ اور سرکشی کی وجہ سے تھی۔ لہذا ایسے گروہ یا جماعتیں جنہوں نے باہم اختلاف کیا اور بعض مسائل میں ان پر حق مخفی ومشتبہ رہ گیا اور ان سے بھی بڑے اہل علم گروہ نے اس میں غلطی کی۔ ایسے میں کسی جماعت کو حق نہیں کہ وہ دوسرے گروہ کو کافر کہے اور نہ ہی اس کا مال یا جان حلال سمجھے۔[2]

اس سے آگے جا کر وہ تحریر فرماتے ہیں:

"جہمیہ کو کافر قرار دینا سلف صالحین امت کے نزدیک معروف ہے لیکن وہ انہیں نام بنام کافر قرار نہیں دیا کرتے تھے بلکہ جو شخص کسی بات کی طرف دعوت دیتا ہے وہ اس شخص سے بڑھ کر ہوتا ہے جو اس کا قائل ہے اور جو شخص مخالف کا ردّ کرتا اور اسے سزا دیتا ہے وہ اس سے بڑھ کر ہوتا ہے جو کہ اس کی طرف محض دعوت دیتا ہے۔ اور جو شخص اپنے مخالف کو کافر قرار دیتا ہے وہ اس سے بڑھ کر ہے جو کہ اسے محض سزا دیتا اور اس کا رد کرتا ہے۔ اور اس سب کچھ کے باوجود بعض حکمران جو کہ جہمیہ کا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے اور یہ نظریہ رکھتے

---

1) الردّ علی البکری: 2/492۔

2) مجموع الفتاوی: 3/282-283۔

تھے کہ: "آخرت میں بھی اللہ کا دیدار نہ ہوگا" اور لوگوں کو اس بات کا اقرار کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ انہیں آزمائش وامتحان میں ڈالتے اور اگر کوئی اس بات کو قبول نہ کرتا تو انہیں سزائیں دیتے تھے اور جو ان کی بات نہ مانتا اسے وہ کافر بھی قرار دیا کرتے تھے۔ اس سب کچھ کے باوجود امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کے لئے رحم کی دعائیں کیں اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت وبخشش طلب کی اور یہ اس لئے کہ انہیں اس بات کا علم تھا کہ ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی تکذیب نہیں کی بلکہ انہوں نے تاویل کی مگر اس میں غلطی کر گئے اور ایسا کہنے والوں کی تقلید میں لگ گئے۔"[1]

بلکہ شیخ الاسلام نے تو اس سے آگے چل کر یہ بھی فرمایا ہے:

"امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جہمیوں کے پیچھے نمازیں بھی پڑھیں جب کہ انہوں نے لوگوں کو اپنے نظریات کی طرف دعوت دی۔ لوگوں کو امتحان میں مبتلا کیا اور جن لوگوں نے ان کی موافقت نہ کی انہیں سخت سزائیں دیں۔ امام احمد اور ان جیسے دیگر اساطین علم نے انہیں کافر قرار نہیں دیا۔ بلکہ وہ انہیں اہل ایمان سمجھتے، ان کی امامت کا اعتراف کرتے، ان کے لئے دعائیں کرتے اور ان کا اہتمام کرنا مناسب سمجھتے تھے اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے، ان کے ساتھ حج کرنے اور ان کے پہلو بہ پہلو جہاد کرنے کو ضروری سمجھتے تھے اور ان کی حکومت کی بغاوت کرنے کو ناجائز سمجھتے اور اس سے منع کیا کرتے تھے۔ وہ اور دیگر آئمہ دین ان جہمیوں کے اقوال باطل کا انکار کرتے تھے جو کہ کفر عظیم پر مبنی تھے۔ اگرچہ وہ لوگ خود نہیں جانتے تھے کہ ان کے وہ اقوال انتہائی کفریہ ہیں۔ امام صاحب ان کا انکار کرتے اور انہیں رد کرنے کے لئے حسب استطاعت کوشش کرتے تھے اور اس طرح وہ اظہار حق اور غلبہ دین وسنت کے لئے اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت اور ملحد جہمیوں کی پیدا کردہ بدعات کے انکار ورد اور افراد امت وآئمہ مؤمنین کے حقوق کا خیال رکھنے جیسی تمام صفات کو یکجا کر لیتے تھے اگرچہ کہ وہ جہمیہ جاہل، اہل بدعت ظالم اور فاسق وفاجر لوگ تھے۔"[2]

مسلمانو! صورت احوال جب ایسی ہے تو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ ایمان وکفر کا مقام دل ہے اور دلوں کے بھیدوں کی اطلاع اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہوتی۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

"جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے، وہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو بلکہ وہ (دل سے اور) دل کھول کر کفر کرے. تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا سخت عذاب ہوگا۔ (النحل:۱۰۶)

اصل کفر اور غیر ارادی کفریہ کلمات:

اللہ تعالی اپنی پناہ میں رکھے۔ کافر وہ ہے جس نے کفر کے لئے اپنے دل کو کھول دیا۔ لہٰذا کافر ہونے کے لئے کفر پر شرح صدر اور دل کا اطمینان ضروری ہے اور یہ کہ اس کا دل اس پر خوب پرسکون ہو. لہٰذا شرعی عقائد میں واقع ہونے والے محض اضطرابات کیفیت اور بے قراری

1) مجموع الفتاوی: 23/348-349۔
2) مجموع الفتاوی: 7/507-508۔

کی کیفیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔خصوصاً جب ایسی اضطراری کیفیت لاعلمی پر مبنی ہو اور اہل اسلام کی مخالفت کا پورے جزم سے جذبہ بھی نہ رکھے۔ اگر ایسے کسی شخص سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جائے جس سے وہ شخص اسلام سے خروج وملت کفر میں داخل ہونے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو ایسے کسی لفظ کا اعتبار نہ کیا جائے گا جو کسی مسلمان کے منہ سے غیر ارادی طور پر نکل جائے اور وہ لفظ کفر پر دلالت کرتا ہو مگر وہ اس کے معنی کا اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ اگرچہ یہ سارے امور ہی انتہائی قابل نکیر، حرام اور ممنوع ہیں۔اور ایسے کسی بھی لفظ کو ادا کرنے والے شخص پر نکیر کرنی چاہیے اور اسے ایسے الفاظ سے خوب پرہیز کرنا چاہیے اور اس سلسلہ میں حق بات کی وصیت کرنی چاہیے لیکن اس شخص کے کافر ہو جانے کا حکم وفتوی اور جزم ویقین نہیں کرنا چاہیے۔

لرزشیں:

مسلمانو! مسئلہ تکفیر میں بڑوں بڑوں کے قدموں میں لرزش آگئی ہے جو نہیں آنی چاہیے تھی۔ بڑے بڑے اہل فہم وفراست بہک گئے ہیں جنہیں کہ نہیں بہکنا چاہتے تھا۔ زبانیں اور قلمیں بلا علم و برہان ہی اس رو میں بہہ گئے ہیں جب کہ اس معاملہ میں خوب احتیاط و پرہیز کی ضرورت اور انہیں ان امور سے بچانا ضروری ہے جس کا مقابلہ کوئی چیز نہیں کرسکتی، اسی طرح مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ تفریق، نفرت اور نا اتفاقی کا نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر شخص اپنی رائے پر اڑ جاتا ہے، ہر شخص صرف اپنے آپ کو ہی درجۂ کمال پر براجمان سمجھتا ہے، ہر شخص اپنے ہی مذہب ومسلک کو پسند کرتا ہے اور وہ صرف اپنی ذات اور صرف اپنے اہل وعیال کے سلسلہ میں ہی غیرت کھانے لگتا ہے وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے ان کے مسلک کو بیکار جانتا اور ان کی گرد غبار اڑاتا اور ان پر کیچڑ اچھالتا ہے۔ ایسے میں دلوں میں نفرت بھر جاتی ہے اور ایک دوسرے سے قطع تعلقی کی نوبت آجاتی ہے اور دعوت الی اللہ کا کام کمزوری میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور علم کا فائدہ کم پڑ جاتا ہے اور دعوت وتبلیغ کی قبولیت ماند پڑ جاتی ہے۔ دشمن زور کر جاتا ہے اور قسم ہے اللہ کی دشمن یہی (تفرقہ وتنافر بین المسلمین) ہی تو چاہتے ہیں ---فلا حول ولا قوۃ الا باللہ--

ارشاد الٰہی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے باہر) نکلو تو تحقیق کرلیا کرو اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو، اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ اٹھاؤ، اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔ تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو (آئندہ) تحقیق کرلیا کرو اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ کو سب کی خبر ہے۔(النساء:۹۴)

اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ مسلمانو! جب تکفیر کی خطرناکی، اس کا ایک بہت بڑا اقدام ہونے اور قول تکفیر کے بہت ہی شدید ہونے کی بات طے کی جارہی ہو تو اس کا یہ معنی بھی ہرگز نہیں ہوتا کہ مسائل کے سلسلہ میں تساہل و سستی کا مظاہرہ کیا جائے اور اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ ارتداد کا دروازہ ہی بند کردیا جائے۔اور جو شخص دلیل و برہان کے ساتھ کافر ثابت ہو جائے اس کے بھی ایمان دار ہونے کا فیصلہ صادر کردیا جائے۔اور

کفر کے لئے جسے شرح صدر حاصل ہو اور سرکشی پر اترا ہوا ہو اسے بھی مومن ہی مانا جائے ۔ ہر گز نہیں، بلکہ دراصل مقصود اس مسئلے کی خطرناکی کو بیان کرنا اور اس کے ابواب میں گھسنے سے اور اس کا فتوی دینے کی جرأت و جسارت سے گریز کیا جائے ۔ یہاں تک کہ بعض اہل علم نے تو یہاں تک کہا ہے:

"اگر آپ مر جائیں اور آپ نے فرعون کے بارے میں کوئی لفظ نہ کہا ہو تو قیامت کے دن اللہ آپ کو اس بات پر نہیں پکڑے گا"

اللہ آپ پر رحم فرمائے ۔۔۔۔اہل علم کے نزدیک تکفیر بڑا ہی خطرناک مسئلہ ہے ۔اس کی کئی شرطیں اور موانع ہیں جنہیں اہل علم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کو وہ نصوص نہیں پہنچیں جو کہ حق کی معرفت حاصل کرنے کو واجب قرار دیتی ہیں ۔

اور یہ بھی ہو کہ اس کے پاس وہ نصوص تو ہوں مگر وہ اس کے یہاں ثابت نہ ہوں یا وہ انہیں سمجھ نہ پایا ہو ۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ بعض شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جن کی بناء پر اللہ اسے معذور قرار دے دے ۔جو شخص اہل ایمان میں سے ہو اور طلب وتلاش حق کے لئے اجتہاد وکوشش کرے مگر غلطی کر جائے تو اللہ اس کی وہ غلطی بخش دے گا وہ شخص چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو اور وہ مسئلہ نظری واعتقادی ہو یا عملی ۔

نبی اکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ،جمہور آئمہ اسلام اور اہل علم کی یہی رائے ہے ۔وہ کبھی کسی کام کے کفر ہونے کا فیصلہ دیتے ہیں اور وہ اس بات کا فیصلہ نہیں دیتے کہ جو بھی اس کام میں واقع ہو گیا وہ ملت سے خارج (کافر) ہو گیا ۔کیونکہ اس کے کافر قرار دیئے جانے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے پاس کوئی قابل قبول عذر (سوءفہمی یا شبہ وغیرہ) نہ ہو ۔اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے ۔اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اپنی زبانوں کو کنڑول میں رکھو ۔شیطان تمہیں کسی کی دشمنی پر آمادہ نہ کر دے اور تم حق پر متحد ومتفق رہو، ارشاد الہی ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

اور نیکی و پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو، اور گناہ وظلم کی باتوں میں باہم مدد وتعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ بڑے سخت عذاب والا ہے ۔" (المائدہ:3)

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

سعودی عرب (جزیرہ عربیہ) کے امتیازات وخدمات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ

29/17/1424ھ 26/9/2003ء

اللہ کے بندو! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو بھی اللہ کا تقوی وخوف اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ یہی تمام بھلائیوں کا مجموعہ، برکتوں کا سرچشمہ، رحمتوں کا مصدر، ظلمات و اندھیروں کو بھگانے والا نور، اعلی و بلند درجات تک ترقی پانے کا ذریعہ، تنزل کی کھڈوں میں گرنے سے حفاظت کا باعث اور گناہ و برائیوں کا کفارہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

اے ایمان والو! اللہ کا تقوی و ڈر اختیار کرو اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ، وہ تمہیں اپنی رحمت سے دوگنا اجر عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے روشنی مہیا کر دے گا، جس میں چلو گے اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (الحدید: 28)

مبادیات امتیازات:

مسلمانو! امتوں کی بقاء کا بھید، شعوب وقبائل کے فخر کا باعث، عظمتوں کی عمارت کی بنیاد اور تہذیبوں کی رفعت ونیک نامی کی بنیاد، مبادیات و اصول اور امتیازات کے قواعد پر قائم ہوتی ہے، اس کا وجود اخلاق و اقدار کے سایوں میں پنپنا ہے۔

تاریخ کے جھروکوں میں جھانکنے والا جب تہذیبوں کے مٹنے، عظمتوں کے پامال ہونے، شعوب وقبائل کے ٹوٹنے اور امتوں کے بحرانوں کے اسباب کا احاطہ کرنے کی کوششوں کرے گا تو اسے بآسانی پتہ چل جائے گا کہ ان تمام امور کا اصل سبب مبادیات و اصولوں میں کوتاہیوں اور اپنے امتیازات سے دست برداری ہے۔

ہدایت عالم کا نقطۂ آغاز:

اللہ جل وجلالہ نے ہم امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے افراد پر یہ احسان عظیم فرمایا ہے کہ ہمیں یہ دین اسلام عطا فرمایا ہے جو کہ قوی و سیدھا ہے اور اپنی خاص حکمتوں کے پیش نظر۔ اور اس کا ہر کام ہی انتہائی حکمت و دانائی پر مبنی ہوتا ہے۔ اس نے اس جزیرۂ عربیہ کو اس غرض سے منتخب فرمایا کہ یہ دین اسلام کے روئے زمین پر بسنے والی تمام اقوام ومخلوقات تک پہنچنے کا نقطہ آغاز ہو۔

فرقہ ناجیہ ومنصورہ:

مسلمانو! لوگوں کی دنیا میں بیشمار تہذیبیں قائم ہوئیں اور طرح طرح کے بحرانوں میں مبتلا ہو کر اجڑیں۔ لیکن پوری تاریخ میں افراد اور امتوں کی زندگی کا سب سے اہم ترین مسئلہ ان کے ذاتی امتیازات اور منہج کا مسئلہ وقضیہ ہے۔ اور اس امت محمدیہ پر اللہ تعالی کا یہ احسان و کرم ہے کہ اس نے اسے تباہی و بربادی اور بیخ کنی سے بچایا ہوا ہے۔ اور یہ فیصلہ فرما رکھا ہے کہ ایک فاتح ومنصور گروہ اور نجات پانے والی جماعت کا وجود قیامت تک قائم رہے گا، توحید کا جھنڈا کبھی سرنگوں نہیں ہوگا اور نہ ہی کبھی اسلام کی صدائیں منقطع ہونگی۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿هُوَ

الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾

اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان (باطلہ) پر غالب کر دے، اگر چہ یہ بات مشرکوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔(التوبہ:33)

صحیح بخاری ومسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذَلِكَ۔

میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم وغالب رہے گا یہاں تک کہ ان کے پاس اللہ کا حکم (موت یا قیامت) آجائے گی اور وہ حق پر قائم وغالب ہی ہونگے۔[1] (بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور منت واحسان سے عقیدہ توحید کی اقامت کی توفیق ارزاں فرماتا رہے گا اور شریعت اسلامیہ کو تمکین واقتدار اور غلبہ عطا کرتا رہے گا۔ اگر چہ ضعف وکمزوری کے اسباب وعوامل موجود ہیں اور اسلام واہل اسلام کو طرح طرح کے چیلنجوں کا سامنا ہے جن کے نتیجے میں امت وہن وکمزوری میں مبتلا ہو رہی ہے اور اس کے زخموں سے چور وکمزور جسم کے کئی اعضاء کو بیماریاں گھیرے میں لیتی جا رہی ہیں۔لیکن پھر بھی اللہ اس دین کو غالب ہی رکھے گا۔

دوامِ اسلام:

برادرانِ عقیدہ! اس امت کے مختلف ادوار واطوار پر گہری نظر رکھنے اور غور وخوض کرنے والا شخص یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اللہ کے فضل سے نبی اکرم ﷺ نے اسلامی تہذیب کے قلعے کی بنیاد رکھی ہے تب سے آج تک اس کے انوار وروشنیاں کبھی نہیں بجھیں اور نہ ہی کبھی اس کی گاڑی کہیں رکی ہے۔ ہاں.. اسلام کی شمع کو بجھانے کی کوششیں کی جاتی رہیں اور اس چراغ کو بجھانے کی وہ کوششیں آج بھی جاری ہیں اور اہل اسلام کو ان کی مادی ومعنوی امکانیات سے تہی دست کرنے کی تمام تر چارہ سازیاں ہوتی رہیں اور ہو رہی ہیں انہیں ان کے حقوق سے محروم کیا گیا۔ ان کے عقائد وفکر، تعلیم وتربیت اور ذرائع ابلاغ واطلاعات پر یلغاریں کی گئیں لیکن اللہ نے ان کی تمام کوششوں کو ناکام کر دیا اور ان کی ایسی ہر خواہش پوری کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے اس نور اسلام کو مکمل فرمایا۔ اگر چہ یہ بات کافروں کے لئے انتہائی ناگوار ہے۔

مغربی آلہ کاروں کی ناکام کوششیں اور حفظ الٰہی:

برادرانِ ایمان: اللہ نے اس جزیرۂ عربیہ کو منتخب فرما لیا تاکہ یہ اسلام کے دائمی پیغام کا مرکز قرار پائے، اس کی وحی کے نزول کی جگہ بنے، اس کے نبی ﷺ کی دعوت کا گہوارہ ثابت ہو، اس کے بندوں کا قبلہ اور ان کے دلوں کی کشش کی جگہ اور محل ثقل ہو اور ان کے مناسک حج و عمرہ کی ادائیگی کا مقام بنے۔ اس ملک کا امن تمام ممالک کا امن ہے اور اسکے ایمان کا نور ساری دنیا میں اللہ کے فضل وکرم سے چمک رہا ہے۔ یہ ملک تمام ممالک کے ان تمام لوگوں کا ملجا وماوی ہے جنہیں دین کے سلسلہ میں مشکلات ومصائب کا سامنا ہو، یہ ہدایت کے قلعوں میں

---

1) صحیح مسلم:1920۔

سے ایک مضبوط قلعہ ہے اور ایک بلند بام چٹان ہے جس کے سامنے دشمن کے تمام تیر بیکار ہیں اور اس کی رفعت و بلندی کے آگے ہلاکتوں کے تمام عوامل و اسباب مٹ کر رہ جاتے ہیں، یہ اسلام کا مینار ہے، ایمان کی آماجگاہ، عقیدے کا گہوارہ، تہذیب کا مرکز اور عالم اسلامی کے لئے قیادت و سیادت، اقتدار و حکومت اور ہدایت کا نقطۂ آغاز ہے، یہ وجود اسلامی کے چہرے کا آخری خط اور عقائد و ایمانیات کے دفاع کی دیوار کا آخری حصہ ہے۔ یہ شریعت اسلامیہ کا گہوارہ اور اس کا دائمی پایۂ تخت ہے، یہ امت کا راس المال اور ان کے فوائد و منافع میں سے قیمتی ترین چیز ہے۔اس کا مقام دنیا میں ایسے ہی ہے جیسے انسانی جسم میں دل کا مقام ہوتا ہے، اس ملک کی اللہ نے خود حفاظت فرمائی ہے اور آج تک استعماری طاقتوں کے نجس پاؤں اس میں داخل نہیں ہو سکے. اسے اللہ نے سلامتی عطا کر رکھی ہے اور اس کے امن و امان کو کسی لاپرواہ اور غیر مسلم اقوام کے آلۂ کار لوگوں کے ہاتھ تہہ بالا نہیں کر سکے۔اس ملک میں دہشت گردی اور تخریبی کاروائیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے اور نہ ہی ایسے دوسرے مجرمانہ افعال و حرکات کی کوئی گنجائش ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے چپے چپے میں امن کی دولت پھیلا رکھی ہے. فلہ الحمد والمنہ۔

ہر حقیقی مسلمان کا دل اسلام کے قبلہ پر تمکین و تسلط حاصل ہوئے رہنے سے مسرور ہو گا جو کہ اس کی دعوت کا بہت بڑا نقطۂ ابتداء ہے اور ہر مسلمان اس وقت خوشی و فرحت محسوس کرتا ہے جب وہ عقیدے کی صفائی دیکھتا ہے اور جب وہ حج و عمرے کے دوران مکمل امن و راحت پاتا ہے تو کیف و سرور میں وہ جھومنے لگتا ہے جبکہ کبھی یہی سفر حج اتنا کٹھن تھا کہ موت و حیات کا سفر قرار دیا جا تا رہا ہے، اس نعمت امن و امان پر اول و آخر اور ظاہر و باطن تمام تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں۔

جزیرہ عربیہ کا ماضی:

مسلمانو! اس جزیرہ عربیہ پر ایک طویل زمانہ وہ بھی گزرا ہے کہ یہاں کوئی قابل ذکر چیز نہ تھی سوائے اس کے کہ ہر طرف ظلم کا بازار گرم تھا۔ڈاکہ زنی و چوری چکاری تھی، لوٹ کھسوٹ ناخواندگی و لاعلمی اور جہالت و گمراہی تھی. قتل و غارت گری اور اندھیر نگری تھی۔ یہ علاقہ جرائم پیشہ لوگوں کا میدان تھا، اور کثرت خوف و خطرات اور فقدان امن و امان میں یہ اپنی مثال آپ تھا اور صورت حال یہ تھی کہ (حجاج کرام کی چیخ و پکار اٹھتی، بیت اللہ اور حرم پاک بھی زبان حال سے چلاتے نظر آتے تھے اور مکہ مکرمہ میں اقوام و امم اپنے رب کو چیخ چیخ کر پکارا کرتی تھیں) یہ حالات تب تھے جب اہل جزیرہ عربیہ کے عقائد میں افراط و تفریط آ گئی تھی اور اس علاقے کی ہوا اکھڑ چکی تھی اور یہی پتلی حالت اس وقت تک قائم رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مبارک اصلاحی دعوت کے آئمہ کو میدان میں اتارا اور خوف و خطرات کی کثرت کے زمانے میں سلطان حکومت اور سلطان علم و معرفت نے باہم معانقہ کیا اور اس وقت سے پہلے تخلف و پسماندگی اور قلق و اضطراب کا دور دورہ تھا، لوگوں کا اپنے عقائد سے تعلق کمزور پڑ چکا تھا۔ اور اپنی شریعت سے وثوق اٹھ چکا تھا، ایسے میں اللہ تعالیٰ نے آئمہ دعوت و سعودی سلاطین اسلام کے ہاتھوں اس ملک اور اللہ کے بندوں کے لئے خیر و بھلائی کے چشمے جاری فرما دیئے جس کی گواہی ہر منصف مزاج شخص دیتا ہے اور ہر حاقد کو اس سے کرنٹ لگتا ہے اور یہ اس کے گلے کی پھانس بنتا رہتا ہے۔توحید کا علم بلند ہوا، خرافات زندہ درگور کر دی گئیں، شرک کا بطلان ہوا اور یہ اہل مجد و ثناء اور عظمت و بزرگی والے رب کی طرف سے توفیق و عنایت اور اس غالب صاحب حمد کی عطا کردہ آسانی سے ممکن ہوا یہاں تک کہ اس کے انتشار

وپھیل جانے سے،اس کے قواعد اور اصولوں کے راسخ ہونے،نور علم کے روشن ہو جانے،شکوک وشبہات کے زائل ہو جانے،جہالت کے بادلوں کے چھٹ جانے،مسائل جاہلیت کے کمزور پڑ جانے،وحدت و اخوت کے وجود میں آجانے،راستوں کے پر امن ہو جانے،امن و امان کا دور دورہ ہو جانے،تیز موجوں کے وسط میں پوری مہارت ولیاقت سے سفینہ امت کو چلانے والے پر سواریوں کے مطمئن ہو جانے سے جوکہ انہیں اللہ کے فضل و کرم سے ساحل مراد اور سلامتی ونجات کے کنارے پر پہنچا دینے والا ہے۔ان سب چیزوں کو دیکھ کر موحدین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔یہ چیزیں اس دین میں امامت وحکومت کے تقاضوں میں سے ہیں۔اور مال ومتاع ملک وقوم اور لوگوں کا تحفظ اسی سے ہی تو ممکن ہے اور دین تو یہ ہے کہ اس کے قوانین واحکام نافذ کئے جائیں اور ہمارے تمام راستے پر امن ہو جائیں۔

جزیرہ عربیہ کے امتیازات:

1) صاف عقائد توحید:

اے امت اسلام!اس جزیرہ پر اللہ تعالیٰ کے بہت احسانات وانعامات ہیں کہ عظیم اصلاحی دعوت کی نعمت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس جزیرے کو بہت سے خصائص وامتیازات سے نواز رکھا ہے جن میں سے اہم ترین امتیاز یہ ہے کہ اس سیاہ دور میں بھی اس جزیرے کے لوگوں کا عقیدہ خرافات سے پاک وصاف ہے۔تمام انحرافات وخرافات سے پاک اللہ کی توحید خالص کا راج ہے،اس جزیرے کے لوگوں پر جب خرافات وانحرافات کا رنگ چڑھنا شروع ہوگیا.اور یہ توہم پرستیوں میں مبتلا ہونا شروع ہو گئے..اور ظلم واندھیروں کے گہرے گڑھے میں گر گئے اور انہی ظلمتوں میں گھری ہوئی تھی کہ مصلح شہیر اور مجدد کبیر امام(محمد بن عبدالوہاب)کی آواز صحراء نجد کی طرف سے گونجی اور سارے علاقے پر چھا گئی.وہ نجد جوکہ توحید وعلم اور دعوت وعظمت کا گہوارہ ہے،وہاں سے ان کی آواز اٹھی تاکہ وہ امت کو گہری نیند سے بیدار کرے یہاں تک کہ صبح اصلاح کا سپیدہ نمودار ہوا اور منادی حق نے یہ ندا لگائی کہ فلاح ونجات کی طرف آجاؤ اور حق وحقیقت کا سورج طلوع ہوا جبکہ وہ افق سے کب کا ڈھل چکا تھا،جہالت وناخواندگی کے اندھیرے چھٹ گئے جبکہ وہ ہر چہار سو پر غالب ہو چکے تھے.اے اللہ!تیری ہی تمام تعریف ہیں۔اور اے اللہ!ہم تیرے ہی بہت شکر گزار ہیں.اے اللہ!تمام تر تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں جن کی کوئی ابتداء وانتہاء نہیں ہے.اور اللہ تعریفوں کا صحیح مستحق ہے۔کل تک ہمارا یہ جزیرہ عرب لباسِ توحید سے ننگا تھا اور آج اسے ان کپڑوں کی زینت حاصل ہو چکی ہے۔

2) وحدت:

اس جزیرہ کی حالت ایسی پتلی تھی کہ جس کی تفاصیل سے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں. یہ ہر طرف سے کٹا پھٹا تھا،خیر وبھلائی کا فقدان تھا،امن و امان ناپید تھے،اور اس کے بنیادی ارکان اور ستون گر چکے تھے اور جب اس میں اتحاد پیدا ہوا اور عقائد وتعلیمات کی تجدید ہوئی تو یہ ایک عظیم علاقہ بن گیا۔اب یہ خوب آباد ہے اس کی زمین زرخیز و پر رونق ہے،اس کے بادل بارشیں برسانے والے ہیں اور امن وامان پورے جزیرے میں عام اور اس پر سایہ فگن ہے۔

دعوت اصلاح کے بعد اس جزیرہ میں ایسی وحدت آئی کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے،اس کے نجد وحجاز اور جنوب وشمال سب تسبیح کے دانوں کی طرح ایک ہی ڈور میں پروئے ہوئے ہیں جبکہ اس سے قبل وحدت واتحاد کا مفہوم غائب تھا اور امت کو اختلافات نے پارہ پارہ کر رکھا تھا۔اور

علاقائی جھگڑوں، ملکی تقسیموں اور تفرقہ کے تکلیف دہ اثرات سے کئی ملک کراہ رہے تھے۔ اس جزیرے کے اتحاد و دعوت اصلاح کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس علاقے میں امن و امان کے سائے پھیل گئے جہاں خوف و خطرات نے خیمے گاڑ رکھے تھے اور مال و جان، عزت و آبرو کوئی چیز پر امن نہیں تھی، اس امن و امان پر اور اس کی نعمتوں پر اللہ کی حمد و ثناء اور اس کی لاانتہائی تعریفیں ہیں۔

3) نفاذ شریعت:

اے امت مسلمہ! اے فرزندان جزیرہ! اس جزیرے کے اہم ترین امتیازات میں سے ہی ایک یہ تھا کہ اس میں شریعت اسلامیہ کا قانون نافذ تھا، کتاب و سنت سے فیصلے کئے جاتے تھے۔ کسی مذہب سے متعصبانہ تعلق نہ تھا، اور کسی مسلک و مشرب پر جمود نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی جاتی رہی ہے۔ علوم و مناہج اور شرعی و دینی اداروں کا خاص اہتمام کیا جاتا رہا ہے اور ان دینی قدروں اور اداروں میں اسلامی وحدت کا قیام، اسلامی تعاون باہمی کی تائید و نصرت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کی عزت افزائی۔ احتساب کے معاملے کی رفعت اور اس میں کام کرنے والوں کی تعظیم و تکریم، مسلمان عورت کے حجاب و پردے، عفت و عصمت، اور حیاء و حشمت کے تحفظ کے التزام کا اہتمام کرنا اور انھیں بے حجابی و بے پردگی اور مردوں سے آزادانہ میل جول سے دور رکھنا وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے نتیجہ میں جزیرے کی عورت کو اتنا مکمل تحفظ ملا جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی سوسائٹی نہیں کرسکتی اور وہ آزادی نسواں کے بدبودار نعروں سے بچ گئی اور وہ جعلی ترقی اور مزعومہ آزادی کے دعوؤں کی لپیٹ میں آنے سے محفوظ رہی۔

۴) امت مسلمہ کے مسائل کا حل:

اس جزیرے عربیہ (سعودی عرب) کے خاص امتیازات میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ اس نے مسلمانوں کے بڑے بڑے مسائل کو حل کرنے کا بیڑا اٹھایا جن میں سے صف اول کا مسئلہ مسلمانوں کے قبلہ اول مسجد اقصی اور نبی ﷺ کے معراج کے نقطۂ آغاز یعنی فلسطین کا مسئلہ ہے جو کہ اب انتہائی خطرناک مرحلہ سے دو چار ہے جن میں داخل ہو چکا ہے اور انتہائی بدترین سازشوں اور چیلنجوں سے دو چار ہے جن سے پہلے کبھی اسے واسطہ نہ پڑا تھا۔

اللہ تعالیٰ جلد از مسلمانوں کے قبلۂ اول کو آزاد کروا کر اس سے مسلمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنائے۔ اسی طرح ہی تمام دنیا میں مسلم اقلیات کے مسائل کا تعاون بھی ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام مساعی کو اپنی رضاء کے لئے خالص کر دے۔

اے مسلمانو! صرف اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بات کہی جارہی ہے تاکہ ذات منعم کا شکر بجالایا جائے اور اپنے مضبوط امتیازات کی تاکید کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں تاکہ اسے آج کی نوجوان نسل یاد رکھے جس کے بارے میں خدشہ ہے کہ وہ کہیں موجودہ تہذیب و تمدن کی چمک و دمک سے دھوکہ میں نہ آجائے اور ساتھ ہی ہم چاہتے ہیں کہ امت ان باتوں کو یاد رکھے اور ان سے عبرت و نصیحت حاصل کرے۔ اور یاد رکھیں کہ ہم نہ یہ باتیں کسی کا دل رکھنے کے لئے کہہ رہے ہیں نہ کسی کی بلاوجہ تعریف مقصود ہے، نہ بے سبب کی مذمت و قدح بلکہ یہ صرف اللہ کے لئے کہہ رہے ہیں اور پھر اظہار حقیقت کی خاطر تاکہ تاریخ کے اوراق آنکھوں کے سامنے آجائیں۔

ذمہ داری:

اہل جزیرہ کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے اوران کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے سلف کا منہج اختیار کریں تاکہ وہ ان کے خلف رشید ثابت ہوں، اپنے اصول وامتیازات پر سختی سے قائم رہیں اورموجودہ دور کے برے حالات سے اچھے طریقے سے پیش آئیں ۔اوراس سلسلہ میں اعتدال کے منہج اورمیانہ روی کے انداز کواختیار کریں،غلو وانتہاء پسندی اورجفا کی راہ سے دور رہیں،افراط وتفریط سے بچیں اورشکست خوردگی میں مبتلا نہ ہوں اورعقائدومنہج ،فکرونظر،تعلیم وتربیت،ذرائع ابلاغ واطلاعات اورتمام میدانوں میں ثابت قدم رہیں،نہ شکست کھائیں نہ دل چھوڑیں اورنہ ہی غیروں سے متاثر ہوں......

دشمنوں کی فطرت:

مسلمانو!دشمن اس بات کاعادی ہوچکا ہے کہ اس جزیرہ کو جب کوئی نعمت حاصل ہویا کوئی مصیبت ٹلے تو وہ شورمچادیتے ہیں،انہوں نے ذرائع ابلاغ سے خوب حملوں کی یلغار کردی اوراس جزیرے اوراس کی اصلاحی دعوت کے خلاف کھل کر بدزبانی کی اوراس اصلاحی دعوت کو پانچواں مذہب اورپہلے دور کے مسلمانوں کے مذہب سے خروج قراردیااوراسے وہابیت کے لقب سے نوازااوراس پر یہ الزام لگادیا کہ یہ وہابی تحریک ہی دہشت گرد ہے.....بقول کسے:

میرے اپنے ہی بیٹوں نے مجھے ذلت کی چادراوڑھادی اورمیں اس چادر کی سرسراہٹ سے ہی سمجھتا ہوں کہ مجھے یہ کس نے اوڑھائی پہنائی ہے۔

اس الزام کو وہ لوگ دہرارہے ہیں جنہوں نے اپنی باگ ڈوردشمن کے ہاتھ میں دے رکھی ہے اوراپنی عقل وفکردوسروں کے یہاں گروی رکھ دی ہے وہ کیا کہہ رہے ہیں جانتے نہیں،وہ محض جہالت ولاعلمی میں مبتلا ہیں نہ وہ کچھ دیکھ رہے ہیں نہ تحقیق کرکے بولتے ہیں،نہ فکرونظر سے کام لیتے ہیں اورنہ ہی دلیل وبیان کی راہ اختیار کرتے ہیں حالانکہ ایک سمجھداراوردانا مسلمان کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ نقل صحیح (قرآن و سنت صحیحہ)اورعقل صریح کے آئینے سے دیکھتااورانہی کی میزان پر ہر بات کوتولتا ہے۔

ثابت واستقلال:

اللہ تعالیٰ آپ سب کی حفاظت فرمائے،ہم سب کے لئے ضروری ہے کہ ہم ہراس دعوت اورنعرے سے بچیں جوکہ ہمارے امتیازات و اصولوں اورہمارے صحیح منہج کے مخالف ہو.

اے اللہ کے بندو!اے اس جزیرہ کے باسیو!اللہ سے ڈرواوراپنے عقیدہ وشریعت پر جمے رہواوراپنی تہذیب اورجزیرے کی ترقیوں کاتحفظ کریں،محض ماضی کی عظمتوں کو یاد کرلینے اورمحفوظ رکھنے میں ہی کفایت نہیں بلکہ انہیں مضبوطی سے تھامے رکھنے،ان کی بقاءوترقی کے لئے پورے عزم سے جدوجہد کرنے اورثابت قدم رہنے کی ضرورت ہے تاکہ ایسی ترقی والی اوربلندوبالاعمارت بنائی جائے جوعام عمارتوں کی طرح نہ ہی واورایسی تہذیب کی تشکیل دی جائے جوعام تہذیبوں جیسی نہ ہواورترقی وتہذیب کی عمارت بنانے میں جیسے پہلے آباءواجداد نے کام کیا تھااب ان کے ابناءواحفاد(بیٹے اورپوتے)حصہ لیں اوراسی طرح کریں جس طرح انہوں نے کیا.اسی طرح اہل جزیرہ کی ہمتوں میں نکھارآجائےگااوروہ اس شرف کے ساتھ ساتھ اہل ثقہ ہونے کے معیار پر پورے اترنے لگیں گےاوروہ مسلمانوں کی جماعت کی راہ پر چلتے

رہیں گے اوران کے سروں پرتوحید کا پرچم لہرا رہا ہوگا اورمنہاج نبوت نبوی طرز زندگی ان کا شعار ہوگا. وہ خواہشات نفس کی پیروی کی رو میں بہہ کر اوراپنی اپنی رائے پر اڑے رہنے کی بناء پرتفرقہ و دھڑابندی میں مبتلانہ ہونگے. وہ اس دین کے مٹ جانے والے شعائر کو زندہ کرنے والے اوراس کے ان مفاہیم کی تصحیح کرنے والے جن میں شکوک والتباس درآئے ہیں وہ ہرتشویش وطریقہ سے بچنے والے اورافواہ سے اجتناب کرنے والے ہونگے جولوگوں میں لڑنے بھڑنے کی کیفیت پیدا کرنے اور اسلام کو بدنام کرنے کا باعث نہ ہو، وہ اس جزیرہ میں شریعت کی روشنی میں بلاتقلید اعمی اس کے امتیازات پر قائم و باقی رہنے والے ہونگے ۔ ان کے گھر عقیدہ وشریعت کی نگرانی میں تہذیب حاضر کی مفید ایجادات سے بھی مستفید ہونے والے ہونگے اوراس سلسلہ میں وہ اپنی اصل پر قائم ہونگے، غیروں کی تقلید و پیروی کرنے والے نہ ہونگے. لہٰذا امید وخوش فہمی کی فضاء قائم کرنی چاہیئے اورعقل پیہم یا جدو جہد مسلسل کی روش اپنانی چاہیئے تاکہ ایسی زندگی کا آغاز اوراس کی بنیاد رکھی جاسکے جوکہ سعادت وخوشی سے مالامال ہو اوراس جزیرہ کی اصلیت اور دورحاضر کی ترقیوں کی جامع ہو اور وہ بھی اس جزیرہ کے اپنے سپوتوں کے ہاتھوں سے ہو، اس میں بیرونی ممالک سے درآمدشدہ لوگوں کی تاثیر شامل نہ ہو۔

تحفظ امتیازات:

خبردار! شکست خوردہ ذہنوں کے مالکوں کو معلوم ہونا چاہیئے جنہوں نے کج روی منحرفانہ فکر کے مالکوں کو اپنی باگ ڈور سنبھال رکھی اورانہی کے سامنے اپنا سرتسلیم خم کررکھا ہے جو بیرونی اخلاق و کردار کے دلال ہیں جن کی اسی خودسپردگی کی وجہ سے وہ کل پرزے سامنے آئے ہیں جنھیں آپ پہنچانتے اوران پرنکیر بھی کرتے ہیں ۔

احباب گرامی ! اللہ نے اس گہوارہء اسلام اورملجا و ماوی ایمان کو جن جن امتیازات وخصائص سے نواز رکھا ہے اس کے ساتھ ہی ہراہل انصاف کے نزدیک یہ طے ہے کہ کمال صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہے اوراس کی تمام مخلوقات میں سے معصوم صرف اس کے انبیاء ورسل ہی ہیں کہ شرعی امور کے پہنچانے میں ان سے کوئی غلطی سرزدنہیں ہوتی ۔صاحب توفیق اورصاحب الہام وہ ہے جوخیر کی چابی بننے اورشر کو بند کرنے کی توفیق پاگیا. اوراس نے دین وشریعت کی حمایت کی خاطران امتیازات مذکورہ کو ظاہر کرنے کی کوشش کی، اوران کے تحفظ کے لئے ضمانت حاصل کرنے کی کوشش کی اور وہ بھی ایسے عالم و دور میں جوچیلنجوں کے موجیں مارتے سمندر کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے، اور وہ شرعی اسلوبوں کے ذریعے صلاح و اصلاح کے جھنڈے کو بلند کرنا چاہتا ہے اوراس پسپائی کو روکنے میں کوشاں ہے، اوران سرکش امواج کو اس جزیرہ اوراس کے اہالیان خصوصا نوجوان نسل کے لڑکوں اور دوشیزاؤں سے روکتا ہے تاکہ بیرونی ممالک سے آنے والی بیمار لہروں، منحرف افکاراورزہریلی ثقافت وکلچر کو قبول کرنے کے لئے فضا ہموارنہ ہونے پائے، اپنے دین، امت اورمعاشرے کے مخلص لوگوں کا اللہ معین ومددگار ہے وہ بہترین کارساز اور بہت ہی اچھا حامی وناصر ہے ۔ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ[40] الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾

اور جوشخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے، اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے، بیشک اللہ قوی وتوانا اورغالب ہے. یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں

زمین میں دسترس واقتدار دیں تو نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔ اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔(الحج:40-41)

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو کیونکہ ارشاد الہی ہے:﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾

اوراس دن سے ڈرو جبکہ تم اللہ کے حضور میں لوٹ کر جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کا کچھ نقصان (ظلم) نہ ہوگا ۔(البقرہ:281)

اور مسلمانوں کی جماعت سے جڑے رہو کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: يَدُ اللهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ۔

جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔'(ترمذی، والسنہ ابن ابی عاصم، صحیح الجامع:8065)

اور جو شخص جماعت سے کٹ گیا وہ جہنم میں جا گرا۔

ایک عالمی وآفاقی دعوت:

اللہ کے بندو! اس جزیرہ عربیہ کے جو اوصاف وامتیازات اور خصائص شمار کئے گئے ہیں یہ کوئی عنصریت وتعصب نہیں ہے بلکہ یہ محض اسلامی عالمی اور آفاقی دعوت ہے، کیونکہ اسلام ہی درحقیقت عالمی دین ہے۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے:﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾

اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔(الانبیاء:107)

اور یہ اس جزیرہ کی کونی وشرعی تقدیر ہے بلکہ اس کے لئے باعث فخر وشرف ہے اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:﴿لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾

ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ ہے، کیا تم نہیں سمجھتے؟۔(الانبیاء:10)

اس جزیرہ عربیہ کا مقام دنیا کے لئے وہی ہے جو کہ نمازی کے لئے قبلہ کا مقام ہے، حلہ کے لئے تاج اور روشن اعضاء میں سے چمکدار پیشانی کا ہے، اللہ کی قسم کھا کر مجھے بتائیں کہ کون ہے جو اپنے قبلہ کو بوسہ نہیں دیتا، اور مقامات مقدسہ سے پوری محبت نہیں کرتا، یہی ہر حاجی وعمرہ کرنے والے کے لئے مقامات ہیں۔ یہیں خاتم الانبیاء واشرف المرسلین ﷺ کا مقام ولادت ووفات ہے۔ اس میں آپ ﷺ کا گھر ہے اور قبر بھی بلکہ اس جزیرے کی محبت ہر مومن کے دل میں موجیں مارتی ہے۔ اور ہر دشمن کے دل سے اس کی محبت غائب ہو جاتی ہے اور دانا وبینا منصف مزاج جسکی بصارت وبصیرت کو حسد وبغض، نفرت اور حقد ودشمنی نے اندھا نہ کر دیا ہو اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ حقیقت اس شریعت کے معالم میں سے ایک سنگ میل، اور یہ اس ملت کے خدوخال میں سے ایک اہم نشانی ہے۔ اسے بیان کرنا چاہیئے، لپیٹے نہیں رہنے دینا چاہیئے۔ چھپانا و دفن نہیں کرنا چاہیئے۔

سعودی عرب کی خدمات:

---

1) ترمذی:1848۔

اس جزیرہ اوراس کے سپوتوں کی تاریخ شاہد ہے کہ انھوں نے دعوت کے عالمی میدانوں میں حصہ لیا ہے اور دنیا کے بہت سارے حصوں کی اسلامی وخیراتی سرگرمیوں میں اپنا حصہ ڈالا ہے۔اور امید ہے کہ وہ اس سلسلہ میں مزید آگے ہی بڑھتے چلے جائیں گے ۔اوراس میں تعجب والی بھی کوئی بات نہیں کیونکہ یہ چیز اس جزیرے کے امتیازات وخصائص ،اس کے اغراض ومقاصد اوراہداف میں سے ہے اور یہ ایک انتہائی نادر قسم کے منہج کے تحت رونما ہوتا ہے، جوکہ حق ،عدل وانصاف اور انسانی بھلائی کے جھنڈے کو بلند کرتا ہے اور برائی ،تشدد، دہشت گردی اور لاقانونیت وانارکی سے اسے دور رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ اہل جزیرہ کی ان تمام خدمات کو خالص اپنی رضاء کے لئے قبول فرمائے اوراس کا اجر دو بالا کرے اوراپنے فضل وکرم سے اسے توفیق خیر سے مزید نوازے ۔اس جزیرے کو مکاروں کی مکاری سے محفوظ رکھے،حاقدوں کے حقد سے بچائے اور زیادتی کرنے والوں کی زیادتی سے اس کا تحفظ فرمائے ۔ہمارا یہ جزیرہ سلامت رہے گا، ہمارے یہ علاقے شاداب وآباد رہیں گے ۔شہروں یہ جو ہر رہتی دنیا تک باقی وقائم رہے گا، جو امن وامان کا گہوارہ ہے،اور پوری بشریت کے لئے خیر وسلامتی کا نقطہ آغاز ہے ۔ ہر خیر وبھلائی کے ہر کام کے لئے کوشاں ہے بلکہ پوری انسانیت کی خیر کا خواہاں ہے،اس کی گھات میں بیٹھے دشمنوں کے منہ کالے ہونگے اور اس سے حقد وحسد رکھنے والوں کی ناک خاک آلود ہوگی ۔ارشاد الہی ہے :﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے ۔لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ۔(یوسف:21)

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

امراض وآلام اوران کے نتائج وثمرات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود شریم حفظہ اللہ

07/08/1424ھ 04/10/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

ابتلاء وآزمائش:

لوگوں! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں اور یہ تقوی ہی بلاؤں کے وقت کا سہارا، غم و پریشانی اور مصائب میں باعث تسلی ہے، اللہ تعالی آپ کی حفاظت فرمائے! یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ آزمائش اللہ کی سنت وقانون ہے جو کہ مسلسل نافذ ہوتی آرہی ہے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالی کی حکمت اور اس کے عدل انصاف کے تقاضوں میں سے ہے، اور اس کا وقوع فقر وغربت اور تونگری و مالداری میں، صحت وتندرستی اور مرض و بیماری میں، خوف وخطر اور امن وامان میں، اس طرح نعمتیں کم کر کے اور انہیں بڑھا کر ہر طرح سے بلکہ ہم جس چیز سے محبت کرتے ہیں اور جن چیزوں سے نفرت کرتے ہیں کسی بھی شکل میں اللہ کی طرف سے آزمائش کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکتے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

اور ہم آزمائشوں اور تکلیفوں دونوں سے ان کی آزمائش کرتے رہتے ہیں تا کہ ہماری طرف رجوع کریں۔ (الاعراف:168)

اور ارشاد ربانی ہے: ﴿وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾

اور ہم تم کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔ (الانبیاء:35)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس کا معنی یہ ہے کہ ہم تمہیں سختی وآسودگی، صحت و بیماری، فقر وتونگری، حلال وحرام، اطاعت و نافرمانی اور ہدایت وگمراہی، ہر چیز میں مبتلا کر کے تمہارا امتحان لیں گے۔"

ما کان وما یکون:

اللہ والوں! عقل مند شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ تعالی تمام امور سے فارغ ہو چکا ہے اور اس نے ہر چھوٹے بڑے چھوٹے بڑے معاملے کو طے کر رکھا ہے، جو ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے۔ وہ سب اس کے علم میں ہے اور یہ بھی کہ اگر کچھ ہوگا تو کیسے ہوگا؟ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾

اور زمین پر جو چلنے والا حیوان یا دو پروں سے اڑنے والا پرندہ ہے ان کی بھی تم لوگوں کی طرح ہی جماعتیں ہیں۔ ہم نے کتاب (لوح محفوظ) میں کسی چیز کے لکھنے میں کوتاہی نہیں کی، پھر یہ سب اپنے پروردگار کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ (الانعام:38)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ تَعَالَى الْقَلَمَ، فَقَالَ لَهُ: اُكْتُبْ. قَالَ: رَبِّ، وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ

: اُكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ

سب سے پہلے اللہ تعالی نے جس چیز کی تخلیق فرمائی وہ قلم ہے، اسے اللہ نے کہا: لکھو. اس نے عرض کیا: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ اللہ نے فرمایا: ہر چیز ہی جو کہ قیامت تک ہونے والی ہے اس کی تقدیر لکھ دو۔[1] (ابوداوٗد)

اللہ کے بندوں! اللہ کی طے کردہ تقدیریں لامحالہ رونما ہونے والی ہیں۔ اور جو کچھ نہیں ہو رہا، اس کی تکوین اور اسے کرنے کے لئے مخلوقات کے پاس کوئی حیلہ و چارہ نہیں ہے۔

صبر ورضاء:

اگر بندے پر حالات سخت ہو جائیں اور وہ مشکل امور میں مبتلا ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ دو چادریں پہن لے۔ ایک چادر تو وہ پہن لے جس کے دو کنارے ہیں جن میں سے ایک تو ہے صبر اور دوسرا ہے رضاء بقضاء تاکہ اسے اس فعل کا پورا اجر ملے، کتنی ہی سختیاں ایسی ہیں کہ بڑی ہی سخت و ناگوار تھیں اور پوری دنیا سے انہیں زائل کرنا ممکن نہ ہوا اور پھر لمحہ بھر سے بھی کم وقت میں بڑی آسانی کے ساتھ اس سے نجات مل گئی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے کہا گیا: اے ابوسعید! یہ اخلاق (جزع فزع، آہ وزاری) کہاں سے آ گیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: اللہ کے فیصلوں پر رضامندی کی قلت سے، ان سے کہا گیا: اللہ کے فیصلوں پر رضامندی کی قلت کہاں سے آ گئی؟ انہوں نے فرمایا: اللہ کی صحیح معرفت کی قلت سے۔

جب حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو حجاج کے پاس قتل کے لئے لایا گیا تو ایک آدمی رونے لگا، حضرت سعید رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو، اس نے کہا تمہاری اس مصیبت کو دیکھ کر رونا آ گیا ہے۔ حضرت سعید رحمہ اللہ نے فرمایا: تب تم نہ رو، اللہ کے علم میں یہ بات بھی تھی کہ یہ امر رونما ہوگا اور پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت فرمائی جس میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا﴾

کوئی مصیبت اس زمین میں اور تمہاری نفسوں پر نہیں پڑتی مگر پیشتر اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں، ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

(الحدید: 33)

ہر معاملہ ہی خیر و بھلائی والا:

انسان کو اگر کوئی ایسی چیز ملے جس سے اسے خوشی حاصل ہو تو یہ تو واضح نعمت ہے اور اگر کوئی ایسی چیز پہنچے جو اسے اچھی نہ لگے یہ بھی دراصل ایک نعمت ہی ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے یا تو اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا اور اس پر صبر کرنے کے نتیجہ میں اسے اجر و ثواب ملے گا یا اس وجہ سے کہ اس میں اللہ کی کوئی حکمت اور رحمت ہے جسے بندہ نہیں جانتا صرف اللہ ہی اسے جانتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

---

1) ابوداوٗد: 4700۔

عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بری لگے حالانکہ وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بھلی معلوم ہو جبکہ حقیقت میں وہ تمہارے لئے مضر ہو اور ان باتوں کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔(البقرہ:216)

اور نبی اکرم ﷺ نے سچ ہی فرمایا ہے: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ۔

مومن کے معاملہ پر تعجب ہے کہ اس کا ہر معاملہ ہی خیر و بھلائی والا ہے، اگر اسے کوئی خوشی میسر آتی ہے تو وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اسے کبھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے خیر و بھلائی (اجر و ثواب) کا باعث ہے۔اور یہ (ہر شکل ہی بہتر) صرف مومن کے لئے ہی ہے۔[1] (صحیح مسلم)

تندرست کے سر کا تاج: صحت و تندرستی:

لوگوں! اس بات پر پورے بنی نوع بشر کا اجماع و اتفاق ہے کہ جس میں کسی قسم کا کوئی دھوکہ نہیں کہ صحت و تندرست لوگوں کے سر کا وہ تاج ہے جسے صرف بیمار ہی دیکھ سکتے ہیں۔اور صحت و عافیت ایک ایسی نعمت ہے کہ بکثرت لوگ اس کے بارے میں فریب کھاتے اور نقصان اٹھا جاتے ہیں۔بیماریاں تو۔اے اللہ کے بندوں. یوں پھیلی ہوئی ہیں جیسے جنگل میں آگ۔کوئی زمانہ ان سے خالی نہیں، نہ ہی کوئی شہر ان سے بچا ہوا ہے اور نہ ہی کوئی انسان ان سے محفوظ رہ سکتا ہے سوائے اس کے جس پر کہ اللہ کا خاص کرم و رحم ہو.گویا یہ سب متوقع امور ہیں اور زندگی کا ان سے پاک ہونا ناممکن ہے، اگر کسی کو ان کا زوردار سیلاب اپنی رو میں نہ بہالے تو اس کے چھینٹے اس کے ادھر ادھر کے حصوں کو ضرور اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔کسی شاعر نے کہا:

” آٹھ چیزیں ایسی ہیں کہ ہر نوجوان پر گزرتی ہیں اور اسے ان آٹھوں سے بہرصورت دو چار ہونا ہی پڑتا ہے، سرور و خوشی، غم، اجتماع و وصال فراق و علیحدگی، آسانی تنگی، بیماری، صحت و عافیت۔

بیماری کے فوائد و حکمتیں:

بیماریاں اگرچہ بڑی تلخ و بوجھل ہوتی ہیں، ان میں بڑی سختی و کم خوابی پائی جاتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ان میں اللہ تعالی کی بہت ساری حکمتیں اور بکثرت فوائد بھی پائے جاتے ہیں جنھیں ان کا علم ہوگیا، انہیں علم ہوگیا اور جو ان کے علم سے تہی دست رہا وہ انہیں نہ سمجھ سکا۔

علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب ” شفاء العلیل ، جس میں خود اپنے بارے میں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: انھوں نے بیماریوں کے فوائد اور ان کی حکمتیں شمار کی تو وہ ایک سو حکمت و فائدہ تک جا پہنچیں “

اور وہی کہتے ہیں: ” آلام و تکالیف اور بیماریوں سے قلب و روح کے نفع پانے کا احساس صرف وہ شخص کرسکتا ہے جس میں حقیقی جان یا زندگی موجود ہو۔دلوں اور روحوں کی صحت تو موقوف ہی بدن کی تکلیفوں اور مشقتوں پر ہے۔“

1) صحیح مسلم:2999۔

بیمار بھی عنایت:

بیماریوں میں مبتلا کیا جانا کبھی کبھی تو اللہ کی خاص عنایت ہوتا ہے جس سے وہ بندے کی خطائیں اور گناہ معاف کرتا ہے اور انہی کی بدولت اس کے درجات بلند کرتا ہے۔

استأذنتِ الحمَّى على رسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ وقالَ من هذِهِ قالت أمُّ مِلدَمٍ فأمرَ بها إلى أهلِ قباءٍ فلقوا منها ما يعلمُ اللَّهُ فأتوهُ فشكوا ذلكَ إليهِ فقالَ ما شئتُم إن شئتُم دعوتُ اللَّهَ فكشفَها عنكم وإن شئتُم أن تكونَ لكم طهورًا قالوا وتفعلُ يا رسولَ اللَّهِ قالَ نعم قالوا فدَعْها۔

بخار نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ تو بخار نے عرض کیا: میں ام ملدم ہوں، اور یہ بخار (ام ملدم) بخار کی کنیت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے اہل قبا کی طرف جانے کا حکم فرما دیا۔ تو انہوں نے بخار سے اتنی مشقت اٹھائی کہ جس کی مقدار کو اللہ ہی جانتا ہے۔ انہوں نے اس کی شکایت نبی اکرم ﷺ سے کی تو آپ نے فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں دعاء کروں اور یہ تم سے ٹل جائے تو میں ایسا کر دیتا ہوں، اور اگر چاہو تو یہ تمہارے لئے خطاؤں گناہوں سے طہارت کا ذریعہ بنا رہے؟ انہوں نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ ایسا کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر ان اہل قباء نے عرض کیا کہ تب پھر آپ اسے رہنے ہی دیں۔[1] (مسند احمد و مستدرک حاکم۔ بسند جید)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے: مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ۔

جب کسی بیماری یا دوسری چیز سے اذیت و تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ اس سے اس کی برائیوں خطاؤں کو یوں جھاڑتا ہے جیسے موسم خزاں میں ہوا کے ساتھ درختوں کے پتے جھڑتے ہیں۔[2] (بخاری و مسلم)

ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! یہ بیماریاں جو ہمیں لگتی ہیں، ان سے ہمیں کیا فائدہ ہوتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے گناہوں کے کفارے ہیں، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اگر چہ وہ تکلیف و بیماریاں کم (معمولی) ہی ہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر چہ کانٹا ہی کیوں نہ چبھے یا اس سے بھی بڑھ کیوں نہ ہو۔ (مسند احمد)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ عَادَ مَرِيضًا - وَمَعَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ - مِنْ وَعْكٍ كَانَ بِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبْشِرْ، فَإِنَّ اللهَ يَقُولُ: هِيَ نَارِي أُسَلِّطُهَا عَلَى عَبْدِي الْمُؤْمِنِ فِي الدُّنْيَا، لِتَكُونَ حَظَّهُ مِنَ النَّارِ فِي الْآخِرَةِ۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک بیمار کی عیادت کی جو بخار میں مبتلا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خوش ہو جاؤ اللہ تعالی فرماتا ہے: یہ بخار میری وہ

---

1) مستدرک حاکم: 2/308۔

2) صحیح بخاری: 5641۔

آگ ہے جسے میں اپنے مومن بندے پر اس دنیا میں مسلط کرتا ہوں تا کہ یہ اس کی آخرت کی آگ کا حصہ بن جائے۔اور وہ آخرت کی آگ سے بچ جائے۔[1] (ابن ماجہ ومسند احمد)

عربی میں بخار کو (الحمی) اور الوعک بھی کہتے ہیں۔

اللہ کے بندوں! اسی حدیث سے ہمیں پتہ چل سکتا ہے کہ بیماری کیا کیا مثبت نتائج سامنے لاتی ہے۔اور اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اس بیماری کا مزہ گو بڑا کڑوا (ایلوا کی) طرح ہے لیکن اس کے نتائج شہد سے بھی زیادہ میٹھے ہیں۔تب پھر پتہ نہیں اگر ہم سے کوئی بیمار ہو جائے تو وہ بیماری کو گالیاں کیوں دیتا ہے اور یہ کیوں کہتا ہے: (کاش میں یہ نہ کرتا تو یہ نہ ہوتا، بھلا کاش بھی کوئی فائدہ دے سکتا ہے۔

گناہوں کا کفارہ:

خبردار! یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک صحابیہ حضرت ام سائب رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انھیں بیمار پایا اور پوچھا: اے ام سائب! کیا بات ہے کس چیز سے مری جارہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: بخار ہے، اللہ اس میں برکت نہ فرمائے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لَا تَسُبِّي الْحُمَّى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ۔

بخار کو برا بھلا مت کہو۔یہ تو بنی آدم کے گناہوں کو یوں جلا کر ختم کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ اور کچرے کو جلا ڈالتی ہے۔[2] (صحیح مسلم)

سلف صالحین امت میں سے ایک شخص کے پاؤں کو کوئی مرض لاحق ہو گیا تو نہ انہوں نے درد محسوس کرنے کا انداز اختیار کیا اور نہ ہی ہائے وائے کہا: بلکہ تبسم فرماتے اور مسکراتے ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔کسی نے کہا: آپ کو یہ تکلیف پہنچتی ہے مگر آپ تکلیف نہیں پا رہے۔ انھوں نے فرمایا: اس کے ثواب کی شیرینی وحلاوت نے مجھے اس کی تکلیف کی تلخی بھلا دی ہے۔“

غلط فہمی کا ازالہ:

اللہ والوں! یہ تفصیل ذکر کرنے سے کوئی اس غلط فہمی میں بھی مبتلا نہ ہو کہ ہم شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بیماری کوئی بڑی مرغوب ومطلوب چیز ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔کسی مومن کو یہ لائق نہیں کہ وہ بلاء وآزمائش کی تمنا کرے۔اور نہ اس کے شایان شان یہ ہے کہ وہ اللہ سے یہ دعاء کرے، کہ وہ اسے بیماری میں مبتلا کر دے۔کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: وَسَلُوا اللهَ الْمُعَافَاةَ، فَإِنَّهُ لَمْ يُؤْتَ أَحَدٌ بَعْدَ الْيَقِينِ خَيْرًا مِنَ الْمُعَافَاةِ

اللہ سے صحت وعافیت اور عفو وکرم کا سوال کرو کیونکہ تم میں سے کسی کے لئے دولت یقین وایمان کے بعد صحت وعافیت سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔[3] (نسائی وابن ماجہ)

مطرف کہتے ہیں: ” مجھے عافیت حاصل ہو اور میں اس پر اللہ کا شکر ادا کروں، یہ چیز میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ میں کسی تکلیف میں مبتلا کیا

---

1) ابن ماجہ: 3470۔
2) صحیح مسلم: 2575۔
3) ابن ماجہ: 3849۔

جاؤں اور اس پر صبر کروں۔"

صبر پر اجر اور بیماری پر کفارہ:

اس سے معلوم ہوا کہ مرض و بیماری بذاتہٖ مطلوب ومقصود نہیں بلکہ بات دراصل اس اجر وثواب کی ہے جو اس پر صبر وہمت کرنے پر حاصل ہوتا ہے۔اور منعم تعالیٰ کی حمدوثناء تو ہر حال میں ہی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" وہ مصائب جو بندے کی مرضی واختیار کے بغیر پیش آجاتے ہیں جیسے بیماری، اپنے کسی عزیز رشتہ دار کی وفات یا چوروں کا مال لے جانا وغیرہ، ان امور پر صبر کرنے کی بدولت بندے کو اجر وثواب ملتا ہے نہ کہ صرف اس مصیبت کے آجانے پر۔البتہ اس مصیبت کے آجانے سے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔کیونکہ ثواب ان اعمال پر ہوتا ہے جو بندے کے اختیار و ارادے سے رونما ہوں. جیسے صبر ہے۔"

کافر ومسلم کی بیماری میں فرق:

اس اعتبار سے کافر ومسلم اور نیک و بد بیماری کی مصیبت میں تو برابر ہیں۔البتہ وہ انجام وپہلی کے اعتبار ولحاظ سے الگ الگ ہیں۔اور ان میں انہیں یکساں کرنے والا کوئی انتہائی احمق وحیوان ہی ہوسکتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: تم کافر کو جسمانی طور پر بہت ہی تندرست اور دل کا انتہائی بیمار پاتے ہو اور مومن کو دل کا انتہائی تندرست اور جسم کا بیمار دیکھتے ہو، اللہ کی قسم اگر کبھی تمارے دل بیمار ہو گئے اور تمہارے جسم تندرست ہو گئے تو اللہ کے نزدیک تم گبریلے (ایک جانور) سے بھی کم قیمت ہو کر رہ جاؤ گے۔

نیک وبد کی مثال:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک بیمار شخص کی عیادت ومزاج پرسی کے لئے اس کے پاس آئے تو اسے کہا: واہ خوش ہو جاؤ کہ اللہ بندہ مومن کی بیماری کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے اور فاسق وفاجر (بدکار) کی بیماری تو ایسے ہی جیسے کوئی اونٹ ہو اسے اس کے مالک پہلے باندھے رکھیں اور پھر کھلا چھوڑ دیں۔اس اونٹ کو کیا معلوم کہ اس کے مالکوں نے اسے کیوں باندھے رکھا تھا اور اب کیوں اسے چھوڑ دیا ہے۔

لمحۂ فکریہ:

اللہ کے بندوں! اسلام جب مصائب ومشکلات پر صبر کرنے کی ترغیب دلاتا اور ان بیماریوں کے شفاء بخش آثار اور شافی وکافی حکمتوں کی وضاحت کرتا ہے تو اس سے اس غلط فہمی میں ہرگز مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ شائد اسلام بیماریوں اور تکلیفوں کی عزت افزائی اور تعریف کر رہا ہے بلکہ اسلام مصیبت زدہ اور بیماریوں کے لئے مصائب وامراض کے انجام وثمرات کی تعریف کرکے ان کی دلجمعی ودلبستگی کا سامان کرتا اور ان کے لئے حسن یقین کی راہ ہموار کرتا ہے۔جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ

﴿شَاكِرًا عَلِيمًا﴾

اللہ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر گزاری کرتے رہو اور باایمان رہو، اللہ تعالی بہت قدر کرنے والا اور پورا علم رکھنے والا ہے۔

(النساء:147)

شکر کی انتہاء:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پاؤں میں کوئی بیماری لگ گئی جس نے اسے سڑا دیا حتی کہ طبیبوں نے گھٹنے سے ان کی ٹانگ کاٹ دی اور وہ خاموش رہے چیخے چلائے نہیں۔ اسی رات ان کا ایک بیٹا چھت سے گر کر مر گیا۔ تو حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! ہر قسم کی تعریف تیرے ہی لئے ہے۔ اے اللہ ہر قسم کی تعریف تیرے لئے ہے۔ میرے سات بیٹے تھے تو نے ان میں سے ایک کو لے لیا اور چھ میرے لئے چھوڑ دیے اور میرے چار ہاتھ پاؤں تھے تو نے ان میں سے ایک لے لیا اور تین میرے لئے چھوڑ دیئے اگر یہ تو نے لئے ہیں تو یہ دیئے بھی تو نے ہی تھے اور اگر تو نے بیماری و مشکل میں مبتلا کیا ہے تو عافیت بھی تیری ہی عطا کردہ تھی۔ اللہ تعالی حضرت عروہ پر رحم فرمائے اور ان کی مغفرت کرے، ان کے نزدیک مرض کا کچھ حصہ مرض کے بقیہ حصوں کی نسبت آسان تھا اور ان کی اپنی آزمائش کسی دوسرے کی آزمائش سے آسان تھی۔ یوں ان پر ان کی مرض و بیماری اور ابتلاء و آزمائش بہت ہی سہل و آسان ہو گئیں۔ یہی مومن کا کردار ہے کہ وہ اپنی نظر بصیرت سے دیکھتا ہے اور وہ دو چیزوں یا امور پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔

ان میں سے پہلا یہ کہ اگر کسی بڑی مصیبت کے واقع ہونے کا امکان ہو تو چھوٹی کے وقوع پر وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کونوں میں کیا کچھ نہیں چھپا پڑا ہے۔

دوسری چیز یہ کہ اللہ تعالی کے فضل و کرم اور بھرپور میں سے بھی بعض کے بچے رہنے پر بھی وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کیونکہ ممکن تو یہ بھی ہے کہ ہر چیز ہی مکمل طور پر ختم ہو جاتی۔ وہ مفقود نعمت کی طرف دیکھنے سے پہلے موجود نعمت کی طرف دیکھتا ہے۔

اثاثۂ مؤمنین:

اللہ والوں! جب بیماریاں قدم جمالیں اور چاروں طرف سے گھیر لیں اور ان کی پے در پے یلغاروں کے نتیجہ میں راتیں لمبی ہو جائیں اور کاٹے نہ کٹیں تو صرف صبر ہی وہ چیز ہے جو اللہ کے فضل سے جزع فزع اور واویلا کرنے سے بچاتا ہے، اور تکلیف کے وقت ناامیدی سے بچانے والا وہ جادۂ ہدایت ہے۔ مؤمن افق پر امڈ آنے والے بادل کے ایک ٹکڑے پھر دوسرے اور پھر تیسرے کے آجانے سے نہیں ڈرتا۔ اگرچہ انسان حقائق کے ساتھ تجاہل عارفانہ کا رویہ برتتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ مصائب و مشکلات میں دہشت زدہ ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کی طبیعت اسے جزع و فزع پر لگا دیتی ہے جو اسے صبر سے دور کر دیتی ہے اور اسے وہ اس کے حق میں بہت ہی کڑوا کر دیتی اور وہ انتہائی تنگی میں غلطاں و پیچاں ہو جاتا ہے اور وہ اپنی اس حالت سے جلد نکل جانا چاہتا ہے اور اللہ کا وہ قول بھول جاتا ہے۔ جس میں وہ فرماتا ہے: ﴿خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ سَأُرِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ﴾

انسان جلد باز مخلوق ہے۔ میں تمہیں اپنی نشانیاں ابھی ابھی دکھاؤں گا تم مجھ سے جلد بازی نہ کرو۔ (الانبیاء:37)

صبر ایوب علیہ السلام:

عن أنس بن مالك رضى الله عنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (إن نبى الله أيوب عليه الصلاة والسلام لبث فى بلائه ثمانى عشرة سنة، فرفضه القريب والبعيد، إلا رجلين كانا من أخص إخوانه به، كانا يغدوان إليه ويروحان، فقال أحدهما لصاحبه: تعلم والله لقد أذنب أيوب ذنباً ما أذنبه أحد فى العالمين، قال له صاحبه وما ذاك؟ قال: منذ ثمانى عشرة سنة لم يرحمه الله تعالى، فيكشف ما به، فلما راحا إليه لم يصبر الرجل حتى ذكر ذلك له، فقال أيوب عليه الصلاة والسلام: أدرى ما تقول غير أن الله عزَّ وجلَّ يعلم أنى كنت أمر على الرجلين يتنازعان، فيذكران الله تعالى، فأرجع إلى بيتى فأكفر عنهما كراهية أن يذكر الله تعالى إلا فى حق، قال: وكان يخرج إلى حاجته، فإذا قضاها أمسكت امرأته بيده حتى يبلغ، فلما كان ذات يوم أبطأ عليها، فأوحى الله تبارك وتعالى إلى أيوب عليه الصلاة والسلام أن: { اركض برجلك هذا مغتسل بارد وشراب} فاستبطأته، فالتفتت تنظر، فأقبل عليها، قد أذهب الله ما به من البلاء، وهو على أحسن ما كان، فلما رأته قالت: أى بارك الله فيك، هل رأيت نبى الله هذا المبتلى، فوالله القدير على ذلك، ما رأيت رجلاً أشبه به منك إذ كان صحيحاً، قال: فإنى أنا هو" (أخرجه إبن جرير)

اللہ آپ کی حفاظت فرمائے! نبی اکرم ﷺ نے ایک قصہ بیان فرمایا ہے اسے سنیئے اس میں آپ ﷺ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کا واقعہ بیان فرمایا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا: اللہ کے نبی ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیماری میں مبتلا رہے۔ انھیں انکے رشتہ داروں اور غیروں سب نے اپنے پاس رکھنے سے انکار کر دیا، سوائے ان کے بھائیوں میں سے دو آدمیوں کے۔ وہ ان کے بڑے ہی خاص الخاص بھائی تھے۔ وہ صبح وشام ان کی عیادت ومزاج پرسی کے لئے جایا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: تمہیں معلوم ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کوئی بڑا ہی گناہ کیا اتنا بڑا گناہ دنیا میں پہلے کسی نے نہ کیا ہوگا۔ اس کے ساتھی نے کہا: وہ کیا گناہ ہے؟ اس نے کہا: اٹھارہ سال ہو گئے ہیں مگر ان پر اللہ نے رحم نہیں کیا اور نہ ہی ان کی بیماری کٹی ہے۔ وہ جب حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس گئے تو صبر نہ کر سکے اور انھیں یہ بات کہہ دی۔ یہ سن کر حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: ”میں نہیں جانتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو، سوائے اس کے کہ اللہ جانتا ہے کہ میں دو آدمیوں کے پاس سے گزرا تھا جو کہ باہم تنازع واختلاف کیا کرتے تھے اور اللہ کا ذکر بھی کیا کرتے تھے۔ میں اپنے گھر لوٹ کر جاتا اور ان کی طرف سے گناہوں کے کفارے کی دعائیں کیا کرتا تھا تا کہ اللہ کو صرف حق میں ہی یاد کیا جائے۔ حضرت ایوب علیہ السلام قضاء حاجت کے لیے نکلتے تو جب وہ فارغ ہو جاتے تو ان کی بیوی انہیں ہاتھ سے پکڑ لیتیں۔ ایک دن وہ کچھ لیٹ ہو گئے اور وہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اور فرمایا: ﴿ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ﴾

زمین پر لات مارو دیکھو یہ چشمہ نکل آیا، نہانے کو ٹھنڈا پانی اور پینے کو شیریں۔ (ص:42)

ان کی بیوی نے جب دیکھا کہ وہ دیر کر گئے ہیں تو وہ ان کے پیچھے وہیں جا نکلیں۔ جب وہ ان کی طرف بڑھے تو ایسی حالت میں تھے کہ اللہ نے

ان کی ابتلاء ومشکل کو ختم کر رکھا تھا اور وہ انتہائی اچھی تندرستی کی حالت میں تھے۔ جب ان کی بیوی نے انہیں یوں دیکھا تو کہنے لگیں: "اللہ آپ کو برکت عطا کرے، کیا آپ نے اللہ کی ابتلاء وآزمائش میں مبتلا (بیمار) نبی کو دیکھا ہے؟ اللہ کی قسم! جب وہ تندرست تھے تو ایسے تھے کہ آپ سے زیادہ ان سے مشابہت رکھنے والا دوسرا کوئی شخص میں نے نہیں دیکھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی وہ ہوں، میں ہی وہ ہوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے اناج کے دو کھلیان (گودام) تھے، ایک گندم کا اور دوسرا جو کا، اللہ تعالی نے دو بادلوں کو بھیجا۔ ان میں سے ایک جب گندم کے کھلیاں پر پہنچا تو اس نے اس پر سونے کی بارش برسادی اور دوسرے نے جو کے کھلیاں پر چاندی کی بارش برسادی۔ (صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم۔ امام ذہبی نے مختصر المستدرک میں اسے صحیح کہا ہے)

اللہ کے بندوں! دیکھو، اے بیمارو! توجہ کرو اور حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کے صبر کو ملاحظہ کرو، حکمت صادق نکلی اور کسی کہنے والے نے سچ ہی کہا ہے: صبر تو وہ ہے جو حضرت ایوب علیہ السلام نے کیا تھا۔

اٹھارہ سال تک وہ بیماری میں پیچ وتاب کھاتے رہے حتی کہ بالآخر ان کے صبر کا نتیجہ آسانی کی شکل میں رونما ہوگیا۔

گناہوں سے طہارت:

اکثر وبیشتر تکلیفیں بندے کے لئے گناہوں سے طہارت و پاکیزگی کا باعث بنتی ہیں اور اللہ تعالی اپنے مومن وصادق بندوں کو ان میں مبتلا کر کے ان کے دلوں اور عقلوں کے نہاں خانوں سے متاع دنیا کی محبت نکال دیتا ہے اور ان کا اس دولت دنیا کی چکا چوند سے دھوکہ کھانا زیادہ وقت تک قائم نہیں رہتا اور نہ ہی وہ اس کی طرف مائل رہتے ہیں۔ سچ ہے کہ بعض دفعہ بظاہر نقصان دہ نظر آنے والی چیز دراصل فائدہ مند ہوتی ہے بلکہ کتنی مشکلات ومصائب اپنے دامن میں انعام واکرام اور رحمتیں لاتے ہیں۔

اے اللہ! ہم تجھ سے عفو وکرم اور صحت وعافیت کی دعاء مانگتے ہیں اور اے اللہ ہم تجھ سے دین ودنیا اور آخرت میں معافی وسلامتی کے طلب گار ہیں۔

بیماروں کے لئے ضروری ہدایات:

اللہ کے بندوں! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس بات کو بھی پیش نظر رکھو کہ بعض امور کا علم ہونا بیماروں کے لئے ضروری ہے۔

1) یہ بشارت کہ ہر وہ مریض جسے اس کی مرض نے سنن ونوافل ادا کرنے سے روک رکھا ہو جنہیں وہ صحت وعافیت کے دنوں میں ادا کیا کرتا تھا۔ وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے رہیں گے۔ اللہ ان کا اجر وثواب ضایع نہیں کرے گا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا۔

جب اللہ کا کوئی بندہ بیمار ہو جائے یا سفر میں ہو تو اس کے نامۂ اعمال میں ان سب اعمال کا اجر وثواب درج کیا جاتا رہتا ہے جنہیں وہ تندرستی اور حالت اقامت میں ادا کیا کرتا تھا۔[1] (صحیح بخاری)

2) یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ بعض امراض خصوصاً نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا بعض بیمار لوگ کچھ ایسے امور میں مبتلا واقع ہو جاتے ہیں

1) صحیح بخاری: 2996۔

جنہیں اللہ اوراس کے رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دے رکھا ہے جیسے ساز وموسیقی اورگانے بجانے سے علاج وغیرہ. امت اسلامیہ کی شفاء کسی ایسی چیز میں اللہ نے نہیں رکھی جوکہ حرام ہے، یہ بات معلوم ومعروف دوائیں تین طرح کی ہیں 1:

۱)جائز دوائیں: جیسے شرعی جھاڑ وپھونک دم،شہد،اورزمزم وغیرہ۔

۲)مباح دوائیں: جنہیں شارع نے حرام نہ کیا ہواور نہ اس کا حکم دیا ہو۔

۳)حرام دوائیں: جن سے علاج کرنا اورکروانا حرام ہوارشاد نبوی ہے:

اور یقینی بات یہ ہے کہ ہر بیماری کا علاج ہے بعض کو اس کا علم ہوا اور بعض لاعلمی و جہالت میں رہے۔

مرض کی حالتیں:

مریض پر واجب ہے کہ وہ بیماری کی حالت میں نماز میں سستی وغفلت سے کام نہ لے۔ ہر نماز کو بروقت ادا کرے اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو ظہر وعصر کی اور مغرب وعشاء کی نمازوں کو جمع کر کے ادا کرے۔ جو شارع حکیم کی طرف سے رخصت واجازت ہے۔ ایسے ہی بیمار پر واجب ہے کہ وہ مکمل شرعی طہارت ووضوء کا اہتمام کرے اور اگر پانی سے طہارت ووضوء کی قدرت نہ ہو تو تیمم کرے اور اگر وہ تیمم کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ جس حال میں بھی ہو اسی حال میں ہی نماز پڑھتا رہے اور کسی نماز کو اس کے وقت سے قضاء نہ کرے۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾

جس قدر استطاعت ہو، اللہ سے ڈرو۔(التغابن:16)

اورارشاد باری تعالی ہے:﴿لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾

کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دی جاتی۔(البقرہ:233)

مریضوں کو یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ چیخنے اور درد کے اظہار کی دو حالتیں:

1)شکوہ وشکائت کرنے کے لئے چیخنا چلانا۔ یہ مکروہ ہے۔

2)تکلیف سے راحت پانے کے لئے آواز نکالنا۔ یہ مکروہ نہیں۔ علامہ ابن قیم اور بعض دیگر محققین نے یہی کہا ہے۔

و صلی اللہ و سلم علی نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔

نصف شعبان کی رات: کی حقیقت، غلط فہمیاں اور بدعات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ
14/8/1424ھ 10/10/2003ء

اللہ کے بندو!

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾
اور جو چیز تمہیں رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (الحشر:7)

اسی طرح ایک دوسرا ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾
(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (آل عمران:31)

اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معیار:

اللہ کے بندو! کسی مسلمان سے جو بھی فعل صادر ہو، ضروری ہے کہ اسے اسی سدابہار ربانی معیار پر تولا و پرکھا جائے اور وہ معیار ہے: "نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہر اس معاملہ میں جو آپ بطور شریعت لائے اور آپ نے جن کاموں کو کرنے کا اور جن امور سے باز رہنے کا حکم فرمایا ہے ان سب میں آپ کی اتباع و پیروی کرنا"

بدعات پر نکیر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں دین میں اپنی طرف سے نئی نئی چیزیں پیدا کرنے اور بدعات کو رواج دینے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے روکا ہے۔
اور بدعت یہ ہے کہ ہم ایسے افعال کو دین کے نام سے سرانجام دیں جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم نہیں فرمایا اور نہ ہی اسے دین قرار دیا ہے۔"
چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ جمعہ میں فرمایا کرتے تھے: حمد وثناء باری تعالیٰ کے بعد: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ. وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ. وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا . وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ
بہترین بات (حدیث) اللہ کی کتاب ہے اور بہترین راستہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ وسنت ہے اور بدترین امور وہ ہیں جو خود گھڑ کر دین میں داخل کردیئے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔[1] (صحیح مسلم)
صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔

1) صحیح مسلم:867۔

جس نے ہمارے اس دین میں اپنی طرف سے گھڑ کر کوئی نئی چیز داخل کی جوکہ اس میں سے نہیں ہے، وہ مردود و نامقبول ہے۔[1] (بخاری و مسلم)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دے رکھا وہ مردود و نامقبول ہے۔[2] (صحیح مسلم)

اغراض و مقاصد کسی فعل کی مشروعیت میں تبدیلی نہیں لا سکتے:

ان احادیث میں اس بات کی وضاحت و صراحت موجود ہے کہ اللہ تعالی نے اس امت کے لئے اس دین اسلام کی تکمیل فرمادی ہوئی ہے اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے اور اس وقت تک اپنے نبی ﷺ کی روح قبض نہیں فرمائی جب تک کہ آپ ﷺ نے دین کے متعلق تمام اقوال و اعمال بیان نہیں فرما دیئے۔ اور اسی میں سے ہی یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس بات کو بیان فرما چکے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد لوگوں میں سے جو شخص اس دین میں جو بھی اقوال و اعمال اپنی طرف سے داخل کرے گا۔ (وہ بدعت ساز ہے) اور اس کا وہ قول و فعل بدعت ہے اور اسی بدعت ساز پر رد کر دیا جائے گا، وہ چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو، اگر چہ وہ اسے اسلام کی طرف ہی کیوں منسوب نہ کرتا پھرے اور چاہے اس کے سر انجام دینے میں اس کا مقصد اچھا ہی کیوں نہ ہو. یہ سب اغراض و مقاصد اس عمل کے بدعت ہونے میں کوئی تبدیلی نہیں لاسکتے اور نہ اس کی حجیت و قبولیت کا سبب بن سکتے ہیں۔

نصف شعبان کو دن کا روزہ اور رات کا قیام؟

اسی ماہ شعبان میں بعض لوگوں نے جو بدعات ایجاد کر رکھی ہیں انہی میں سے ہی نصف شعبان کی رات کو جشن منانا بھی ہے کہ اس کے دن کا روزہ رکھنا اور اس کی رات کو قیام کرنا، جب کہ ان دونوں کی کوئی ایسی دلیل نہیں جوکہ قابل حجت ہو، کیونکہ اس رات کی فضیلت کے بارے میں اور اس میں نماز کی فضیلت کے بارے میں اور اس دن کے روزے کے متعلق جو کچھ مروی ہے وہ یا تو لااصل، جعلی و من گھڑت ہے یا پھر اتنا ضعیف و کمزور ہے کہ جو قابل حجت نہیں ہوتا۔ اسی سلسلہ میں حافظ عراقی نے فرمایا ہے: نصف شعبان کی رات کو نماز (صلواۃ الألفیہ) کے بارے میں وارد حدیث من گھڑت اور نبی ﷺ پر بولا جھوٹ ہے۔

اسی سلسلہ میں امام نووی فرماتے ہیں: ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شام کو مغرب و عشاء کے مابین پڑھی جانے والی" صلاۃ الرغائب" اور نصف شعبان کی رات میں پڑھی جانے والی ہزار رکعتوں والی" نماز" صلاۃ الالفیہ" یہ دونوں ہی قابل نکیر بدعت ہیں۔ ان کے بعض کتب میں مذکور ہونے سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے اور نہ ہی ان کے بارے میں پائی جانے والی حدیث سے فریب خوردہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ سب باطل ہے۔

اللہ والو! یہ دونوں امام ہی امام شافعی کے مسلک کے چوٹی کے مشہور و معروف اور بہت بڑے علماء ہیں۔

جب کہ امام ابو محمد عبد الرحمن بن اسماعیل المقدسی نے تو ان دونوں نمازوں کے ردّ پر مشتمل پوری ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے، اور اس میں

---

1) صحیح مسلم:1718۔
2) صحیح مسلم:1718۔

ان کے بدعت ہونے کو واضح کیا ہے اور اس میں انہوں نے ہر پہلو کا یوں استیعاب کیا ہے کہ کسی دوسرے کے لئے اس موضوع پر کچھ کہنے اور لکھنے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔

کسی رات کی فضیلت اسے کسی عبادت سے مخصوص کرنے کی مقتضی نہیں ہوتی:

اگر یہ مان ہی لیا جائے کہ ہر فضیلت والی رات جیسا کہ کہا گیا ہے کہ اس رات کی فضیلت ہے۔ اگر اس قول کو تسلیم کرلیا جائے۔ اس کے باوجود یہ اس بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ اسے دوسری راتوں سے خاص کر کے کسی مخصوص نماز وعبادت کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے۔ جمعہ کا دن ایسا مبارک روز ہے کہ یہ ان تمام دنوں سے جن پر کہ سورج طلوع ہوتا ہے افضل ترین دن ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک صحیح حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ، يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ۔

جن دنوں پر سورج طلوع ہوتا ہے ان میں سے بہترین دن، جمعہ کا دن ہے، اسی میں آدم علیہ السلام کی تخلیق عمل میں آئی، اسی میں انہیں جنت میں داخل کیا گیا، اسی میں انہیں جنت سے نکالا گیا اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی آئے گی۔[1] (صحیح مسلم)

جمعہ کے دن کی اس فضیلت کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے اس دن کو روزے اور اس کی رات کو قیام کے ساتھ خاص کرنے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تَخْتَصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي، وَلَا تَخُصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ۔

جمعہ کی رات کو دوسری راتوں سے قیام کے ساتھ اور جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں سے روزے کے ساتھ خاص نہ کرو، سوائے اس کے کہ وہ ایسے دن میں آجائے کہ تم میں سے کوئی اس کا روزہ رکھتا آرہا ہو۔[2] (صحیح مسلم)

یعنی ایام بیض، یوم عرفہ، یوم عاشوراء وغیرہ جمعہ کو آجائے تو اس جمعہ کو روزہ رکھا جاسکتا ہے۔

اگر کسی رات کو عبادت کے ساتھ خاص کر دینا کسی فضیلت کا تقاضا کرتا اور اس میں کوئی مخصوص عبادت جائز ہوتی تو دوسری تمام راتوں سے جمعہ کی رات اس کی سب سے زیادہ حقدار تھی۔

لیلۃ مبارکہ:

جہاں تک اس مبارک رات کا تعلق ہے جو اس ارشاد الٰہی میں وارد ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ﴾

(ہم نے اس (قرآن) کو مبارک رات میں نازل فرمایا۔ (الدخان:3)

یہ رات لیلۃ القدر ہے جو کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک ہے، وہ نصف شعبان کی رات نہیں ہے جیسا کہ اس بات کی وضاحت اس آیت نے بھی کر دی ہے جس میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾

---

1) صحیح مسلم:854۔

2) صحیح مسلم:1144۔

(ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر (قدر والی رات) میں نازل فرمایا۔(القدر:1)

اور یہ رات جس کا تذکرہ (إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ) میں آیا ہے یہ رات ماہ رمضان میں ہے نہ کہ ماہ شعبان میں جیسا کے یہ معلوم و معروف ہے۔

عباد اللہ! اللہ سے ڈرو اور صرف ثابت و مشروع پر ہی عمل پیرا ہونے کی کوشش کرو، اور نو واردہ و خود ساختہ عمل کے پیچھے نہ دوڑ پڑو وہ بدعت سازوں نے چاہے کتنا ہی سجا بنا سنوار اور چمکا کر پیش کر رکھا ہو، کیونکہ عبادت صرف وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے مشروع و ثابت ہے۔

مسلمانو! شریعت کی اتباع کرو، بدعات کی پیروی نہ کرو، اعمال و احکام میں تمہارے لئے کفایت موجود ہے۔

اتباع سنت اور اجتناب بدعت:

اللہ کے بندو! مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں صحیح سند کے ساتھ،

عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ يَقُولُ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَعَظْتَنَا مَوْعِظَةَ مُوَدِّعٍ فَاعْهَدْ إِلَيْنَا بِعَهْدٍ. فَقَالَ: عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِي اخْتِلَافًا شَدِيدًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْأُمُورَ الْمُحْدَثَاتِ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں ایک دن نبی ﷺ نے اتنا موثر وعظ فرمایا کہ جس سے لوگوں کے دل دہل گئے اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو گویا الوداعی وعظ ہے ہمیں نصیحت و وصیت فرمائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کا تقوی و ڈر اختیار کرنے اور سمع و اطاعت کی وصیت و تاکید کرتا ہوں چاہے تم پر کسی غلام کو ہی امیر کیوں نہ بنا دیا جائے۔ اور تم سب سے جو لوگ میرے بعد جئیں گے وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھیں گے۔ تم پر (ایسے میں) میری سنت اور میرے رشد و ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ انہیں خوب مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور دین میں نئے داخل و پیدا کردہ امور سے بچنا کیونکہ دین میں نیا داخل و پیدا کردہ ہر فعل بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔' (ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، بسند صحیح)

اہل علم نے کہا ہے کہ اس حدیث کے الفاظ (اور ہر بدعت ہی گمراہی ہے) یہ جوامع الکلم میں سے ہیں۔ اور اس سے کوئی چیز (بدعت) باہر نہیں رہ جاتی۔ یہ اصول دین میں سے ایک عظیم اصل ہے اور یہ بھی اسی حدیث کی طرح ہے جس میں ارشاد نبوی ہے: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔

1) ابن ماجہ:42۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز (بدعت) ایجاد کی جو کہ دراصل اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود و نامقبول ہے۔[1] (بخاری و مسلم عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

غرض جس نے کوئی عمل خود ایجاد کیا اور اسے اس دین اسلام کی طرف منسوب کر دیا جب کہ دین اسلام میں ایسی کوئی اصل نہ ہو جو اس کا مرجع بن سکے تو وہ چیز سراسر گمراہی ہے اور دین اس سے بری ہے اور اس میں مسائل اعتقاد، اعمال اور ظاہری و باطن اقوال و اعمال سب برابر ہیں۔

اللہ کے بندو! اللہ کا خوف کھاؤ اور بدعت سازی و بدعت نوازی سے بچو کیونکہ یہ بدعات برے انجام سے ڈرانے والی نحوست ہیں۔ اپنے دین کی ثابت و مشروع عبادات و اعمال پر مضبوطی سے قائم رہو کیونکہ سنت پر عمل پیرا ہونا ہی باعث خیر و برکت، اچھے انجام کا سبب اور اللہ تعالی کی رضا کا ذریعہ ہے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

1) صحیح مسلم:1718۔

اسلام میں اخلاق کا مقام ومرتبہ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ
1424/8/21ھ،2003/10/7ء

حمد وثناء کے بعد!

لوگو! میں تمہیں اور اپنے آپ کو اللہ عزوجل کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے، اس کا تقوی و ڈر اختیار کرو اور اسی کی طرف توبہ تائب ہو جاؤ، اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت و بخشش طلب کرو، وہ بہترین بخشنے والا ہے۔ پورے خلوص کے ساتھ اسی سے مغفرت طلب کرو اور اپنے ماضی پر اظہار ندامت کرتے ہوئے اس کی طرف تائب ہو جاؤ، اس (کے دین) کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اس کی اطاعت کرو وہ آپ کو اجر و ثواب سے نوازے گا۔ اپنے لئے نیکیاں کمانے کے مواقع کو غنیمت سمجھو، جس نے جو بھی نیکی کی وہ اسے یقینا دیکھ لے گا اور جس نے کمی کوتاہی کی اسے ندامت و شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور اسے ہمیشہ کا حزن و ملال اور شقاوت و بدبختی گھیرے میں لے لیں گے، اور جس کے قدم ڈگمگا گئے اس کے لئے ویل ہلاکت ہے۔ اسی (قیامت کے روز) بندہ خود دیکھ لے گا کہ اس نے آج کے لئے دنیا میں کیا کیا عمل کر بھیجے تھے۔

راہ نجات و طریق سعادت:

مسلمانو! کسی مسلمان کو اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ نجات کی راہ اور دنیا و آخرت میں سعادت وخوشی کا حصول صرف اس بات میں ہے کہ اللہ تعالی کی کتاب قرآن کریم اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کا التزام و پابندی کی جائے اور وہ اس انداز سے ہونا چاہیئے جیسے نبی اکرم ﷺ نے اپنایا تھا نجات کی راہ، عزت کا راستہ اور سلف صالحین امت کا طریق یہی ہے۔ البتہ سلف صالحین کے طریق و منہج کا ایک پہلو وہ بھی ہے جس پر کما حقہ توجہ نہیں دی گئی اور نہ ہی تربیت میں اسے صحیح مقام دیا گیا ہے اور وہ پہلو ان کا اخلاقی منہج و طریق اور ان کے کردار کا پہلو ہے۔

منہج سلف:

یہ بات طے ہے کہ سلف امت کا منہج صرف علم کی حد تک ہی محدود نہیں اور نہ ہی محض جامد اعتقاد کا نام منہج سلف ہے بلکہ ان کا منہج عقیدہ وفقہ اور اخلاق و عمل ہر چیز کو شامل ہے اور بعض مسلمانوں کی زندگی پر غور کرنے والا شخص بلکہ بعض اہل علم کہلوانے اور مبلغ ہونے کا دعوی کرنے والے لوگوں کی زندگی میں ذرا توجہ سے جھانک کر دیکھنے والا شخص بخوبی محسوس کرسکتا ہے کہ اعتقادی ونظری اور علمی جانب کے مابین اور ان کے عمل و اخلاق اور کردار کے پہلو کے مابین قطعی کوئی گہرا تعلق نہیں بلکہ وہ دونوں الگ الگ ہیں۔

ظاہر و باطن کا باہمی ربط وتعلق:

مسلمانو! کردار و اعتقاد، ایمان و اخلاق اور ظاہری سلوک و کردار، باطنی اعتقاد کے ساتھ مربوط ہیں۔ ان میں گہرا گٹھ جوڑ ہے۔ اور موجودہ دور کا

انحراف جوکہ مسلمان کے کردار واخلاق میں داخل ہو چکا ہے یہ ایمان اور بندے کے باطن میں پائے جانے والے نقص وخلل کا نتیجہ ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی بات کو طے کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اگر ظاہری و باطنی اعمال میں نقص آجائے تو یہ دل میں پائے جانے والے ایمان میں آنے والے نقص وخلل کا نتیجہ ہے۔ یہ تصور ہی نہ کیا جائے کہ دل میں واجب ایمان اپنی کامل شکل میں موجود ہو اور ظاہر میں واجب عمل صالحہ کا صدور نہ ہو، بلکہ ایمان کامل کا وجود اس کامل عمل شکل کو لازم ہے اسی طرح اگر ایمان میں نقص آجائے تو ظاہر اعمال میں کمی آجانا بھی لازم ہے۔"[1]

اور آگے وہ کہتے ہیں:

"بدن پر جن اقوال واعمال کا ظہور ہوتا ہے اور دل میں پائے جانے والے ایمان ہی کا لازمی نتیجہ ہے۔[2]

امام شاطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "شریعت میں ظاہری اعمال باطنی ایمان کی دلیل ہیں۔ اگر ظاہر میں عیب و کجی ہوگی تو اس کے باطن (ایمان) میں بھی عیب و کجی کے وجود کا ہی فیصلہ کیا جائے گا اور اگر اس کے ظاہر میں استقامت ہوگی اس کے باطنی ایمان میں بھی استقامت تسلیم کی جائے گی۔"[3]

سلف کا منہج اخلاق:

اسی اخلاقی منہج کی صراحت اہل علم نے کی ہے اور کتب عقائد میں منہج سلف کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے ان کا یہی منہج ذکر فرمایا ہے۔

امام اسماعیل لکھتے ہیں: "سلف کی رائے یہ ہے کہ بدعات، گناہوں، فخر ومباہات، غرور وتکبر، خود پسندی، خیانت و بد دیانتی، باطنی کینہ ونفرت اور چغل خوری کے خلاف جنگ کی جائے اور دوسروں کو اذیت وتکلیف پہنچانے اور غیبت وچغلی کرنے کا رویہ ترک کیا جائے۔"[4]

امام صابونی کہتے ہیں: "سلف امت ایک دوسرے کو نماز تہجد، قیام اللیل کی تاکید کیا کرتے تھے۔ وہ صلہ رحمی اور اسلام کو پھیلانے کی باہم نصیحت کرتے، غریبوں کو کھانا کھلانے، فقیروں، مسکینوں اور یتیموں سے رحم و کرم اور شفقت کرنے کی وصیت کیا کرتے تھے، اسی طرح وہ مسلمانوں کے معاملات ومسائل کو حل کرنے میں دلچسپی لینے، کھانے پینے میں میانہ روی و عدم اسراف اور لباس و اخراجات میں افراط و تفریط سے بچنے کی وصیت کیا کرتے تھے، وہ نیکی کرنے اور ایک دوسرے سے نیکی میں سبقت لے جانے، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں پیش پیش رہا کرتے تھے۔ وہ طمع ولالچ کے شر سے بچنے کی باہم تاکید کیا کرتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے اور حق کی راہ میں آنے والی مشکلات پر صبر کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔[5]

سلف کے منہج اخلاق کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "سلف امت دوسروں کو اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی

---

1) مجموع الفتاوی: 7/ 582۔

2) مجموع الفتاوی: 7/ 541۔

3) الموافقات: 1/ 233۔

4) اعتقاد ائمۃ الحدیث: 1/ 78۔

5) عقیدۃ السلف۔

دعوت دیا کرتے تھے اور وہ نبی ﷺ کے اس ارشاد کے معنیٰ ومفہوم پر صحیح اعتقاد وایمان رکھتے تھے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا ۔

مومنوں میں اکمل ترین ایمان والا وہ شخص ہے جو ان میں سے اخلاقی اعتبار سے احسن ترین ہے ۔[1]

وہ لوگوں کو اس بات کی ترغیب دلاتے تھے رہے کہ تم اس سے تعلق پیدا کرو جو کہ تم سے رشتہ توڑتا ہے ۔ تم اسے عطا کرتے رہو جو کہ تمہیں محروم کرتا رہتا ہے اور جو آپ پر ظلم کرے اسے معاف کرو، وہ والدین کے ساتھ نیک وحسن سلوک کا حکم دیتے ،صلہ رحمی ،حسن ہمسائیگی ،یتیموں مسکینوں اور مسافروں سے حسن سلوک کی تلقین کرتے تھے ۔ وہ فخر وتکبر ،بغاوت وسرکشی اور اللہ کی مخلوق پر حق سے اور ناحق ہر طرح سے دست درازی کرنے سے روکا کرتے تھے .وہ اخلاق عالیہ کو اپنانے اور گھٹیا اخلاق وکردار سے بچنے کا حکم دیا کرتے تھے ۔[2]

مسلمانو! ایمان ،صلاح ودرستگی اور اخلاق وہ عناصر ہیں جو باہم متلازم ومتماسک اور ایک دوسرے کے ساتھ یوں جڑے ہوئے ہیں کہ جن میں فصل وعلیحدگی کرنا ممکن ہی نہیں ہے ۔ البتہ یہ ہوسکتا کہ کبھی ان میں بندہ کمی وکوتاہی اور کم عملی میں مبتلا ہو جائے یا ان میں سے بعض میں ایسی تقصیر کر گزرے جو کہ اسے ہلاکت تک پہنچا دے ۔

اسلام کی نظر میں مفلس کون:

اللہ آپ پر رحم وکرم فرمائے ۔ غور کریں کہ اسلام کی نظر میں حقیقی مفلس غریب یا نادار کون ہے؟

نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث میں ہے کہ: إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ ۔

مفلس ونادار وہ ہے: جو (قیامت کے دن) آئے گا اور اس کے نامہ اعمال میں نماز، زکواۃ اور روزہ (سب اعمال خیر) ہونگے مگر اس نے کسی کو گالیاں دی ہونگی کسی پر تہمت وبہتان تراشی کی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا ۔ کسی کا خون بہایا ہوں گا ،اور اسے زدوکوب کیا (مارا) ہوگا ۔ ان میں اسے اور اسے (ہر مظلوم کو) اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا ۔ اگر اسی پر لوگوں کے حقوق ختم ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو لوگوں کے گناہ لے کر اس کے نامہ اعمال میں ڈالے جائیں گے ،پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے ۔[3] (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے ۔ یہ ہے اصل مفلس ونادار ،مفلس وہ ہے جس کے پاس بڑا قیمتی سامان تو موجود ہے لیکن اس کے اپنے سوء تصرف اور بدمعاملی وبے تدبیری کے نتیجہ میں وہ قرضوں کے نیچے دبا اور ان کی قیمت اس کے قیمتی سامان سے بھی بڑھ کر ہو تو یہی افلاس ہے اور یہ باعث ہلاکت بھی بن جاتی ہے ۔

---

1) ترمذی:1162۔
2) مجموع الفتاوی:3/158۔
3) صحیح مسلم:2581۔

انسان وحیوان میں حد فاصل:

اللہ کے بندو! اخلاق وہ حسین وجمیل لباس ہے جس کے سامنے تمام لباس ماند پڑ جاتے ہیں، اخلاق ہی وہ پردہ ہے کہ سامنے کی پردے کی کوئی قیمت نہیں حتی کہ انسان اور ان جنگلی جانوروں اور چیر پھاڑ کھانے والے درندوں میں فرق بھی صرف اخلاق ہی کی وجہ سے قائم ہے۔

اخلاق کی شمولیت:

اخلاق انسان کے تمام معاملات اور سب حرکات وسکنات میں شامل ہے، اس کے کردار میں، تمام حالات میں، اس کی سنجیدگی ومذاق میں، اس کی خوشی وغم میں، اس کی رضامندی وخوشی اور ناراضگی میں اور اس کی خطا اور راست اقدام میں سے ہر ایک میں انسان کے اخلاق کا امتزاج ہوتا ہے۔

باعث سعادت ومسرت:

بنی آدم میں سعادت وخوشحالی کو پانے اور آرام وسکون کی زندگی جینے کی زبردست خواہش اور شدید رغبت پائی جاتی ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ سعادت وخوشی نہ منصب سے ممکن ہے نہ جاہ ومرتبہ سے اور نہ ہی یہ خواہشات وشہوات کے پورے ہوجانے اور زندگی سے فائدہ اٹھالینے سے، نہ ظاہری جمال ہی سعادت وخوشی دے سکتا ہے اور نہ ہی عمدہ لباس و پوشاک یہ چیزیں مہیا کرسکتے ہیں بلکہ سعادت وخوشی تو صرف لباس تقوی سے ہی ممکن ہے۔ یہ تو صرف تبھی حاصل ہوگی جب بندے کا عمل نیک وصالح اور اخلاق عمدہ ہو اور خوش اخلاقی وحسن کردار اور عمل کے ساتھ ساتھ ہی وہ حسن المقال وجمیل الکلام بھی ہو۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾

اے ایمان والو! رکوع کرتے، سجدہ ریز ہوتے اور اپنے رب کی عبادت گزاری کرتے رہو اور نیکی وبھلائی کے کام کرو تاکہ فلاح پاؤ، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ (الحج:77-78)

تزکیۂ نفس کے لئے اخلاقیات:

اللہ آپ کی حفاظت فرمائے، پوری توجہ کے ساتھ اخلاق کے اصولوں اور نفوس کا تزکیہ کرنے والے امور کو تلاش کرو، امانت ودیانت، صدق و راست بازی، عفت وپاکدامنی، مروت وجوانمردی، حلم وبردباری، اہل حق کے حقوق کا اعتراف اور نیکی واحسان کرنے والے لوگوں کی نیکی کا اعتراف کرنے جیسے اخلاقیات واعمال پر غور کریں، دوسروں کے علم وفضل اور تجربہ ومہارت کی عزت واحترام کریں، حق کو ہر چیز پر ترجیح دیں، اہل حق سے محبت رکھیں، رحم وکرم اور اس کے متعلقات پر عمل پیرا ہوں، قوت ارادہ اور ضبط نفس سے کام لیں اور صبر وہمت کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں، فراخ دلی ووسعت ظرفی، عالی ہمتی اور دوطرفہ باہمی احترام کو اپنا شعار بنالیں۔

اسلام میں اخلاق کا مقام ومرتبہ:

اللہ والو! آپ کے دین میں اخلاق حسنہ کو بہت بلند مقام حاصل ہے حتی کہ کوئی جتنا اخلاق عالیہ کا زیادہ مالک ہوگا وہ اتنا ہی صاحب خلق عظیم،

ہمارے نبی ﷺ کے قریب تر ہوگا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا۔

تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب و پیارا اور قیامت کے دن میرے قریب ترین مقام پانے والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے۔[1] (صحیح بخاری و ترمذی)

اور ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا۔

تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو سب سے اچھے اخلاق والے ہیں۔[2] (صحیح بخاری)

کلمہ طیبہ اور خوش گفتاری صدقہ وثواب ہے اور اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ خندہ روئی سے تبسم و مسکراہٹ کے ساتھ پیش آنا بھی صدقہ جاریہ ہے۔ کتاب اللہ کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث جو کہ جوامع الکلم ہیں وہ سب جوامع الاخلاق بھی ہیں کہ اخلاقیات کا مجموعہ ان میں موجود ہے وہ اصول ہوں یا فروع، توحید ہو یا عقائد یا عبادت و شریعت ہو، ایسے ہی خالق کائنات کے ساتھ معاملہ ہو یا اس کی مخلوق سے متعلقہ بات ہو حتی کہ شرعی حدود و تعزیرات کے قائم کرنے کی بات ہو یا کسی جانور کو قتل یا ذبح کرنے کا معاملہ ہو، ہر چیز کتاب میں بالتفصیل موجود ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ۔

اپنا آلہ ذبح چھری کو تیز دھار کر لیں اور ذبیحہ کو (جلد گلا کاٹ کر) راحت پہنچائیں۔[3] (صحیح مسلم عن ابی یعلی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ)

قرآن کریم کی نظر میں:

اسی طرح درج ذیل جامع آیات پر بھی غور وفکر کریں، جن میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾

نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (الرحمن:60)

اور ارشاد الہی ہے: ﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾

اور لوگوں سے اچھی باتیں کہیں۔ (البقرہ:83)

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ﴾

اور آپس میں بھلائی کرنے کو فراموش نہ کرنا۔ (البقرہ:237)

اور ارشاد الہی ہے: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ﴾

صبر ہی خوب ہے۔ (یوسف:۱۸)

اور ارشاد رب کائنات ہے: ﴿فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ﴾

لوگوں سے اچھی طرح سے درگزر کرو۔ (الحجر:85)

---

1) ترمذی:2018۔
2) صحیح بخاری:3559۔
3) صحیح مسلم:1955۔

اور فرمان الٰہی ہے:﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾

(اے نبی ﷺ!) عفو و کرم اختیار کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کرلیں۔(الاعراف:199)

اور فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ﴾

جب وہ بیہودہ بات سنیں تو اس سے منہ پھیر لیں۔(القصص:55)

حدیث رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ۔

جس نے عفت و پاکدامنی اپنانے کی کوشش کی اللہ اسے عفت و پاکدامنی عطا فرماتا ہے، جو اللہ سے تونگری مانگے اللہ اسے تونگری عطا فرماتا ہے اور جو صبر کرنے کا ارادہ کرے اللہ اسے صبر وہمت سے نواز دیتا ہے۔[1] (متفق علیہ)

ایک حدیث میں ہے:لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ،

غنی و مالدار وہ نہیں جس کے پاس مال واسباب زیادہ ہوں بلکہ غنی و تونگر وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔[2] (متفق علیہ)

اور ارشاد نبوی ہے:لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

سخت و طاقتور وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور (پہلوان) وہ ہے جو غصے کے وقت نفس پر قابو پالیتا ہے۔[3] (متفق علیہ)

ایک حدیث میں ہے:لَا يَشْكُرُ اللهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ۔

جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔[4] (ابوداؤد)

ایک ارشاد نبوی ہے:لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔

تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔[5] (متفق علیہ)

ایک ارشاد ہے:وَإِنَّ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ إِسْلَامًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

لوگوں میں سے سب سے اچھے (اسلام) والا وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا ہے۔[6] (مسند ابی یعلی)

اور ارشاد رسالت مآب ہے:مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ

---

1) صحیح بخاری:1469۔
2) صحیح بخاری:6446۔
3) صحیح بخاری:6114۔
4) ابوداؤد:4811۔
5) صحیح بخاری:13۔
6) مسند ابی یعلی:7468۔

قیامت کے دن میزان میں حسن اخلاق سے بھاری کوئی چیز نہ ہو گی۔[1]

مسلمانو! داناؤں دانشوروں اور ماہرین تعلیم وتربیت نے ذکر کیا ہے کہ اخلاق اچھے امور ومعاملات کا نام ہے اور ہمارے دین اسلام میں ان کا بھی ہمیں اسی طرح حکم دیا گیا ہے جیسے کہ دوسری تمام عبادات اور شرعی مطلوبات ہیں اور ان میں سے کوئی فرض ہے اور کوئی سنت اور اخلاق فاسدہ ومذمومہ سے منع کیا گیا ہے اور ان برے اخلاق وعادات میں سے کوئی حرام ہے اور کسی کا ارتکاب مکروہ ہے۔

عبادات وارکان اسلام اور اخلاق کا باہمی تعلق:

اسلام کی جتنی بڑی بڑی عبادات ہیں اور دین کے جو عظیم ارکان ہیں ان سب سے دین واخلاق اور عبادت وادب کا باہمی گہرا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ نماز فحاشی ومنکرات اور برائیوں سے روکتی ہے۔ زکواۃ ایسا صدقہ ہے جو کہ مسلمان کو گناہوں سے پاک کرتا اور اس کے نفس کا تزکیہ کرتا ہے. اور روزے کے بارے میں ارشاد نبوی ہے: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔

جس نے جھوٹ بولنا، اس پر عمل کرنا اور جاہلانہ حرکت (نادانی) کو نہ چھوڑا، اللہ کو (روزے کے نام سے) اس کے بھوکا پیاسا مرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔[2]

اور حج کے اخلاقی پہلوؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾

حج کے مہینے (معین ہیں) معروف ومعلوم ہیں تو جس نے ان میں اپنے لیے حج کی نیت کر لی (ادا کرنا شروع کر دیا) تو حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی برا کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے...۔(البقرہ:197)

جس کے نامہ اعمال میں کوئی عبادت نہ ہو جس کے ذریعے وہ اپنے دل کا تزکیہ، نفس کی تطہیر، سلوک وکردار کی تہذیب واصلاح، اخلاق کی تربیت وتحسین اور اللہ اور اس کے بندوں کے ساتھ تعلقات کو منظم کر سکے، اسے چاہیے کہ اپنے نفس کا محاسبہ و پڑتال کر لے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مفلس لوگوں میں سے ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ہے: وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ. قِيلَ: وَمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ۔

مجھے اللہ کی قسم! وہ ایمان دار نہیں جس کا ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہیں ہے۔[3]

اور ارشاد نبوی ہے: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

---

1) ابوداود:4799۔
2) صحیح بخاری:6057۔
3) صحیح بخاری:6016۔

جو شخص اللہ تعالی پر اور آخرت کے روز پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت وتکریم کرے، اور جو شخص اللہ تعالی اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے ورنہ پھر وہ خاموش رہے۔[1]

اور ایک حدیث میں ارشاد رسالت مآب ﷺ ہے: وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ.

حیاء وشرم ایمان کا ایک شعبہ وحصہ ہے۔[2]

خوشخبری و بشارت ہے اس شخص کے لئے جس کے اپنے عیوب (کے شمار واصلاح) نے اسے دوسروں کی عیب چینی سے روکے رکھا۔

مدح نہیں، مذاق:

خبردار! جو صفت آپ کے اندر نہیں پائی جاتی، اگر کوئی اس کے حوالے سے آپ کی مدح سرائی کرلے تو اس پر خوش نہ ہوں، کیونکہ یہ مدح سرائی نہیں بلکہ درحقیقت آپ کا مذاق اڑایا جارہا ہے کیونکہ آپ اپنے آپ کو خوب جانتے ہیں لہذا کسی کی مدح سرائی سے یوں خوش نہ ہوں، اور جو شخص خود پسندی کے مرض میں مبتلا ہو، اسے چاہیے کہ وہ اپنے عیوب ونقائص پر نظر ڈالے۔

خود احتسابی کا طریقہ:

اگر آپ کو اپنے اخلاق کا جائزہ لینا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ حالت غضب وغصہ میں اپنے حالات کو دیکھ لے، خلوت میں اپنے کردار پر نظر ڈال لے، جب کسی کی ضرورت پیش آجائے تب اپنی کیفیت کا جائزہ لے لے، جب کسی کی محتاجی سے مستغنی ہو جائے، جب کسی پر قادر وغالب آجائے یا پھر جب کسی کام سے عاجز ہو جائے تو ایسی صورت میں اپنی حالت کو دیکھ لے۔ ان سب آئینوں میں وہ اپنی صحیح اخلاقی تصویر دیکھ سکتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ چغلخور وغیبت کرنے والا ایک ہی گھڑی میں اتنا فساد و بگاڑ پیدا کر دیتا ہے۔ جتنا کوئی جادوگر سال بھر میں بھی پیدا نہیں کرسکتا۔ طمع ولالچ میں مبتلا بندہ غلام ہوتا ہے اور کوئی بندہ جب قناعت شعار ہو جائے تو وہ تمام طرح کی غلامیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو دیندار نہیں، اس میں کوئی مروت وجوانمردی نہیں ہے۔ گھڑی بھر کی سستی ولاپرواہی سال بھر کی محنت وکثرت اور ریاضت کو برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ جب خواہشات نفس سے مغلوبیت ختم ہو جائے تو بندے میں اخلاص آجاتا ہے اور جب اخلاص کے ساتھ ہی عمل کا صحیح وصواب ہونا (اتباع سنت) بھی حاصل ہو جائے تو سمجھیں کہ (شروط قبولیت) کا نصاب پورا ہو گیا، غیر مستقیم شخص نظم ونسق میں (لاقانونیت) وانارکی پیدا کرتا ہے اور صاحب جود وکرم شخص تو قلق واضطراب کے حالات میں بھی رفوگری کر کے حالات کو بہتر بنانے میں کوشاں رہتا ہے اور تند وتیز طوفانوں میں بھی اپنا راستہ صحیح کر لیتا ہے۔ جو عدل پسند قاضی ہے وہ اپنے عدل وانصاف کے ذریعے نظام کے نقائص وعیوب کو بھی دور کر لیتا ہے اور ظالم قاضی صحیح ومستقیم نصوص کو بھی اپنے ظلم سے حذف کر دیتا ہے، اور جب نفوس میں اصلاح نہ ہوگی تو آفاق میں ظلمتیں اور اندھیرے چھا جائیں گے اور فتنے قریب ہو جائینگے بعض وصایا لقمان: ارشاد الہی ہے: ﴿يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ [17] وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا

---

1) صحیح بخاری: 6018۔

2) صحیح بخاری: 9۔

يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ [18] وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾

بیٹا نماز کی پابندی رکھنا اور لوگوں کو اچھے کاموں کے کرنے کا حکم دینا اور بری باتوں سے منع کرتے رہنا اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو اس پر صبر کرنا، بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں، اور (از راہ غرور) لوگوں سے گال نہ پھلانا اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا کہ اللہ کسی اترانے والے خود پسند کو محبوب نہیں رکھتا اور اپنی چال میں اعتدال رکھنا اور (بولتے وقت) آواز کو نیچی رکھنا کیونکہ (اونچی آواز گدھوں کی اور) سب آوازوں سے بری آواز گدھوں کی ہے۔ (لقمان: 17-18-19)

اخلاق اور معالجہ مصائب و مشکلات:

مسلمانو! حسن اخلاق بہت بڑا باب ہے اور آج کل مسلمانوں میں جو انحراف و انحطاط آیا ہوا ہے اس کا علاج بھی حسن اخلاق کے باب سے ہی بہت ممکن ہے۔ امت اسلامیہ پر بکثرت ملکوں اور بکثرت مقامات پر مصائب و مشکلات کے پہاڑ آ گرے ہیں اور الحاد و زندیقیت، تعصب و مادیت اور فکری کج رویوں کی ایک رو چل پڑی ہے اور وہ اسلام اور اہل اسلام پر بڑے خطرناک حملے کر رہے ہیں۔ سیاسی انارکی اور فکری و اخلاقی بحران پیدا کر رکھا، طرح طرح کے مصائب روزانہ رونما ہو رہے ہیں اور رنگارنگ مشکلات سامنے آ رہی ہیں گویا کہ ان مصائب و مشکلات کو ان بلاد اسلامیہ کے علاوہ کوئی ملک ہی نہیں ملا۔ نہ ملک مکانوں کے سوا کسی کا گھر نظر آ رہا ہے۔

عروج امم کے اسباب:

تاریخ کے دروس و اسباق اور زمانے کی عبرتیں واضح کر رہی ہیں کہ وتہذیب جو ترقی کرے وہ اولاً اللہ کے فضل و کرم کی وجہ سے ہوتی ہے ،اس کے بعد اس کے ان فرزندوں کا اس میں حصہ ہوتا ہے جو کہ قوی نفوس، روشن عزائم، عالی ہمتوں، پاکیزہ اخلاق اور اعلی کردار کے مالک ہوتے ہیں اور ان سب امور کو خوب مضبوط کر کے رکھنے والی باڑ دین حق اور عقیدہ راسخہ کی دیوار ہے۔ وہ گھٹیا امور سے، حقیر افعال اور ذلیل کرتوتوں سے دور رہتے ہیں تو نتیجہ یہ نکلتا کہ وہ فساد و بگاڑ کا شکار نہیں بنتے۔ لذتوں کو شیوں اور شہوت پرستوں کے غلام نہیں، دوسروں کی عیب چینی میں مبتلا نہیں ہوتے اور بے قصور و بری لوگوں سے کیڑے نہیں نکالتے، امتوں کی سعادت و خوشحالی اور ملکوں کی عزت و فارغ البالی محض کثرت مال و دولت اور خوبصورت بلڈنگوں سے ہرگز نہیں ہوتی بلکہ یہ سب ان افراد کی وجہ سے ممکن ہوا اور رہوتا ہے جن کی عقلیں صیقل ہو گئیں، ان میں ثقافت و کلچر آ گیا، ان کے اخلاق سدھر گئے، عقائد درست ہو گئے، ان کی تربیت ہو گئی اور بصیرتیں منور ہو گئیں۔ وہی اخلاق و قوت کے مالک لوگ ہیں اور وہی اللہ کے فضل سے مصدر عزت و شرف ہیں۔

اللہ آپ پر رحم فرمائے، اللہ کا ڈر اختیار کرو، دین پر استقامت اختیار کرو، اخلاق کریمانہ سے تعلق و تمسک رکھو، کمال عقل، کمال جسم و جان سے مقدم و اولی ہے۔ کیا اہل فکر و نظر اس بات پر غور و فکر کریں گے؟ اور ماہرین تعلیم و تربیت اس پر نظر و تامل ڈالیں گے؟ آپ لوگ ماہ خیر و برکت اور لطف و کرم کے دروازے پر آ گئے ہیں۔ اللہ کو نیکی و بھلائی کر کے دکھلا دیں. خوب تیاری کر لیں اور عمل صالح کے لئے بھرپور استعداد جمع کر لیں گناہ و گندگی سے، جھوٹ بات کہنے اور اس پر عمل پیرا ہونے اور نادانی کرنے سے سخت اجتناب کریں، اور اللہ نے آپ پر روزے اس لئے فرض کئے ہیں تا کہ آپ متقی بن جائیں۔

ازواجی حسن معاشرت۔ اور فضائل رمضان

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ بن السبیل حفظہ اللہ
8/28/1424ھ، 24/10/2003ء

حمد ثناء کے بعد!

اے اللہ کے بندو!

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس سے ایسے ڈرو جیسے اس کا حق ہے اور تمھیں موت آنے صرف اس حال میں کہ آپ مسلما نہوں۔ (آل عمران:103)

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کو تم اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو اور قطع رحمی سے بھی بچو بیشک اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (النساء:1)

ازواجی تعلق: ایک نعمت:

اللہ والو! یاد رکھو کہ اللہ عزوجل ہم پر اپنی نعمتوں کا احسان جتلاتا اور ہمیں اپنی نعمتیں یاد دلاتا ہے اور اپنے فضل و کرم اور نعمت و احسان کا پتہ دینے والی نشانیوں کو بیان کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾

اور اسی کے نشانات اور تصرفات میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تا کہ ان کی طرف (مائل ہوکر) سکون وآرام حاصل کرو اور تمہارے مابین محبت و مہربانی پیدا کر دی۔ جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے آن باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ (الروم:21)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی اس عظیم نعمت کو بیان کر رہا ہے جو اس نے ہم پر کی ہے اور وہ نعمت ہے: میاں بیوی کے مابین پایا جانے والا (ایک انوکھا) تعلق و رشتہ جس کے ذریعے ان میں انس و محبت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے انہیں خوشی محسوس ہوتی ہے اور اس زندگی میں سکون و اطمینان کا وجود اسی رشتے کے دم قدم سے ہے، لہذا بندے کا فرض ہے کہ اس کا اتنا خیال رکھے جتنا خیال رکھنے کا اس کا حق ہے۔ اس کے زوال و خاتمے کا سبب نہ بنے جبکہ اسی بندھن کی ڈور مضبوطی سے باندھی جا چکی ہے۔

تفاوت وفرق مراتب:

اللہ کے بندو! اللہ نے زندگی کے معاملات کو چلانے میں الگ الگ صلاحیت و اہلیت کے لوگ پیدا فرمائے ہیں اور یہی تفاوت دنیا و آخرت میں ان کے سعادت وخوشی پانے میں بھی موجود ہے اور اسی تفاوت وفرق کی وجہ سے اس نے ان میں سے کسی کو حاکم اور کسی کو رعایا بنایا ہے۔ اسی نے حکام وآمراء منتخب فرمائے تا کہ وہ اپنی اپنی قوموں کے معاملات کی دیکھ ریکھ کریں۔ مرد کو اپنے گھر والوں کا حاکم بنایا اور عورت کو شوہر کے گھر کا حاکم بنایا۔

حقوق وفرائض زوجین:

گھراس زندگی کاستون ہے۔ یہ سعادت وخوشی کے قیام نفسوں کے اطمینان اوران کے سکون واستقرار کی جگہ ہے اور یہ گھر کی مملکت اس وقت تک صحیح طور پر نہیں چل سکتی جب تک مرد اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرے، اپنے گھر والوں کے معاملات کو نہ سدھارے اوران سے حسن معاشرت نہ رکھے یہی معاملہ عورت کا بھی ہے۔مسلمان عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شوہر اور بچوں کے حقوق ادا کرے جو کہ اس پر واجب ہیں۔گھر زندگی کا پہلا مدرسہ ہے اور یہی وہ اساس ہے جہاں سے اللہ کے فضل وکرم سے نوجوان نسل سدھر کر پروان چڑھتی ہے اور اسی مدرسہ سے ان کی صحیح وصالح تربیت ہوتی ہے اور نتیجہ یہ کہ وہ بالآخر پاکیزہ زندگی اور دونوں جہانوں کی سعادت وخوشی پانے کے قابل ہوجاتے ہیں۔

تفریق وطلاق:

اللہ کے بندو! آج لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد طلاق کے مسئلہ میں سستی کے مرض میں مبتلا ہوچکی ہے اور انھوں نے اسے ایک معمولی کام سمجھ لیا اور معمولی معمولی باتوں پر اپنی بیوی کو طلاق دے دیتے ہیں۔اس کی تمام نیکیوں کو بھلا دیا جاتا ہے ایسا شخص یوں اس عورت پر بھی ظلم کرتا ہے اور خود اپنے آپ پر بھی ستم ڈھاتا ہے اور اپنے بچوں کو بھی ظلم وستم کی چکی کے دو پاٹوں میں پسنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور پھر تھوڑی ہی عرصہ گزرنے کے بعد وہ کف افسوس ملنے لگتا اور اپنے کئے پر نادم وشرمسار ہوجاتا ہے۔

اسباب طلاق:

اور اس طلاق کا سبب عموماً جلد غضبناک ہوجانا اور بداخلاقی ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گھر ٹوٹ جاتا ہے اور خاندان بکھر کر رہ جاتا ہے، مرد کی ذمہداری ہے کہ وہ اپنے نفس اور اعصاب پر قابو پا کر رکھے کہ عورت اسے بھڑکا نہ سکے اور مرد کو ایسے حالات جو غضب وغصہ کی شدت کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں ان میں اسے اپنی حالت کو بدل لینا چاہیے جیسا کہ ہمارے نبیء معصوم ﷺ نے اس طرف توجہ دلائی اور ہماری راہنمائی کی فرمائی ہے کہ اس وقت کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہے تو لیٹ جائے یا گھر سے باہر نکل جائے یہاں تک کہ معاملہ ٹھنڈا ہوجائے اور اس کا غصہ زائل ہوجائے اور اس کے ہوش ٹھکانے آجائیں۔

حسن معاشرت کا حکم:

اسی طرح اس پر لازم ہے کہ ایسی حالت میں وہ نبی اکرم ﷺ کا وہ ارشاد اور عورت کے سلسلے میں وہ وصیت یاد رکھے جو صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا۔

عورتوں کے ساتھ خیر وبھلائی کا سلوک کرو کیونکہ عورت کی تخلیق پسلی سے کی گئی ہے اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی سب سے اوپر والی ہوتی ہے،

اگر آپ اسے سیدھا کرنے کے درپے ہونگے تو اسے توڑ بیٹھیں گے اور اگر اسے اس کے حال پر ہی چھوڑ دیں گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ عورتوں سے حسن سلوک کرو۔[1] (صحیح بخاری و مسلم)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمایا ہے: لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ۔
کوئی مومن شوہر کسی مومن بیوی سے بغض ونفرت نہ رکھے۔ اگر اس میں کوئی عادت اسے ناپسند ہے تو کئی دوسری پسندیدہ عادتیں بھی تو اسی میں ہیں۔[2] (صحیح مسلم)

محاسن و عیوب:

نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد اور آپ ﷺ کی یہ ہدایت عورتوں سے حسن اخلاق اور اچھے برتاؤ کے دواعی اسباب سب سے بڑا سبب ہے۔ لہٰذا یہ بات ضروری ہے کہ بیوی میں جو اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ پائے جاتے ہیں انہیں ملحوظ خاطر رکھا جائے اور اس کی طبیعت وفطرت سے مناسبت رکھنے والے امور پر بھی نظر رکھی جائے اور اسکے اچھے اخلاق واوصاف کو اس کے ان چند برے اخلاق واوصاف کے مقابلے میں رکھ کر دیکھا جائے۔ شوہر اگر اپنی بیوی کے اچھے اخلاق واوصاف اور اس کے محاسن وخوبیوں پر نظر رکھے گا جنہیں کہ وہ پسند کرتا ہے اور پھر اسی معاملے کو دیکھے گا جس پر وہ ناراض ہوا اور برے رویہ پر اتر آیا تو پھر اگر وہ منصف مزاج ہوگا تو اس کے بیشمار محاسن وخوبیوں کے مقابلے میں ان چند عیوب اور معمولی نقائص و برائیوں کو بہت کمزور و کمتر سمجھتے ہوئے ان سے چشم پوشی و درگزر کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ عقلمند جانتا ہے کہ (اللہ کے سوا) درجہ کمال کو تو پایا ہی نہیں جا سکتا اگر وہ اپنے اخلاق و کردار پر نگاہ ڈالے گا، اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے گا تو اسے اپنے اندر اپنی بیوی کے عیوب سے بھی زیادہ عیوب ونقائص نظر آئیں گے یا کم از کم اتنے ہی ضرور ہی ہونگے۔ انسان اپنی بیوی یا دوسرے دوست واحباب اور عزیز واقارب کے سامنے پوری طرح بری وصاف دامن نہیں ہوسکتا اور پھر اسے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾

اور ان بیویوں کے ساتھ اچھی طرح سے رہوسہو، اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کردے۔ (النساء:19)

انس ومحبت کا چشمہ صافی:

اللہ کے بندو! عقل سلیم، فطرت نقی اور ضمیر منصف بیوی کے حقوق ہضم کرنے سے بہت بالا ہوتے ہیں کسی اہل کرم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اس کمزور ذات عورت پر ظلم کرے جو کہ اس سے دور کہیں پلی بڑھی ہے۔ پھر ان دونوں میں ایک تعلق پیدا ہوگیا اور دونوں ایک دوسرے کی طرف مائل ہوکر سکون وآرام پانے لگے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا

---

1) صحیح بخاری:5186۔
2) صحیح مسلم:1469۔

إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾

اور اسی کے نشانات (وتصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان کی طرف (مائل ہو کر) آرام وسکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے مابین محبت ومہربانی پیدا کر دی۔(الروم:21)

اطاعت شعار و خدمت گزار:

اس محبت ومہربانی کے ساتھ ساتھ ہی بیوی اپنے شوہر کی اطاعت گزار و خدمت گار، اس کے گھر کو چاہنے والی، اس کے لئے خواہش نفس پوری کرنے کا فائدہ دینے والی اور اس کے بچوں کو جنم دینے والی بھی ہوتی ہے۔اس سب کچھ کے باوجود پتہ نہیں وہ کیسے جرأت کر لیتا ہے کہ اسے نقصان پہنچانے یا تنگ کرنے کی جسارت کرے، اسے ذلیل کرے اس کے حقوق ہضم کر جائے، اسے زدوکوب (مار پیٹ) کرے، پھر علیحدگی اور طلاق تک آجائے۔

شوہر کے حقوق و مقام:

اے خاتون! جسے اللہ نے عزت وشرف، کرامت ومنزلت، تحفظ اور عفت سے نوازا، جسے نسلوں کی تربیت دینے والی، اور خاندانوں کو چلانے والی بنایا ہے، اپنی ان نعمتوں کی حفاظت کریں اور وہ اس طرح کہ اپنے اخلاق و کردار کو صحیح رکھیں اور اپنے شوہر کے ساتھ تعلق کو انتہائی سازگار رکھیں کیونکہ شوہر کا حق بہت زیادہ ہے۔اس کی اطاعت وخدمت اور اس کے کام کاج کرنے میں اجر وثواب کی امیدوار رہیں اسی طرح اس سے اگر کوئی زیادتی ہو تو اس پر صبر کریں اور دین ومروت میں مخل نہ ہونے والے اس کے عیوب ونقائص سے درگزر وچشم پوشی کریں اس کے خلاف بدظنیوں سے دور رہیں اور محض وہم کی بناء پر کسی کام کا اسے الزام نہ دے دیں اور نہ ہی ایسے جملے استعمال کریں جن سے اسے اذیت وتکلیف پہنچتی ہو، دوسرے لوگوں کی خانگی مشکلات ومسائل اور انہی کے نتیجہ میں واقع ہونے والی جدائیوں طلاقوں اور بچوں کے بٹ جانے سے عبرت حاصل کریں۔

دوطرفہ حسن معاشرت ومعاملہ:

اے شوہرو اور بیویو! تم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ حسن معاشرت کا مظاہرہ کرے، ہر کوئی حسن اخلاق وحسن معاملہ ہو اور اگر اپنے ساتھی سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو حلم و بردباری اور معافی تلافی کا معاملہ کرے یہاں تک کہ دوسرا ٹھنڈا ہو جائے اور اس کے ہوش وحواس ٹھکانے آجائیں اور وہ اپنے ساتھی کا احسان مان لے۔اور یاد رکھو میاں بیوی میں سے ہر کسی کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔اور ہر کسی کا انہیں ادا کرنا واجب ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے:﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾

ان عورتوں کے بھی اسی طرح معروف وطریقے سے کچھ حقوق (اور) فرائض وواجبات ہیں اور مردوں کو ان پر ایک درجہ فضیلت و برتری حاصل ہے۔(البقرہ:228)

اے اللہ کے بندو! صبر وحلم کا دامن تھامو اور بعض ناپسندیدا امور سے چشم پوشی کرو کیونکہ (اللہ کے سوا) درجہ کمال کسی کو بھی حاصل نہیں ہے

اور معافی تلافی اہل کرم لوگوں کی شان ہے ۔ارشاد الٰہی ہے:﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾

اور ان (بیویوں) سے اچھے طریقے سے برتاؤ کرو، اور اگر تم انہیں ناپسند کرو تو عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بیشمار خیر وبرکت پیدا فرمادے ۔(النساء:19)

فضائل رمضان وروزہ:

اللہ والو! اللہ سے ڈرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے سوائے اس کے کہ تم لوگ مسلمان ہو، اور یہ بات سمجھ لو کہ اللہ تعالی نے بعض اوقات کو دوسرے مواقع پر فضیلت و برتری عطا کر رکھی ہے اور بعض مہینوں، دنوں اور راتوں کو دوسروں سے زیادہ عزت و شرف سے نواز رکھا ہے اور انہیں اپنے بندوں کے لئے اجر وثواب کمانے کا موسم بنا رکھا ہے اور ان اوقات میں سے اہم ترین اور افضل ترین موقع وہ ماہ رمضان ہے جس میں اللہ تعالی نے قرآن کریم کو نازل کیا تھا۔اللہ نے اس ماہ کو برکت والا مہینہ اور اس موسم کو خیرات و بھلائیوں کا موسم وسیزن بنا رکھا ہے اس ماہ میں اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے اپنے بندوں کے درجات بلند کرتا ہے، ان کے گناہوں کی مغفرت و بخشش کرتا ہے اور اس کا وقت اب بہت ہی قریب آ گیا ہے اور وہ اب تمہارے یہاں پہنچنا ہی چاہتا ہے۔اسے پوری خوش دلی اور سرور و بشاشت سے خوش آمدید کہیں ۔جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾

کہہ دیں کہ یہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ممکن ہوا ہے تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں ۔یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں ۔(یونس:58)

اس ماہ رمضان میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے اس کے روزے کو اللہ نے فرض قرار دیا ہے اور اس کی راتوں کے قیام کو نفل بنایا ہے۔جس نے اس میں کسی کا روزہ افطار کروایا اس کے پہلے تمام گناہ بخشے گئے اور اس کی گردن جہنم سے آزاد ہوگئی اور روزہ افطار کروانے والے کو بھی اس روزہ دار جتنا ہی ثواب ملے گا، اور روزہ دار کے ثواب میں سے بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی ۔یہ وہ مہینہ ہے جس کا اول رحمت، وسط مغفرت اور آخر نار جہنم سے آزادی ہے ۔جس نے اس ماہ میں کسی روزے دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اسے اللہ قیامت کے دن اپنے نبی کے حوض (کوثر) سے پانی پلائے گا اور پھر وہ جنت میں داخل ہو جانے تک پیاس محسوس نہیں کرے گا۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (اس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور یہ حق و باطل کو الگ الگ کرنے والا ہے ۔تم میں سے جو کوئی اس ماہ میں موجود ہو اسے چاہیے کہ وہ پورے مہینے کے روزے رکھے، اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں (اتنے روزے رکھ کر) ان کا شمار (گنتی) مکمل کرلے ۔اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا اور یہ

(آسانی کا حکم) اس لئے دیا گیا ہے کہ تم روزوں کی گنتی پوری کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تمہیں ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو (تکبیریں کہو) اور اس کا شکر کرو۔ (البقرہ:185)

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزت عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

ماہ صیام: فضائل واحکام

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن آل طالب حفظہ اللہ
1424/09/06ھ 2003/10/31ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرو جیسا کہ تقوی اختیار کرنے کا حق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا [70] يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

اے ایمان والوں! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور سیدھی بات کہا کرو۔ وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول اللہ ﷺ فرمانبرداری و پیروی کرے گا وہ بیشک بڑی مراد پائے گا۔ (الاحزاب: 70-71)

موسم خیرات وبرکات:

مسلمانوں! خیرات و برکات اور بھلائیوں کے موسم بڑے ہی غنیمت مواقع ہوتے ہیں۔ ایسا ایک موسم آپہنچا ہے جو کہ بہت ہی اعلی ہے جو غنیمتوں سے مالامال ہے۔ یہ صرف ایک گھڑی کا صبر ہے کہ اگر مسلمان کا عمل قبول ہو جائے تو وہ فائزین اور فلاح وکامیابی پانے والوں میں سے ہو جاتا ہے اور اللہ کے مقرب بندوں میں سے بن جاتا ہے۔ سبحان اللہ! اس موسم اور ان موسموں میں ہی اجر وثواب رکھے گئے ہیں اور ان میں کتنی کمروں سے بوجھ کم کئے جاتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں اپنی رحمت کو سمیٹنے والوں میں سے بنا دے اور اپنی مغفرت کے حصول کی کوشش کرنے والا کر دے اور اپنی رضاء و خوشنودی پالینے والوں میں سے بنا دے، ہمیں عمل صالح کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! ہمیں بھی ان لوگوں میں سے بنا دے جو تیرے نزدیک شرف قبول پا گئے ہیں اور موت کے وقت ہمارا خاتمہ بالخیر کر دے۔

اللہ کے بندو! اللہ کا اس بات پر شکر ادا کرو کہ اس نے آپ کو ماہ رمضان تک پہنچا دیا ہے اور اس بات پر اس کی حمد وثنا بجالاؤ کہ اس نے آپ کو روزے رکھنے اور قیام کرنے کی توفیق بخشی ہے، ارشاد الہی ہے: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ﴾

کہہ دیں کہ یہ سب اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے ہی ممکن ہوا ہے، لہذا چاہیئے کہ لوگ اس سے خوش ہوں۔ یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔ (یونس: 58)

ماہ رمضان رحمتوں، برکتوں، نیکیوں اور بھلائیوں کا مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اس ماہ میں ایک رات وہ بھی ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ جس نے اس ماہ میں روزہ رکھ لیا اور راتوں کو قیام کر لیا اس کے پہلے کے تمام گناہ بخش گئے۔ اس ماہ میں اللہ بیشمار لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اور یہ روزے بہت پرانی شریعت ہے

اور پہلی امتوں پر بھی فرض رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

اے ایمان والوں! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ پہلی امتوں کے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔(البقرہ:183)

ماہ رمضان:

ماہ رمضان، ماہ نزول قرآن ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾

ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں یہ قرآن نازل کیا گیا جو کہ لوگوں کے لئے ذریعۂ ہدایت رہنمائی ہے، اس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور یہ حق و باطل کو الگ الگ کرنے والا ہے۔(البقرہ:185)

وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ۔

اس ماہ رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتے اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔[1]

سلف صالحین امت کا طرز عمل یہ تھا کہ جب ماہ رمضان داخل ہو جاتا تو وہ حدیث شریف کا درس وتدریس چھوڑ دیتے اور قرآن کریم کی تلاوت وتدبر میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔

عبادات اور فتح مندیوں کا مہینہ:

یہ تراویح وقیام رمضان اور مساجد واماکن، تہجد میں صف بند ہو جانے کا مہینہ ہے۔ یہ اشک بہانے کا مہینہ ہے، یہ یادوں اور فتح مندیوں کا مہینہ ہے۔ اسی ماہ میں غزوۂ بدر وقوع پذیر ہوا۔ اس دن کو اللہ نے یوم الفرقان (حق و باطل میں فرق کرنے والے دن) کا نام دیا ہے، اس ماہ میں مکہ فتح ہوا جس دن کہ توحید کا اعلان عام ہوا، شرک کا خاتمہ ہوا، بتوں کو بیت اللہ کے گرد ونواح سے نکال پھینکا گیا، اور عہد جاہلیت کے تمام نعروں اور کرتوتوں کو کوڑے کے ڈھیروں پر پھینک دیا گیا، اس دن نبی اکرم ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ دراصل ایک اعلان "اعلامیۂ توحید" تھا۔ اس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ

اللہ وحدہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اس نے اپنے بندے کی مدد ونصرت فرمائی اپنے لشکروں (صحابہ کرام) کی عزت افزائی کی اور اس اکیلے نے ہی اہل کفر وشرک کے تمام لشکروں کو شکست فاش دی۔[2]

پھر اسی دن عدل وانصاف کا علم بلند کیا گیا، عفو ودرگزر اور معافی تلافی کا جھنڈا کھڑا کیا گیا اور دین کے روشن معالم یا سنگ میل قائم کئے گئے اس ماہ رمضان میں مسلمانوں نے تاریخ اسلامی روشن کیا اور غزوات وحروب میں لیا اور فتوحات وانتصارات سے نوازے گئے۔ کیا مسلمان اس ماہ کے اسرار ورموز اور بھیدوں کو سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کرینگے؟ یہ عبادات و جہاد کا مہینہ ہے، یہ جد و جہد اور کمر ہمت

---

1) صحیح بخاری:6۔

2) صحیح مسلم:1248۔

باندھنے کا مہینہ ہے۔ یہ ماہ رمضان امت کو یہ یاد ہانی کروانے آتا ہے کہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لیں اور اپنے اعمال و افعال کی پڑتال کر لیں اور اس بات پر نظر ثانی کر لیں کہ اپنے دین کے ساتھ ان کا تعلق کس طرح کا ہے؟ اور جہاں جہاں کوئی کوتاہی و خلل پائی جاتی ہے اس کا تدارک کر لیں، پورا رمضان ہی دروس و اسباق اور عبرت و نصیحت سے عبارت ہے کہ اخلاص للہ، توحید باری تعالی، توجہ الی اللہ اور خالق مجید کو ہی ملجا و ماوی مانا جائے۔ اللہ سے فتح و نصرت کے نزول کی دعائیں کی جائیں۔ اسی ماہ میں یہ دروس و اسباق بھی ہیں کہ امت میں وحدت و یگانگت ہونی چاہیے اور اختلافات و تفرقے نکال پھینکنے چاہئے۔ اس ماہ میں ایک دوسرے کی ہمدردی و غمخواری کا بھی سبق پایا جاتا ہے اور اس بات کی تعلیم بھی موجود ہے کہ پوری امت کے تمام افراد کو یوں متحد و متفق ہو کر رہنا چاہیئے جیسے کہ پوری امت کے افراد ایک ہی جسم کے اعضاء ہیں، اور رمضان یہی ہے اور اپنے تمام اسباق کو دہرانے آتا ہے۔

روزہ کے فضائل:

لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ

روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے۔[1] (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک)

الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ماہ رمضان اور قرآن کریم دونوں روزہ دار اور تلاوت کرنے والے کے لئے شفاعت و سفارش کرینگے۔[2] (مسند احمد، معجم طبرانی کبیر، مستدرک حاکم، صحیح الترغیب: 1/ 483)

إِنَّ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَيْنِ: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ اللهَ فَرِحَ،

روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہونگی ایک اس وقت خوشی ملتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت فرحت و مسرت نصیب ہو گی جب وہ اپنے رب سے جنت جانے کے بعد ملے گا۔[3] (جزء حدیث الخلوف)

صحیح بخاری و مسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ بَعَّدَ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا

کوئی بندہ جو اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے، اس ایک دن کے روزے کے عوض اللہ اس بندے کو جہنم سے ستر سالوں کی مسافت جتنا دور کر دیتا ہے۔[4] (بخاری، مسلم)

ماہ تقوی و تربیت:

ماہ رمضان اور عام دنوں کا روزہ دلوں میں تقوی پیدا کرتا ہے اور قرآن کریم کی تلاوت و تدبر دلوں میں نور ہدایت بھر دیتے ہیں۔ روزے

1) صحیح مسلم: 1153۔
2) مسند احمد: 6589۔
3) صحیح مسلم: 1153۔
4) صحیح بخاری: 2840۔

میں شہوت کے زور کو توڑنے کی تربیت کا پہلو بھی نمایاں طور پر پایا جاتا ہے اور اسی میں خواہشات نفس کی غلامی و بندگی اور شہوت پرستی کے اسباب کی رگ کاٹنے کا سامان بھی موجود ہے، اور روزہ دار کی دعاء رد نہیں کی جاتی۔ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾
اور جب آپ ﷺ سے میرا بندہ میرے بارے میں پوچھے تو اسے میری طرف سے کہہ دیں کہ میں بہت قریب ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا (اور قبول کرتا) ہوں جب بھی مجھے کوئی پکارے اور انہیں بھی چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راہ پائیں۔(البقرہ:186)

ماہ تہذیب و تزکیہ اور صدقہ وخیرات:

ماہ رمضان میں دلوں کی صفائی ہوتی ہے، اخلاق میں تہذیب و تربیت آتی ہے، ماہ رمضان میں فقراء ومساکین اور کم نصیبوں سے ہمدردی و غمخواری کی جاتی ہے، یہ صدقہ و خیرات اور ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے۔خصوصاً آجکل جبکہ اسلام، اہل اسلام اور عمل اسلامی کے خلاف ہر طرف سے جنگ چھیڑی جا چکی ہے اور احکام اسلام کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اور چاہے کچھ بھی ہوتا رہے مسلم ومومن صادق خود اپنے طور پر اور ثقہ و معتمد جمعیتوں اور خیراتی اداروں کے راستے محتاجوں کے ساتھ تعاون و احسان جاری رکھتا ہے اور ایسی جمعیتیں اور خیراتی ادارے مسلمان ممالک میں بحمداللہ بکثرت ہیں۔

محاسبۂ نفس کا مہینہ:

مسلمانو! کوئی مسلمان جب کسی ایسے موسم کا استقبال کرتا ہے جس کی غنیمتیں سمیٹنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس پر واجب ہے کہ سب سے پہلے اپنے نفس کو اچھی طرح سے ٹٹولیں اور اپنے عمل و کردار کا جائزہ لیں، تاکہ کہیں کوئی ایسا امر مانع موجود نہ ہوتا ہے جو کہ عمل کے قبول ہونے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں یا اس کے اجر وثواب میں کمی کا باعث بنے کیونکہ اس جدو جہد اور محنت یا بگار کاٹنے کا کیا فائدہ جس کی اجرت و مزدوری ہی ملنے والی نہیں اور اس عمل سے کیا حاصل جو ثواب کے لئے کیا جائے مگر ثواب کی بجائے وہ سزا کا باعث ثابت ہو، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قوم سے ڈرایا ہے۔جن کے چہرے عمل و محنت کر کے تھکے ہوئے ہونگے مگر وہ اجر وثواب کی بجائے دہکتی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے۔لہٰذا مسلمان کو اخلاص کی بھرپور کوشش کرنی چاہیئے اور شرک کو دور پھینکنا چاہیئے جو کہ اعمال کی قبولیت کی راہ کا سب سے بڑا مانع و رکاوٹ ہے بلکہ وہ عمل کو برباد کرنے والا ہے۔اور اجتناب شرک کے ساتھ ساتھ ہی دین میں کسی بھی قسم کی ایجاد کردہ بدعت سے گریز کرنا بھی ضروری ہے اللہ کسی ایسے عمل کو قبول نہیں فرماتا جو شریعت میں ثابت نہ ہو اور جب کوئی بدعت جنم لیتی ہے ایک سنت کی موت واقع ہوتی ہے۔لہٰذا اللہ کے لئے پورے خلوص و محبت کے ساتھ عمل کرو، گناہوں اور معاصی کی غلاظتوں اور گندگیوں سے اپنے آپ کو پاک کر لو اور انہیں توبہ و استغفار سے دھو ڈالو کیونکہ یہ گناہ نیکی و اطاعت سے روک دیتے ہیں اور قرب الٰہی کے حصول کی راہ میں روکاوٹیں کھڑی کر دیتے ہیں۔

روزے کا ثواب کم کرنے والی چیزیں:

روزے کے ثواب کو کم کرنے والی چیزیں یہ ہیں کہ بندہ بداخلاقی کا مظاہرے کرے، روزے سے ناک منہ چڑھائے اور اپنے افعال و تصرفات سے یوں ظاہر کرے کہ وہ روزے سے نہیں بلکہ کسی مصیبت میں مبتلا ہے۔ اسی طرح غیبت و چغلی، جھوٹ اور مسلمانوں کے خلاف قولی و فعلی بغاوت و سرکشی بھی روزے کے اجر و ثواب کو ناقص کر دیتی ہے خصوصاً جبکہ یہ حسد کی بناء پر ہو۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا اور نادانی کرنا ترک نہیں کرتا اللہ تعالی کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے اور بھوکا پیاسا مرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔[1] (صحیح بخاری)

ایسے ہی صحیح بخاری و مسلم میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ۔

تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو کوئی شہوت انگیز بات نہ کرے نہ شور وغل مچائے اور اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے جھگڑا کرنے کے درپے ہو تو اسے کہہ دے کہ: میں روزے سے ہوں۔[2] (بخاری و مسلم)

اطاعت و صبر کی عادت ڈالنا اور گندے مناظر بچنا:

اے روزے داروں! روزے کا مقصد و مطلب یہ ہے کہ نفس کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ اللہ کی اطاعت و عبادت کا عادی ہو جائے اور اس کا ایسا تزکیہ و تہذیب ہو کہ وہ صبر کرنے اور شہوت و خواہشات پر غلبہ پانے پر قادر ہو جائے۔ اور جس طرح روزہ جسم کے بعض مباحات سے بھی روزہ دار کو روک دیتا ہے تو اسی طرح ماہ رمضان میں اور روزے کی حالت میں یہ اور بھی منع ہے کہ حرام امور و افعال کا ارتکاب کیا جائے۔ ماہ رمضان کے شب و روز کے اوقات بہت ہی قیمتی ہیں انہیں ضایع نہ جانے دیں اور سکرین پر رونما ہونے والے فحش و غلیظ مناظر کے سلسلہ میں عرض ہے کہ اگر ان میں دوسری کوئی بھی خرابی نہ مانی جائے اور انہیں صرف ضیاع وقت کے حوالے سے ہی دیکھا جائے تو ان مناظر کی مذمت کے لئے یہی بات کافی ہے جبکہ یہ چینلز تو شیطان کے ساتھ دوڑ و مقابلہ میں اترے ہوئے ہیں کہ آئیے دیکھیں سب سے زیادہ فتنہ و فساد تخریب و بگاڑ کون مچاتا ہے، اللہ کی راہ اور ذکر و نماز سے کون زیادہ روکتا ہے؟ کیا تم ان چیزوں سے باز آتے ہو؟

اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! آپ کو اللہ صاحب جبروت کی طرف سے توبہ تائب ہونے کی دعوت دی گئی ہے اس نداء و دعوت کو قبول کرتے ہوئے توبہ کرلو کیونکہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

اے ایمان والوں! سب کے سب اللہ کے آگے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (النور:31)

---

1) صحیح بخاری:6057۔

2) صحیح بخاری:1904۔

اللہ تعالی میری اور آپ کی مغفرت وبخشش فرمائے۔ توبہ کرنے میں جلدی کرو، اور خبر دار! اپنے نامۂ اعمال میں کسی ایسے فعل کو داخل نہ ہونے دو کہ جس کے ذکر پر کل قیامت کے دن تمہیں نادم وشرمسار ہونا پڑے۔ اور کچھ کر چکنے کے نتیجہ میں ہی راحت وسکون کا حصول ممکن ہوتا ہے۔

دعاء سحر گاہی:

اے روزے داروں! سحری کے اوقات میں رحمت الٰہی کے جھونکے چلتے ہیں جبکہ خود رب کائنات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اسی وقت دعاء واستغفار کرو ہوسکتا ہے کہ کسی دعاء کی قبولیت کے نتیجہ میں آپ کے لئے ابدی فوز وفلاح لکھ دی جائے اور افطاری کے وقت کی گئی دعاء بھی قبول کی جاتی ہے اور رد نہیں کی جاتی۔

اے مسلمانوں! اس ماہ مقدس کے وجود کو سعادت سمجھو اور حسب استطاعت اس ماہ میں نیکیاں کرنے کی کوشش کریں اور اپنے مولائے کریم کا تقرب حاصل کریں۔ اس نے جنت کی طرف آپ کو دعوت دے رکھی ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاللَّهُ يَدْعُوٓا۟ إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

اور اللہ سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف بلاتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ (یونس:25)

مسلمانوں! مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے دین کے امور سیکھے کہ اپنے رب کی عبادت کیسے کرنا ہے؟ اور عمل سے قبل احکام کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرے تاکہ علی وجہ البصیرت ہو کر اللہ کی عبادت کر سکے۔

چند اہم احکام صیام:

روزے کے کئی احکام ومسائل ہیں:

1) روزہ ہر عاقل وبالغ مسلمان پر واجب ہے، بچے پر واجب تو نہیں لیکن اگر اس میں اس کی طاقت ہو تو اسے روزہ رکھنے کی عادت ڈالنے کے لئے اس کا حکم دیا جائے اور عمر بلوغت کے جلد پہنچ جانے کی طرف متوجہ رہیں۔ خصوصاً لڑکیاں جلد بالغ ہوجاتی ہیں۔

2) جہاں تک پاگل ودیوانے کا تعلق ہے تو وہ مرفوع القلم ہیں نہ ان پر روزہ اور نہ ہی ان کی طرف سے کسی کو روزہ رکھوانے کی ضرورت ہے۔

3) اور پاگل کی طرح ہی وہ شخص ہے جو کبرسنی (بڑھاپے) کی وجہ سے اس حالت کو پہنچ گیا ہو کہ اسے کسی چیز کا پتہ نہ رہے، اس پر اور اس کے ولی پر بھی کوئی کفارہ وغیرہ نہیں ہے۔

4) اسی طرح ہی بہت ہی بڑی عمر والا جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو اور وہ بیمار جس کے تندرست ہونے کی کوئی توقع نہ رہی ہو ان پر بھی روزہ واجب نہیں ان کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی مسکین کو روزانہ روزہ رکھوا دیا کریں، اور رہا اس بیمار کا معاملہ جس کے تندرست ہوجانے کی امید ہو، وہ اس وقت تو روزہ نہ رکھے لیکن جب اللہ تعالی اسے شفاء عطا کردے تو جتنے روزے چھوٹے ہوں ان کی قضاء کرلے۔

5) ایسے ہی حاملہ عورت کا حکم بھی ہے کہ اگر اس کے لئے روزہ رکھنا مشکل ہو یا اسے اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو اور یہی حکم دودھ پلانے والی عورت کا بھی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور بعد میں جتنے روزے چھوٹے ہوں ان کی قضاء کرلیں۔

6) اسی طرح ہی مسافر کو بھی اجازت ہے کہ وہ دوران سفر روزہ چھوڑ دے اور جتنے روزے چھوٹ گئے اتنے بعد میں رکھ لے۔

7) حائضہ اورنفاس والی عورت جسے بچے کی ولادت کے بعد خون جاری رہتا ہے پر بھی روزہ واجب نہیں ہے اور نہ ہی ان کا روزہ صحیح ہے لہٰذا وہ روزہ نہ رکھیں اور رمضان گزرنے کے بعد قضاء کرلیں اور اگر ایسی عورت فجر سے ایک لمحہ ولحظہ پہلے بھی پاک ہوجائے تو وہ روزہ رکھ لے اور اگر وہ روزے کی نیت کرلے تو اس کا روزہ صحیح ہے۔ اگر چہ وہ غسل حیض ونفاس طلوع فجر کے بعد ہی کیوں نہ کرلے۔

8) روزہ دار کو ان تمام اشیاء وامور سے بچنا چاہیے جن سے روزہ باطل ہوجاتا ہے اور ان روزہ توڑنے والی چیزوں سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک بچنا ضروری ہے اور وہ ہیں، کھانا، پینا اور ہر وہ چیز جو ان دونوں معنوں میں ہو جیسے غذائی ٹیکہ وغیرہ۔ اور وہ چیزیں جو کھانے پینے کے معنوں میں نہیں ہیں وہ روزہ نہیں توڑتیں جیسے آنکھ ناک اور کان میں جانے والے قطرے۔

9) جس نے بھول کر کچھ کھا پی لیا، اسے چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے اور اس پر کوئی فدیہ وقضاء نہیں ہے۔

10) ماہ رمضان کے دن کے وقت جماع وہمبستری کرنا بھی روزے کو توڑ دیتا ہے اور اس پر توبہ تائب ہونے کے ساتھ ساتھ کفارہ مغلظہ بھی ہے۔ (البتہ ماہ رمضان کی راتوں کو جماع کرنا جائز ہے۔)

کفارہ مغلظہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ساٹھ روزے مسلسل رکھے۔

11) ماہ رمضان کے دن کے وقت کسی بھی طریقے سے منی کا استخراج وانزال حرام ہے اور اس سے روزہ فاسد ہوجاتا اور اس دن کے روزے کی قضاء واجب ہے۔ البتہ شہوت کے بغیر بوسہ کرلینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جہاں تک سوتے میں احتلام ہوجانے (بدخوابی) کا تعلق ہے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ وہ صرف غسل کرلے اور اپنا روزہ مکمل کرے۔

12) سینگی لگوانے (فصد کروانے) سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگر چہ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بہرحال مسلمان کو اپنے روزے کے بارے میں احتیاط برتنی چاہیے۔ ہاں اگر روزہ دار زخمی ہوگیا یا نکسیر پھوٹنے سے اس کا خون بہہ نکلا یا ایسی ہی کوئی صورت پیدا ہوگئی اس پر کوئی کفارہ وقضاء نہیں اور اس کا روزہ صحیح ہے۔

13) جان بوجھ کر قے کرنا بھی روزے کو توڑ دیتا ہے اور اگر بلا اختیار وارادہ کسی کو قے آجائے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور اس کا روزہ صحیح ہے۔

14) ان تمام امور سے روزہ باطل تبھی ہوتا ہے جب کوئی جان بوجھ کر ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرے اور اس سے بچنا اس کے اختیار میں بھی ہو۔

15) روزہ دار کے لئے سرمہ لگانا، زخموں کی مرہم پٹی و دوا دارو کرنا، ٹھنڈک حاصل کرنا، اور خوشبو لگانا جائز ہے۔

16) مسلمان کو جلدی روزہ کھولنے، تاخیر سے سحری کھانے، افطار کے وقت دعاء کرنے، سحری کے وقت توبہ واستغفار کرنے، بکثرت تلاوت قرآن، ذکر الٰہی، دعاء، صدقہ وخیرات، محتاجوں کی مدد، صلہ رحمی، گناہوں سے اپنے نفس کی تطہیر، مساجد میں باجماعت نماز ادا کرنے اور امام کے ساتھ نماز تراویح باجماعت ادا کرنے میں اتباع سنت کی بھرپور کوشش کرنی چاہیئے۔

گنتی کے دن:

یہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں اور عنقریب یہ ختم بھی ہو جائیں گے. عمل کرنے والے اپنے انجام پر اللہ کی حمد ثناء بجالائیں کہ ان کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾

جو عمل تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو، اس کے صلے میں (اب جنت میں) مزے سے کھاؤ پیو۔ (الحاقۃ: 24)

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

رمضان وروزہ: فضائل، اصل مفہوم اور کرنے کے کام!

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ

13/9/1424ھ، 7/11/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس بات کو خوب سمجھ لو کہ تقوی ہی بہترین سواری اور طریق نجات ہے اور اسے پالینا ہی ابرار وصالحین کے نزدیک ایک پرخواہش تمنا ہے، یہی روح کا زادِ راہ اور دلوں کی غذاء ہے اسی کے ذریعے مرغوب ومن پسند انجام حاصل کیا جاسکتا ہے، اسی کی بدولت ناپسندیدہ وخوفناک چیز (جہنم) سے بچا جاسکتا اور خطرات کو بھی اسکے ساتھ دور کیا جاسکتا ہے اور یہ وہ بہترین چیز وعمل ہے جس کے بل بوتے پر بندہ رب کی رضاء حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتا۔

موسم عبادات:

مسلمانو! مادہ پرستی کا دور دورہ ہے، شکوک وشبہات کا باہم امتزاج وکثرت ہے۔ ان حالات میں نفوس انسانیہ اللہ کی طرف اور دار آخرت کی طرف سفر کرنے پر آمادہ ہونے لگیں تو فتور وتساہل اور قصور وکوتاہی آڑے آنے لگتی ہے، اور ایک عظیم حکمت کے تحت اللہ جلت حکمتہ نے اس امت کو اطاعت وعبادت کے مختلف موسموں میں حصول قرب الٰہی کے زمانے اور خیر وبھلائی کے مواقع واوقات سے نواز رکھا ہے، جس نے ان میں اپنی جسمانی سواری کو چلا لیا اس نے اللہ کی طرف سے فوز وفلاح اور سعادت وخوشی حاصل کرلی بلکہ اللہ کی رضاء پالی اور مزید سعادتیں سمیٹ لیں اور جس نے غفلت شعاری سے کام لیا اور کھیل کود میں ان قیمتی اوقات کو ضایع کردیا اس کے یقین کی رسی کمزور پڑگئی بلکہ کٹ ہی گئی اور اس کے ہاتھ کچھ بھی نہ لگا اور اس سلسلہ میں لوگوں کے دو گروہ ہیں، ایک گروہ ان اہل تقوی کا ہے جو اللہ کی رحمتوں کے مستحق قرار پاگئے اور دوسرا گروہ وہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو بدبختی کے نتیجہ میں محرومیوں کے سوا کچھ نہ پاسکے۔

برادران ایمان! ان مبارک گھڑیوں اور بابرکت موسموں میں سے ہی یہ موسم بھی ہے جو اللہ کے فضل وکرم سے تم پر سایہ فگن ہوچکا ہے اور آپ اسکی خیرات وبرکات میں صاف وشفاف زندگی وپرامن حیات کے مزے لوٹ رہے ہے۔ یہ ماہ قرآن وعہد فرقان ہے۔ یہ روزوں اور قیام اللیل (قیام رمضان) کا مہینہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾

رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو کہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کی نشانیاں اور حق وباطل میں فرق کرنے سامان موجود ہے۔ (البقرہ:185)

آجکل آپ اس کے معطر دنوں میں اس کی خوشبوؤں سے مشام جان کو معطر کررہے ہیں۔ اس کی روشن ومبارک راتوں کو اپنی عبادتوں سے معمور کررہے ہیں۔ یہ انتہائی برکتوں کی ضیاء باریوں کا مہینہ ہے۔ یہ خیر وبرکت سے بھرا ہوا ایک لہلہاتا وگنگناتا گلستان ہے اور یہ بر ونیکی کمانے اور ہدایت پانے کا موقع ہے اور اللہ کی نعمتوں اور اس کے کرم واحسانات سے بھرپور ہے۔

ماہ توبہ واستغفار:

ماہ رمضان میں بندوں کے دل رحم وکرم کرنے اور مغفرت وبخشش فرمانے والے رب کی طرف مانوس ہوتے ہیں۔توبہ واستغفار کرتے ہیں اور تلاوت قرآن وتسبیح وتعریف باری تعالی سے سعادتیں سمیٹتے ہیں اور تہجد وتر واتح سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ وہ خشوع وخضوع اپناتے ہیں اور اپنی کمی وکوتاہی پر اشک ندامت بہاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالی کی اطاعت وعبادت کے طور پر اور اس کی رضاء وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔اہل توفیق اس ماہ رمضان میں اور دوسرے مواقع پر اطاعت وعبادت کی حلاوت وشیرینی سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور وہ اپنے تمام اوقات وحالات میں اللہ کے خوف اور اس کے کرم کی رغبت کی فضاؤں میں محو پرواز رہتے ہیں۔

ناقابل احاطہ فضائل وبرکات:

اس ماہ مبارک کی صحیح قدر وقیمت صرف وہی جانتا ہے اور اس کے اسرار اور بھیدوں سے صرف وہی شخص واقفیت حاصل کرسکتا ہے جس کی بصیرت کو اللہ نے منور کر رکھا ہو،اس کے احساس کو بیدار کر رکھا ہو اور اس کے نفس کا تزکیہ وتطہیر کر دی ہوئی ہو.کیا کوئی فصیح وبلیغ شخص اس صاحب کرم وبرکت مہمان (ماہ رمضان) کی تعریف کا حق ادا کرسکتا ہے یا اس کی خیرات وبرکات اور افضال واحسانات کو کوئی بیان کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

مدرسۂ خیر وبر اور حلم وصبر:

مسلمانو! یہ ماہ رمضان خیر وبرکت اور بر ونیکی کا درس دینے والی ایک عظیم یونیورسٹی ہے۔ یہ حلم وبردباری اور صبر وشکر کی تعلیم دینے والا مدرسہ ہے اور ایمان وتقوی کا مینار ہے۔اس طرح یہ مہینہ اس امت کے لئے باہمی الفت محبت اور اتفاق واتحاد کی ایک سیڑھی ہے،یہ ماہ روحوں کا تزکیہ وتہذیب کرتا اور انھیں خوشیوں کی فضاؤں اور فرحتوں کے علاقوں کی طرف اڑا لے جاتا ہے،یہ مہینہ دلوں کے امراض اور نفسوں کی بیماریوں کو باہر نکال پھینکتا ہے اور کمزور ارادوں میں قوت وحزم اور عزیمت وتصمیم پیدا کرتا ہے اور یہ اس طرح کہ یہ انہیں شہوات کی غلامی سے آزادی دلاتا ہے اور دنیوی لذتوں میں غرق رہنے سے باہر نکال لاتا ہے۔اور آیت صوم کے آخر میں اللہ تعالی کی کتاب کے انتہائی بدیع اسلوب بیان یہی حکمت اور روزے کا یہی فلسفہ بیان ہوا ہے کہ:﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

یہ روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں،تاکہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔(البقرہ:183)

معنی یہ کہ بھوک اور آنتوں کی پیاس برداشت کرنے کا ثمرہ تقوی ہے اور یہ بہترین ومضبوط آہنی سہارا ہے۔

روزے کا اصل مفہوم وآداب:

اے روزے دار بھائیو! بعض روزے دار لوگ۔اللہ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور روزے کا وہ معنی لئے بیٹھے ہیں جو کہ روزے کی اصل حکمت وفلسفہ کے مخالف اور اسکی مشروعیت کے اصل سبب سے بہت ہی دور ہے اور یہ ان کا اس دینی فریضہ کو سمجھنے میں قصور

فہم ہے۔ وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ شائد صرف کھانے پینے اور حسی طور پر روزہ توڑنے والی چیزوں سے رکے رہنے کا نام ہی روزہ ہے۔ اور اسی کی بناء پر وہ گناہوں کے ارتکاب میں لگے رہتے ہیں، غیبت وچغلی، بغاوت وسرکشی، بہتان طرازی وتہمت تراشی کرنے، افواہیں پھیلانے اور گناہ و نافرمانی کرنے میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں، جو شخص ایسے اوقات میں بھی اتنالت پت رہے جن میں کہ نفوس روحانی تزکیہ وطہارت اور نفسیاتی صفائی و پاکیزگی کے انتہائی محتاج ہوتے ہیں۔ اور انہیں دارآخرت کے لئے زادراہ جمع کر لینے کی سخت ضرورت ہوتی ہے، ایسے اگر کوئی ان چیزوں کا اہتمام نہیں کرتا محض کھانے پینے سے ہی رکا رہتا ہے تو پھر ایسے شخص کے کھانا پینا چھوڑ بیٹھنے کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں نبی خیر البشر ﷺ سے ایک صحیح حدیث میں یہ بات ثابت ہے۔

سنبھل اے غافل! اے روزے دارو! ماہ رمضان کا عشرہ اولی تو پلک جھپنے میں گزر گیا ہے اور یہ دوسرا عشرہ شروع ہوگیا ہے جو کہ مغفرت و بخشش کا عشرہ ہے جبکہ افراد امت کے گروہ در گروہ خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور خیرات و برکات سمیٹنے کی جلدی نہیں کر رہے اور نہ ہی قرب الٰہی کے حصول میں پورے طور پر کوشاں ہیں۔

اللہ والو! یہ ماہ مبارک تو آدھا گزرنے کو آیا ہے اور بہت سارے لوگ اپنے آپ کے ساتھ انصاف نہیں کر پا رہے۔ دل پارہ پارہ ہو جاتا ہے خصوصاً دیکھا جاتا ہے کہ نسل حاضر کے نوجوان لڑکے اور جوان دوشیزائیں اپنے دن بوجھل آنکھوں سے سوئے ہوئے گزارے چلے جا رہے ہیں اور راتیں گلی کوچوں اور سڑکوں بازاروں میں آوارہ گردی کرتے برباد کئے چلے جا رہے ہیں اور اللہ کی حرام کردہ اشیاء پر کان لگائے اور نگاہیں جمائے رہتے ہیں۔ ان لوگوں پر تعجب ہے روزے کے ظاہری و باطنی آثار کہاں ہیں؟ خاندانی نگرانی اور مادرانہ و پدرانہ اہتمام کہاں ہیں؟ کیا غافل دلوں کے لئے ابھی بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اس ماہ رمضان میں ہی پگھل کر نرم ہو جائیں اور قرآنی تازیانوں پر ہی بیدار ہو جائیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾

کیا ابھی تک مومنوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد (ذکر الٰہی) کرنے کے وقت اور (قرآن) جو (اللہ) برحق کی طرف سے نازل ہوا ہے اسکے سننے کے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں۔

ماہ جہاد وفتوحات:

اس ماہ جہاد وفتوحات اور کارناموں کے مہینے میں بھی بعض سیٹلائیٹ چینلز اپنی شرمناک نشریات اور گھٹیا قسم کے پروگرام کئے جا رہے ہیں اور اس عزت وعفت اور شرافت وکرامت والے شہر کے تقدس کو پامال کر رہے ہیں اور انھیں کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ بدقسمت ہیں اور ہلاکت کے کنارے پر کھڑے ہیں وہ لوگ جو کہ اس ماہ میں بھی توبہ تائب نہ ہوئے اور روزے کی حکمتوں کو سمجھنے کی طرف انہوں نے رجوع نہ کیا، اس ماہ میں تہجد وقیام اور مناجات ودعاء سے دل نہ لگایا تو ان سے بڑھ کر حرمان نصیب اور کون ہوگا؟ یہ غلامانہ وشکست خوردہ فکر اور غلط سلوک وکردار انہیں ہلاک کر کے رکھ دیں گے۔ واللہ المستعان۔

اے خیر خواہ! قدم بڑھا:

اے خیر وبھلائی چاہنے والو! قدم بڑھاؤ، آجاؤ اور اے شر مچانے والو! رکجاؤ اور باز آجاؤ۔ گلوبلائزیشن اور نئی تہذیب وتمدن کے نتیجہ میں شر کا

زور ہو چکا ہے ایسے میں دین کے اصولوں اور امتیازات سے گہرے تعلق وتمسک کی اشد ضرورت ہے ۔ ایسے میں ضروری ہے محاسبہ وامر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داریاں نبھائی جائیں یہ راہ نجات ہے اور اسی میں امن وامان کا راز پوشیدہ ہے جبکہ ملکوں کے ملک اور معاشروں کے معاشرے غموں اور پریشانیوں ڈوبے ہوئے ہیں ۔

ماہ قرآن وفرقان:

اے امت قرآن! اس مغفرت وبخشش کے مہینے کے ثمرات وفضائل میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ اس ماہ اور قرآن کریم کے مابین ایک گہرا تعلق ہے اور وہ اس طرح کہ اسی ماہ کریم ومبارک کی راتوں میں سے ایک رات (لیلۃ القدر) میں قران کریم کا نور اس دنیا پر رونما ہوا تھا۔ وہ رات بڑی ہی عالی ذکر اور عظیم القدر رہے، وہ ہزار مہینے سے بہتر وافضل ہے ۔ اسی عظیم المرتبت رات میں نور آسمان کا اس زمین سے تعلق پیدا ہوا اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کے دل اقدس پر اس معجزہ خالدہ قرآن کریم کو نازل کیا گیا، چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ﴾

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے ۔ (المائدہ:15)

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾

ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ ہے، کیا تم نہیں سمجھتے؟ ۔ (الانبیاء:10)

یہاں تذکرہ سے اصل مراد یہ ہے کہ اس کتاب میں تمہارے فخر وشرف کا ذکر آیا ہے ۔ اور یہ کتاب فتنوں کے دور میں ایک مضبوط قلع کی طرح محفوظ رکھنے والی ہے کہ جس پر عمل کرنے والے ہر فتنے سے بچ سکتے ہیں اور تمام مصائب ومشکلات سے نجات پاسکتے ہیں ۔ اسی قرآن کے ذریعے اللہ تعالی نے سابقہ ادوار میں مری ہوئی امتوں کو تذکرہ کے ذریعے گویا زندہ کردیا اور ان کے عقائد واخلاق کو معدوم ہونے سے بچالیا. عقل انسانی کو توہمات پرستی سے آزاد کروایا اور اسے کائنات میں غور وفکر کر کے نور علم وعبرت پانے کے لئے کھلا چھوڑ دیا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾

ہم عنقریب انہیں اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی نشانیاں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) حق ہے ۔ (حم السجدہ:53)

ترقی وعروج کا راز:

اللہ والو! اس میں کوئی تعجب نہیں کہ اسی قرآن کی بدولت یہ امت قرآن اس تاریخ انسانی کی سب سے ترقی یافتہ تہذیب اور بہترین تمدن کی شکل میں اس روئے زمین پر نمودار ہوئی، وہ تہذیب جو کہ عدل وانصاف، فضائل ومکارم اخلاق، صدق وسچائی، امن وسلامتی اور اعلی اخلاقی قدروں کی حامل تہذیب ہے، وہ تہذیب اسلامی کی دنیا کی اعلی اور ترقی یافتہ کوئی تہذیب اس وقت تک اس مقام کو پا ہی نہیں سکتی جب تک کہ وہ اس اسلامی تہذیب کے اصولوں کو نہ اپنائے اور اس کے طریقہ ومنہج کے نور کی روشنی میں نہ چلے ۔

تنزلی وادبار کا سبب:

اگر کوئی غیرت مند شخص مسلمانوں کے موجودہ حالات پر نگاہ دوڑائے کہ جن میں تنازعات واختلافات پھوٹ پڑے ہیں اور جو ذلت ورسوائی اور ضعف وکمزوری کے کھڈوں میں گر چکے ہیں، تو اسے یقینی طور پر معلوم ہو جائے گا کہ ان کی اس پتلی حالت کا اصل سبب صرف اور صرف یہ ہے کہ انھوں نے اس قرآن کریم کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا، اس کے احکام وآداب پر عمل پیرا نہ ہوئے، اور اپنے معاملات و تنازعات میں قران کو اپنا فیصلے کرنے والا نہ مانا بلکہ احکام قرآن اور اس قانون الہی کو انہوں نے اپنی زندگیوں سے دور کر دیا جس کا نتیجہ یہ ذلت ورسوائی اور ضعف وکمزوری ہے۔

عمل بالکتاب:

اے امت قرآن! اللہ سے ڈرو اور اس کتاب کو معاشروں اور ملکوں، نوجوانوں اور بوڑھوں، مردوں اور عورتوں، علماء اور عوام ہر سطح پر اپناؤ اور عمل ایسے ہو کہ تلاوت ہو اس کے معانی پر تدبر ہو، اسے سیکھا جائے اس کے مطالب ومفاہیم اور احکام میں تفقہ حاصل کی جائے، اس کے احکام وآداب پر عمل کیا جائے اور اس میں مذکور اخلاقیات کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے، اس کے ذریعے اپنی بیماریوں کی دوا وشفاء اور علاج ومعالجہ کرو۔ اپنی خواہشات نفس کو لگام دو، اس کے ان مقامات ہدایت کی واقفیت حاصل کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں جن سے تمہارے اسلاف نے ہدایت پائی اور سعادت دارین حاصل کی، اگر آپ لوگ ایسا کر گزرے تو عظمت رفتہ کو دوبارہ پالیں گے اور عزت و شرف کو لوٹالیں گے۔ اسی طرح ہی آپ باذن اللہ اپنا بیت المقدس بھی یہودیوں سے آزاد کروالیں گے اور دوسری مسلوبہ زمین اور ملک بھی اسی پر عمل کے ذریعے بازیاب کئے جاسکتے ہیں۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک حدیث ذکر ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اس کتاب (قرآن کریم) پر عمل کی بدولت اللہ قوموں کو رفعت وترقی عطا فرماتا ہے اور اسی کتاب کو پس پشت ڈالنے والی قوموں کو ذلیل و خوار اور روبہ زوال کرتا ہے۔[1] (صحیح مسلم)

سلف امت کا طرز عمل:

یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین امت نے اس ماہ مبارک میں اس قرآن کریم پر عمل کی بڑی عمدہ مثالیں قائم کی ہیں وہ اسے بکثرت مرتبہ ختم کیا کرتے تھے۔

امام زہری فرماتے ہیں: جب ماہ رمضان داخل ہو جائے جو کہ تلاوت قرآن اور مسکینوں کو کھانا کھلانے اور روزہ افطار کروانے کا مہینہ ہے۔ جب یہ ماہ مبارک آجاتا تو امام دار الہجرت امام مالک مجالس حدیث وفقہ ترک کر دیتے اور ان کی تعلیم وتدریس کی بجائے قرآن کریم کی تلاوت وتدبر پر مکمل توجہ فرماتے۔

1) صحیح مسلم:817۔

خبردار! آج سلف صالحین امت کے خلف ان کے منہج وطریقہ پر چلنے کے کتنے ضرورتمند ہیں تاکہ اس طرح ان کا حال اور انجام درست ہو۔

غزوہ بدر کی فتح مندیوں کا مہینہ:

اے امت صیام وقیام! اللہ آپ کی حفاظت فرمائے، ہم آپ کو اس امت کے ایام خالدہ اس تابناک دن کی یاد تازہ کروانا چاہتے ہیں جس میں مسلمانوں کو زبردست نصرت الٰہی اور فتح مبین حاصل ہوئی جس نے تاریخ کے رخ کو موڑ کر رکھ دیا اور وہ دن کہ جس دن دو جماعتوں کی آپس میں مڈبھیڑ ہوئی جن میں سے ایک جماعت اہل توحید وایمان کی جماعت تھی اور دوسرا گروہ اہل کفر واوثان (بتوں) کا گروہ تھا اور یہ واقعہ 17 رمضان المبارک کو پیش آیا۔ اس پہلے معرکۂ حق و باطل غزوہ بدر میں مسلمان انتہائی قلیل تعداد میں تھے اس کے باوجود مسلمانوں کو زبردست فتح ونصرت نصیب ہوئی۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ﴾

اور اللہ نے غزوہ ٔ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی اور اس وقت بھی تم بڑے دست و پا (بے سروسامان) تھے۔ (آل عمران:123)

یہ فتح بھی اہل کفر کی زبردست و بے شمار فوج پر حاصل ہوئی تھی۔ اس تاریخی غزوہ میں عبرت کے کئی مواقع ہیں اور نصیحت پانے والے کے لئے سامان پند ونصیحت موجود ہے جن پر ہمیں غور وفکر اور بصیرت کے ساتھ توجہ کرنی چاہیئے۔ خصوصا آج جبکہ فتنے خوب سر اٹھائے ہوئے اور مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔ اور مصائب ومشکلات کا کوئی شمار ہی نہیں رہا اور انہی کے نتیجے میں ایسی ایسی باغیانہ فکری رویں سامنے آتی ہیں جو کہ ملت مسلمہ اور جماعت اسلام سے ہی خارج کر دینے والی ہے اور اس وقت دنیا کے کج فکر و بدفطرت اور غلیظ لوگ عالمی معاہدات کی کھلی خلاف ورزیاں کرنے والے مسلمانوں پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے ہیں۔ اور ان کا ہر سو سے مسلمانوں پر جھپٹ پڑنا ان کے ارض جہاد فلسطین پر غاصبانہ قبضے اور وہاں کے لوگوں کے قتل وخون اور انہیں بے گھر کرنے سے ہی نمایاں ہو رہا ہے۔ اور اپنی انہی کرتوتوں سے وہ پوری دنیا کو کالے لفظوں اور سیاہ روشنائی سے لکھا ہوا یہ پیغام کھلے طور پر دے رہے ہیں کہ بلا اختلاف وہی عالمی سطح کے دہشت گرد ہیں۔ اور وہی عالمی امن وسلامتی کے دشمن ہیں، عراق بلاد دجلہ وفرات کے حالات بھی اس قبلہ اول کی زمین اور سید کونین ﷺ کے اسراء ومعراج، کے نقطۂ وسط والی زمین کے حالات کچھ اچھے نہیں ہیں۔ اور ایسے ہی حالات بعض دوسرے مظلوم ملکوں میں بھی ہیں جہاں امت مسلمہ کے نہتے افراد کافروں کے دیئے زخموں سے چور چور ہیں۔

جہد وصبر اور نصرت دین:

اے امت اسلام! عزت ونصرت اور فتح مندیوں کے مواقع میں سے باعث عبرت اور ذریعۂ غور وفکر بات یہ ہے کہ ماہ رمضان ماہ جد و جہد اور ماہ صبر وہمت اور ماہ فتح ونصرت ہے، یہ ماہ قوت ایمانی اور ماہ صحت اعتقاد ہے اور یہ ایمان وعقیدہ تمام افرادی قوتوں اور اسلحہ جات پر فوقیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

بسا اوقات چھوٹی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بہت بڑی جماعت (فوج) پر فتح حاصل کی ہے، اور اللہ صبر واستقلال رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرہ:249)

اسی طرح یہ بات بھی سابقہ فتح مندیوں سے معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی مدد ونصرت صرف اسی صورت میں حاصل کی جاسکتی ہے کہ پہلے اس کے

دین کی مدد ونصرت کی جائے جیسا کہ خود اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ (محمد:7)

بغض ونفرت اور حسد وعداوت میں جلنے والے:

اے امت اسلامیہ! شریعت اسلامیہ میں اس ماہ مبارک کی حرمت وتقدس طے ہے۔ یہ ماہ جوکہ وحی وتنزیل اور مغفرت ورحمت کا مہینہ ہے ۔اس کے باوجود بعض لوگوں کے دل بغض ونفرت اور حسد وعداوت کے لاوے سے ہنڈیا کی طرح ابلتے رہتے ہیں اور بعض لوگوں کی عقلیں دین مستقیم اور رشد وبھٹک گئی ہیں اور ان میں ایسا انحراف آ گیا ہے کہ غلو ومبالغہ آمیزی اور تشدد و جہالت یا نادانوں کی حرکات کئے جا رہے ہیں اور اسی ملک کے امن وامان کو تہہ و بالا کرنے پر اترے ہوئے ہیں اور اس مملکت کے پیارے شہروں اور علاقوں میں جرائم وفساد برپا کئے جا رہے ہیں اس طرح انہوں نے زمان ومکان (بلاد حرمین اور ماہ رمضان) دونوں کی حرمت وتقدس کو پامال کر دیا ہے،اور ان کے ہاتھوں دہشت گردی،تشدد اور دھماکوں جیسے کرتوت سرزد ہو رہے ہیں،وہ جرائم،فساد و بگاڑ اور تباہی مچا رہے ہیں۔ان کی تمام تر کوششیں انہی کے لئے وبال جان ہونگی اور اللہ کے فضل وکرم سے انہی کا حال خراب ہوگا اور ہو رہا ہے کیونکہ ان کی چالیں اللہ انہی کے خلاف کر دی ہیں،ان کے مکروفریب کے جال میں خود انہیں ہی پھنسا دیا کیونکہ ملک کے امن وامان کے رکھوالے ان کی تاڑ میں گھات لگائے بیٹھے تھے اور ہیں۔

بلد حرمین شریفین کا امن وامان:

اس ماہ مبارک اور اس بلد حرام میں جرائم پیشہ لوگوں کی راہ پر چلنے والوں کو یقین ہونا چاہیئے کہ اس بلد حرام میں تو اللہ نے پرندوں،جانوروں، درختوں،نباتات اور جمادات کو بھی امن وامان عطا کر رکھا ہے تو اس جگہ کے مسلمانوں کو وہ امن وسلامتی کیسے نہ دے گا۔اللہ بہر حال ان کی چالوں کو ناکام وذلیل کرنے والا ہے اور اس مبارک ملک کو غداروں مکاروں کی مکاری وزیادتی کرنے والے حاقدوں کے حقد سے حفاظت کرنے والا ہے،چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

جو بھی ظلم کے ساتھ اس (حرم) میں الحاد کا ارادہ کرے،ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔(الحج:25)

اصلاح کا اوچھا انداز:

یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کی مزعومہ اصلاح اس طرح شور وشغف،لاقانونیت وانارکی،تشدد کی کاروائیوں،اسلحہ اٹھانے،امن وامان کو تہہ و بالا کرنے اور بالآخر خودکشی کرنے سے حاصل ہو سکے۔اللہ تعالی سے حسن خاتمہ کی دعاء ہے۔خصوصا بلد حرام اور اس حرمت وفضیلت والے مہینہ میں تو یہ کاروائیاں کسی بھی صورت میں ہرگز روا نہیں ہیں۔

اے اللہ! اے ہمارے رب! تیرے رحم وکرم کا سوال ہے،اے اللہ تجھ سے امن وسلامتی کی دعاء ہے۔ہم ہدایت پا جانے کے بعد گمراہی کی ہلاکتوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

نسل نو کی تربیت کا اہتمام:

اگر کوئی شخص نوجوانوں کے اس سرکش و نافرمان گروہ کی غلط کاروائیوں کے آثار پر گہری نگاہ ڈالے تو وہ اس بات کی اہمیت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ نسل نو کی تعلیم و تربیت اور ان کے ساتھ خصوصی اہتمام کی سخت ضرورت ہے کہ انہیں اعتدال پسند منہج پر چلنا سکھلایا جائے اور یہ ایسی ذمہداری ہے جو مسجد، خاندان، مدرسہ، یونیورسٹی اور ذرائع ابلاغ میں سے ہر ایک کی مشترکہ ذمہ داری ہے تاکہ ان میں سے ہر ادارہ معاشرے کی تربیت میں اپنا اپنا رول ادا کرے اور اصلاح معاشرہ کی ذمہ داری سے عہدہ برآء ہو، اللہ سے دعاء ہے کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے۔ اپنے کلمے کا بول بالا کرے۔ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ظاہری و باطنی تمام فتنوں سے محفوظ رکھے۔ اللہ ہی وہ بہترین ذات ہے جس سے سوال کیا جائے اور وہی صاحب جود و کرم ذات ہے جس سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔

فریضۂ زکواۃ وصدقات:

مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کرلو کہ جس نے حقیقی معنوں میں روزے رکھے اور صدق دل سے اللہ کے لئے قیام کیا، اس کے دل میں رقت ونرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی رحم و کرم کی صفت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی روح طہارت و پاکیزگی کے اعلی درجات کو پالیتی ہے، اس کے احساس وشعور میں تیزی آجاتی ہے اس کا دل اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اسکے ہاتھ عطا کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں اللہ آپ کو توفیق خیر سے نوازے۔ اس ماہ کو غنیمت سمجھیں اور اسلام کے تیسرے رکن زکواۃ ادا کرنے کے لئے رضامندی سے تیار ہو جائیں اور یہ زکواۃ قران کریم میں نماز کے ساتھی کے طور پر مذکور ہوئی ہے اور اللہ کی قسم ہے یہ معاشرے میں ہمدری وغمخواری، رحم و کرم، اور پیار و تعلق کے قرب واضافے کا ذریعہ ہے، کوئی جبر وزبردستی کا سودا نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾

ان کے مالوں میں سے صدقہ لیں۔ اس طرح آپ ان کے اموال اور (نفوس) کو پاک کریں گے۔ (التوبہ:103)

اے اہل جود وسخا، سخاوت وخرچ کریں اور دل کھول کر دو دو ہاتھوں سے اللہ کی راہ میں لٹائیں تاکہ اس طرح آپ قرض داروں (مقروض لوگوں) کے غم دور کریں۔ تنگدست لوگوں کی پریشانی زائل کریں، محتاجوں کی ضروتیں پوری کریں اور مصائب ومشکلات میں پھنسے لوگوں کی حاجت برآری ہو اور بالآخر اللہ کے انعامات کے مستحق قرار پائیں اور اس کی رضاء وخوشنودی سے مالامال ہوں، اللہ تعالی نے اس کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو بہت ہی زیادہ دینے کا وعدہ دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

آپ جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے اللہ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ (سباء:39)

غوغائے رقیباں اور اسوہ رسول اللہ ﷺ:

احباب گرامی! آج ہماری امت پر اور اس کے خیراتی اعمال وخیر سگالی افعال پر بھی طرح طرح کے بھرپور حملے کئے جا رہے ہیں۔ وہ

ہمارے عزائم کی راہ کی رکاوٹ نہ بننے پائیں البتہ یہ خیراتی کام قابل اعتماد وثقہ اداروں اور ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا جمعیتوں کے زیر انتظام ہونا چاہیئے۔خیر وبھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے کے لئے آپ کے سامنے اپنے نبی اکرم ﷺ بہترین اور ایک عمدہ مثال کے طور پر موجود ہیں کیونکہ آپ ﷺ ویسے ہی عام حالات میں بھی انتہائی جود وکرم کے مالک تھے لیکن جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا اور آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات کرتے اور ان کے ساتھ مل کر قرآن کا دور کرتے تو پھر آپ ﷺ باد بہاری کے تیز جھونکوں سے بھی زیادہ خیرات بانٹنے لگتے تھے۔اللہ آپ لوگوں کے مال واموال میں برکت فرمائے اور آپ کے رزق میں وسعت فرمائے اور اسے اور زیادہ کرنے اور ہماری امت اسلامیہ کو اللہ گمراہ کن فتنوں سے محفوظ رکھے اور تمام شروراور قلق واضطراب پیدا کرنے والے حادثات سے بچائے وہ بڑا ہی جود وکرم کرنے والا ہے۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ العالمین

اعمال قلوب، ماہ مبارک؛ اور یہ دہشت گرد

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ

1424/9/20ھ، 2003/11/14ء

حمد وثناء کے بعد!

لوگو! میں آپ کو اور اپنے آپ کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہوں۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس ذات کو اپنا نگرانی کرنے والا سمجھو جس کی نگاہوں سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے اور اس ذات کے شکر گزار رہو جس کی نعمتیں کبھی منقطع نہیں ہوتیں بلکہ مسلسل جاری رہتی ہیں اور اس ذات کی اطاعت وعبادت کرو، جس سے آپ کبھی مستغنی و بے نیاز نہیں ہو سکتے اور آپ کا خضوع وخشوع اس ذات کے لئے ہونا چاہیے جس کی ملکیت واقتدار سے آپ باہر جا ہی نہیں سکتے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾

اور جان رکھو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ کو سب معلوم ہے تو اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا اور حلم والا ہے۔

(البقرہ:235)

موسم خیرات و برکات:

مسلمانو! اللہ نے اپنے بندوں پر یہ احسان فرمایا ہے کہ انھیں خیرات و برکات کے مواسم وسیزن اور برکتوں والے دن عطا فرمائے ہیں جن میں کی گئی نیکیوں کا اجر وثواب بہت ہی بڑھ جاتا ہے، جن میں برائیاں مٹادی جاتی ہیں۔ ایسے موسم اور ایسے مواقع کہ جن میں سبقت و بازی لے جانے والے ایک دوسرے سے بازی لے جانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اپنے آپ کو پاک کرلیا اور وہ شخص خائب وخاسر ہوگیا جو اس دنیا میں کھوگیا اور اس نے اس حیات دنیوی کو آخرت پر ترجیح دی۔

ماہ نزول قرآن وصدقات:

اے اللہ والو! آپ کا یہ مہینہ عام مہینوں سے افضل ہے۔ اس میں قرآن کریم نازل ہوا، اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ روزے دار کا روزہ قیامت کے دن بندے کی اللہ کے یہاں سفارش کرے گا۔ اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے یہاں کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

افضل عشرہ:

آپ کا یہ ماہ، ماہ قرآن، ماہ صدقات، ماہ جود وسخاء، ماہ تراویح اور ماہ قیام اللیل ہے، اللہ نے اس کے دنوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مہینہ بہت جلد ختم ہونے والا ہے اور اس میں ہی اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ عمل کے لئے آستینیں چڑھائے لوگوں کے لئے اس ماہ کے سائے بہت ہی خفیف ہوتے ہیں۔ اب آپ اس ماہ کے آخری

عشرے کے دروازے پر پہنچ چکے ہیں اور یہ افضل ترین عشرہ ہے، کیا آپ لوگوں نے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کی طرف سوچا ہے۔

اے بھلائی چاہنے والے قدم بڑھا اور اے شر چاہنے والے! باز آ، اور اس ماہ میں اللہ تعالی ان گنت لوگوں کو جہنم کی آگ سے نجات دلاتا ہے غفلت اپنے پاؤں جس قدر مضبوطی سے جمالے اور پھر اس پر طویل عرصہ گزر جائے تو سالکین راہ حق کی ہمتیں کمزور اور عبادت گزاری کے عزائم ضعیف ہوجاتے ہیں۔ باتیں زیادہ اور عمل کم ہوجاتا ہے. فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

برادران اسلام! جو چیز سنجیدگی سے محاسبہ نفس پر معاون ثابت ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ بندہ اپنے اعمال قلوب پر نگاہ دوڑائے اور دیکھے کہ تدبر قرآن کے سلسلہ میں اس کی حالت کیسی ہے؟ اور اس بات پر توجہ دے کہ جب کہیں ذکر الہی آئے تو اس وقت اس کے خشوع وخضوع کی حالت کیا ہوتی ہے؟ اور جس نے اپنے فکر وسوچ اور آرزوؤں کا مرکز آخرت کو بنالیا، اللہ اسے دلجمعی عطا کرتا اور اس سلسلہ میں اس کا مددگار ہوجاتا ہے

اعمال قلوب:

اللہ کے بندو! اعمال قلوب کیا ہیں؟ سوال کرنے والے ان کے بارے میں پوچھتے رہتے ہیں اور عمل کرنے والے عاملین ان کی تفصیلات معلوم کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ اور مخلص لوگ انہیں سرانجام دینے اور اپنانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ اعمال قلوب ہی اصل اعمال ہیں اور دیگر اعضاء کے اعمال تو انہی کے تابع ہوتے ہیں اور ان کا انہی پر اعتماد ہوتا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" اعمال قلوب اصول ایمان اور قواعد دین میں سے ہیں، جیسے کہ محبت الہی، محبت رسول اللہ ﷺ، توکل علی اللہ، اخلاص للہ، اس کی نعمتوں پر شکر، اس احکام پر صبر، اس سے خوف اور اسی کی نعمتوں پر شکر اور اسی کی ذات سے امیدیں وابستہ کرنا وغیرہ ہیں۔ آگے موصوف ہی لکھتے ہیں:

اعمال قلوب کے سلسلہ میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔

1) اپنے نفس پر ظلم کرنے والے۔

2) اوسط درجہ اور میانہ روی اختیار کرنے والے۔

3) خیرات وبھلائیوں میں اللہ کے حکم سے بازی لے جانے والے۔

مسلمانو! اعمال قلوب ہی اہم ترین واجبات، افضل ترین اعمال اور قرب الہی حاصل کرنے کے عظیم اسباب وذرائع ہیں۔ یہ ہر وقت واجب و مطلوب ہیں اور تمام عاقل و بالغ مسلمانوں پر واجب ہیں اور ایمان کے شعبوں میں سے انہی اعمال قلوب کی سب سے زیادہ اہمیت وتاکید آتی ہے اور دل کی اصلاح کے ساتھ ہی سارے جسم کی اصلاح کا تعلق ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔

خبردار! جسم میں ایک ٹکڑا ایسا ہے جب وہ درست ہوجائے تو سارا جسم ہی درست ہوجاتا ہے اور اگر وہ ٹکڑا خراب ہوجائے تو سارا جسم ہی فاسد و خراب ہوجاتا ہے. خبردار! وہ ٹکڑا دل ہے۔[1]

---

1) صحیح مسلم:1599۔

اصلاح قلوب میں اصلاح اعضاء:

دل کی عبودیت و بندگی دوسرے اعضاء جسم کی بندگی سے زیادہ عظمت والی، بکثرت ثواب والی اور دائمی ہے اور بندے کے اعضاء جسم کی حرکات اس کے دل کی حرکات کی درستگی کے تابع ہوتی ہیں ۔جب دل تمام امراض سے خالی ہوگا، اللہ کی محبت اور اس کی خوشنودی والی چیزوں سے محبت وخشیت، اور اس چیزوں سے ڈرنا جو اللہ کو ناراض کرنے والی ہیں ۔اگر دل کی حالت یہ ہوگئی تو اس شخص کے اعضاء کی حرکات بھی درست ہو جائیں گی ۔اس عظیم وجلیل القدر امر پر مزید غور وفکر کرنے کے لئے آج جبکہ یہ محاسبہ کا موقع ہے کیونکہ آپ ماہ رمضان المبارک سے گزر رہے ہیں، اپنے نیک اعمال میں سے اپنے رب کے قرب حاصل کرنے میں کوشاں ہیں اور ان ایام شریفہ کو غنیمت سمجھ رہے ہیں ۔اللہ آپ پر رحم فرمائے! دو چیزوں پر نظر رکھیں جو کہ بہت ہی عظیم الشان ہیں اور اعمال قلوب میں سے ہیں اور دقت محاسبہ میں انہیں بڑا ہی جلیل القدر مقام حاصل ہے، اور وہ دو چیزیں یہ ہیں ۔

1) الاحسان۔

2) اللہ کو اپنے تمام اعمال وافعال کی نگرانی کرنے والا سمجھنا۔

احسان:

احسان تو ایمان کا لب لباب ہے، اس کی روح اور اس کا کمال ہے، بلکہ اللہ آپ پر رحم فرمائے احسان تو عبادت کی تمام خصلتوں اور مراتب کا جامع ہے، تمام عبادات احسان کے ساتھ معلق ومربوط ہیں، احسان تمام شعبہ جات ایمان اور اعمال قلوب کا جامع ہے اور کیوں نہ ہوگا جبکہ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے اسے بیان فرمایا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: اَلْإِحْسَانُ: أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ

احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس انداز سے کرو کہ گویا آپ اللہ کو دیکھ رہیں ہیں ۔[1]

اللہ آپ سب کی حفاظت فرمائے ۔احسان وخلوص سے عبادت کرو، اللہ تعالی احسان کرنے والے مخلص لوگوں سے محبت کرتا ہے، کوشش کریں کیونکہ اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے، اور خوش ہو جاؤ کیونکہ احسان کرنے والوں کی جزاء احسان کے سوا اور کیا ہے؟

مطالبۂ احسان:

برادران اسلام! احسان بندے سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے عمل کو بہترین انداز سے ادا کرے ۔ایسا اتقان وحسن عمل ہو جسے وہ شخص اختیار کرتا ہے جو پورے یقین سے یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالی اسے دیکھ رہا ہے، اسے اپنے احاطے میں لیے ہوئے اور اس کا وہ عمل بھی اس کے علم واحاطہ میں ہے ۔

مراقبہ یہ ہے کہ دل کو اس بات کا یقینی علم ہو جائے کہ اللہ بہت ہی قریب سے دیکھ رہا ہے، جس شخص نے پردے میں اپنے رب کو قریب سمجھا،

---

1) صحیح مسلم:9

اللہ علانیہ حالات میں اس کی حفاظت فرمائے گا۔اور دلوں میں اللہ کے نگران ہونے کا یقین رکھیں گا تو ظاہری حرکات کی حفاظت فرمائے گا۔

لیلۃ القدر:

مسلمانو! آپ لوگ ان دنوں بڑے فضیلت والے دنوں سے گزر رہے ہیں اور برکتوں والے عشرہ اخیرہ کے دروازے پر آپہنچے ہیں اور اس عشرے میں سب سے زیادہ مطلوبہ اور عظمت والی چیز لیلۃ القدر ہے جسے تلاش کیا جاتا ہے اس رات کا جس نے ایمان کی حالت میں اللہ کی رضاء وخوشنودی کے لئے قیام کرلیا،اس کے پہلے تمام گناہ بخشے گئے۔اور یہ وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کا وقت ہے۔

اے خیر و بھلائی چاہنے والے! قدم بڑھا،اور اے شر کے خواہاں! اس سے باز آجا۔"

عبادت میں خشوع:

اللہ آپ پر رحم فرمائے اپنے نفوس کا محاسبہ کریں۔اعمال قلوب کے سلسلہ میں سے ہی ایک عمل کے بارے میں اپنے نفسوں کا محاسبہ بھی کریں۔یہ کام کرنے کے لئے لوگوں نے بڑی کوششیں کی ہیں اور وہ کمر ہمت باندھ کر پوری سنجیدگی سے اسے حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور وہ کام ہے مقام خشوع وخضوع اور اسی کی عبادت کرنا۔ارشاد الٰہی ہے:﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾

کیا اب تک ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے نرم (خشوع والے) ہوجائیں؟

(الحدید:16)

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر اپنا فضل واحسان فرمائے! خشوع میں اللہ کی تعظیم،اس سے حقیقی محبت اور اس کے سامنے تذلل وانکساری کا جامع ہے۔اور کوئی دل جس قدر اپنے رب کی عظمت وجلالت کو زیادہ یاد رکھنے والا ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ خشوع والا ہوگا۔گمراہ وہ دل ہوتا ہے جو غافل رہے اور یہ سمجھ لے کہ شائد وہ اللہ کی آنکھوں سے دور ہے۔

خشوع یہ ہے کہ بندے کا دل اپنے رب کے سامنے پورے خشوع وخضوع اور تذلل وانکساری کے ساتھ کھڑا ہوجائے۔

خشوع یہ ہے کہ دل نرم ہوجائے۔جب دل میں خشوع آجائے تو اعضاء جسم اس کے تابع ہوتے ہیں۔جب دل میں خشوع آجائے تو کانوں کی سماعت،آنکھوں کی بصارت،سر و چہرے،آواز اور تمام اعضاء جسم میں خودبخود خشوع آہی جاتا ہے۔نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ رکوع میں یہ فرمایا کرتے تھے:اللَّهُمَّ خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي وَعَصَبِي

(اے اللہ) تیرے لئے میری سماعت و بصارت،دماغ اور ہڈیوں نے خشوع اختیار کیا۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:اور میرے قدم نے جو کچھ اٹھایا ہوا ہے۔(اس ہر عضو نے خشوع کیا)۔[1] (صحیح مسلم)

دل کا خشوع یہ ہے کہ اس میں برے خیالات نہ آئیں،ردی قسم کے لایعنی ارادے نہ کرے،ایسے ارادے اور خیالات جو کہ خواہشات کی پیروی کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور کام کاج ومصروفیت سے جنم لیتے ہیں۔جب دل میں خشوع پیدا ہوجائے،غرور وتکبر اور اپنی رفعت و بڑھائی

1) صحیح مسلم:771۔

کے جذبات خود بخود زائل وختم ہو جاتے ہیں۔

مسلمانو! دل میں خشوع کے درجات میں اللہ کی معرفت کے درجات کے حساب سے ہی تفاوت وفرق آجاتا ہے کیونکہ اسی کے لئے تو خشوع ہے۔اسی طرح علام الغیوب کی صفات کا جتنا جتنا مشاہدہ زیادہ ہوگا خشوع اتنا ہی زیادہ ہوگا۔جس آدمی کو یہ یقین ہو جائے کہ اللہ اس کے بہت ہی قریب ہے، وہ اس کے ظاہری و پوشیدہ ہر عمل کو دیکھنے والا ہے، وہ اس کی تمام حرکات وسکنات پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔جس میں یہ چیزیں پیدا ہوگئیں وہ اللہ سے حقیقی طور پر حیاء کرے گا۔اور جس کے دل کو اللہ کے جلال وعظمت اور اس کے کمال کی صحیح اطلاع و معرفت حاصل ہوگئی۔ اس کے دل میں اللہ کی محبت مزید بڑھ جاتی ہے اور اس کے دل میں اس کی زیارت و دیدار کا شوق اور زیادہ ہو جاتا ہے۔جسے اللہ کی پکڑ، اس کے انتقام اور حرمتوں کی پامالی پر اس کی عزت کا صحیح علم و معرفت حاصل ہو جائیں وہ اللہ کا صحیح معنوں میں خوف کھاتا ہے۔اس کے سامنے اس کے دل میں انکساری آجاتی ہے۔

بعض سلف صالحین امت نے کہا ہے: ”ان کے دلوں میں خشوع آگیا تو ان کی نگاہیں جھک گئیں۔“

خشوع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

سب سے کامل خشوع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خشوع تھا.جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ کے لیے تواضع کرتے ہوئے اپنا سر اقدس جھکا لیتے تھے اور ادھر ادھر نہیں جھانکتے تھے اور بات بھی نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کے نماز میں خشوع وخضوع کے رونے کی آواز سنی جاتی تھی جو کہ بہت آہستگی سے ہوتی تھی۔

محاسبۂ نفس:

مسلمانو! اللہ آپ پر رحم فرمائے۔اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو،، گریبان میں جھانک کر دیکھو اور اپنے رب کی رحمتوں کے جھونکوں سے زیادہ سے زیادہ پانے کی کوشش کرو، اللہ کے نیک، طویل قیام کرنے والے باادب اور خشوع وخضوع والے بندوں کا انداز اختیار کریں جو کہ روتے روتے منہ کے بل گر جاتے ہیں۔اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے راتیں گزار دیتے ہیں۔جن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہوتی ہے۔اللہ کے ذکر پر ان کے دل اور جسم کا رواں رواں نرم ہو جاتا ہے۔جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے ان کے رب کی آیات پڑھی جائیں تو انہیں سن کر ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، اور اللہ کے ذکر سے ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔ان ایام میں خوب خیر و بھلائی کے کام کر کے اللہ کو اپنے اعمال صالحہ کے نمونے دکھا دو۔

اے اللہ! ہم تجھ سے ڈرنے والے دل مانگتے ہیں، وہ زبانیں چاہتے ہیں جو تیرا ذکر کرنے میں مصروف رہنے والی ہوں، نفع بخش علوم کا سوال کرتے ہیں اور ایسے دلوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں جن میں خشوع نہ ہو، ان آنکھوں سے بھی تیری پناہ چاہتے ہیں جو اشکبار نہ ہوں، ان نفسوں سے بھی تیری پناہ مانگتے ہیں جو سیر نہ ہوتے ہوں، ایسی دعاء سے بھی تیری پناہ میں آتے ہیں جو اوپر نہ اٹھائی جاتی ہو، قبول نہ کی جاتی ہو۔ارشاد الٰہی ہے:﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا﴾

یہی وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ تعالی نے فضل و کرم کیا جو اولاد آدم میں سے ہیں اور ان لوگوں کی نسل سے ہیں جنہیں ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ کشتی میں چڑھا دیا تھا اور اولاد ابراہیم و یعقوب سے اور ہماری طرف سے راہ یافتہ اور پسندیدہ لوگوں میں سے ہیں، ان کے سامنے جب اللہ رحمان کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی تو وہ سجدہ کرتے اور روتے گڑگڑاتے گر پڑتے ہیں۔(مریم:58)

عمل صالح وہ ہے جو دل سے ہو اور اس کی وجہ سے دلوں میں سکینت و اطمینان، خشیت الہی، اللہ تعالی کی طرف جھکاؤ، اسی کے سامنے تواضع و انکساری اور اسی کے روبرو تذلل و خاکساری پیدا ہو۔

بعض سلف امت کا کہنا ہے: جس کے دل میں خشوع پیدا ہو گیا، شیطان اس کے قریب بھی نہیں آتا۔

طرز مومنان:

مسلمانو! اس ماہ مبارک و کریم میں خطیب و واعظ تمام مسلمانوں کو عمل میں احسان وخلوص کی تاکید کرتا ہے اور اس بات کی نصیحت کرتا ہے کہ دلوں میں خشیت الہی پیدا کرو اور اللہ کو اپنے تمام اعمال کا نگرانی کرنے والا جانو، دلوں میں خشوع پیدا کرو تاکہ شیطان قریب ہی نہ آنے پائے۔ اہل دین کا ورع وتقوی کیا ہوا؟ اللہ کی رحمت کے طلب گار مومنون کا طرز عفت و استغناء کہاں گیا؟ وہ اہل ایمان جو اللہ کے عذاب کا خوف کھاتے ہیں اور اللہ و رسول اللہ ﷺ کی محبوب چیزوں سے محبت کرتے ہیں اور اللہ و رسول اللہ ﷺ کی ناپسندیدہ چیزوں سے نفرت کرتے ہیں (کہاں ہیں)۔

راہ شریراں:

مومنوں اور مومنات کو اذیت پہنچانے سے بچنے کی ادا کہاں گئی؟ بے قصور جانون کو تلف کرنے اور حرمت والے خون کو بہانے سے باز رہنے کا عمل کون کرے گا؟۔ یہ دہشت گرد؟ کیا یہ لوگ اپنے آپ کو ایک اندھے فتنے کا ایندھن بنا دینا چاہتے ہیں۔ یہ جو کالے جرائم کئے جا رہے ہیں آخر ان سے غرض کیا ہے؟ یہ جرائم جن میں بچوں اور عورتوں کی جانیں خاص اسلامی مہینہ میں، ایک مسلمان پایۂ تخت و دارالحکومت میں ایک مسلمان ملک میں بلکہ حرمین شریفین والے میں ملک میں لی جا رہی ہیں۔ خونریزی کی گئی، قتل و غارت کا ارتکاب کیا گیا اور تباہی مچائی گئی، ان تمام جرائم کی آخر کونسی عقلی توجیہ وتفسیر ہے؟ اس کردار کی کونسی منطقی دلیل ہو سکتی ہے؟ بلکہ ان نوجوانوں نے اپنے گھر اور اپنے ماں باپ کے گھروں سے کونسی فکر اور کونسا مذہب حاصل کیا ہے؟ وہ گھر جو کہ مسلمان گھر ہیں، اور معاشرہ بھی مسلمان معاشرہ ہے، اس کے باوجود ان نوجوانوں میں یہ دہشت گردانہ فکر اور منحرف تصورات پیدا ہو گئے ہیں اور ان میں اس قسم کے مایوسی میں مبتلا بدبختوں والے کرتوت سرزد ہو رہے ہیں جن میں وہ پر امن مسلمانوں کو بلا جرم و گناہ ان کے گھروں میں ہی قتل کر رہے اور موت کے گھات اتار رہے ہیں۔

ایک موازنہ:

غور و فکر کرنے والا شخص اپنے آپ کو یہ موازنہ کرنے پر مجبور پاتا ہے کہ فلسطین میں بھی بچوں، مردوں اور عورتوں کا قتل و خون ہو رہا ہے، ان کے مکانات تباہ کئے جا رہے اور انکی املاک برباد کی جا رہی ہیں، ریاض میں بھی بچوں، عورتوں اور مردوں کا قتل کیا جا رہا ہے ان کے گھر برباد

کئے جا رہے ہیں اور ان کی املاک تباہ کی جا رہی ہیں ۔ اسرائیلی دہشت گرد فلسطین میں فساد مچائے ہوئے ہیں اور یہ لوگ یہاں فساد بپا کئے ہوئے ہیں، اسرائیل فلسطین میں مسلمانوں سے نفرت کرتا ہے اور انہیں موت کے گھات اتار دینا چاہتا ہے، انہیں بے گھر کر رہا ہے اور انکا گھیراوَ جلاوَ کئے جارہا ہے ۔ ریاض کے یہ قاتل لوگ کیا چاہتے ہیں؟ کیا مزید عربوں اور مسلمانوں کو قتل کر کے خوف و ہراس پیدا کیا جا رہا ہے، تشدد اور اضطراب کی فضائیں بنائی جا رہی ہیں اور پتہ نہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ فلسطین میں یہ حالات پیدا کرنے والے اسرائیلیوں اور ریاض میں یہ فضا ہموار کرنے والے ان لوگوں کے مابین کوئی گہرا تعلق ہو، اگر گہرے تعلق کو بعید از قیاس بھی سمجھیں تو کم از کم یہ بعید از قیاس نہیں کہ انھوں نے برین واشنگ کر کے بعض دماغ کرائے پر لے رکھے ہیں اور انھیں اپنا ایجنٹ بنالیا ہوا ہے ۔ اللہ تعالی اپنی حفاظت میں رکھے ۔ یہ کوئی فتنہ تو سر نہیں اٹھا رہا۔

مشترکہ ذمہ داری:

پورے معاشرے پر واجب ہے کہ وہ آواز اٹھائے اور بیک زبان و بیک آواز اور باہم متحد و متفق ہو جائیں تا کہ اپنے مما لک کو اور انسانوں کو قتل و غارت اور ناحق خون ریزی سے بچائے، کیونکہ اس کے نقصان اور ہلاکتیں کسی کو معاف نہیں کرتیں ۔ ذمہ داری سب کی ہے یہ صرف امن و امان قائم رکھنے والے اداروں کا دردِ سر نہیں اگر چہ یہ ادارے اللہ کے فضل و کرم سے کامیاب خدمات انجام دے رہے ہیں لیکن اس باغیانہ فکر کا مقابلہ امت و حکومت کی تمام سطحوں پر ہونا چاہیئے ۔ اور ذرائع ابلاغ کو ایک خاص کردار ادا کرنا چاہیے تا کہ وہ ہر اہل وطن کو اس کردار میں برابر کا شریک ہونا واضح کریں، ذرائع ابلاغ کا یہ فرض ہے کہ وہ حقائق کو اصل حالت میں پیش کریں اور انہیں ایک موقف کی شکل دیں جیسے کہ دراصل وہ ہیں انہیں اس انداز سے پیش نہ کریں جیسے کہ بعض ذرائع ابلاغ پیش کروانا چاہتے ہیں ۔ معاملے کو پورے حزم و احتیاط سے لینا واجب ہے اور اس کی راہ کی تمام رکاوٹوں کو دور کیا جائے تا کہ ملک تمام تر صلاحیتوں و قوتوں اور اپنے اہل وطن کی قوتوں کو اس مشکل اور طویل کام میں لگا سکیں. ان دہشت گردی والے مجرمانہ حملوں کو روکنا سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے ۔ اگر چہ یہ واضح ہے کہ مجرم اپنے جرم کی سزا ضرور پائے گا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہو کہ ان کی اس منحرفانہ فکر کا مقابلہ فکرِ صحیح سے کیا جائے اور گفتگو کا گفتگو سے. اللہ اس ملک کا امن و امان اور دین و ایمان محفوظ رکھے اور اس کے حکمرانوں کو ہر خیر و بھلائی کی توفیق سے نوازے ۔ انھیں اللہ تعالی دین سے تمسک و تعلق سے مالا مال کرے، دین کا بول بالا کرنے کی توفیق دے اور تمام مسلمان مما لک کو ہر طرح کے شر و برائی سے محفوظ رہنے کی توفیق سے نوازے وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے ۔

اللہ آپ رحم فرمائے! اللہ کا تقوی اختیار کرو ۔ روزہ نارِ جہنم سے بچانے والی ڈھال اور بچاوَ ہے لہذا روزے پابندی سے رکھو تا کہ تم متقی بن جاوَ، روزہ روزے دار کو لغویات، فحش گوئی اور جھوٹ سے بچاتا ہے ۔ روزے دار کو چاہیئے کہ نادانی نہ کرے ۔ شور و شغب سے بچے گالی گلوچ سے پرہیز کرے، کہاں ان باتوں سے پرہیز اور کہاں قتل و غارت اور فساد شر انگیزی کا ارتکاب ۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

ماہ رمضان اور قرآن

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود بن ابراہیم الشریم حفظہ اللہ
1424/9/27ھ، 2003/11/22ء

حمد وثناء کے بعد!

لوگو! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو تقوی اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں کیونکہ یہی وہ مضبوط کڑی ہے کہ جسے پکڑے رکھا جائے اور جس نے اسے تھام لیا اور اس پر عمل پیرا ہو گیا وہ کبھی مایوس نہ ہوگا اور جس کے دل میں یہ جڑ پکڑ گیا وہ کبھی نقصان و گھاٹے میں نہیں جائیگا اس میں نجات ہے اور اسی میں اصل حیات و زندگی ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ [54] فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ﴾

جو اہل تقوی، پرہیز گار ہیں، وہ جنتوں اور نہروں (کی بہاروں) میں ہونگے (یعنی) پاک مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔(القمر:54-55)

ماہ رمضان کی مثال:

مسلمانو! اس ماہ رمضان کی مثال ایک مضبوط رسی کی طرح ہے۔ جس نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا وہ گویا کہ ایمان اور نیکیوں کی طرف جلدی کرنے کے آسمان کی طرف چڑھنے والی سیڑھی پر چڑھ گیا۔ اور اس ماہ مبارک کی روحانیت سے مکمل یکسانیت و جوڑ صرف تبھی ہو سکتا ہے جب آدمی اس شریعت غراء اور اس کے مضبوط ثوابت و امتیازات کے ساتھ گہرا تعلق جوڑ لے اور اس کی عظمت و حرمت اور تقدس کا ادراک کر لے ورنہ اس ماہ میں بھی جسم پر خوف الہی کی کپکپی طاری نہ ہو پائے گی خصوصا جبکہ شریعت الٰہیہ اور اس کے منہج سے صریح تعلق کی رسی، مادی طوفان کی وجہ سے ہاتھوں سے چھوٹی جا رہی ہو۔

حقیقت ماہ رمضان:

امت اسلامیہ کا حاضر و مستقبل اس بات کا مرہون منت ہے کہ امت اس ماہ کی حقیقت کو کسی حد تک صحیح طور پر سمجھ پائی ہے اور اس کے معانی و مفاہیم کے منفی و مثبت اثرات بھی اس امت کے حال پر مرتب ہوئے ہیں اور جب مسلم معاشروں میں اللہ کے دین پر عمل و پابندی آ گئی تو وہ معاشرے صحیح معنوں میں زندہ معاشرے شمار ہونگے اور ان کا شیرازہ بھی اسی طرح منظم ہو جائے گا جیسے کہ گلے کے ہار کے موتی پروئے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کی قیادت و سیادت ایسی حالت میں وہ لوگ کرینگے جو پہلے اپنے رب سے راضی ہونگے اور پھر وہ اپنے آپ سے بھی راضی ہونگے، وہ ان کے سربراہان، علماء کرام اور نیک و اہل صلاح و تقوی ہونگے۔ اور اس ماہ رمضان المبارک میں حیاتیاتی زندگی بخش کوششیں دیکھ دیکھ کر وہ دوسروں سے بھی خوش ہونگے۔ اور یہی چیز معاشروں کے اللہ کے قرب پانے والے یا اللہ سے ان کے دور ہونے کا پتہ دینے والی ہے۔

ماہ توبہ و اصلاح:

مسلمانو! اب یہ ماہ رمضان المبارک تو ختم ہونے کو آ گیا ہے۔ اس کے فضیلت و برکت والے شب و روز گزرنے والے ہیں اور اس مہمان نے رخصت ہونے کی اجازت طلب کر لی ہے، اگر یہ مہینہ بھی ماہ توبہ نہ بنا تو پھر ہم کب توبہ کرینگے؟ اور اگر اس ماہ میں بھی اگر کسی نے اپنی اصلاح نہیں کی اور پہلے سے بہتر عمل اختیار نہیں کیا تو وہ کب کرے گا؟ اور ہم یہی کہتے رہیں گے کہ یہ کام کب کریں گے؟ یہ کب کریں گے؟ اور کب کریں گے؟

غلبۂ اغیار کے اسباب:

مسلم معاشرے جب تک محاسبہ و اصلاح نفس سے غافل رہیں گے، اپنی کوتاہیوں کو سدھارنے یا ان تک پہنچنے سے دور رہیں گے یا گناہ کا سچا احساس کرنے سے تجاہل عارفانہ برتتے رہیں گے اور اللہ کی جناب میں کوتاہیاں کرتے رہیں گے۔ تب تک انارکی ولا قانونیت اور افراتفری میں مبتلا رہیں گے، دوسرے انہیں ہانکتے پھریں گے انہیں کہیں قرار حاصل نہ ہوگا۔ کھلاڑی اور موقع پرست لوگ انھیں اپنی انگلیوں پر نچاتے پھریں گے اور ان کے گلے میں رسی ہوگی جس کا سرا ان کے ہاتھ میں ہوگا اور یہ یوں بندھے ہونگے کہ اپنی مرضی سے حرکت بھی نہ کر سکیں گے۔

صحیح طریقۂ اصلاح:

عقل رسا و ہموار اور فکر سلیم اپنے متعلقہ مدار سے باہر نہیں نکلتیں خصوصا جب وہ اصلاح کے لئے تنہا پروگرام یعنی ذاتی اصلاح و درستگی کو تلاش کریں۔ ہر معاشرہ اپنے افراد سے بڑی شدت کے ساتھ مطالبہ کرتا رہتا ہے اور ان کے کردار کی کجی کو وقتاً فوقتاً دور کرنے کے درپے رہتا ہے لیکن وہ ہرگز ہرگز کسی وقتی علاج، بے موقع مسببات تیار کرنے یا ردِ فعل کے ذریعے اس کجی کو دور نہیں کر سکتے کیونکہ یہ سب چیزیں جلد ہی پادر ہوا ہو جانے والی ہیں بلکہ افراد معاشرے کے اس مرض کا علاج بھی کسی ایسی چیز سے ہونا ضروری ہے جو اس بیماری سے کسی طرح کم طاقتور نہ ہو اور کسی بھی قسم کا خلل رونما ہوتے ہی اسے فوراً توازن پر لے آئے اور وہ قوی علاج ہے اصلاح ذات اور محاسبہ نفس، ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ﴾

اللہ اس (نعمت و حالت) کو جو کسی قوم کو حاصل ہے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے، اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو وہ پھر نہیں سکتی اور اللہ کے سوا کوئی ان کا مددگار نہیں ہوتا۔ (الرعد:11)

منہج ہدایت وتربیت:

مسلمانو! اللہ کی کتاب مسلمانوں کے لئے سچی راہنما، منبع ہدایت اور تعلیم وتربیت کا صاف وشفاف ذریعہ ہے۔ جسے نہ کسی کی طمع اور نہ کسی کی ذاتی اغراض مکدر کر سکتی ہیں یہ قرآن ایسا راہنما نہیں جو ظلم و جرائم کو جنم دے یا اخلاق فاضلہ و اطوار عالیہ کا قلع قمع کرے بلکہ یہ تو اللہ کی طرف ایسا

راہنما اور ذریعہ ابلاغ ہے جس کی شمعیں کبھی نہ بجھیں گی اور نہ اس کے حامیوں کو کبھی شکست دی جا سکتی ہے۔ یہ حق ہے کوئی مذاق نہیں:

﴿وَبِالْحَقِّ أَنزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ﴾

حق کے ساتھ ہی اللہ نے اسے نازل فرمایا ہے اور یہ حق کے ساتھ ہی اترا ہے۔(بنی اسرائیل:105)

جو اس پر عمل کرے گا اجر وثواب پائے گا جو اس کے ساتھ فیصلے کرے گا اس کے فیصلے مبنی بر عدل وانصاف ہونگے اور جو شخص اسے چھوڑ کر کسی دوسری جگہ سے ہدایت حاصل کرنا چاہے گا اسے اللہ گمراہ کردے گا۔ اسی پر عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ قوموں کو ترقی دیتا ہے اور اسی کو پس پشت ڈالنے کے نتیجے میں اللہ انہیں پستی وتنزلی میں گرادیتا ہے۔

قصص القرآن کے فوائد:

مسلمانوں کی جماعتیں دائیں بائیں سے گروہ در گروہ جمع ہو رہی ہیں، شمال جنوب اور شرق وغرب سے حرم کی طرف امڈ چلی آرہی ہیں اور انہیں پچیس دن ہو گئے ہیں وہ اپنے رب کی کتاب کے سرچشمہ سے سیراب ہو رہے ہیں۔ اس کے عجائب امثال، اقسام اور اعجاز کو دیکھ رہے ہیں۔ قرآن کے قصوں نے ان کی عقلوں کو دنگ کر رکھا ہے کیونکہ ان میں انبیاء ورسل کے طرح طرح کے واقعات وقصص موجود ہیں۔ قرآنی قصوں میں ہی گزشتہ اقوام کے بھی قصے مذکور ہیں جیسے کہ ان لوگوں کا قصہ ہے جو موت سے ڈرتے ہوئے اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں نکلے تو اللہ نے انہیں حکم فرمایا کہ مرجاؤ۔ (اور سب مر گئے) اور انہیں اللہ تعالیٰ نے پھر زندہ کیا۔ اسی طرح طالوت وجالوت کا قصہ ہے، حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں (ہابیل وقابیل) کا واقعہ ہے، اہل کہف (غار والوں) کا تذکرہ ہے، ذوالقرنین، قارون، فرعون، ہامان، ہفتہ والوں (اصحاب السبت) اور خندقوں والوں کے واقعات اور دوسرے کتنے ہی قصے ہیں۔ اور ان تمام واقعات وقصص کا ماحصل صرف یہی ہے کہ اچھا انجام صرف مومنوں کا ہے اور معاندین ومتکبرین کو تباہی وبربادی اور خسارے وگھاٹے کے سوا کچھ ملنے والا نہیں ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ﴾

"کیا یہ وہی (مؤمن) لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے ان کی دستگیری نہیں کرے گا۔ (تو مومنو!) تم جنت میں داخل ہو جاؤ تمہیں کچھ خوف نہیں اور نہ تمہیں کچھ رنج واندوہ ہوگا۔ (الاعراف:49)

اے اللہ والو! یہ تمام واقعات وقصص القرآن اس لئے ہیں تاکہ ان کے ذریعے اللہ اپنے بندوں کی ڈھارس بندھائے، دلجمعی کرے اور ان کے دلوں میں روح ایمان کو بالیدگی عطا کرے اور ان کے لئے واضح فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ زمین میں صرف اسی کی عبادت کریں۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾

ان کے قصوں میں عقلمندوں کے لئے عبرت ہے، یہ (قرآن) ایسی بات نہیں جو (اپنے دل سے) بنالی گئی ہو بلکہ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں، ان کی تصدیق (کرنے والا) ہے اور ہر چیز کی تفصیل (کرنے والا) اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

(یوسف:111)

امت وسط واعتدال:

اللہ کے بندو! اس ماہ مبارک میں مسلمانوں نے اللہ کی کتاب قرآن کریم کو خوب پڑھا ہے، اسی کے حوالے سے انھیں یہ بات خوب اچھی طرح سے معلوم ہوگئی ہے کہ اللہ تعالی نے پہلی امتوں پر ہماری اس امت محمدیہ کو فضیلت عطا فرمائی ہے جس کا اصل سبب اس کے رسول حضرت محمد ﷺ اور اس امت کا شعار" اعتدال ووسطیت " ہے۔

اصل مفہوم وسط واعتدال:

یہ امت وسط اعتدال ہے جو کہ دوسری قوموں پر گواہ بنائی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ اس پر گواہ ہونگے اور مفسرین کے بقول وسط سے مراد عدل و بہتر ہے، اس کا مفہوم وہ نہیں جو کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے کہ وسط سے مراد دو کناروں کے درمیان والا حصہ ہے۔ ہر گز نہیں بلکہ وسط سے مراد حق ہے اگر چہ اس کے کنارے متعدد ہی کیوں نہ ہوں اور وسط سے مراد صرف حق ہے اگر چہ کسی چیز کے صرف دو کنارے ہی کیوں نہ ہوں، غرض وسط وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے احکام کے مطابق ہو، اگر چہ اس پر عمل کرنے والے شخص صرف آپ اکیلے ہی کیوں نہ ہوں۔

غلو ومبالغہ کرنے والے:

اس سے لوگوں کی ان دونوں جماعتوں کے غلط ہونے کا یقینی علم جاتا ہے. ایک وہ گروہ ہے جو مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں، متشدد اور تشدد غلو کی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں یہ گروہ بلا علم اجتہاد کر رہا ہے اور بلا فکر ونظر عمل پیرا ہے۔ یہ خود بھی مبتلا فساد و بگاڑ ہیں اور دوسروں کو بھی خراب کر رہے ہیں، اس کے علاوہ اس گروہ کے لوگ اس فعل میں واقع ہورہے ہیں جس کو اللہ تعالی نے اہل کتاب کا ایک عیب شمار کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾

کہہ دیں کہ اے اہل کتاب! اپنے دین (کی بات) میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو جو پہلے تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسرے بکثرت لوگوں کو بھی گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔ (المائدہ:77)

منحرف فکر والے:

اور دوسرا گروہ ان منحرف فکر لوگوں کا ہے جو کہ پہلے گروہ کے ارد گرد ہی گھومتے پھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ گروہ اپنی ہی بنائی ہوئی وسطیت واعتدال کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا پھرتا ہے جو کہ اللہ نے ان پر فرض نہیں کی بلکہ یہ گروہ حق سے ہٹا ہوا ہے کیونکہ اعتدال ووسطیت کا معنی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ شرعی قواعد وثوابت و امتیازات سے دست بردار ہوجانا، مسلمات دین میں شکوک وشبہات پیدا کرنا اور ان بنیادی ومرکزی چیزوں کو ایک کنارے پر لگا دینا جن پر اسلامی امتیں اور حکومتیں قائم رہیں، یہ اعتدال ووسطیت ہے اور یہ سب اس لئے کہ پہلے گروہ کی غلط کارستانیوں کو وجہ جواز مہیا کی جاسکے۔ یہ چیز اصلاح کے اصولوں میں سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ اس کا کوئی طریقہ ہے، بلکہ تخریب کاروں نے

اس پر محض اپنا پھاوڑا اٹکا رکھا ہے تا کہ افراد امت کو مبتلائے تشویش کر سکیں اور اسلام کے حاسدوں کو موقع مہیا کریں تا کہ وہ دینداری کی اس معمولی سی بچی کھچی مقدار کو بھی ختم کر دیں کہ جس کے بغیر معاشرے جی ہی نہیں سکتے اور پھر یہ دوسرا گروہ بھی اس گناہ میں واقع ہوتا ہے جس پر اللہ نے یہودیوں پر عیب لگایا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾

(یہ) کیا (بات ہے کہ) تم کتاب اللہ کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کئے دیتے ہو تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو، اللہ ان سے غافل نہیں۔ (البقرہ:85)

قرآن وسنت کی روشنی میں:

اے اللہ کے بندو! تغییر واصلاح کی کوئی بھی ہوا چلے اور اس کے پیچھے چاہے جتنے بھی طوفان اور اندھیرے لگیں، اس اصلاح کی کوشش کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہو تا کہ نبی ﷺ کی اس وصیت پر عمل ہو جائے جو آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی امت کو فرمائی تھی۔ جس میں ہی آپ ﷺ نے فرمایا تھا: وَإِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ: كِتَابَ اللهِ۔

میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو میری بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ اور وہ چیز کتاب اللہ ہے۔[1] (ابوداؤد، وابن ماجہ)

اسی طرح ہمیں قرآن کریم نے سکھلایا ہے اور اس ماہ مبارک میں جس نے بھی قرآن کریم کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ اپنے اس مطالعے کی رو سے اسی بات کی گواہی دیتا ہے اور یہ وہ شخص اسی بات کا گواہ ہے جس کے سینے میں دل ہے اور جو اس قرآن کو دل سے متوجہ ہو کر سنتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾

کیا یہ لوگ قرآن پر تدبر وتفکر نہیں کرتے۔ اگر یہ کسی غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت اختلافات پاتے۔ (النساء:82)

قرآن: حیات ونجات:

قرآن کریم تو زندگی ہے، اور یہ قرآن ہی آج کے اس دور کے لئے نجات ہے جس میں کہ تمام انسانی نظام فیل ہو گئے ہیں اور آزادگلوبل ولیج بھی کمزور پڑ گیا ہے جسے کبھی تو سیاسی نقطہ نظر سے پیش کیا گیا، کبھی دنیوی علوم کے لئے خاص کیا گیا اور کبھی قہر وجبروت دکھلانے کا ذریعہ بنایا گیا اور کبھی اسے اخلاقی وثقافتی یلغار کے لئے استعمال کیا گیا جو ان ذرائع ابلاغ کے ذریعے کی گئی جسے عالم اسلامی کے دائیں بائیں کے تمام لوگ دیکھتے سنتے اور پڑھتے ہیں سوائے ان چند لوگوں کے جن پر اللہ نے رحم فرما کر انہیں محفوظ کئے رکھا ہے۔ پتہ نہیں کہ اکثر لوگوں کے دلوں میں

---

1) ابوداؤد:1905۔

یہ بات اترے گی یا نہیں جو کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہی تھی اور فرمایا تھا: يَا عَائِشَةُ ذَرِينِي أَتَعَبَّدِ اللَّيْلَةَ لِرَبِّي قُلْتُ: وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّ قُرْبَكَ، وَأُحِبُّ مَا سَرَّكَ، قَالَتْ: فَقَامَ فَتَطَهَّرَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، قَالَتْ: فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتَّى بَلَّ حِجْرَهُ، قَالَتْ: ثُمَّ بَكَى فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتَّى بَلَّ لِحْيَتَهُ، قَالَتْ: ثُمَّ بَكَى فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتَّى بَلَّ الْأَرْضَ، فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ، فَلَمَّا رَآهُ يَبْكِي، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لِمَ تَبْكِي وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: "أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا". لَقَدْ نَزَلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ آيَةٌ، وَيْلٌ لِمَنْ قَرَأَهَا وَلَمْ يَتَفَكَّرْ فِيهَا ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾.

"اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں۔" وہ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! مجھے آپ کا قرب بہت محبوب ہے اور مجھے ہر وہ چیز پسند ہے جو آپ کے لئے خوشی کا باعث ہو۔" کہتی ہیں: نبی اکرم ﷺ اٹھے، آپ ﷺ نے وضوء فرمایا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے آپ ﷺ نے قرآن پڑھا پھر آپ روئے اور میں نے دیکھا کہ آپ کے آنسو بہہ کر تہبند باندھنے کی جگہ تک پہنچ گئے۔ پھر آپ بیٹھ گئے، اللہ کی حمد وثناء کی اور پھر روئے یہاں تک میں نے آپ ﷺ کے آنسو آپ کی گود میں دیکھے۔ پھر آپ نے اپنی دائیں کروٹ پر ٹیک لگائی اور اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھا۔ پھر آپ اتنا روئے کہ میں نے دیکھا آپ کے آنسو زمین تک پہنچ گئے۔ تب حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو اذان فجر کی اطلاع دی اور عرض کیا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج رات مجھ پر کچھ آیات نازل ہوئی ہیں، جو انہیں پڑھے اور ان پر تدبر وتفکر نہ کرے اس کے لئے ویل وہلاکت ہے۔" (پھر آپ نے وہ آیات پڑھیں جن میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ [190] الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ [191] رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ [192] رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ﴾

بیشک آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور دن اور رات کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں، جو کھڑے، بیٹھے، اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے (اور کہتے) ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ تخلیق نہیں فرمایا، تو پاک ہے تو (بروز قیامت) ہمیں آگ کے عذاب سے بچالینا، اے ہمارے رب! جسے تو نے جہنم میں ڈال دیا، اسے رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اے ہمارے رب! ہم نے ایک نداء کرنے والے کو سنا کہ ایمان کے لئے پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے مٹا دے اور ہمیں دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اٹھا۔[1] (آل عمران: 190-193) (صحیح ابن حبان بسند جید)

1) صحیح ابن حبان: 620۔

اے اللہ! قرآن عظیم کو ہمارے دلوں کی بہار، ہمارے سینوں کا نور، ہمارے غموں کو کافور کرنے والا اور ہماری پریشانیوں کو دور کرنے والا بنا دے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہماری یہ دعاء قبول فرمالے۔

آخری عشرہ رمضان:

مسلمانو! آپ کا یہ ماہ رمضان کا عشرہ اخیرہ گچھے کے چند آخری دانوں اور ہار کے موتیوں کی طرح ہے جن سے بس صرف چند موتی باقی رہ گئے ہیں۔ جس نے اس ماہ میں نیکی و عمل صالح کیا وہ اسے مکمل کرے اور جو شخص تقصیر و کوتاہی میں مبتلا رہا اسے چاہیے کہ اپنے رب کی طرف لوٹ آئے اور توبہ کرلے۔ خوش نصیبی کا مالک ہے وہ جو اپنے گناہوں کی سوچ میں ڈوب کر رونے لگے اور اپنے کئے پر افسوس کرتے ہوئے اپنے رب کی طرف ہاتھ اٹھا کر گڑگڑائے اور صرف اسی سے شکوہ کناں ہوجائے۔

اے مسلمان! ماہ رمضان کے ان بقیہ ایام میں اللہ کا تقوی اختیار کریں اور لوٹنے والے توبہ تائب انسان کی طرح اپنے رب کی طرف رجوع کرلیں اور دیکھیں کہ اہل تقوی کس طرح اس ماہ میں راہ عمل پر رواں دواں رہے مگر آپ پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے داعی حق کی پکار پر لبیک کہا مگر آپ اس سے رک گئے انہوں نے اپنی کوتاہیوں پر غور و فکر کیا اور اپنے رب کی رحمتوں کو پانے کے لئے گریہ وزاری کرتے رہے۔

ماہ رمضان اور حضرت یوسف علیہ السلام:

اے مسلمان! کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اس ماہ رمضان کا دوسرے مہینوں میں وہ مقام ہے جو گیارہ برادران یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا تھا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بصارت ان میں سے کسی کے کپڑوں کو آنکھوں پر لگانے سے واپس نہیں آئی تھی مگر حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کے آنکھوں پر لگاتے ہی وہ بینا ہوگئے۔ اسی طرح گناہگار جب اس ماہ رمضان کی خوشبوئیں سونگھتا ہے، ذکر الٰہی میں مصروف لوگوں کے حلقے میں بیٹھتا ہے اور قرآن پڑھتا ہے تو اس کے سینے کی طرف اس کا دل لوٹ آتا ہے اور اس کے جسم میں نفس مطمئنہ جی اٹھتا ہے۔

لیلۃ القدر:

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ لیلۃ القدر کا قیام کرنے کی توفیق ارزاں فرمادے وہ لیلۃ القدر جو کہ ہزار مہینے سے بھی زیادہ بہتر و افضل ہے۔ اے مسلمان! کیا آپ کوشش کریں گے کہ اگر وہ رات ان بقیہ راتوں میں سے کوئی ایک ہو تو اس میں جاگ کر اللہ کی عبادت میں مشغول رہیں تاکہ تراسی سال اور چار ماہ سے زیادہ عرصہ کی عبادت کا ثواب پائیں۔ ﴿ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

خبردار! یہ اللہ کا فضل ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے اور اللہ بہت ہی بڑے فضل و کرم والا ہے۔ (الحدید: 21، الجمعہ: 4)

صَعِدَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الْمِنْبَرَ، فَلَمَّا رَقِيَ عَتَبَةً، قَالَ: " آمِينَ "، ثُمَّ رَقِيَ عَتَبَةً أُخْرَى، فَقَالَ: " آمِينَ "، ثُمَّ رَقِيَ عَتَبَةً ثَالِثَةً، فَقَالَ: " آمِينَ "، ثُمَّ قَالَ: أَتَانِي جِبْرِيلُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ

فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، فَأَبْعَدَهُ اللهُ، قُلْتُ: آمِينَ، قَالَ: وَمَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا، فَدَخَلَ النَّارَ، فَأَبْعَدَهُ اللهُ، قُلْتُ: آمِينَ، فَقَالَ: وَمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، فَأَبْعَدَهُ اللهُ، قُلْ: آمِينَ، فَقُلْتُ: آمِينَ".

نبی اکرم ﷺ منبر کی سیڑھیوں پر چڑھتے گئے۔ پہلی پر قدم رنجہ فرمایا تو آمین کہا دوسری پر پاؤں رکھا تو آمین کہا اور تیری پر قدم رکھا تو فرمایا آمین اور پھر فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اور انھوں نے کہا تھا: اے محمد (ﷺ)! جس نے ماہ رمضان پایا مگر اس کی مغفرت نہ ہوئی، اسے اللہ اپنی رحمتوں سے دور کرے، اس پر میں نے کہا تھا: آمین...' (صحیح ابن حبان وطبرانی. صحیح الجامع: 75، وصحیح الترغیب: 996، 997)

صدقۂ فطر:

مسلمانو! اللہ نے آپ پر صدقۂ فطر (زکواۃ الفطر یا فطرانہ) فرض کیا ہے جو کہ آزاد وغلام، نر ومادہ اور بڑے وچھوٹے ہر شخص پر ہے اور اس کی مقدار، گندم، پنیر، کھجور، منقے اور جو یا اہل وطن کی غذاء (غلہ) کا ایک صاع ہے اور صاع نبوی کا وزن دو کلو غرام اور احتیاطاً دو سو گرام ہے، اور اس کے وجوب کا وقت چاند رات سے شروع ہوتا ہے مگر مستحب یہ ہے کہ عید کے دن نماز عید سے قبل ادا کیا جائے اور عید سے دو ایک دن پہلے ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

تکبیرات عید:

شب عید سے نماز عید تک تکبیریں کہنا مسنون ہے اور مستحب یہ ہے کہ نماز عید ادا کرنے سے قبل تین دانے کھجور کھائی جائے کیونکہ اس طرح ہمارے نبی ﷺ کی سنت پر عمل ہو جائے گا۔ اللہ تعالی کا ارشاد الہی ہے: ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اور (یہ آسانی کا حکم) اس لئے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار کر لو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تمھیں ہدایت بخشی ہے تم اس کی تکبیریں کہو (اسے بزرگی سے یاد کرو) اور اس کا شکر ادا کرو۔ (البقرہ: 185)

اللہ تعالی ہمارے اور آپ سب کے اعمال صالحہ کو قبول فرمائے، ہمیں اور آپ سب کو اور تمام مسلمانوں کو نار جہنم سے آزاد کرے وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

1) صحیح ابن حبان: 409۔

فراق ماہ رمضان کے غم میں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن سدیس حفظہ اللہ

1424/10/04ھ،2003/11/28ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندوں! میں آپ سب کو اور اپنے آپ کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں کیونکہ یہی سب سے زیادہ نفع بخش سودا ہے اور اعمال خیر واطاعت پر قیامت تک قائم رہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

اے ایمان والوں! اللہ سے اتنا ڈرو جتنا کہ اس کے تقوی و ڈر کا حق ہے اور تمھیں موت ہرگز نہ آئے سوائے اس کے کہ تم مسلمان ہی ہو۔

(آل عمران: 102)

وقت کی پرواز:

مسلمانوں! وہ محکم امور اور مسلم معاملات وقضایا جن پر کسی قسم کے دلائل و بینات ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ان میں سے ہی یہ بھی ہے کہ وقت بڑی تیزی سے گزرتا جارہا ہے، گزرا مہینہ اور گیا دن لوٹ کر نہیں آتے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ زمانہ و وقت ہمارے اعمال کے لئے ایک ظرف ہے۔ اور ہماری عمروں کا ایک حصہ ہے۔

دو مثالیں:

جس نے جلیل القدر اعمال اور اطاعت کی اور نیکیوں کے ساتھ ساتھ قرب الٰہی کے بیج بو لئے اسکے لئے اس کی یہ دنیوی زندگی ایک ایسے باغیچے کی طرح ہو جاتی ہے جس میں رنگا رنگ کے پھول مہک رہے ہوتے ہیں اور وہ اپنی آخری زندگی میں بھی خوشیاں اور مسرتیں ہی پائے گا۔ اور جس نے معاصی وگناہ کی پونجی جمع کی اس کے لئے یہ دنیا ایک بیاباں صحراء کی طرح ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کے پاس نبوت و ہدایت آئی مگر اس نے اس باران رحمت سے کوئی نفع وسعادت حاصل نہ کی اور آخرت کی زندگی میں بھی فلاح و بلندی حاصل نہ کر پائے گا۔

مسلمانوں! بلاشبہ یہ مثال ہے ان لوگوں کی جو اطاعت گزار، ثابت قدم اور جد و جہد کرنے میں پوری طرح سنجیدہ ہیں اور رضاء الٰہی کے حصول کے خواہاں ہیں اور ہدایت واستقامت انکا مطمع نظر ہے اور وہ ہر حال میں اور ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف اور اپنی کمیوں کوتاہیوں پر نادم و غمناک رہتے ہیں۔ وہ اپنے رب کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان کو نہیں توڑتے اور جن امور کا فیصلہ کرلے ان سے پیچھے نہیں ہٹتے اور یہی مثال ان لوگوں کی بھی ہے جو رمضان کے گنتی کے دن چند دنوں میں تو اللہ کا قرب حاصل کرنے میں کوشاں ہیں لیکن جیسے ہی یہ ماہ گزر جائے ان کے عزائم کمزور پڑ جاتے ہیں، ان کی حبّ اطاعت دم توڑ دیتی ہے اور وہ اہل غفلت وضیاع کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی پناہ۔

رمضان رفتہ:

برادران اسلام! ہم چند لمحات کے لئے ایک پند و نصیحت کرنے والے کے روپ میں آپ کے ساتھ ہیں اور یہ اس ماہ سے متعلقہ گفتگو ہے جس سے کبھی بھی دل نہیں بھرتا اور نہ ہی وہ باتیں پرانی لگتی ہیں. وہ ماہ رمضان المبارک ہے جس کا سورج ڈوب گیا اور اس کے ستارے غائب ہو گئے ہیں۔اس ماہ کے شب و روز میں اعمال صالحہ اور نیکیوں کا خوب چرچا رہا ہے، روزے، قیام، تلاوت قرآن، نیکی و احسان اور صدقات و خیرات سبھی کچھ ہوا۔کل تک ہم اس ماہ کی ملاقات کے مشتاق تھے اور اس کی آمد کی خوشیوں اور رونقوں کے منتظر تھے اور پھر ہماری تمنا تھی کہ یہ مہینہ کچھ اور لمبا ہو جائے لیکن وہ یوں گزر گیا جیسے کہ خواب و خیال کی کوئی حکایت ہو۔

اے اللہ! ہم نے اس ماہ میں جو بھی اعمال صالحہ سرانجام دیئے ہیں انہیں قبول فرمالے، ہماری لرزشوں اور گناہوں کو ہم سے مٹا دے اور اے اللہ ہمارے عیوب و نقائص اور کمی و کوتاہی کو اپنے فضل و کرم سے بخش دے۔

اے حلم و بردباری والے، اے صاحب کرم! برادران عقیدہ! خوشی و مسرت کے ان ایام میں آپ لوگ اللہ کی حلال و مباح کردہ طیب و پاکیزہ چیزوں کے پھل توڑ رہے ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ لوگ پچھلے دنوں ایک جلیل القدر اسلامی شعار اور اس دین اسلام کے ایک اہم رکن کی ادائیگی میں مصروف تھے۔

بعض غلط مفاہیم کی تصحیح:

پیارے دینی بھائیوں! اس وقت ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم بہت سارے لوگوں کے ماہ رمضان میں اپنے رب کے ساتھ تعلق اور رمضان کے بعد والی بے رخی و لاتعلقی والے رویہ کی اصلاح کے لئے چارہ سازی کریں۔اور ان بکثرت مفاہیم کی بھی تصحیح کریں جو کہ خیر و بر اور قرب الٰہی کے زمانے سے فائدہ اٹھانے کے سلسلہ میں ہیں مگر وہ صحیح و سیدھے منہج سے ہٹ چکے ہیں۔

ماہ رمضان کی روح، اس کے آثار اور اصل نشانات جیسے صبر، جد و جہد، رحم و کرم، پیار و محبت اور صلہ و تعلق جیسے امور مسلسل جاری رہنے ضروری ہیں۔اسی طرح سلف امت کا حال بھی ہماری نظروں سے غائب نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ کیسے اپنا محاسبۂ نفس کیا کرتے تھے؟ کس طرح وہ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتے تھے؟ اور کس طرح وہ اپنے نفس پر قابو و فتح پالیتے تھے؟ یہ امور ہمارے سامنے دشمن پر فتح پانے کے کئی وسیع طریقے لاتے ہیں۔اسی طرح نیک راہوں میں بکثرت خرچ کرنے کا سلسلہ بھی ہمیشہ جاری رہنا چاہیئے اور اس خیراتی سلسلے کے آفاق کھولنا اور انہیں منظم کرنا چاہیئے نہ کہ اس سلسلہ کو ترک اور بند کر کے بیٹھ جانا چاہیئے۔اس سے ہمارا تعلق اسی طرح ہونا چاہیے جس طرح کہ ہم دوسرے ثوابت و قواعد دین اور اس کے امتیازات سے تعلق رکھتے ہیں۔نت نئے پیش آمدہ احوال و ظروف سے اس شعبے کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچنی چاہیے اور نہ ہی خیراتی اداروں پر دشمنوں کے شدید حملوں سے اور ان کے گندے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اس کام کو چھوڑ بیٹھنا چاہیئے۔

عبادت و رجوع الی اللہ:

اسی طرح اس ماہ مبارک کا فراق ہمارے لئے عبادت و استقامت کی طرف سچی رغبت و رجوع کا ذریعہ بن جانا چاہیئے اور اس سلسلہ میں ہمیں

اپنے نبی اکرم ﷺ کے قدوہ حسنہ اور اسوہ جمیلہ کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے ۔ ماہ رمضان کی رخصتی کو اپنے نفوس کی چھپی طاقتوں کو بروئے کار لانے کے نقطۂ غفلت سے بیداری کا آغاز، اتحاد و اتفاق اور دینی بیداری کا موڈ بنانا چاہیے، اچھی اقدار عمدہ اخلاق کو اپنانے اور نوجوان نسل کی ہدایت و راہنمائی کا اہتمام کرنے کا موسم بنانا چاہیے اور انہیں منحرف افکار اور تباہ کن نظریات سے بچانا چاہیے خصوصاً آج کل کے دور میں جبکہ حاسدین دین ہمارے امن و امان کو تہہ و بالا کرنے کے درپے ہیں اور ہمارے دروازے بجا رہے ہیں ۔

رمضان وغیر رمضان:

برادران ایمان! لوگوں کی ایک بڑی تعداد کا نظریہ یہ ہے اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ماہ رمضان عبادت کرنے اور گناہوں کو چھوڑنے کا مہینہ ہے اور جب ماہ رمضان گزر جائے تو وہ گناہوں اور شہوت رانی وخواہشات پرستی میں یوں اوندھے جا گرتے ہیں جس طرح کہ اعشی شراب کے نشے میں دھت رہا کرتا تھا۔ یہ بات عقل کے لئے باعث حیرت و دہشت ہے اور یہ چیز دینی کمزوری وضعف ایمان کا پتہ دیتی ہے، ورنہ کونسی کتاب اور کونسی سنت یہ کہتی ہے کہ ماہ رمضان میں تو ایک مسلمان دین سے بڑا تمسک و تعلق رکھے اور شوال شروع ہوتے ہی اس دین کی ہتک عزت اور اس کی حرمت وتقدس کی پامالی کرنے لگے ۔ کیا تمام مہینوں کا رب ایک ہی نہیں ہے؟ اور کیا وہ اعمال و افعال کو دیکھنے والا واقف حال نہیں ہے؟ اور ہم میں سے کون شخص ہے جو اس بات کی گارنٹی دے کہ اللہ اس کے اس حال سے راضی ہے اور اس کے ماہ رمضان میں کئے اعمال اس نے قبول کر لئے ہیں ۔ سلف صالحین امت تو عمل کی بجائے قبولیت عمل کا اہتمام زیادہ کیا کرتے اور اللہ عز وجل کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾

اللہ تعالیٰ اہل تقوی سے ہی قبول کرتا ہے ۔ (المائدہ:27)

تعجب ہے:

اللہ والوں! تعجب ہے کہ خشوع وخضوع کرنے والے دل کہاں گئے جو گڑگڑاتے اور زاری کرتے ہوئے دعائیں کریں ۔ لذت مناجات کیا ہوئی؟ یقین کی ٹھنڈک کو کیا ہوا جو دلوں کو آباد کرتی، انہیں جلا بخشتی اور ان پر چھا جاتی ہے؟ کیا دل آیات بینات اور قرآن کریم کے نصیحت بخش تازیانوں سے بیدار و طاقتور نہیں ہوئے؟ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا﴾

اور اگر یہ اس نصیحت پر کاربند ہوتے جو انہیں کی جاتی ہے تو ان کے حق میں بہتر اور (دین میں) زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا۔

(النساء:66)

اگر یہ لوگ اللہ کی طرف توبہ تائب ہونہ ہوں اور اسی عمل پر کاربند نہ رہیں جس پر وہ ماہ رمضان میں تھے تو ان لوگوں نے بہت ہی ستے داموں بلکہ بہت ہی بری قیمت پر یہ سودا کیا اور بہت ہی برے ہیں وہ لوگ جو اللہ کو صرف ماہ رمضان میں ہی پہچانتے ہیں اور ایسے لوگوں کے حال کی قباحت وشناعت کو بیان کرتے ہوئے قرآن کریم نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا﴾

اور اس عورت کی طرح نہ ہو جانا جس نے محبت سے سوت کاتا، پھر اسے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے ڈالا۔ (النحل:92)

ایمان کے سائے میں:

یہ کس قدر مصیبت وحرمان نصیبی ہے کہ لوگ رشد وہدایت پا جانے کے بعد پھر ضلالت وگمراہی کی وادیوں میں جانکلتے ہیں ۔وہ مومن جونجات کا خواہاں ہے، اپنے رب سے ڈرنے والااوراس کی ملاقات کے وقت جوابدہی سے گھبرانے والا ہے وہ اپنی ساری زندگی اپنی تمام حرکات و سکنات ایمان کے سائے میں سرانجام دیتا ہے، وہ دائمی عبودیت و بندگی میں ہوتا ہے اور اپنے رب کے ساتھ مسلسل اچھے تعلقات استوار رکھتا ہے اور اللہ کی اطاعت وتقوی میں گھرے خلوص اور اپنے مولائے کریم کے تقرب میں ہر دم کوشاں رہتا ہے، وہ کسی وقت وموقع میں کوئی فرق نہیں کرتا اور وہ اللہ کے اس ارشاد کی تعمیل میں لگا رہتا ہے جس میں اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾

اوراپنے رب کی عبادت موت تک کرتے رہو۔(الحجر:99)

حرمان نصیب:

اے امت مسلمہ! آپ لوگ خیر سے محروم اوراپنے مولا کی رضاء وخوشنودی سے۔بہت دوراپسے لوگوں کوبھی پائیں گے جو پورامہینہ عبادت کے لئے سرنہیں اٹھاتے بلکہ کچھ تو عمر ہی اس طرح گزارتے بلکہ برباد کردیتے ہیں لیکن ان میں ان مسلمانوں والے اثرات رونما نہیں ہوتے اور نہ ان میں ہدایت ومغفرت کی طرف بڑھنے والے مسلمانوں کا انداز اثرانداز ہوتا ہے اوروہ بھی اس موسم میں جس کی کوئی مثال دی ہی نہیں جا سکتی اور نہ ہی اس کا کوئی عوض ہوسکتا ہے بلکہ ان کے دل اوندھے منہ پڑے برتن کی طرح ہوجاتے ہے۔نہ وہ کسی نیکی میں ہاتھ ڈالتے ہیں اور نہ ہی کسی برائی سے ہاتھ روکتے ہیں اور نہ برائی کی راہ سے روکتے ہیں بلکہ اپنی خواہشات کی غلامی کئے جاتے ہیں ۔ماہ رمضان المبارک گزر گیااوروہ غفلت کی وادیوں میں بھٹکے پھر رہے ہیں عید سعید آگئی اوروہ اسی غفلت میں پڑے ہیں ۔ایسے لوگوں کے بارے میں ہی اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا﴾

اوراگر یہ رشد وہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسے اپنا راستہ نہ بنائیں اوراگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اسے اپنا لیں ۔(الاعراف:146)

امام ابن الجوزی کہتے ہیں: ”گناہگار جب دیکھتا ہے کہ اس کا جسم صحیح وسالم ہے اوراس کا مال بھی محفوظ ہے تو وہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ اسے کوئی سزا نہیں ملی لیکن اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ وہ جو سزا دیا گیا ہے اس کی اس سے غفلت اس کی اصل سزا ہے۔“

پرزور اپیل:

ایسے تمام لوگوں کی خدمت میں پرزور اپیل ہے کہ وہ اللہ کے سامنے توبہ تائب ہوجائیں اوراس بے عملی وگناہ کی زندگی سے باز آجائیں اوراللہ کی جناب میں کی گئی کوتاہیوں پر ندامت وشرمندگی کا اظہار کریں ۔توبہ کی راہ میں کوئی دروازہ ایسا نہیں جو کہ بند ہو اور نہ ہی کوئی عمل اسے روک سکتا ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:﴿وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى﴾

اور جو توبہ کرے اورایمان لائے اورنیک عمل کرے اور پھر سیدھے راستے پر چلے، اسے میں بخش دینے والا ہوں۔(طٰہٰ:82)

اہل ایمان وتقوی:

اے امت اسلامیہ! ان غلط فہمی میں مبتلا اور غلط مفاہیم کو اپنائے ہوئے لوگوں اور غفلت ولاپرواہی میں مبتلا اشخاص کے مقابلے میں دوسری طرف ان اہل تقوی وایمان لوگوں کے قافلوں کے انوار سے آفاق بھرے ہوئے ہوتے ہیں جن کے دلوں کو کتاب وسنت کے سرچشموں نے سیراب کر رکھا ہے، اور انہیں عزم وامید سے مال مالا کر رکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ سے دائمی تعلق استوار رکھنے، غیب میں بھی اس سے ڈرنے اور اس کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کے علاوہ جنت میں بلند درجات حاصل کرنے کے لئے کچھ موسم طے ہیں اور ضروری ہے کہ ان موسموں میں ہمت وکوشش سے عمل کرنے کے لئے ان مواسم کو غنیمت سمجھا جائے تاکہ اللہ کی نعمتوں اور اس کی رحمتوں کی امید لگائی جاسکے۔

اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں ارشاد الہی ہے: ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ[16] فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ یہ ان اعمال کا صلہ ہے، جو وہ کرتے تھے۔ (السجدہ:16-17)

افادات ابن قیم:

ان لوگوں کے بارے میں علامہ ابن قیم نے انتہائی بدیع کلام کیا اور لکھا ہے: ”یہ وہ لوگ ہیں جو بکثرت عبادت الہی میں مشغول رہنے والے اور روح عبادت کا مزہ چکھنے والے ہیں، جو اس کے ثواب کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کے لئے علم ثواب بلند کیا جاچکا ہے اور یہی ان کے لئے اعمال صالحہ کا سبب ہے۔ انہوں نے عمل صالح کے لئے کمر باندھی آستین چڑھائیں اور یہ امیدیں قائم ہیں کہ اللہ کے فضل وکرم سے ان کے اعمال صالحہ قبول کئے جائیں گے اور اس بات سے وہ ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال ردّ نہ کر دیئے جائیں، یوں وہ عدم قبول کے خوف اور قبولیت کی امیدوں کے جذبات کے ساتھ بکثرت عبادت واطاعت کئے چلے جاتے ہیں۔

موت کے آنے تک:

اللہ اکبر! اللہ کے ساتھ تجارت کرنے کی حقیقی فقہ یہ ہے۔ اے اہل استقامت! آپ کو مبارک ہو۔ اے توبہ ورجوع کرنے والو! آپ کے لئے بھی خوشخبری ہے کہ آپ نے صبر وہمت سے کام لیا، دنوں کو روزے رکھے اور راتوں کو قیام، قرآن کریم کی تلاوت کی، اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور اس کا شکر ادا کیا اللہ آپ کا نگہبان ہو، اللہ کے لئے موت آنے تک مسلسل عبادت واطاعت پر ثابت قدمی واستقلال پر قائم رہیں۔

اعتدال پسندانہ ومتوازن فکرونظر:

اے امت خیر واستقامت! امت مسلمہ مہینہ بھر قرآن کریم کے سرچشمہ سے فیض یاب ہوتی رہی اور اس کے واضح نور سے روشنی پاتی رہی اور اس کے بعد عید الفطر مبارک آگئی اور یہ سب نعمتیں اس بات کا شدت سے تقاضا کرتی ہیکہ ہم اپنے اعمال کا بڑی سنجیدگی کے ساتھ محاسبہ کریں،

خصوصاً جبکہ امت ضعف اور شکستوں کے جام پے در پے پیتے جا رہی ہے اور اس کے بکثرت ملکوں میں اتنے المناک واقعات وحوادث رونما ہو رہے ہیں کہ جن کے رنج والم کی شدت سے امت کا چہرہ سیاہ پڑتا جا رہا ہے۔ ان حالات میں امت مسلمہ پر واجب ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے گہرا تمسک وتعلق جوڑ لے، اس کے لئے عقلمندانہ فراخ دلی، اعتدال پسندانہ وروشن فکر اور گہری بصیرت کے ساتھ ساتھ صحیح ومتوازن نظر کو بروئے کار لاتے ہوئے مسائل کو حل کیا جائے اور نت نئے اور روز کے بدلتے حالات کا مقابلہ کیا جائے اور فکر ومنہج کا سنجیدگی سے مراجعہ و پڑتال ہو اور مفادات کے حصول میں اور مفاسد کو دور کرنے والی کس چیز میں کوئی مداہنت وکمزوری نہ دکھلائی جائے۔ اسی طرح دین کا علم بلند کرنے، اخلاق واقدار کا تحفظ کرنے اور امن واستقرار کی حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے تاکہ امت کا سفینہ داغدار ہونے اور ڈوبنے نہ پائے۔ بھلانے پھسلانے والی تمام چیزوں سے بالا رہیں، نفسیاتی شکست کے تمام اسباب وعوامل کا خاتمہ کریں اور داخلی شکست وریخت سے باہر نکل آئیں، اسی طرح منحرف مذاہب ونظریات اور گمراہ کن افکار کی جڑیں کاٹ دیں جو کہ اصول دین کے منافی ہیں، کیونکہ ہمارے دین کے اصول تو جان ومال کے محافظ ہیں اور ان میں مسلمانوں اہل معاہدہ ذمی غیر مسلموں اور معاہدہ امن پانے والے کافروں کے جان ومال کی حرمت طے کی گئی ہے۔

ریاض کے دھماکے:

یہ کہتے ہوئے نفس زخمی ہے اور دل خون کے آنسو بہا رہا ہے کیونکہ ابھی ہی انتہائی ظالمانہ و مجرمانہ کاروائیاں عمل میں لائی گئی ہیں، لوگوں کو ہراساں وخوفزدہ کرنے کے جرم وگناہ کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ کچھ دہشت گردوں بے گناہ لوگوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے بلکہ ان میں منہ ڈالا ہے اور بے قصور جانوں کو تلف کیا ہے۔ کچھ جرائم پیشہ سرخ ہاتھ اور مجرمانہ سیاہ پنجے اندھیروں کے پردوں میں چھپ کر آئے اور اسی رحمت وبرکت والے مقدس مہینے میں دھماکے اور تباہی و بربادی کا طوفان برپا کر گئے اور وہ بھی اس شہر میں جو کہ انتہائی پر امن شہر اور خوشنما باغیچہ ہے جو کہ توحید باری تعالیٰ کا پایۂ تخت اور بلد حرمین شریفین کا دارالحکومت ہے۔ اس تخریب کاری میں شریعت کے احکام کی تو کیا پرواہ کی جاتی، اس میں تو بوڑھوں، عورتوں اور بچوں میں سے کسی کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی گئی اور اخلاقی اقدار میں سے کسی بھی چیز کا لحاظ نہیں کیا گیا۔

اے ہمارے رب! کیا ان لوگوں کے دل پتھر سے تراشے گئے ہیں؟ یا ان کی عقلیں سمندر میں پھینک دی گئی ہیں۔ نہیں بلکہ یہ تو جہالت اور خواہشات نفس کی پیروی وغلامی کا نتیجہ ہے۔

ان کا کوئی گناہ؟

ان لوگوں نے جنہیں یتیم کر دیا ہے، جو بیوہ ہو گئی ہیں اور جو زخمی ومریض اور معذور ہو گئے ہیں یہ لوگ عید سعید کا استقبال کیسے کریں گے؟ انہوں نے کون سے گناہ کا ارتکاب کیا تھا؟ اور ان کا جرم کیا تھا؟ اللہ کی قسم! یہ دہشت گرد ناحق بہائے جانے والے ہر ہر قطرے کے بارے میں جوابدہ ہیں اور ہر ہر اس جان کی ذمہ داری ان کے سر پر ہے جو ان کے ہاتھوں گئی اور وہی ہر اس فتنے کے مسؤل ہیں جو وہ بندوں اور ملکوں میں پھیلا رہے ہیں۔

ایک موازنہ:

اے پیارے! یہاں ایک لمحہ فکریہ ہے۔ ذرا ان لوگوں کے حال اور ان لوگوں کی حالت کے مابین موازنہ کر کے دیکھیں جو کہ مبارک ارض فلسطین اور دوسرے ممالک میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر آپ موازنہ کریں تو آپ کی نظر نا کام ہو کر اور تھک کر لوٹے گی اور آپ کو یقین ہو جائے گا کہ یہ سراسر دہشت گردی، اور مقدمات و نتائج، اسباب و مسببات، وسائل و مقاصد اور آثار و عواقب میں اتفاق و اختلاف کے سنگ میل واضح ہو جائیں گے اور اس تخریب کاری کا ارتکاب کرنے والے اور اس کا شکار ہونے والے سب کھل جائیں گے۔ زمان و مکان کی حرمت و اہمیت سے قطع نظر اچھی طرح غور و فکر کریں اور غیر جانبدار ہو کر فیصلہ کریں، اور پھر اللہ تعالیٰ سے خیر و عافیت، اور اپنے ملک اور تمام اسلامی ممالک کے لئے دائمی امن و سلامتی کی دعائیں کریں۔

غلط فہمی و کج فکری:

جس شخص نے اس دھماکے بازی کو حق کی تعبیر، اصلاح کی راہ اور دشمن کو لتاڑنے کے لئے سواری سمجھا اس کے فہم نے خطا کی اور وہ دور کی کوڑی لایا اور اس نے اندھیرے میں تیر مارا، ہرگز ہرگز نہیں۔ یہ بات تو کوئی احمق بھی نہیں کہے گا چہ جائیکہ کوئی عقلمند اور دین کی طرف منسوب شخص کہے۔

خبردار! اللہ کے حضور توبہ تائب ہو جاؤ اور اس باغی و سرکش فکر سے اپنا دامن جھٹک دو کیونکہ حق کی طرف رجوع کر لینا باطل میں سرگرداں رہنے سے بہتر ہے اور باطل پر رواں دواں رہنے سے حق کی طرف لگ جانا ہی اولیٰ و اعلیٰ ہے اللہ تعالیٰ حق کی طرف لوٹنے والوں کو استقامت و ثابت قدمی عطا فرمائے اور جو شخص ہدایت کی راہ کا متلاشی ہو اسے اپنے فضل و کرم سے راہ حق و ہدایت سے نوازے۔

جماعت و امام کے ساتھ:

خبردار ہو جاؤ! سب سب مسلمانوں کی جماعت اور اس کے امام کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ اور یہی آپ کے لئے بہتر اور ذریعہ نجات ہے۔ اہل غیرت احتیاطی تدابیر، اصل اسباب و محرکات کی تشخیص اور نفع بخش علاجات کی تجویز بڑے کامیاب و عمدہ اسلوبوں سے پیش کر رہے ہیں جنہیں اپنانا ہی باعث سلامتی، زیادہ بہتر اور مضبوط عمل ہے اور اللہ کی قسم اسی میں ملکوں اور بندوں کی اصلاح و بہتری ہے، اللہ تعالیٰ اپنے معاشروں، ملکوں، امت اور دین کے لئے پورے خلوص سے کام کرنے والے لوگوں کی مدد فرمائے وہ ایسی بہترین ذات ہے جس سے سوال کیا جائے اور وہی ایسی صاحب و دو کرم ذات ہے جس سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس ماہ رمضان اور عید سعید پر اپنے رب کا شکر اور اس کی حمد و ثناء خوانی کرو ہم اور آپ لوگ اللہ کے فضل و کرم سے اتنی نعمتوں سے مالا مال ہے کہ ہمارے ظاہری و باطنی اعضاء ان کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

مواسم بلندیء درجات اور ششِ عیدی روزے: اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو توفیق خیر سے نوازے! اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات بلند کرنے، نیکیوں میں اضافہ کرنے، گناہوں کو مٹانے اور تطہیر ارواح و تہذیب نفوس کے لئے کچھ موسم و سیزن بنا

رکھے ہیں ۔آپ کے اس ماہ شوال میں اسی سلسلہ میں چھ روزے مشروع فرمائے ہیں ۔جن کا پے در پے رکھنا بھی ضروری نہیں ۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ۔

جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے پھر ماہ شوال کے بھی چھ روزے رکھ لے، وہ گویا کہ سدا کا روزے دار ہے ۔"[1] (صحیح مسلم)

سبحان اللہ! یہ رب رحیم ومولائے کریم کی طرف کتنا بڑا فضل و کرم اور اجر عظیم ہے۔

اللہ آپ سب کا نگہبان ہو۔اپنے آپ کو اس موجودہ بے عملی کی حالت سے آزاد کروالو اور ہدایت وعاجزی کے درپیش آجانے پہلے پہلے اعمال صالحہ کرلو۔ارشاد الہی ہے:﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾

اور اپنے رب کی مغفرت و بخشش اور جنت کی طرف لپکو جس کا عرض چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو کہ اہل تقوی (اللہ سے ڈرنے والوں) کے لئے بنائی گئی ہے۔(آل عمران:133)

اللہ آپ پر رحم فرمائے ۔ یہ بات بھی پیش نظر رکھیں کہ اللہ تعالی کا کلام وہ عظیم کلام ہے جو دل تک پہنچتا اور اسے خشوع وخضوع کرنے پر لگا دیتا ہے اور مؤمن اسی کلام سے عزت پاتا اور اللہ کے سامنے انکساری کرتا ہے اور جب یہ کلام کسی کے نفس میں قرار پا جائے تو اسے ہدایت ونفع ہوتا ہے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

1) صحیح مسلم:1164۔

سورہ ق کے سائے تلے

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل حفظہ اللہ

1424/11/10ھ، 5/12/2003ء

اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اسلام کے مضبوط و آہنی سہارے کو مضبوطی سے پکڑے رکھو، اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“ (آل عمران:102)

جو اللہ سے ڈر گیا اللہ نے اسے بچالیا اور اس کے ہر اہم کام کے لئے وہ خود کافی ہوگیا، چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے:﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا[2] وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

”اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ [2] اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔“ (الطلاق:2)

معجزۂ قرآن:

مسلمانو! اللہ تعالی نے ہر نبی کو اپنی قوم کے لئے کچھ معجزات دے کر بھیجا اور اپنے رسول حضرت محمد ﷺ پر سب سے عظیم اور بلیغ معجزہ نازل فرمایا جو کہ قیامت تک رہنے والا معجزۂ خالدہ ہے اور وہ ہے: ”قرآن کریم“ جو کہ اللہ تعالی کا کلام کریم ہے، اللہ کی طرف سے نازل کردہ اور اسی کی طرف سے مکمل تحفظ دیا گیا ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے اور وہ سب سے سیدھا راستہ دکھلاتا ہے اور وہ ایک محکم و مضبوط کتاب ہے چنانچہ قرآن کریم کے بارے میں خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿الر كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾

”الر یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہے اور اللہ کی حکیم و خبیر کی طرف سے بہ تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔“ (ھود:1-2)

کسی واعظ کا وعظ اس قرآن جتنا پر تاثیر اور فصیح و بلیغ نہیں اور کوئی فیصلہ کرنے والا اس میں رہنمائی حاصل کیے بغیر صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا اور تمام علماء اسی کے نور سے دلائل حاصل کرتے ہیں، اسے اللہ تعالی نے ”موعظہ“ (وعظ و نصیحت اور خیر خواہی) کا نام دیا ہے، چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾

”اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں کی بیماریوں کی شفا ہے اور ایمان والوں کے لیے رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے۔“ (یونس:57)

سورہ ق سے وعظ:

نبی کریم ﷺ کی سنت رہی ہے کہ آپ ﷺ اس سورت کے ساتھ وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے کیونکہ اس طرح اللہ کے اس حکم کی تعمیل ہو

جاتی ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ﴾
پس قرآن کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کر جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے۔" (ق:45)

نبی ﷺ کا بکثرت سورہ ق پڑھنا:

صحیح مسلم میں حضرت ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے: لَقَدْ كَانَ تَنُّورُنَا وَتَنُّورُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدًا . سَنَتَيْنِ أَوْ سَنَةً وَبَعْضَ سَنَةٍ. وَمَا أَخَذْتُ {ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ} إِلَّا عَنْ لِسَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقْرَؤُهَا كُلَّ يَوْمِ جُمُعَةٍ عَلَى الْمِنْبَرِ. إِذَا خَطَبَ النَّاسَ.
" ڈیڑھ یا دو سال کے لیے ہمارا اور نبی ﷺ کا تنور ایک ہی تھا اور میں نے سورہ ق کو نبی ﷺ کی زبان مبارک سے سن سن کر حفظ کیا ہے کیونکہ آپ ﷺ ہر جمعہ کے دن جب لوگوں کو وعظ فرماتے تو اس سورت کی بر سرِ منبر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔"[1] (صحیح مسلم)

دنیا و آخرت کی تفصیلات:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:" ان کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نبی ﷺ اس سورت کو بڑے بڑے اجتماعات مثلاً جمعہ وعیدین کے اجتماعات میں پڑھا کرتے تھے کیونکہ یہ سورت تخلیق کائنات، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے، حشر ونشر، دوبارہ لوٹائے جانے، قیامت، حساب، جنت وجہنم، ثواب وعقاب، ترغیب وترہیب ہر چیز کے بیان پر مشتمل ہے۔" واللہ اعلم (تفسیر ابن کثیر: 194/4 تفسیر سورہ ق)
مسلمانو! نصیحت پر عمل کرنا خیر وبرکت اور صبر وثبات کے ساتھ ساتھ اجر وثواب اور ہدایت کا ذریعہ ہے، ارشاد الٰہی ہے:﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا[66] وَإِذًا لَآتَيْنَاهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا[67] وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾
" اور اگر وہ واقعی اس پر عمل کرتے جو انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ ان کے لیے بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔ [66] اور اس وقت ہم یقیناً انھیں اپنے پاس سے بہت بڑا اجر دیتے۔ [67] اور یقیناً ہم انھیں سیدھے راستے پر چلاتے۔" (النساء:66-68)

ترجمہ وتفہیم سورہ ق:

آئیے! نبی اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ہم بھی تھوڑی دیر کے لئے اس سورت کے ٹھنڈے سایوں تلے ستالیں اور اس سے ہدایت کا سامان تلاش کریں اور اپنے دلوں کے لیے سامان وعظ ونصیحت پائے۔ ﴿أعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم.﴾
" میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔"
ارشاد الٰہی ہے:﴿ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ[1] بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ[2]

[1] صحیح مسلم:873۔

﴿أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذَٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ[3] قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ[4] بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَرِيجٍ﴾

”ق! بہت بڑی شان والے اس قرآن کی قسم ہے[1] بلکہ انہیں تعجب معلوم ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک آگاہ کرنے والا آیا تو کافروں نے کہا کہ یہ ایک عجیب چیز ہے[2] کیا جب ہم مرکر مٹی ہو جائیں گے۔ پھر یہ واپسی دور (از عقل) ہے[3] زمین جو کچھ ان سے گھٹاتی ہے وہ ہمیں معلوم ہے اور ہمارے پاس سب یاد رکھنے والی کتاب ہے[4] بلکہ انہوں نے سچی بات کو جھوٹ کہا ہے جبکہ وہ ان کے پاس پہنچ چکی پس وہ ایک الجھاؤ میں پڑ گئے ہیں۔“ (ق:1-5)

الجھی ہوئی بات سے مختلط ومشتبہ امور مراد ہے اور یہاں جو حال بیان ہوا ہے یہ ہر اس شخص کا حال ہے. جو ہدایتِ قرآن سے دور ہو، دین حق کی تکذیب کرے، ہدایتِ الہی کے سوا کسی دوسرے کی رہنمائی و نظام کا خواہاں ہو. وہ رائے زنی میں خبط وٹامک ٹوئی مارنے والا اور کوئی مضبوط موقف اختیار نہ کرنے والا ہوتا ہے وہ اپنی زندگی امور معاملات وحرکات میں مبتلائے حیرت رہتا اور عدم اعتماد کا شکار ہوتا ہے. وہ خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے اور مفاہیم واقدار اس کے یہاں باہم متعارض ومتصادم ہوتے ہیں.

کائنات میں تدبر:

اس سے آگے اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی توجہ اس طرف دلائی ہے کہ اللہ کی زبردست مخلوقات پر غور وفکر اور تدبر و تفکر کیا جائے اور کیا اس کے سوا اتنی بے نظیر مخلوقات کوئی اور پیدا کرسکتا ہے اللہ بہت ہی بلند و بالا ہے بلکہ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ مخلوقات خود بخود ہی جنم لیتی اور بنتی بگڑتی رہیں (جیسا کہ دہریوں کا نظریہ ہے) ہرگز نہیں. اللہ کا یہ کارخانہ اس کی عظیم قدرت کی زبردست دلیل ہے اور یہ اس کا پتہ دیتا ہے کہ وہی معبودِ برحق ہے، ارشاد الہی ہے: ﴿أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ[6] وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ[7] تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ[8] وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ[9] وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ[10] رِزْقًا لِلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ[11] كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ[12] وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ[13] وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ[14] أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ﴾

کیا انہوں نے آسمان کو اپنے اوپر نہیں دیکھا؟ کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے اور زینت دی ہے اس میں کوئی شگاف نہیں[6] اور زمین کو ہم نے بچھا دیا اور اس میں ہم نے پہاڑ ڈال دیئے ہیں اور اس میں ہم نے قسم قسم کی خوشنما چیزیں اگا دی ہیں[7] تاکہ ہر رجوع کرنے والے بندے کے لئے بینائی اور دانائی کا ذریعہ ہو[8] اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا اور اس سے باغات اور کٹنے والے کھیت کے غلے پیدا کیے[9] اور کھجوروں کے بلندوبالا درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہیں[10] بندوں کی روزی کے لئے اور ہم نے پانی سے مردہ شہر کو زندہ کردیا۔ اسی طرح (قبروں سے) نکلنا ہے[11]۔ ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور رس والوں نے اور ثمود نے[12]

اور عاد نے فرعون نے اور برادران لوط نے [13] اور ایکہ والوں نے تبع کی قوم نے بھی تکذیب کی تھی۔ سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا پس میرا وعدہَ عذاب ان پر صادق آ گیا [14] کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے سے تھک گئے؟ بلکہ یہ لوگ نئی پیدائش کی طرف سے شک میں ہیں۔"

(ق:6-15)

دوسری زندگی:

اللہ بہت ہی بلند و بالا ہے۔ وہ اللہ جس نے ان تمام مخلوقات کو عدم سے وجود بخشا اور انہیں نے پیدا فرمایا اور انہیں پیدا فرمانے میں وہ عاجز نہیں آیا نہ تھکا اور وہ ذات پاک ان مخلوقات کے خاتمے کے بعد انہیں دوبارہ پیدا کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔

دلوں کی جاننے والا اور محاسبہَ نفس:

اس سے آگے اللہ تعالی یہ بیان فرماتا ہے کہ دوبارہ اٹھائے جائے اور پھیلائے جانے کے وقت کیا ہوگا اور وہ دوسری مرتبہ کی تخلیق و دوسری زندگی ہے۔ دوبارہ اٹھائے اور لوٹائے جانے والی تخلیق اور اس سے پہلے اللہ تعالی انسان کی تخلیق و پیدائش کا تذکرہ کر کے نصیحت فرماتا ہے اور اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے بلکہ وہ تو سینوں میں پائے جانے والے وساوس و خیالات اور دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے۔ وہ قول و فعل کو کیسے نہ جانے گا اگر چہ وہ کتنے ہی مخفی کیوں نہ ہو اور ہر قول و فعل ریکارڈ میں لکھا ہوا اور محفوظ رہتا ہے۔ مسلمان کو تیار رہنا چاہیے اور اس وقت اللہ کے سامنے جواب دہی کے لیے کھڑا ہونے اور وہاں سرخروئی پانے کیلئے سامان عمل صالح تیار رکھنا چاہیے۔ جس نے اچھائی اور برائی میں سے جو کچھ ذرہ برابر بھی کیا وہ اسے اپنے سامنے موجود پائے گا لہذا حساب کتاب دینے کا وقت آنے سے پہلے پہلے اپنے نفسوں کا محاسبہ کرلو۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ [16] إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ [17] مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ [18] وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ﴾

ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں جس وقت دو لینے والے جا لیتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے [17] (انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے [18] اور موت کی بے ہوشی حق لے کر آ پہنچی، یہی ہے جس سے تو بدکتا پھرتا تھا۔"

(ق:16-19)

موت شدید اور بعد والے مراحل أشد:

لیکن موت سے کسی کو جائے فرار نہیں ہے ہر جاندار کا وہی انجام ہے۔ اس انجام سے نہ مسلم بچے گا نہ کوئی کافر۔ یہ مرحلہَ موت بہت ہی شدید و کربناک ہے لیکن اس کے بعد والے مراحل قبر و برزخ اس سے بھی زیادہ شدید اور خوفناک ہے۔ پھر ان کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا اور میدان حشر و نشر میں پھیلایا جائے گا اور صور میں پھونکے جانے کے بعد حساب کتاب شروع ہوگا اللہ فرماتا ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ذَلِكَ

يَوْمُ الْوَعِيدِ[20] وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ﴾

اور صور پھونک دیا جائے گا۔ وعدہ عذاب کا دن یہی ہے [20] اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک لانے والا ہوگا اور ایک گواہی دینے والا۔" (ق:20-21)

قیامت اور حشر ونشر:

آگے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اس شخص سے کہا جائے گا:﴿لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾

"یقیناً تو اس سے غفلت میں تھا لیکن ہم نے تیرے سامنے سے پردہ ہٹا دیا پس آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔" (ق:22)

اس سخت موقع پر نامۂ اعمال کھولے اور نشر کئے جائیں گے. لوگ جنت یا جہنم میں اپنی اپنی جگہ دیکھ لیں گے. اسی موقع پر اہل جھگڑا و حجت بازی کریں گے جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب کے متعدد مقامات پر یہ بات ذکر فرمائی ہے، یہ ارشاد الہی ہے:﴿وَقَالَ قَرِينُهُ هَذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ[23] أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ[24] مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُرِيبٍ[25] الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ[26] قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ[27] قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ[28] مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ[29] يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ﴾

"اس کا ہم نشین (فرشتہ) کہے گا یہ حاضر ہے جو کہ میرے پاس تھا [23] ڈال دو جہنم میں ہر کافر سرکش کو [24]۔ جو نیک کام سے روکنے والا حد سے گزر جانے والا اور شک کرنے والا تھا [25] جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا لیا تھا پس اسے سخت عذاب میں ڈال دو [26] اس کا ہم نشین (شیطان) کہے گا اے ہمارے رب! میں نے اسے گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا [27] حق تعالی فرمائے گا بس میرے سامنے جھگڑنے کی بات مت کرو میں تو پہلے ہی تمہاری طرف وعید (وعدہ عذاب) بھیج چکا تھا [28] میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا ہوں [29] جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کیا تو بھر چکی؟ وہ جواب دے گی کیا کچھ اور زیادہ بھی ہے؟" (ق:23-30)

اوصاف اہلِ جنت:

جہاں تک جنت اور اہل جنت کی بات ہے اللہ تعالی ہمیں اور سب کو اہل جنت میں سے بنائے. جنت کو اہل جنت کی عزت و احترام میں اضافے کی خاطر ان کے قریب کر دیا جائے گا اور ذرا اہل جنت کے اوصاف کو گوش ہوش سے سنیں. اللہ کا ارشاد ہے:﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ[31] هَذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ[32] مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ[33] ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ[34] لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ﴾

"اور جنت پرہیزگاروں کے لئے بالکل قریب کر دی جائے گی ذرا بھی دور نہ ہوگی [31] یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر اس شخص کے

لئے جو رجوع کرنے والا اور پابندی کرنے والا ہو [32] جو رحمٰن کا غائبانہ خوف رکھتا ہو اور توجہ والا دل لایا ہو [33] تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے [34] یہ وہاں جو چاہیں انھیں ملے گا (بلکہ) ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔"
(ق:31-35)

امم سابقہ کی ہلاکت اور قیامت کی ہولناکیاں:

اور ایک عجیب عطف بیانی میں سورت کا آخری حصہ دوبارہ ان سبھی امور وقضایا کی تاکید کرنے لگتا ہے جو پہلے گزرے ہیں جیسے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانا، تخلیق کائنات، مخلوقات کا انجام، پہلی قوموں کی ہلاکت اور قیامت کے حالات وہولناکیاں وغیرہ ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَحِيصٍ[36] إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ[37] وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ[38] فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ[39] وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ﴾

"اور ان سے پہلے بھی ہم بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ان سے طاقت میں بہت زیادہ تھیں وہ شہروں میں ڈھونڈتے ہی رہ گئے، کہ کوئی بھاگنے کا ٹھکانہ ہے؟ [36] اس میں ہر صاحب دل کے لئے عبرت ہے اور اس کے لئے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور وہ حاضر ہو [37] یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کو (صرف) چھ دن میں پیدا کر دیا اور ہمیں تکان نے چھوا تک نہیں [38] پس یہ جو کچھ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کریں اور اپنے رب کی تسبیح تعریف کے ساتھ بیان کریں سورج نکلنے سے پہلے بھی اور سورج غروب ہونے سے پہلے بھی [39] اور رات کے وقت بھی تسبیح کریں اور نماز کے بعد بھی۔" (ق:36-40)

اس میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ نماز اور ذکر الٰہی صبر واستقلال اور استقامت اور ثابت قدمی کے وسائل و ذرائع ہیں۔ اس سے آگے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ[41] يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ[42] إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ[43] يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ[44] نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ﴾

"اور سن رکھیں کہ جس دن ایک پکارنے والا قریب ہی کی جگہ سے پکارے گا [41] جس روز اس تند و تیز چیز کو یقین کے ساتھ سن لیں گے، یہ دن ہو گا نکلنے کا [42] ہم ہی جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ پھر کر آنا ہے [43] جس دن زمین پھٹ جائے گی اور یہ دوڑتے ہوئے (نکل پڑیں گے) یہ جمع کر لینا ہم پر بہت ہی آسان ہے [44] یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہم بخوبی جانتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں، تو آپ قرآن کے ذریعے انہیں سمجھاتے رہیں جو میرے وعید (ڈرانے کے وعدوں) سے ڈرتے ہیں۔"
(ق:41-45)

بارانِ رحمت:

مسلمانوں اللہ نے آپ پر بارشوں کی جو نعمتیں نازل فرمائی ہے ان پر اس کا شکرادا کرو اور اللہ سے ان بارشوں میں برکت کا سوال کرے اور یہ دعا کریں کہ اللہ تعالی ان بارشوں اور برکتوں کو تمام بلاد اسلامیہ پر نازل فرمائے اور یہ بات پیش نظر رکھیں کہ قحط یہ نہیں کہ بارش نہ ہو بلکہ حقیقی قحط یہ ہے کہ بارش تو ہو مگر ان میں تمہارے لئے خیرات و برکات نہ پائی جائے لہذا خیرات و برکات کے اسباب (ایمان وتقوی) کو لازم اختیار کریں۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

"اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا" (الأعراف:96)

اے اللہ! تیری عظیم الشان نعمت اور جلیل القدر انعامات پر تیرا شکر اور ہر قسم کی تعریف ہے۔اے اللہ! ہر قسم کی تعریفیں تیرے لیے ہے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے اور تیرے لئے ہی تمام تعریف ہے جب تو راضی ہو اور رضاء وخوشنودی کے بعد بھی تیرے لئے ہی سب تعریفیں سے ہیں۔اے اللہ! تو نے جو بارشیں نازل فرمائی ہے انہیں ہمارے لیے باعث قوت بنا تاکہ تیری اطاعت کا باعث ہو اور ایک مدت دراز کے لئے مراد تک پہنچنے کا ذریعہ ہوں۔اے اللہ! ان بارشوں کے ذریعے ذراعت اور غلہ و پودے اگا سبزہ عام کرکے دودھ والے جانوروں کا دودھ زیادہ کر اور ہمارے لئے پانی کو بکثرت کردے۔اللہ ان بارشوں کو بارانِ رحمت بنادے۔اپنی رحمتوں اور برکتوں فضل وکرم اور رزق میں اضافہ فرما۔اے ہمیشہ زندہ، ہمیشہ رہنے والے، اے جلال واکرام کے مالک! یہ تمام مطلوبہ چیزیں تمام بلاد اسلامیہ اور دیارِ مسلمین میں اپنے فضل وکرم کے ساتھ عام کردے۔ آمین

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

باہمی نصیحت وخیر خواہی: اہمیت وضرورت: آداب وفضیلت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

1424/10/18ھ 2003/12/12ء

میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو تقوی اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں، یہ نفس کے لئے لگام، خواہشات نفس کے لئے نکیل، شہوت پرستی کی چھڑانے والی اور لذات کا زور توڑنے والی چیز ہے۔ لہذا اے اصحاب عقل ودانش اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

مسلم معاشرے کی بنیاد: نصیحت:

لوگو! نفرت وبے رخی وبے جوڑ ومنتشر معاشروں کی نشانی ہے اور اہل بصیرت وشفقت کے دل اس عیب وعار پر افسوس کناں ہیں اور قلت انصاف وکثرت نفاق (جعل سازی وملاوٹ) دو ایسے عوامل ہیں جو کہ اسلامی قلع کی بلند وبالا عمارت کو گرانے کا ذریعہ ہیں۔ جب کہ تعمیری و اصلاحی تنقید اور بامقصد نصیحت وخیر خواہی جو کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے تابع ہوں یہ دو ایسے بنیادی پتھر ہیں جن پر مسلم معاشرے کی عمارت قائم ہے، وہ معاشرہ جس کے افراد کے دل مصلحت عامہ کی رعایت پر مجتمع ہوتے ہیں اور یہ صرف اللہ جل وعلا کی رضاء و خوشنودی کے لئے ہوتا ہے نہ کہ خواہشات نفس کی غلامی اور شہوت پرستی کے لئے، کیونکہ یہ ثانی الذکر صفات ان دلوں کی ہیں جو کہ اللہ کی ناراضگی کے کاموں پر خوش ہوتے ہیں نہ کہ ان پر جو اس کی رضاء کا باعث ہیں۔ اب ہر صاحب بصیرت شخص مختلف معاشروں کا جو عام کردار دیکھتا ہے اس کے حوالے سے اس کے بارے میں منفی ومثبت فیصلہ کر سکتا ہے۔ وہ اقسام جو کہ ان معیاروں کے تحت آتی ہیں ان میں فرق بڑا واضح ہے، کہ ایک معاشرہ وہ ہے جس کے افراد پند ونصیحت کو وسعت ظرفی سے سنتے ہیں اور خوش دلی سے مانتے ہیں جبکہ ایک معاشرہ وہ ہے جس کے لوگ نصیحت سننے کی بجائے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں اور دوہرے کپڑے سے ڈھانپ لیتے ہیں اور اپنی بات پر مصر اور تکبر میں مبتلا رہتے ہیں۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ﴾

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کیا انہیں ہم ان کی طرح کر دیں گے جو زمین میں فساد کرتے ہیں، کیا پرہیز گاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟" (ص:۲۸)

اے مسلمانو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنا بہت ہی بڑی بڑی بنیادوں اور قواعد پر قائم تھا اور ان میں سے اہم ترین چیز یہ تھی کہ مسلمانوں کے لئے نصیحت وخیر خواہی، ان پر رحم وکرم اور ان کی بھلائی کی کوشش کرتے رہنا، چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔

میں نے نبی ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکواۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی تھی۔[1] (بخاری ومسلم)

---

1) صحیح بخاری: 2715۔

نصیحت کا معنی:

اللہ والو! نصیحت ایک لفظ ہے جو کہ ایک جملے کی تعبیر ہے اور اس کا مفہوم ہے: " سامنے والے کے لئے خیر خواہی کا ارادہ رکھنا۔"

اور نصیحت کی اصل: خلوص، دل کی صفائی، صدق وسچائی اور عدم دھوکہ دہی ہے۔

لہذا ہر مسلمان معاشرے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس شعار پر اسلام کے لئے وسیع جگہ رکھے، اور اس کا بھی اسی قدر بھر پور اہتمام کرے جیسے کوئی اپنی صحت وتندرستی، اپنے آمن وآتشی اور سکون وسلامتی کے ساتھ ساتھ اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔

بے خیر معاشرہ:

اور بالکل بے غبار وعیاں حق یہ ہے کہ اس معاشرہ میں کوئی خیر نہیں جس کے افراد کے دل باہمی نصیحت وخیر خواہی سے خالی ہیں۔ اور اس معاشرے میں بھی خیر کا ذرہ نہیں جس کے افراد کے کان دروازے کی طرح ہوں جن میں دائیں کان سے نصیحت داخل ہو تو اندر جائے بغیر بائیں کان سے باہر نکل جائے، معاشروں اور افراد کا نصیحت واصلاح قبول کرنے سے تکبر کرنا ہی وہ بیماری ہے جس کی وجہ سے اس دنیا میں ٹیڑھا پن وکجی ہے، دنیا جنگل بنی ہوئی ہے اور آخرت میں اللہ کی ناراضگی وسزا بھی اس کی وجہ سے ہوگی۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا﴾

(حضرت) مسیح (علیہ السلام) اس بات میں عار نہیں سمجھتے (تکبر نہیں کرتے کہ) کہ اللہ کے بندے ہوں اور نہ ہی مقرب فرشتے عار سمجھتے ہیں اور جو شخص اللہ کا بندہ ہونے میں عار سمجھے اور سرکشی کرے تو اللہ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔ (النساء:172)

دشمنان انبیاء کی عادت:

پند ونصیحت کرنے والوں کی آوازوں سے نفرت کرنا، اللہ کے انبیاء کے دشمنوں کی بدترین عادات میں سے ہے اور یہ وہ شگاف ہے جسے کوئی رفو نہیں کرسکتا۔ اور اس بیماری کا سبب وسرچشمہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے لئے نصیحت ہرگز نہیں ہوسکتی. اس لئے اللہ تعالی نے قوم ثمود کی طرف بھیجے گئے نبی صالح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ﴾

پھر وہ (حضرت صالح علیہ السلام) ان سے (ناامید ہوکر) لوٹے اور کہا کہ اے میری قوم! میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی مگر تم (ایسے ہو کہ) نصیحت وخیر خواہی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتے ہو۔ (الاعراف:79)

علامت صلاح واصلاح:

باہمی نصیحت وخیر خواہی جو کہ مسلمانوں میں انفرادی طور پر ہو اور پھر پورے معاشرے کی سطح پر ہو یہ اصلاح وصلاح کے اہتمام کی علامتوں میں

سے ایک علامت ہے ۔اسی طرح اسلام کا شعار و فریضہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے اسے اپنی زندگیوں میں زندہ کرنا بھی اس کی ایک علامت ہے ۔ایسے ہی اہل سنت والجماعت کی حجت اور ان کے حق کے لئے قلم و زبان سے جہاد کرنے کو بیان کرنا اور صرف اہل قلم و زبان ہی نہیں بلکہ انہوں بار ہا شمشیر و سناں سے بھی جہاد کیا، ان سب امور کو بیان کرنا بھی معاشرے کی اصلاح و صلاح کے اہتمام کی علامت ہے اور اس کا درجہ اس سے بھی کم ہر گز نہیں کہ یہ فرض کفایہ ہے اور اس باب سے لا پرواہی برتنا بہت ہی خطرناک ہے اور اس سے اجتناب کرنا تو خطرہ ہی خطرہ ہے اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ ان چیزوں کو ترک کرنے والے پر نبی ﷺ کا ارشاد صادق آجاتا ہے: وَمَن لم يَهْتَمَّ بأمرِ المسلمينَ فليس منهم۔

جس نے مسلمانوں کے معاملوں کا اہتمام نہ کیا (ان میں دلچسپی نہ لی) وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔[1] (معجم طبرانی کبیر)۔

آدابِ نصیحت:

مسلمانو! یہ ضروری ہے کہ پند و نصیحت اور باہمی خیر وخواہی کا یہ عمل کچھ آداب کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے ۔ان آداب کا لحاظ کرنا حق کو مقبول بنا دیتا ہے، اور خیر خواہی لوگوں میں پھیل جاتی ہے اور نصیحت و خیر خواہی کرنے والا اجر و ثواب پاتا ہے ۔

1) خلوص و رضاء الٰہی:

ان آداب میں سے پہلا ادب یہ ہے کہ نصیحت و خیر خواہی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رضاء و خوشنودی کے لئے خلوص نیت سے یہ خدمت سرانجام دے ورنہ پھر اس کا عمل نفاق و ریاء کاری بن کر رہ جائے گا۔

2) محبت و شفقت:

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی خیر خواہی کا اصل سبب محبت اور دوسروں سے شفقت و پیار ہو، ایسا عمل یقیناً اس لائق ہوتا ہے کہ اللہ اس میں برکت فرمائے اور اس سے اصل مقصود حاصل ہو،

امام زاہد فضیل رحمہ اللہ کہتے ہیں: "محبت خوف سے افضل ہے آپ دیکھتے نہیں کہ اگر آپ کے دو غلام ہوں ۔ان میں سے ایک آپ سے محبت کرے اور دوسرا آپ سے ڈرے تو جو آپ سے محبت کرتا ہے وہ آپ کی موجودگی میں اور عدم موجودگی میں ہر صورت آپ سے خیر خواہی کرے گا، کیوں کہ وہ آپ سے محبت کرتا ہے، اور جو آپ سے ڈرتا ہے وہ ممکن ہے آپ کی موجودگی میں تو آپ کی خیر خواہی کرے کیوں کہ وہ آپ سے ڈرتا ہے مگر جب آپ موجود نہ ہوں تو وہ آپ کی خیر خواہی نہیں کرے گا، بلکہ آپ سے دھوکہ دہی کرے گا۔"

3) صدقِ دل:

اے اللہ والو! ان آداب کے ساتھ ساتھ ہی یہ بھی پیش نظر رکھیں کہ نصیحت و خیر خواہی صدق دل سے ہو، سامنے والے کی پردہ پوشی کی جائے اور اصلاح کی نیت ہو، اسے لوگوں میں ذلیل کرنا اور عار دلانا مقصود نہ ہو کیوں کہ خیر خواہی و نصیحت میں پردہ پوشی مومن صادق کی نشانی ہے ۔مؤمن پردہ پوشی بھی کرتا ہے اور نصیحت بھی جبکہ فاجر شخص راز فاش کرتا، ہتک عزت کے درپے رہتا اور عار دلاتا ہے ۔

1) معجم طبرانی کبیر: 7/270۔اسنادہ ضعیف۔

4) صبر واستقامت:

آداب نصیحت وخیر خواہی میں سے ہی یہ بھی ہے کہ ناصح اس میدان میں پیش آنے والے مصائب ومشکلات کو برداشت کرنے کا جذبہ اپنے اندر بیدار کرے، کیونکہ اس میدان میں کام کے دوران اسے کبھی لوگوں کے غرور وتکبر کو برداشت کرنا پڑے گا اور کبھی لوگ اسے برا بھلا کہیں گے اور یہ بھی کہیں ممکن ہے کہ وہ خود مغرور ہو جائے اور لوگوں کو برا بھلا کہنے لگے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے: ”سعادت منداور فائدہ اٹھانے والا وہ ناصح ہے جو ان کے بارے میں اللہ سے معاملہ رکھے اور اللہ کے بارے میں ان سے معاملہ نہ کرے۔ جو ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرے، اللہ کے معاملے میں ان سے نہ ڈرے، جو ان کی ناراضگی سے اللہ کو راضی کر لے، ان کی رضامندی کے لئے اللہ کو ناراض نہ کر بیٹھے اور ان کے معاملے میں اللہ کو اپنی نگرانی کرنے والا سمجھے اور اللہ کے معاملے میں ان کی نگرانی و پڑتال میں نہ لگا رہے۔“

غوغاء رقیباں:

اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ کسی کو ان لوگوں کی حرکتوں سے نقصان نہیں پہنچے گا جو کہ نصیحت کرنے والوں اور دعوت و ارشاد میں مشغول لوگوں پر زبان درازی کرتے ہیں اور جھوٹے دعووں سے اپنے اندر کمال ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اس زعم میں وہ ناصحین کی نصیحت وخیر خواہی کا انکار کرتے ہیں بلکہ انہیں الٹا عار دلاتے ہیں اور ان کے اس اداء فریضہ کو لایعنی (دوسرے کے) امور میں دخل اندازی شمار کرتے ہیں۔ تعجب ہے جب ان کی نیکیوں کو بھی گناہ اور زیادتی شمار کیا جانے لگے۔

تعمیری تنقید اور عدل:

کوئی مسلمان جب صدق وانصاف اور غیر جانبداری کی نظر سے دیکھے اور طلب حق کو اپنا نصب العین بنالے تو وہ نصیحت اور مبنی برحق تنقید کو قبول کرتا ہے اور اسے اس کا بھی بخوبی پتہ چل جاتا ہے کہ امت اسلامیہ صرف باہمی نصیحت وخیر خواہی کے بل پر ہی قائم رہ سکتی ہے۔ جو صحیح کام کرے اسے کہا جائے کہ تو نے صحیح کیا ہے اور جو غلطی پر ہو اسے کہا جائے کہ یہ تیری غلطی ہے۔ اور میزان انصاف میں ناراضگی و دشمنی اور محبت و قرابت کو دخل انداز نہ ہونے دیا جائے بلکہ خوش ہوں یا ناراض اور کسی سے محبت ہو یا عداوت، جب ترازو ہاتھ میں لیں تو صرف عدل وانصاف ہی ہو، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ﴾

اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لئے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ (النساء:135)

دوسری جگہ ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾

اے ایمان والو! اللہ کے لئے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ اکسائے کہ انصاف

چھوڑ دو بلکہ انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے۔(المائدہ:8)

اے اللہ کے بندو! اس معیار سے معلوم ہوا کہ رضاء وخوشی کی آنکھ ہر عیب کو گوارا کر لیتی ہے اور ناراضگی کی آنکھ سامنے والے میں سوائے برائیوں کے کچھ دیکھتا ہی نہیں۔ انسان کبھی کسی کو عداوت ودشمنی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اگر اس نے اسے رضاء وخوشی کی نظر سے دیکھا ہوتا تو جو اسے اس میں برائیاں نظر آرہی ہیں وہ اسے اچھائیاں لگتیں۔

امام ابن بطہ کا کلام:

اسی سلسلہ میں سب سے بنیادی واہم بات عدل وانصاف ہے۔

اللہ تعالی امام ابوعبداللہ ابن بطہ پر رحم فرمائے۔ انہوں نے نصیحت وخیر خوائی دوسرے کی صحیح بات کو قبول کر لینے کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے:" وہ ناصح کے صحیح بات کہنے پر بھی آپ کا غمگین ہونا یہ تمہارے اندر دھوکہ وعیب ہے اور یہ مسلمان کے بارے میں بدظنی وبدنیتی ہے۔ اے میرے بھائی! اس بات کو سمجھ لو کہ جس نے غیر کی صحیح بات سے نفرت کی اور اپنی غلطی کی تائید ونصرت کی، اس کے بارے میں خطرہ ہے کہ اللہ اس سے ہر وہ چیز چھین لے جسے کہ وہ جانتا ہے اور اسے ہر وہ چیز بھلا دے جسے وہ یاد کئے ہوئے ہے بلکہ اس کے بارے میں تو یہ بھی خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کہ اللہ اس کا ایمان ہی سلب کر لے گا۔ کیونکہ اللہ کے رسول و پیامبر کی طرف سے آپ کے پاس حق پہنچا ہے، اس کی اطاعت کرنا آپ کا فرض ہے۔ جس نے حق بات سنی اور اس کا صحیح طور پر علم حاصل ہو جانے کے باوجود بھی اسے ٹھکرایا وہ اللہ کے سامنے غرور وتکبر دکھلانے والا ہے۔"

امام ابن قتیبہ کا شکوہ:

امام ابن قتیبہ نے بھی بڑی خوب بات کہی ہے، تیسری ہجری میں وہ اپنے اہل زمانہ لوگوں کا نصیحت کا انکار کرنے اور اس سے متکبرانہ رویہ اختیار کرنے اور ناصح کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے والے ان لوگوں کا شکوہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:" ناصح عنداللہ اجر وثواب پانے والا ہے اور اللہ کے ان نیک بندوں کے وہ شکریہ کا مستحق ہے جنہیں خواہشات نفس اپنی طرف پھسلا نہیں سکتیں، نہ وہ تعصب میں مبتلا ہوتے ہیں اور نہ ہی انہیں دھڑے بندی کسی باطل فعل پر جمع کر سکتی ہے اور نہ ہی انھیں کوئی حق گوئی سے روک سکتا ہے، ایک وقت تھا ہم جہالت سے معذرت کیا کرتے تھے اور آج ایک وقت ایسا آ گیا ہے کہ ہم علم سے معافی ومعذرت کے محتاج ہو گئے ہیں، ہم لوگوں کے شکریہ کی امید لگائے ہوئے ہیں اور سلامتی پر راضی ہونے والے بن بیٹھے ہیں جبکہ انقلاب زمانہ اور تغیر حالات کے ساتھ یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے. اللہ ہی سے دعاء ہے کہ وہ ہمیں خلف رشید عطا کرے اور اسی سے مدد طلب کی جا سکتی ہے۔

تاریخ کا اپنے آپ کو دہرانا:

لا الہ الا اللہ. آج کی رات سابقہ شب سے اور آج کا دن روز ماضی سے کتنے ملتے جلتے ہیں اور تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور یہ سمجھ لو کہ امت میں ابھی تک نصیحت وخیر خواہی کرنے والے اور نصیحت سننے اور خیر خواہی قبول کرنے والے

موجود ہیں۔ ابھی ردّ کرنے والے بھی ہیں اور جن پر ردّ کیا جائے وہ ابھی موجود ہیں۔ اور حق تو مومن کی گم شدہ پونجی ہے وہ اسے جہاں بھی ملے اسے لے لیتا ہے اور اس کی وجہ سے جو کچھ بھی نتیجہ نکلے وہ اسے کوئی نقصان دینے والا نہیں بشرطیکہ اس کی نیت وقصد حسب استطاعت اصلاح کا ہو۔ اللہ تعالی نے سچ ہی فرمایا ہے:﴿فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

پھر اگر یہ آپ کی نہ مانیں تو یقین کرلیں کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کررہے ہیں، اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو، بغیر اللہ کی راہنمائی کے۔ بیشک اللہ تعالی ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(القصص:50)

حدیث نبوی میں نصیحت کی تاکید:

لوگو! نبی اکرم ﷺ کے ارشادات بڑے جامع شکل میں موجود ہیں جن کے کلمات تو بہت تھوڑے مگر مفاہیم ومعانی کے سمندر اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:الدِّينُ النَّصِيحَةُ ، قُلْنَا : لِمَنْ ؟ قَالَ : لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ ۔

" دین باہمی نصیحت وخیرخواہی کا نام ہے۔" یہ کلمات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ رسول ﷺ! کس کے لئے خیرخواہی کا نام دین ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، ائمہ وحکام اور عام مسلمانوں کے لئے۔"[1](صحیح مسلم)

امام نووی لکھتے ہیں:" یہ بڑی عظیم الشان حدیث ہے، اور اسلام کا اسی پر دارومدار ہے۔ علماء کی جماعتوں نے جو کہا ہے کہ یہ اسلام کا ایک چوتھائی حصہ ہے یعنی ان چار حدیثوں میں سے ایک ہے جو امور احکام اسلام کی جامع ہیں تو بات ایسے نہیں جیسے انہوں نے کہی ہے بلکہ سارے کا سارا دارومدار صرف اسی ایک حدیث پر ہے۔"

بہترین عقلمند کون؟

اللہ کے بندو! ہر عقلمند شخص پر واجب ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کی خیرخواہی کو اپنے اوپر لازم کرلے اور قول وفعل ہر طرح سے ان سے خیانت کا فعل ترک کردے۔ اور لوگوں میں سے بہترین وہ ہے جو خیرخوائی کرنے میں سب سے پیش پیش ہے، اسی طرح بہترین کام وہ ہے جو انجام کے اعتبار سے زیادہ قابل تعریف ہو اور جس میں اخلاص زیادہ ہو، اور خیرخواہ کا مارنا دشمن کے سلام کرنے سے بہتر ہے۔

اگر سامنے والا نصیحت کو قبول نہ کرے یا اس پر راضی نہ ہو تو نصیحت کئے چلے جانے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ کیونکہ مسلمان بندہ اس بات پر مامور ہے کہ وہ صرف اللہ تعالی کی رضا طلب کرے اگر چہ اس سے ساری دنیا ناراض ہی کیوں ہو جائے۔"

توحید تو یہ ہے کہ اللہ حشر میں کہہ دے:

میرا بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے:(مترجم)

---

1) صحیح مسلم:55۔

حضرت معاویہ کی طلب نصیحت:

كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنِ اكْتُبِي إِلَيَّ كِتَابًا تُوصِينِي فِيهِ، وَلَا تُكْثِرِي عَلَيَّ، فَكَتَبَتْ عَائِشَةُ إِلَى مُعَاوِيَةَ: سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ اللهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللهِ وَكَلَهُ اللهُ إِلَى النَّاسِ" وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں خط بھیجا کہ کوئی وصیت لکھ بھیجیں لیکن وہ لمبی چوڑی نہ ہو، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ: ”جس نے لوگوں کی ناراضگی کے باوجود صرف اللہ کی رضاء وخوشنودی طلب کی تو اللہ اس کے لئے بندوں کی مشقت کو دور کرنے والا کافی ہے اور جس نے اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہی، اللہ اسے لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے۔“[1] (ترمذی)

بے لوث:

اللہ والو! اسی لئے عقل مند ناصح جب دعوت وارشاد اور نصیحت کا فریضہ ادا کرتا ہے تو زبان حال سے یہ کہتا ہے: ﴿إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا [9] إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا﴾

”ہم آپ لوگوں سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گزاری، بیشک ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کھاتے ہیں جو اداسی وسختی والا ہوگا۔“ (الدھر:9-10)

جواہرات علامہ ابن قیم:

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: ”جب عقل غریزی وطبعی کو عقل ایمان میسر آجائے جو کہ مشعل نبوت سے مستفاد ہو، وہ محض منافقانہ مفاد پرست عقل نہ ہو جن کے مالک سمجھتے ہیں کہ وہ بڑی عقل کے مالک ہیں حالانکہ وہ سراسر جھوٹے ہیں۔ وہ اس بات کو عقلمندی سمجھتے ہیں کہ لوگوں کے تمام طبقات کو ہر حالت میں راضی کر لیں، ان سے صلح وسلام رہے ان کی محبت ومودت کو بٹور لیں۔ اور یہ اگرچہ ممکن نہیں پھر بھی یہ راحت وسکون کو ترجیح دینے والی بات ہے اور یہ اللہ کے لئے محبت اور اس کے لئے نفرت کرنے کے سلسلے میں پہنچنے والی اذیتوں سے بھی جان چھڑانے کا نسخہ ہے۔ یہ طرز عمل اس زندگی کے لئے تو شاید بہت ہی سلامتی کا باعث ہو لیکن آخری زندگی کے لئے ہلاکت کا باعث ہے۔ اس شخص نے ایمان کا مزہ ہی نہیں چکھا جس نے اللہ کی خاطر محبت نہیں کی اور اسی کی خاطر دشمنی ونفرت نہیں رکھی۔ غرض تمام تر عقل تو صرف وہ ہے جو کہ بندے کو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی رضاء وخوشنودی تک پہنچا دے۔ اللہ تعالی نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾

---

1) ترمذی:2414۔

"اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیں اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کریں۔" (النحل:125)

اور ارشاد باری تعالی ہے:﴿فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾

پھر وہی جس کے اور تمہارے مابین دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست۔ (حم السجدہ:34)

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

ایمان وحلاوت ایمان

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ

1424/10/25ھ 2003/12/19ء

حمد وثناء کے بعد!

لوگو! میں آپ لوگوں کو اور اپنے آپ کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اس کا تقوی بہترین زاد راہ اور روز آخرت کے لئے بہت ہی اچھا سامان ہے۔آپ جہاں بھی ہوں اللہ سے ڈرتے رہیں اور وہ ذمہ داری ومقصد پوری کرتے رہیں جس کی خاطر ہم سب کی تخلیق ہوئی ہے اور اس ذمہ داری ومقصد کے سلسلہ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ میں نے جن وانس کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔(الذاریات:56)

اور ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ تمہارا کیا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں بے کار ہی (عبث) پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔(المؤمنون:115)

لوگوں کی دو قسمیں:

مسلمانو! امور اہل حیات اور معاملات زندگی میں گہری نظر رکھنے والا شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ لوگوں میں سے بعض گروہ بڑی بدبختی ومشکل حالات میں زندگی گزار رہے ہیں اور ان کے سینوں سے طرح طرح کی شکائتیں اٹھ رہی ہیں، ایسی شکایات جو امن وامان اور سکون واطمینان کو اڑا لے جائیں اور راحت وسعادت کو کھو دیں اور ان کی موجودگی رضاء وخوشی اور سکینت کو مٹا دیتی ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو حقد وبغض انانیت وخود غرضی اور کم نصیبی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

اس کے برعکس گہری نظر رکھنے والا شخص لوگوں میں سے بعض ایسے گروہ بھی دیکھے گا جو کہ بڑی مزے کی زندگی گزار رہے ہیں، خیر وبرکات سے بہرہ ور ہیں، وہ اپنے آپ کے لئے بھی اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی جود وکرم کا نمونہ ہیں، ان کے دل بہت ہی اچھے ہیں، ان کے سینے بالکل پاک وصاف ہیں وہ ایک آزاد خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں۔

دو قسموں میں بانٹنے والی چیز: ایمان:

ان دونوں فریقوں میں فرق کس چیز نے کیا ہے؟ ان دو الگ الگ قسم کے لوگوں میں باہم دوری کس نے پیدا کی ہے؟ وہ چیز صرف "ایمان اور حلاوت ایمان" ہے۔

چنانچہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح مسلم ومسند احمد کی ایک صحیح حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا

"اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کو اپنا پروردگار مانے، اسلام کو اپنا دین بنانے اور حضرت محمد ﷺ کو اپنا نبی (رسول) تسلیم کرنے پر

رضامند ہوگیا۔"[1] (صحیح مسلم ومسند احمد وغیرہ)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ۔

"جس شخص میں تین چیزیں پائی جائیں وہ ایمان کی حلاوت وشرینی پالے گا:

1) اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان دو کے سوا ہر کسی سے زیادہ اسے محبوب ہوں۔

2) وہ کسی سے صرف اللہ کی خاطر محبت کرے۔

3) اسے جب اللہ نے کفر سے بچا لیا ہے تو وہ کفر میں لوٹ جانے کو اتنا ہی ناپسند کرے جتنا وہ اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ اسے جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے۔"[2] (صحیح بخاری ومسلم عن انس رضی اللہ عنہ)

حلاوت ولذت ایمان:

برادران اسلام! ایمان کی ایک لذت ہے جو تمام دوسری لذتوں پر فوقیت رکھتی ہے، اس کا ایک مزہ ہے جو تمام دوسری چیزوں کے مزوں سے بڑھ کر ہے اور اس میں ایک نشہ ہے جو ہر نشے سے زیادہ اور پاکیزہ ہے۔ اور یہ ایمان کا نشہ ہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے

ع یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔ (مترجم)

حلاوت ایمان ایک داخلی شیرینی ہے جو کہ اللہ کی قضاء پر رضاء کا شیوہ رکھنے والے نفس میں پائی جاتی ہے۔ وہ ایک دلی سکینت واطمینان ہے جو انسان کے جسم میں یوں چلتی جیسے گیلی لکڑی کے ریشے میں پانی پایا جاتا ہے اور جس طرح انسان کی شریانوں میں خون چلتا ہے، اس کی موجودگی میں نہ راتوں کی بے سکونی واضطراب اور نہ دن کی بے اطمینانی اور قلق ہوتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی تنگی باقی رہ جاتی ہے بلکہ اس کی بدولت وسعتیں، رحمتیں، رضا اور نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا﴾

یہ اللہ کی طرف سے اس کا فضل ہے اور کافی ہے اللہ جاننے والا۔ (النساء:70)

اور ایک جگہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے نوازتا ہے اور وہ بہت ہی بڑے فضل وکرم والا ہے۔ (الاحزاب:21)

اللہ پر ایمان لانا نفس کے لئے سکینت واطمینان اور دل کے لئے ہدایت کا باعث ہے، اور یہ راہ عمل کے مسافروں کے لئے سنگ میل اور چراغ راہ ہے۔ یہ ناامید لوگوں کے لئے امید کی کرن، خوفزدہ لوگوں کے لئے باعث امن وامان اور مجاہدین کے لئے مدد ونصرت کا ذریعہ

1) صحیح مسلم:34۔
2) صحیح مسلم:43۔

ہے۔ یہ ایمان اہل تقوی لوگوں کے لئے خوشخبری اور محرومیوں کے شکار لوگوں کے لئے تحفہ وانعام ہے۔ یہ ایمان تمام امیدوں کا سر چشمہ، شجاعت و بہادری کا مصدر اور امید کا ساتھی و ذریعہ ہے۔ یہ ایمان نفس میں ثقاہت واعتماد پیدا کرتا ہے امت کے لئے مجد وعظمت کا نشان اور معاشروں کی روح ہے۔

1) حصول حلاوت ایمان کا پہلا ذریعہ:

حلاوت ایمان کو پانے اور سعادت سے ہمکنار ہونے کے راستوں میں سے پہلا راستہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کو اپنا رب ماننے پر مکمل رضامندی کا اظہار کیا جائے، اسے تمام کاروبار عالم کو چلانے والا مانا جائے، ہر شخص جو اچھا برا فعل کرتا ہے، اللہ کو ان سب کا دیکھنے جاننے والا سمجھا جائے۔ اسے دنیا وآخرت کا رحمن ورحیم مانا جائے، آسمانوں اور زمینوں کو بنانے چلانے والا تسلیم کیا جائے، موت وحیات کا خالق سمجھا جائے، نعمتیں عطا کرنے والا اور مشکل میں مبتلا شخص کی سننے اور اس کی مشکل دور کرنے والا مانا جائے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى﴾

اس نے ہر ایک کو اس کی خاص شکل وصورت عطا کی اور پھر راہ سمجھادی۔ (طٰہٰ:50)

اس نے انسان کو بنایا اور اس میں اپنی روح پھونکی، بھوک میں اسے کھانا کھلایا، ننگے ہونے پر اسے کپڑا پہنایا اور خوف سے اسے امن عطا کیا اسے ضلالت وگمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے نور میں پہنچایا، اور اس جہالت میں اسے تعلیم سے آراستہ کیا۔ ایمان باللہ کی بدولت انسان کا نفس اپنے رب کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے، اس کی رضاء وخوشنودی ڈھونڈنے لگتا ہے، اپنی ذاتی خواہشات اور رغبتوں سے دست بردار ہو جاتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالی کی عبادت کرتا ہے، اسی سے امیدیں وابستہ کرتا ہے، اسی سے خوف کھاتا ہے اور تمام کائنات سے کٹ کر اپنی توجہ اسی کی طرف پھیر لیتا ہے۔ اور یہ مان لیتا ہے کہ ہر معاملہ صرف اس کے ہاتھ میں ہے اور ہر معاملہ کو بالآخر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اللہ کی ربوبیت پر رضامندی ویقین بندے کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ گڑ گڑاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو پورے خلوص کے ساتھ اپنے رب کے سامنے پھیلا دے اور یہ دعاء مانگے: [اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَأَعُوذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ.

اے اللہ! میں تیری رضاء کے ساتھ تیرے غصے سے پناہ مانگتا ہوں، تیرے عفو وکرم کے ساتھ تیری عقوبت وسزا سے پناہ چاہتا ہوں، اور تیری ذات کے ساتھ تجھ سے پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میں تیری حمد وثناء کما حقہ نہیں کرسکتا، اور تو اتنی حمد وثناء والا ہے جتنی حمد ثناء تو نے اپنی بیان کی ہے۔[1]

2) دوسرا ذریعہ وطریقہ:

اے اللہ کے بندو! حلاوت ایمان کو پانے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دین اسلام کو اپنا دین و دستور ماننے پر مکمل طور پر راضی ہو جائیں اور یہ تسلیم

1) ترمذی:3566۔

کریں کہ یہی دین اور اسلام اللہ کی طرف سے ہے جسے اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا تھا اور اسے ہی اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا اور وہ اس دن اسلام کے سوا دوسرا کوئی دین و نظام قبول نہیں کرے گا۔ اللہ کے دین پر رضاء وخوشی کی انتہائی عجیب نقشہ کشی اس حدیث متواتر میں ہے جس میں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی بیوی حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا پر سخت غضب ناک ہوئے غصے میں کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں تیرے ساتھ برا سلوک کروں گا، انہوں نے جواب دیا: کیا تم مجھے اسلام سے پھیر دو گے جب کہ اللہ نے مجھے اس کی ہدایت عطا فرما دی؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔ تب بیوی نے کہا: تب پھر تم مجھ سے کیا برا سلوک کر سکتے ہو؟۔

اللہ اکبر! وہ خاتون پر اعتماد، پر اطمینان، راضی اور پرسکون تھیں کہ جب ان کا دین محفوظ ہے تو پھر انہیں کسی چیز کی پرواہ نہیں تب تو چاہے ان پر مصائب و بلاؤں کی بارش برس نکلے وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ بلکہ اگر دین محفوظ رہے تو اللہ کی راہ پر ہوتے ہوئے جان بھی جاتی رہے تو اس کی پرواہ نہیں کہ راہ اللہ میں کس پہلو پر موت آئی۔

اسلام رضاء وخوشی اور ضیاء وروشنی کا سرچشمہ اور سعادت وخوشی نیز ہدایت وراہنمائی کا منبع ہے۔

3) تیسرا ذریعہ وطریقہ:

حلاوت ایمان کے حصول کا تیسرا ذریعہ نبی اکرم ﷺ کو نبی ورسول تسلیم کرنا ہے، کہ آپ ﷺ ہمارے لئے انتہائی خیر خواہ، امانتدار، سرچشمہ رحم وکرم اور بہترین نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ کی اطاعت مطلقہ میں آپ کا کوئی سہیم ومنازع نہیں اور نہ ہی فیصلے دینے میں آپ کا کوئی مقابل ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے متنازعہ معاملات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں اور پھر آپ کے فیصلے کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی حرج وتنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ خوش دلی سے اسے تسلیم وقبول کر لیں۔ (النساء:65)

حضرت محمد ﷺ کی رسالت ونبوت پر رضاء وخوشی اس طرح کی ہو کہ آپ کی ذات گرامی کو اپنے ہر معاملہ میں ہادی وراہنما اور رہبر ومقتداء مانا جائے اور آپ کی سنت کے مطابق عمل کیا جائے اور اسی سے نور وروشنی طلب کی جائے۔

ایمان کے انسانی زندگی پر اثرات:

برادران گرامی! اگر ایمان صحیح دل میں خوب جاگزیں وموجزن ہو جائے تو اس کا پرتو انسان کی زندگی پر نمایاں طور پر نظر آنے لگتا ہے۔ مومن جب زمین پر چلتا ہے تو وہ بالکل سیدھا (کبر ونخوت سے اکڑا ہوا نہیں) چلتا ہے۔ اس کی چال اہل تقوی پرہیزگاری کی سی ہو جاتی ہے وہ ایک بہترین خوشبو دار پھول (گل ریحان) جیسا بن جاتا ہے اور ایک تیز روشنی والے نشان کی شکل اختیار کر جاتا ہے، اور اس کی تمام حرکات و سکنات ہی پرسکون اور ایمان والی ہو جاتی ہیں۔ اسی بات کو ایک قدسی حدیث میں اللہ تعالی نے یوں بیان فرمایا ہے: فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ۔

جب میں اسے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، وہ بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا وہ دست و بازو بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کی ٹانگ (قدم) بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔[1]

جس نے ایمان کی حلاوت وشرینی کو چکھ لیا اس کی زندگی بہت ہی سنور گئی اور اس نے اپنی راہ نجات پہنچان لی اور جس نے اپنا راستہ پہنچان لیا وہ بابصیرت ہو کر اس پر رواں دواں ہو جاتا ہے اور جو شخص بابصیرت ہو کر چلتا ہے وہ اللہ کی رضاء کو پالیتا ہے اور اپنی تمام آرزوؤں کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

جی ہاں! وہ اپنے راستے پر چلا جاتا ہے اور اس راہ میں پیش آنے والی مصائب ومشکلات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ اس کی بصارت وفکر بہت بلند اور مستقل ہوتی ہے۔ ایسے ہی اہل ایمان کے بارے میں اللہ تعالی نے فرماتا ہے: ﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ[27] ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً﴾

اے اطمینان والی روح! تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل، اس طرح کہ تو اس سے راضی اور وہ تم سے خوش۔(الفجر:28)

اور ایک جگہ ارشاد الہی ہے: ﴿أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ﴾

کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہے۔ سخت دل، تنگ نظر اور گمراہوں جیسا ہو سکتا ہے؟۔(الزمر:22)

اہل ایمان کا مقام:

اللہ آپ پر رحم فرمائے! آپ نے کبھی نیک وصالح لوگوں سے بہتر لباس و پوشاک اور ان سے زیادہ حسین وجمیل صورت وسیرت (اخلاق و کردار) والا کسی کا دیکھا ہے؟

اللہ آپ کو بھی توفیق عمل سے نوازے! کیا آپ نے تہجد گزاروں کی اونگھ سے زیادہ پر لذت کوئی محنت وریاضت عملی دیکھی ہے؟

اللہ آپ کی حفاظت کرے! کیا اپنے گناہوں اور کوتاہیوں پر اشک ندامت بہانے والوں اور اپنی غلطیوں پر افسوس کرتے ہوئے اشکوں کی جھڑی لگا دینے والوں کے آنسوؤں سے زیادہ رقیق ونرم اور صاف وشفاف پانی آپ نے کہیں پایا ہے؟

اللہ آپ کی رعایت ونگرانی فرمائے! کیا آپ نے رکوع کرنے والوں کے جھکنے اور سجدہ گزاروں کی جبین نیاز زمین پر رگڑنے اور اپنی پیشانیوں کو خاک آلود کرنے سے بہتر کوئی تواضع وانکساری، اور خشوع وخضوع دیکھا ہے؟

اللہ آپ کو صحت وعافیت اور عفو وکرم سے نوازے؟ کیا آپ نے مومن عبادت گزاروں کی سجدہ ریزی وعبادت گزاری میں جنت کی نعمتوں کا مزہ لینے سے بڑھ کر دنیا کی کسی نعمت وجنت کا مزہ دیکھا یا پایا ہے؟

یہ دوپہر کی پیاس کو برداشت کرنے اور نرم وگداز بستروں سے پہلوؤں کو دور رکھنے کا نتیجہ، عبادت وبندگی میں دل لگانے اور اس سے انس و

---

1) صحیح بخاری:6502۔

محبت کرنے والوں کی لذت وحلاوت کے کیا ہی کہنے ہیں۔

تقدیر الٰہی پر غیر متزلزل یقین:

یہ لذت وحلاوت تو وہ ہے جو انہیں عبادت و بندگی کے دوران نصیب ہوتی ہے جب کہ دنیوی امور ولقمہ عیش کے حصول کے لئے انہیں کدو کاوش کرنی پڑتی ہے وہ ان کے نزدیک حلاوت ایمانی ہے جو زندگی میں اللہ کی تقدیر سے تمام گوشوں کو بھر دیتی ہے۔تقدیر جو رنگ دکھلاتی ہے ان پر انہیں پوری طرح اطمینان ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے ہی ایسا لکھا ہوا تھا،ان کے دلوں پر رضامندی (رضاء بقضاء اللہ) کا گہرا پرتو ہوتا ہے جس سے ان کے دل پرسکون ہوتے ہیں۔دنیا میں حالات چاہے کوئی بھی پلٹا کھائیں۔اسے کیسے ہی مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑے وہ اپنی دنیا کے سلسلہ میں خوب مطمئن، پرسکون،سعید وخوشی اور راضی برضا رہتا ہے۔اگر اس سے کچھ چھن جائے تو اس پر مایوس نہیں ہوتا اور جو کچھ اسے حاصل ہوا اس پر وہ اتراتا نہیں وہ ایمان ورضا کے ساتھ ساتھ ہی توکل اور صبر وثبات کا پیکر ہوتا ہے،جو گزر گیا۔اس سے عبرت حاصل کرتا ہے اور جو آنے والا ہے اس کے بارے میں احتیاط کا دامن تھامے رکھتا ہے اور مادی اسباب سے استفادہ کرتا رہتا ہے۔اللہ کی قضاء وقدر پر نالاں وناراض نہیں ہوتا اور نہ مایوسی میں عمل چھوڑ کر ہاتھوں پہ ہاتھ دھرے بیٹھ جاتا ہے وہ بلا قلق واضطراب اپنی سعی وجدجہد میں مصروف رہتا ہے اور اس کا شعار اور اوڑھنا بچھونا یہ ہوتا ہے جو کہ اللہ تعالی نے ذکر فرمایا ہے: ﴿وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾

میری توفیق صرف اللہ کی مدد سے ہے،اس پر میرا توکل وبھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔(ہود:88)

مومن کو اس بات کا مکمل یقین ہوتا ہے کہ اسے جو مشکل پیش آتی ہے یہ ٹلنے والی نہیں تھی اور اس سے جو مصیبت ٹل گئی ہے وہ اسے پیش نہیں آسکتی تھی،اگر زمین وآسمان کی ساری مخلوقات جمع ہو جائیں اور اس کے اپنے مقدر میں لکھے کے سوا اسے کوئی نفع وفائدہ پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ سب اکٹھے ہو کر اس کے مقدر میں لکھی نعمت کو ٹالنا چاہیں تو وہ ایسا بھی نہیں کر سکتے۔(نبوی)

مومن کی زندگی کا ہر لمحہ:عمل وجہاد:

مؤمن حسرتوں کا شعار ہو کر اپنی زندگی برباد نہیں کرتا اور نہ ہی وہ مایوسیوں کے سامنے گھٹنے ٹیکتا ہے۔اللہ کی پناہ! کہ وہ بیٹھ جائے،ذلت ورسوائی اور سستی وتساہل میں اطمینان پائے بلکہ اس کے برعکس وہ سمجھتا ہے کہ زندگی کے تمام راستے اور شعبے ہی عمل وآزمائش ہیں اور ان سب میں ہی کوئی نہ کوئی خیر وبھلائی پائی جاتی ہے۔اور وہ عدل وانصاف پر مبنی ہیں اور شریفانہ مقابلوں کا کوئی شرف بخشنے والا میدان ہیں،جہاد اور مجاہد نفس میں دل کو قوت وشجاعت دینے کا ذریعہ اور باعث رباط قلب ہیں۔مومن کی زندگی سراسر توکل وصبر سے عبارت ہوتی ہے۔حالات زندگی کی تنگیاں اور مصائب وابتلاءات (آزمائشیں) اس کے دل کو مکدر وگدلا نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے پائے صبر استقلال میں ڈگمگاہٹ ولرزش لاتے ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ۔

"مومن کے معاملے پر تعجب ہے کہ اس کے ہر کام (حال) میں ہی خیر وبھلائی ہے۔اسے اگر کوئی نعمت وخوشی ملے تو یہ شکر کرتا ہے اور یہ اسکے

لئے باعث خیر و برکت ہے اور اگر اسے کوئی مصیبت مشکل پیش آجائے تو یہ صبر کا دامن تھامے رہتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے باعث وخیر و بھلائی ہے۔اور یہ (ہر حال میں خیر و بھلائی) مومن کے سوا کوئی کسی دوسرے کو ہر گز حاصل نہیں ہے۔"[1]

ایمان راسخ کے عمدہ نتائج وثمرات:

مومن شخص اپنے ایمان راسخ کے نتیجے میں خوف وخطر، بزدلی و نامردانگی، جزع وفزع اور چیخ و چنگاڑ سے آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ حسب ارشاد الٰہی اس کا یہ ایمان ہوتا ہے:﴿قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ کہہ دیجئے کہ ہمیں ایسی کوئی (خیر و بھلائی ہی) ملے گی اور نہ پہنچے گی سوائے اس کے کہ جو اللہ نے ہماری قسمت میں لکھ رکھی ہے۔وہ ہی ہمارا آقا و مولا ہے اور مومنوں کو چاہئے کہ صرف اللہ پر ہی توکل و بھروسہ کریں۔(التوبہ:51)

اس کا اس بات پر بھی ایمان ہوتا ہے:

ہمارے رب نے ہمیں جو عطا کر دیا اسے کوئی روکنے والا نہیں اور ہمارے رب نے جو چیز ہم سے روک دی وہ ہمیں کوئی دے نہیں سکتا،اور اے اللہ! تیرے مقابلے میں کوئی بڑی بڑی شان وشوکت اور عزت و بزرگی والا بھی ہمیں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔

اور ارشاد ربانی ہے:﴿إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾

اور آپ کا رب جس کی روزی چاہتا ہے کھول دیتا ہے اور جس کی چاہے روزی تنگ کر دیتا ہے۔(بنی اسرائیل:30)

ایمان اور صبر و شکر:

حلاوت و شیرینی اور رضاء وخوشی اس زندگی اور جد و جہد میں انہی اصولوں پر قائم ہیں۔اگر اسے کچھ مل جاتا ہے تو اسے قبول کرتا اور اس پر شکر ادا کرتا اور اگر اسے کچھ نہیں ملتا تو اللہ کے فیصلے پر راضی رہتا ہے اور صبر سے کام لیتا ہے جب اسے کوئی حکم دیا جائے تو تعمیل ارشاد کرتا ہے۔اگر اسے کسی چیز سے منع کیا جائے تو اس سے باز رہتا ہے،اور اگر وہ کوئی گناہ کر بیٹھے تو فوراً توبہ واستغفار کر لیتا ہے۔اسی ایمان اور اسی لذت وحلاوت کی بدولت مؤمن خواہشات نفس کی غلامی سے گلو خلاصی پاتا ہے اور برے کاموں کا حکم دینے والے نفس امارہ کے چوکوں سے محفوظ رہتا ہے اور شیطانوں کے بہکاوؤں سے بچتا ہے اور اس دنیا کے فتنے جو کہ عورتوں،مال و اموال،خزانوں،سواریوں،دنیا کی زینتوں اور لذت اور پر کشش چیزوں میں ہیں ان سب سے بھی وہ تحفظ پاتا ہے۔اسے وہ سعادت وحلاوت حاصل ہوتی ہے جو کہ قناعت سے بھر پور ہوتی ہے اور اس سعادت وحلاوت کے بل بوتے پر وہ لالچ وہوس اور کنجوسی و بخیلی سے بچتا و دور رہتا ہے۔اور جود و کرم،ایثار و قربانی اور عطاء و خیرات کے میدانوں میں سرگرمیاں دکھلاتا ہے۔

حلاوت ایمان اور خیر و بر کی تخم ریزی:

حلاوت ایمان میں سرکش مادی خشکی کو تر و تازگی بخشنے کا سامان پاتا ہے،ہوس دنیا و لالچ اور بخل و کنجوسی کی راہیں روکنے کے اسباب و ذرائع

1) صحیح مسلم:2999۔

موجود ہیں ۔اسی طرح ایمانی حلاوت میں خیر و بر اور رحم و کرم کے جذبوں کی تخم ریزی بھی ہے ۔ایسے ہی اس کی بدولت دلوں پر سکینت و اطمینان کا نزول ہوتا ہے اور رحمت الٰہی بندوں پر سایہ فگن ہو جاتی ہے ۔ان مومن بندوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾

ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں ۔(البقرہ:157)

اور ایک جگہ اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:﴿أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ﴾

یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح (نصرت و نورِ ایمان) سے کی ہے ۔(المجادلہ:22)

ضعف ایمان کے نتائج بد:

اللہ آپ پر رحم فرمائے! سعادت مند وہ ہے جو روزِ قیامت و وعید سے ڈر جائے اور اپنے رب کو تمام افعال کا دیکھنے والا مانے اور اس کا تقویٰ اختیار کرے ہر جدید و قدیم کام میں ۔

مسلمانو! جس کا ایمان کمزور ہو وہ آزمائش سے گھبرا اٹھتا ہے کیونکہ وہ آزمائش میں ڈالنے والے کو جانتا ہی نہیں ۔آخرت کا وہ سفر کرنے سے ڈرتا ہے کیونکہ اس کے پاس زادِ راہ نہیں ۔وہ راستہ بھول جاتا ہے کیونکہ اس کا کوئی رہبر و راہنما نہیں ۔ایسے سفرِ آخرت سے خوف کھانے اور بے راہ و خوف زدہ لوگوں پر افسوس ہے ۔ان کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾

اور ہلاکت ہے ان کے لئے جن کے دل یادو ذکرِ الٰہی سے (نرم نہیں بلکہ) سخت ہو گئے ہیں ۔(الزمر:22)

فقدان ایمان اور انسانی شکل کے درندے اور حیوان:

جو ایمان کو کھو ہی بیٹھا ۔اس کا معاملہ ہی ٹھپ ہو گیا ۔اور اس کی گرہ ہی کھل گئی وہ بلا کسی روک ٹوک ٹوٹنے والے نگر ان کے جو چاہتا ہے کہتا اور کرتا ہے اور کسی محاسبہ کا خوف و خطر دل میں رکھے بغیر وہ دنیا میں چلتا پھرتا ہے ۔اس کی سیرت و کردار حب مال و دنیا اور انانیت و خود غرضی سے عبارت ہوتی ہے ۔اسے اپنے آپ پر اور لوگوں پر کوئی اعتماد و بھروسہ نہیں ہوتا ۔اس کے نزدیک دوسروں پر رحم و کرم کی بجائے دوسروں کی طرف بے رخی سے پیٹھ پھیر جانا اور تعاون باہمی کی بجائے اختلاف و تفرق ہی ضروری ہو جاتا ہے ۔ایمان اور حلاوت ایمان کے بغیر لوگ چیرنے پھاڑنے والے جنگی جانوروں کا روپ دھار جاتے ہیں ۔وہ اللہ کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ اپنے رشتوں کو توڑ موڑ دیتے ہیں ۔وہ اپنے نفس امارہ (برائیوں کا حکم دینے والے نفس) کے تابع ہو کر رہ جاتے ہیں اور جن و انس کے شیاطین انہیں مغلوب کر کے اپنی راہ پر لگا لیتے ہیں ۔

تہذیب نو کی فتنہ سامانیاں:

موجودہ تہذیب جس میں غرق کر دینے والی مادہ پرستی اور خشک سائنس و ٹیکنالوجی کی بھرمار ہے یہ اس بات کی گواہ ہے کہ یہ سعادت و حلاوت، دنیا کی لذتوں اور دولت و مادہ سے حاصل نہیں ہوتیں ۔آپ اس بے خدا تہذیب میں انسان کو ایسا پائیں گے کہ وہ کسی بھی چیز سے سیر

نہیں ہوتا، اس کی خواہشات وشہوت پرستی کی کوئی حد نہیں اور اس کی رغبتیں رنگا رنگ ہیں۔ حرص وہوا اسے لڑائی جھگڑے کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں یوں وہ خود بھی بدبختی میں مبتلا ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی شقاوت و بدبختی میں مبتلا کرتا ہے، وہ جہاں بھی جائے اور جہاں بھی ہو عداوت ودشمنی کے بیج بوتا چلا جاتا ہے۔

آوارگی وامراض:

انھیں ان کی زندگی نے نفسیاتی امراض، اجتماعی ومعاشرتی اضطرابات وقلق اور فکری بے راہروی و پریشان نظری میں مبتلا کر دیا ہوا ہے، نتیجہ یہ کہ یہ بیماریاں انہیں منشیات کا سہارا لینے کے ساتھ نفسیاتی علاج اور اعصابی دوا و دارو کروانے پر مجبور کر گئی ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى﴾

اور (ہاں) جو میری یاد (ذکر الٰہی) سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی اجیرن ہو جائے (تنگی میں رہے) گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا اٹھائیں گے۔ (طٰہ:124)

اور دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ﴾

اور جسے وہ (اللہ) بے راہ رکھنا چاہے، اس کے سینے کو بہت تنگ کر دیتا ہے کہ کوئی آسمان میں چڑھتا ہے۔ (الانعام:125)

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

علماء کی شان میں گستاخی: ایک خطرناک جرم

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ

1424/11/3ھ، 2003/12/26ء

اللہ کے بندو! میں آپ سب کو اور اپنے آپ کو اللہ کا خوف وتقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تقوی ہی وہ مضبوط رسی ہے جسے پکڑ کر آپ جنت الماوی کی رفعتوں کو پا سکتے ہیں اور پرفتن دور میں تقوی ہی دلوں کی ڈھارس بندھاتا اور رباط قلبی کا کام کرتا ہے، اسی طرح مصائب و مشکلات اور ہنگامی حالات و بحران کے اوقات میں یہ تقوی راہوں کو منور کرتا اور جگمگاتا ہے۔ تقوی جس کے دل میں داخل ہوگیا وہ نفس کینہ اور حسد وبغض سے محفوظ رہتا ہے اور اسے بہترین راہ اور صحیح سنت طریقے کی طرف ہدایت وراہنمائی مل جاتی ہے۔

مدو جزر امت مسلم:

مسلمانو! ہماری امت اسلامیہ کی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے شخص کو اس کی تہذیب کی امتیازی حیثیت اور اس کی قیادت وسیادت اور پوری دنیا کی سرکردگی کا پتہ چلانے میں ذرہ بھی مشکل پیش نہیں آتی اور یہ سلسلہ طویل زمانے تک بحال رہا۔ اس غلبہ واقتدار اور اس رفعت وعلو کا سبب صرف قرآن وسنت سے مسلمانوں کا تمسک و تعلق، وحدت و والفت کے قاعدے کا التزام اور تفرقہ واختلافات کو اپنے اندر سے نکال پھینکنا تھا تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا منشاء پورا ہو: ﴿إِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱعْبُدُونِ﴾

"تمہاری یہ امت ایک ہی (متحد) امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، لہٰذا تم صرف میری ہی عبادت کرو۔" (الانبیاء: 92)

اسی طرح امت مسلمہ کے موجودہ حالات پر گہری نظر رکھنے والے شخص کو یہ بات کہنے میں ذرہ بھی دقت محسوس نہیں ہوتی کہ ہماری امت کو ایک مہلک وتاریک زمانے کے مصائب ومشکلات نے گھیرے میں لے لیا ہے۔ دشمن کے تیر وتفنگ اور اس کی حاسد وحاقد نظروں نے اسے ہر چہار سو نرغے میں لے رکھا ہے اور دشمنوں کے دلوں میں امت مسلمہ کے لئے مکر وعداوت چھپی ہوئی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ امت داخلی اختلافات آویزش اور باہمی نفرتوں کا شکار ہے اور کئی مسائل میں انفرادی فکر ونظر لئے ہوئے ہے اور تباہ کن منحرفانہ فہم وفکر اس پر مستزاد ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ ہی کئی ایسی جماعتیں بھی وجود میں آ گئی ہیں جو کہ ملت اسلامیہ اور اہل سنت الجماعت سے خارج ہیں۔ اور ان تمام امور کا وجود امت کے لئے تفرقہ وانتشار اور اختلافات میں اضافے کا باعث ہی بنا ہے. اور ان اشیاء نے جسد امت کو زخم ہی دیئے ہیں اور اس کے شیرازے کو پارہ پارہ کیا ہے۔ اور ان سب حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی بہت گہری حکمت پوشیدہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَنَبْلُوكُم بِٱلشَّرِّ وَٱلْخَيْرِ فِتْنَةً﴾

"ہم تمہیں خیر وشر دونوں کے فتنے میں مبتلا کریں گے۔" (الانبیاء: 35)

ان آزمائش او بحرانوں نے امتوں کو صیقل کرنے اور انہیں ترقی دینے میں بڑا کردار ادا کیا ہے، لیکن امت کی زندگی کا ہر دن جو گزر جاتا ہے اس میں ان بحرانوں کی علتیں اور اسباب و وجوہات تلاش نہیں کی جاتیں اور نہ ہی ٹھوکر کھا کر گرنے کے بعد اٹھنے اور اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کے اسباب و ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ نتیجہ میں امت اور بھی پیچھے ہوتی چلی جارہی ہے اور مایوس و ناامیدی اس امت کے کئی

طبقوں پر اپنے پنجے گاڑ تی جا رہی ہے، اور انہیں ہوش میں نہیں کرنے دے رہی اور نہ وہ اس سے شفاء پا رہی ہے تا کہ وہ پھر سے بلندیوں پر اپنی کمندیں ڈال سکے اور چوٹی پر اپنے پاؤں جمائے۔

لمحۂ تذکیر و نصیحت:

اے امت مسلمہ! یہ محض ایک لمحۂ تذکیر و نصیحت اور وقفہ یاد دہانی ہے تاکہ ترقی کے راستوں کے دائیں بائیں تک کے سنگ میلوں کو مضبوط کیا جا سکے جنہیں اہل حق کا اپنے لئے منہج بنانا ضروری ہے۔ نیز افسوس کرنے والوں کے لئے ایک بیان اور بھولے ہوئے لوگوں کے لئے یاد دہانی، جاہل کے لئے تعلیم، غافل ولا پرواہ کے لئے تازیانہ وتنبیہ، تفرقہ واختلافات کے خاتمہ میں حصہ داری، تفرقہ کی مذمت، سینوں سے کینہ زائل کرنے، مقاصد سے میل کچیل دور کرنے اور شر ورو برائیوں کے خاتمے کا باعث ہے۔۔

درس اخوت ومحبت:

برادران ایمان! ہماری روشن شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ہی الفت ومحبت اور باہمی اتفاق واتحاد پیدا کرنا بھی ہے اور اس میں تنازعہ وتفریق اور شقاق واختلاف سے بچانے اور افراد امت کو ان سے دور رکھنے کی تعلیمات پائی جاتی ہیں اور اس نے محبت واخوت کا درس دیا ہے، باہمی رحم وکرم اور معافی تلافی کی تعلیم دی ہے، باہمی مدد ونصرت اور مل جل کر رہنے کا سبق دیا ہے۔ خاص طور پر اہل حق، ہم مشرب اور ہم منہج لوگوں کو تو باہمی مدد ونصرت اور دیگر اوصاف سے متصف ہونا ہی چاہیئے۔ ان تمام عالی قدر صفات پر دلالت کرنے والی بکثرت براہین ودلائل کتاب وسنت میں موجود ہیں، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾

" اور اللہ کی رسی (دین اسلام) کو سبھی لوگ مضبوطی سے پکڑے رکھو اور باہم متفرق نہ ہو جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جبکہ تم ایکدوسرے کے دشمن تھے اور اس نے تمہارے دلوں میں الفت ومحبت پیدا کر دی اور تم اللہ کے نعمت سے باہم بھائی بھائی بن گئے۔"

(آل عمران:103)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کا احسان جتلایا ہے کہ اس نے تمہاری باہم تفرقہ واختلافات والی حالت قبیحہ وشنیعہ کو بدل کر تمہیں ایک بدیع اور منتظم ومنظم حالت عطا کر دی۔

بروز قیامت: قرب مصطفی ﷺ:

قرآن کریم کی اس آیت کی طرح ہی مشکوٰۃ نبوت سے نکلنے والے نور کی کرنوں میں بھی اسی طرح ہدایات موجود ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا۔

" قیامت کے دن مجھے تم میں سے سب سے زیادہ محبوب اور میرے قریب ترین مجلس پانے والا شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ حسن اخلاق

والا ہے جوکہ نرم مزاج ہے اور الفت ومحبت کرتے اور کئے جاتے ہیں۔"[1] (ترمذی صحیح بخاری ومسلم)

بیماری کی تشخیص وعلاج:

اے امت قرآن سنت! جس نے اپنی بیماری کو چھپایا، اسے اس کی بیماری سخت مشکلات ومصائب اور تکالیف وشدائد میں مبتلا کر دیتی ہے اور بیماریوں میں سے جس کا شروع کے دنوں سے قبل ہی تشخیص کر لینا ضروری ہوتا ہے۔ ان میں سے ہی ایک باہم وحشت نفرت، بے رخی اور جفا کاری ہے کہ زخم دینے اور تحذیر وانتباہ کے درجے کو پہنچ چکی ہو اور اہل ملت ایک دوسرے کو ہی باہم احمق وبے وقوف قرار دینے لگیں اور یہ بدزبانی بھی ان کے خلاف ہو جوکہ عقیدہ، عبادت اور سلوک وکردار کے اعتبار سے راہ حق پر چل رہے ہوں اور وہ خیر وبھلائی، دعوت وتبلیغ اور اسلامی شعائر وحرمات پر غیرت کھانے والے ہوں، جوکہ امت کے ٹھوکریں کھا کر گرنے اور پھسلنے سے سلامت رہنے پر حریص اور خواہشمند ہوں اور امت کی وحدت صف میں زنگ لگنے اور دراڑیں پڑنے سے ڈرنے والے ہوں۔

علماء کی گستاخی کا جرم:

یہ انتہائی غلط روش ہے کہ ایک ہی قوم وملت کے لوگ اپنے ہی کبار علماء اور عظیم دعاۃ ومبلغین کے مقام ومرتبہ اور قدر ومنزلت میں کمی کریں اور ان کی عزت وآبرو پر دست درازی کریں اور ان کی ثقاہت واعتماد اور ان کے مرجع خلائق ہونے کے مقام کو مجروح کرتے ہیں۔ اور یہ مشکل اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب یہ سب کچھ انہیں بے وقعت کرنے، ان کی عیب جوئی اور ناجائز تشہیر کی نیت سے ہو۔ اور اس کے لئے تمام ذرائع ابلاغ جرائد ومجلات، سیٹلائیٹ چینلز اور انٹرنیٹ کو بروئے کار لایا جائے اور کسی گناہ وخطرہ کو خاطر میں نہ لایا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے تنبیہ اور وعید کے طور پر ارشاد فرمایا ہے: يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ، لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعُ اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ۔

"اے وہ لوگو جن کی صرف زبانیں ایمان لائی ہیں اور جن کے دل میں ابھی ایمان داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت وچغلی نہ کھاؤ اور نہ ہی ان کی عیب چینی کرو نہ ان کی پوشیدہ باتوں کی ٹوہ میں رہو، جس نے اپنے کسی مسلمان کی عیب چینی کی اور ان کی پوشیدہ باتوں کی ٹوہ میں رہا اللہ اس کی پوشیدہ باتوں کو آشکارا کر دے گا اور جس کے عیب وبھید اللہ نے کھول دیئے وہ اسے ذلیل ورسوا کر دے گا چاہے وہ شخص اپنے گھر کی کوٹھڑی میں ہی کیوں نہ ہو۔"[2] (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)

کبیرہ گناہ:

امام امام احمد فرماتے ہیں: "الوقيعة في أهل العلم ولا سيما أكابرهم من كبائر الذنوب"

---

1) ترمذی: 2018۔

2) ابوداؤد: 4880۔

"اہل علم اور خصوصا کبار اہل علم کی پگڑی اچھالنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔"[1]

امام مالک بن دینار کا قول ہے: كفى بالمرء شرا أن لا يكون صالحا ويقع في الصالحين.

"کسی آدمی کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ نیک نہ ہو اور علماء کرام کی پگڑی اچھالتا پھرے۔"[2]

عیب جوئی کی قباحت:

ان لوگوں کا کیا بنے گا جو ایک ہی ملت کے افراد ہیں اور اللہ انہیں ہدایت دے ان کی دنیوی غرض وغایت اور ساری کوششیں ہی اس کے گرد گھومتی ہیں کہ وہ لوگوں کے عیب اکٹھے کریں، ان کی لرزشوں کی ٹھوہ میں رہیں اور پھر رائی کا پہاڑ بنا کر انھیں اپنی مجلسوں، میٹنگوں، نادیوں اور کلبوں میں پھیلائیں وہ کسی بھی رنگ کی عیب چینی اور اسے پھیلانے میں ہاتھ، آنکھ، زبان کسی کو پاک نہیں رکھتے۔ ان کی ایک ہی کوشش رہتی ہے کہ لوگوں میں تشویش پیدا کریں، انھیں ایک دوسرے سے ٹکرا دیں اور انہیں باہم بھڑکاتے رہیں۔ ان کی قاموس و ڈکشنری میں صرف بدظنی کو جگہ حاصل ہے یا پھر انکی معجم اذیت اور احسان جتلانے سے عبارت ہے۔ وہ جلد الزام تراشی پر اتر آتے ہیں اور ظلم و جور میں ذرا دیر نہیں کرتے، دوسرے کی پگڑیاں اچھالنا، ان کی آبرو کے درپے ہونا اور ان پر اپنا غصہ جھاڑنا ان کا مرغوب مشغلہ ہوتا ہے۔ وہ گالی گلوچ سے باز نہیں رہتے۔ وہ اپنے ہی بھائیوں کے پہلو میں چھرا گھونپتے ہیں اور ان کی پشتوں میں تیر مارتے چلے جاتے ہیں۔

حسد و بغض:

اگر آپ کو نعمت و آسودگی میں دیکھیں گے تو حسد کریں گے اگر آپ ان سے غائب ہونگے تو آپ کی چغلی کھائیں گے اور غیبت کرینگے۔ اگر وہ کسی زبانی لرزش کو سن لینگے تو اسے لے اڑیں گے اور بغلیں بجائیں گے اور اگر وہ کسی نیکی کا پتہ چلے گا تو اسے چھپائیں گے، وہ شب و روز دوسروں کی ناقدری کرنے اور دوسروں کی نظروں میں انہیں گرانے میں لگے رہتے ہیں ان کی صلاحیتوں پر نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں اور بے قصور و بری لوگوں اور اچھے افراد کی کردارکشی کرتے اور ان کی تصویر کو بدمنظر کرکے لوگوں کے سامنے پیش کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ وہ اندھیرے میں چمگاڈروں کی طرح سرگرداں رہتے ہیں وہ پس پردہ ظلم ڈھاتے ہیں انہوں نے نے لوگوں کے ہونٹوں سے مسکراہٹیں چھیننے میں بھی کسر نہیں چھوڑی. وہ آسودگی کے دنوں میں آپ کے گہرے دوست ہیں اور تنگدستی میں سخت دشمن اور اس میں ان کے نزدیک دوست و احباب اور اعزاء و اقارب سب برابر ہیں، وہ کسی کا کوئی عذر قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے، وہ شہرت یافتہ اور اہل علم و فضل کے مقام و مرتبہ کو گھٹانے کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں، ان کے بارے میں افوائیں پھیلاتے رہتے ہیں، ان کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں اور الزام تراشیاں کرتے ہیں۔

زعم اصلاح میں غلط راہ:

میرا عظمتوں والا رب ہی پاک ہے، کیا یہ لوگ اللہ سارے جہانوں کے رب سے ڈرتے نہیں؟ اللہ ہی کے آگے ہم تو شکوہ کرتے ہیں۔ ولا

---

1) البیہقی فی الشعب: 5/316۔

2) البیہقی فی الشعب: 5/316۔

حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم - وہ بیان حق واصلاح کے زعم میں مبتلا ہو کر اپنے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں جو تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ نازک ہیں بلکہ زہریلے ناگ کی طرح زہریلے ڈنگ مارتے چلے جاتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ بیان حق واصلاح نہیں کرتے بلکہ اس مکھی کی طرح ہیں جو جسم کے بیمار وزخمی حصے پر ہی بیٹھتی ہے، انھیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ جس بات کو لئے اڑے ہیں اور جن لوگوں میں جم بیٹھے ہیں یہ غلط سلط اور جھوٹی باتیں پھیلانے والوں پر نادانیوں اور نادانوں کا پلندہ ہے، یا پھر وہ ایسے کتب سے ماخوذ ہے جنکی کسی اہل قلم نے تنقید نہیں کی اور نہ ہی کسی اہل علم نے نصح وخیر خواہی کے ساتھ اس کی وضاحت کی ہے۔

علماء کی پگڑیاں اچھالنا:

ایسے اوہام وہفوات جو کہ تاویل کے قابل بھی ہیں اور قابل معافی بھی ہیں ان پر ولاء و براء، ہجر و جفا اور محبت وعداوت کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور تعصب وتحزّب سے کام لیا جاتا ہے۔ پھر انہی سب باتوں میں عوام تو عوام ابتدائی کلاسوں کے طالب علم اور اہل ثقافت و مصلحین کو بھی لگا دیا جاتا ہے۔ اور پھر ساری دنیا میں خود غرض دشمن انہی باتوں سے اپنی مطلب برآری کرتے پھرتے ہیں۔ اسی ادھیڑ پن میں صلاحیتیں اور اوقات ضائع کئے جاتے ہیں کوئی رد کرنے میں لگا ہے، کوئی اپنے بارے میں ردود وتنقیدات کو پڑھنے میں مصروف ہے۔ مجلس برپا کی جاتی ہیں، ان میں بڑے جارح کلمات کے ساتھ دوسروں کی پگڑیاں اچھالی جاتی ہیں اور لوگوں کے لئے سخت کلامی کی جاتی ہے اور دوسروں پر ایسے توپوں کے گولے داغے جاتے ہیں جو آگ کے شعلے برساتے ہیں، عفت نفس اور طہارت زبان کو داغدار کیا جاتا ہے. چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ ساری صلاحتیں اہل اسلام کے خلاف کام کرنے والے منحرف فرقوں کے خلاف استعمال کی جاتیں جو کہ امت مسلمہ کے امن وامان کی درپے ہیں اور وحدت صف کا شیرازہ بکھیرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ میں اہل خیر اور اللہ کے منتخب و برگزیدہ بندوں کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں کہ اس گمراہ فرقے سے مشابہت کرنے والے نہ بنیں جس سے نبی اکرم معصوم ﷺ نے ہمیں خبر دار کیا ہے۔

چنانچہ مسند احمد اور صحیح بخاری ومسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: **إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمًا يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ۔**
”ایک قوم جو کہ قرآن پڑھتے ہیں مگر وہ ان کے حلقوں سے تجاوز نہیں کرتا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے، وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور اوثان وبتوں کی عبادت کرنے والوں کو چھوڑ دیں گے۔“[1] (بخاری ومسلم، مسند احمد)

غیبت وگستاخی کے خلاف علماء سلف کے شذرات:

قال سفيان بن حسين: ذكرت رجلًا بسوء عند إياس بن معاوية، فنظر في وجهي، وقال: أغزوت الروم؟ قلت: لا، قال: فالسند والهند والترك؟ قلت: لا، قال: أفتسلم منك الروم والسند والهند والترك، ولم يسلم منك أخوك المسلم؟! قال: فلم أعد بعدها.

قاضی ایاس بن معاویہ جو کہ ذہانت وفطانت اور ذکاء ولیاقت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے بعض دانشمندانہ لطائف حافظ ابن کثیر نے

---

1) صحیح بخاری: 7432۔

سفیان بن حسین کے حوالے سے ذکر کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایاس بن معاویہ کے پاس کسی آدمی کو برے لفظوں میں ذکر کیا تو انہوں نے میرے چہرے پر نظریں گاڑے دیکھتے ہوئے مجھ سے پوچھا: کیا تم نے غزوۂ روم میں شرکت کی ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں: انہوں نے پوچھا: سندھ، ہندوستان یا ترکستان کے غزوؤں میں شریک ہوئے ہو؟ میں نے کہا: نہیں، تو انہوں نے فرمایا: ''تم سے روم، سندھ، ہندوستان اور ترکستان تو محفوظ رہے مگر خود تمہارا اپنا مسلمان بھائی تم سے نہ بچ سکا وہ کہتے ہیں، کہ اس دن کے بعد میں نے دوبارہ کبھی کسی کو برے لفظوں سے یاد نہیں کیا۔[1]

امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ظلم لأخيك أن تذكر منه أسوأ ما تعلم، وتكتم خيره۔

''تمہارے اپنے کسی بھائی پر ظلم یہ بھی ہے کہ تم اس کی برائیوں کا تو ذکر کرو مگر اس کی اچھائیوں کو چھپالو۔''[2]

امام ابن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں: المؤمن يلتمس المعاذير والمنافق يتتبع الزلات۔

''مؤمن دوسروں کی کوتاہیوں پر ان کے لئے عذر تلاش کرتا ہے اور منافق لوگوں کی لرزشوں کی تلاش میں رہتا ہے۔''[3]

ایک دوسرے بزرگ نے کہا ہے: ''المؤمن يستر وينصح، والفاجر يهتك ويُعيِّر''

''مسلمان دوسروں کی پردہ پوشی کرتا اور انہیں خیر خواہی کے ساتھ تنہائی میں سمجھاتا ہے، اور منافق پردہ دری کرتا اور لوگوں کے سامنے ذلیل و رسوا کرتا ہے۔''[4]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حسن ظن کی تعلیم:

یہ تو مسلمان عوام کے بارے میں ہے، اور جب معاملہ اہل علم وفضل، اہل خیر وصلاح اور اہل دعوت وتبلیغ کا ہو تو پھر کیا خیال ہے کہ انھیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے؟ جس نے اپنی ساری عمر علم وتحقیق اور دعوت وتبلیغ میں صرف کردی یا وہ بڑی شان وشوکت والے اور اہل مروّت لوگوں میں سے ہے تو ایسے لوگوں سے اپنی زبان کو روک کر رکھنا اور انہیں توہین آمیز زبان کے چھینٹوں سے بچا کر رکھنا تو عوام کی نسبت بھی زیادہ واجب وضروری ہے۔ سنت رسول کے مددگاروں اور اس کی طرف دعوت دینے والوں کی لرزشوں کی پردہ پوشی کریں اور انکی کوتاہیوں کو نظر انداز کریں بلکہ ان سے ہر ممکن حد تک حسن ظن رکھیں چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''لا تظنن بكلمة خرجت من أخيك إلا خيراً وأنت تجد لها في الخير محملاً''

''تمہارے کسی بھائی کے منہ سے اگر کوئی کلمہ نکل جائے تو اس کے خلاف فوراً بدظنی میں مبتلا نہ ہو جائیں بلکہ جب تک اس کلمہ کو کسی اچھے معنے پر محمول کرنے کی گنجائش موجود ہو اس کی کوشش کریں۔''[5]

---

1) البیہقی فی الشعب: 5/314۔
2) التمہید: 23/22۔
3) احیاء علوم الدین: 2/177۔
4) جامع العلوم والحکم: 82۔
5) البیہقی فی الشعب: 6/323۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ليس من شريف ولا عالم ولا ذي فضل إلا وفيه عيب .. ولكن من الناس من لا ينبغي أن تذكر عيوبه .. فمن كان فضله أكثر من نقصه وهب نقصه لفضله۔

”کوئی عالم، شیخ اور صاحب فضل ایسا نہیں ہے جو کہ عیوب سے پاک ہو البتہ جس کے فضائل اس کے نقائص سے زیادہ ہوں تو اس کے نقائص اُن فضائل کی وجہ سے معدوم شمار ہو جاتے ہیں۔“[1]

ہر خطاء قابل مواخذہ نہیں:

حافظ محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کے بارے میں ان کے حالات کے ضمن میں علامہ ذہبی نے سونے کے پانی سے لکھے جانے کے لائق کلمات لکھے ہیں: لکھتے ہیں: ”اگر ہم ہر امام کی ہر خطا پر جو کہ اجتہادی مسائل میں سرزد ہوتی ہے اور وہ اس میں مغفور و بری بھی ہوتا ہے، ہم ایسی ہر خطا پر اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اسے بدعتی قرار دینے لگیں اور اس سے تعلق توڑ بیٹھیں تو پھر ہمارے ہاتھوں سے نہ ابن نصر و ابن مندہ اور نہ ہی ان سے کوئی بڑا اسلامت بچے گا۔[2]

اللہ ہی مخلوق کو حق کی طرف ہدایت دینے والا ہے اور وہ بہت ہی رحم و کرم کرنے والا ہے۔ ہم ہوائے نفس اور بدخلقی وسخت کلامی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

خبردار ہو جاؤ، متنبہ رہو، اے اہل اسلام سنبھل جاؤ۔ یہ جور و جفا اور یہ اختلاف وجھوٹ سازی اب ختم ہونی چاہیئے۔ باہم اعتصام اور محبت الفت کا دور دورہ اور ولاء وحب کا دور شروع ہونا چاہیئے۔

اے زمانے والو! ہمیں کیا ہو گیا ہے ہمارا معاملہ بھی عجیب ہی ہے، نفوس کی مراد وطلب اس سے کہیں بہتر و بالا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے عداوت ہی لئے پھریں۔

ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری:

ذرائع ابلاغ جو کہ افکار و اقلام کے امین ہوتے ہیں انھیں بھی اللہ سے ڈرنا چاہیئے اور صدق مقالی سے کام لینا چاہیئے اور صاف ستھری ثقافت نشر کرنی چاہیئے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ جو بھی چند سفید صفحات کو سیاہ کر کے لے آئے آپ اسے شائع کر دیں اگر چہ اس نے اہل علم وفضل اور علماء و نبلاء کی پگڑی ہی کیوں نہ اچھالی ہو، ذرائع ابلاغ کا یہ کام نہیں۔ جبکہ آج تو عیب جوئی والزام تراشی اور منفی پہلوؤں کا تذکرہ ایک مرغوب مشغلہ بن کر رہ گیا ہے۔

خبردار! ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیئے اور یہ تعاقب اور ردّ وقدح جو کہ دلوں میں نفرتوں کو جلا دیتے ہیں اور بغض وعداوت بھڑکاتے ہیں۔ یہ سلسلہ ختم کریں۔

اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنی حیثیت کو پہچانتا اور علماء کی قدر و منزلت کو جانتا ہے اور اپنے کئے دھرے سے توبہ تائب ہو جائے۔ نقد وتقویم

---

1) صفة الصفوة: 2/ 81۔

2) سیر أعلام النبلاء: 14/ 40۔

کا معاملہ ان لوگوں کے سپرد کرنا چاہیئے جنہیں علم میں گہرا رسوخ حاصل ہے اور وہ نقد و مذاکرات کے قواعد وضوابط کو خوب جانتے ہیں اور اختلاف کے آداب اور اسکے قواعد وقوانین پر قائم ہیں۔

میزان اعتدال:

کبار علماء کے سوانح اور لوگوں کے نقد و جرح میں میزان اعتدال کس کے ہاتھ میں ہوسکتا ہے؟ وہ علماء جن سے سیرابی کے لئے لوگ ڈیرے ڈالے بیٹھے رہتے ہیں اور دور دور سے سوار ہو کر امیدیں ل لگائے آتے ہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: ”علماء کرام کے بارے میں گفتگو کرنے کے لئے عدل وانصاف اور ورع وتقوی کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔“[1]

آج اس کے لئے خاص کمیٹیوں اور اعلی اداروں کی کتنی اشد ضرورت ہے۔

مسلمانو! علمی و دعوتی میدان اور معرفت و مذاکرات کی مجلسیں اور نادیاں اور ریزہ ریزہ بکھری امت، یہ دونوں چیزیں ہی صاف شفاف ماحول اور برادرانہ محبت وشفقت کے گھنے سایوں کی پیاسی ہیں جو کہ صدق وسچائی، عدل انصاف اور تواضع وانکساری کے ساتھ صرف اظہار حق کے خواہاں ہوں وہ بات کو بنا سنوار کر اور باطل حسد کو گڈ مڈ کر کے پیش نہ کریں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾

”اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو، عدل وانصاف کیا کرو یہی تقوی و پرہیزگاری کی بات ہے۔“

(المائدہ:8)

اختلاف رائے میں سلف امت کا رویہ:

ہمارے اسلاف نے اختلاف ہو جانے کی صورت میں باہمی محبت وصفائی قلب کو محفوظ رکھنے حق کو قبول کرنے اور آداب اختلاف واحترام باہمی میں بڑی نادر مثالیں قائم فرمائیں ہیں۔ اور حق ظاہر ہو جانے پر نہ کسی کے خلاف چہرے کا رنگ لال ہوتا نہ سامنے والے کی ذات میں عیب چینی کی جاتی اور نہ ہی اپنے آپ کو سامنے والے کے مقابلے میں بڑا اور اونچا کر کے دکھایا جاتا۔

علامہ ذہبی نے حافظ ابوموسی صرفی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے امام شافعی سے زیادہ عقلمند کوئی نہیں دیکھا، میں نے ایک مرتبہ کسی مسئلہ میں ان سے مناظرہ کیا اور پھر ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے مگر وہ پھر لوٹے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے: اللہ آپ سب کی حفاظت ونگرانی فرمائے ذرا غور کریں اور دیکھیں کہ اختلاف کے آداب کی کس طرح رعایت کی جا رہی ہے۔“ اے ابوموسی! کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم اگرچہ کسی مسئلہ میں کسی ایک رائے پر باہم متفق نہ ہوں لیکن باہم بھائی بھائی رہیں۔“[2]

یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد علامہ ذہبی اس پر تبصرہ وتعلیق کی شکل میں لکھتے ہیں: ”یہ بات امام شافعی کے کمال عقل وفقہ اور اوج اخلاق کا پتہ دیتی

---

1) سیر أعلام النبلاء:8/448۔
2) سیر أعلام النبلاء:10/16۔

ہے، اور مناظرہ کرنے والوں کا اختلاف تو ہمیشہ ہوتا ہی آ رہا ہے۔"1

آج میں ایسے افہام وعقول کی کتنی شدید ضرورت ہے یہ اخلاق اور ایسا باہدایت کردار کتنا ضروری ہے اور یہ منہجیت و اصابت کتنی اہم ہے۔ اور کثرت کلام کی کوئی ضرورت نہیں نہ ہی طویل طعن و تشنیع کا کوئی فائدہ ہے اور ہمارے ائمہ وعلماء کا زمانہ کوئی بڑی پرانی بات بھی نہیں۔ اللہ ایسے تمام فوت شدہ علماء کرم پر رحم فرمائے اور جو زندہ ہیں انہیں توفیق خیر سے نوازے۔

اے بابرکت اہل سنت! ایک دوسرے کے ساتھ حنان و محبت سے پیش آ ؤ، سب بھائی بھائی باہم لطف و کرم کا معاملہ کریں، علماء و دعاۃ، اہل خیر و صلاح اور مصلحین و مبلغین کے معاملے میں نرمی کا رویہ اختیار کریں۔ میانہ روی سے کام لیں تو ضرور منزل تک پہنچ جائیں گے۔

محاسبۂ نفس:

اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جو کسی دوسرے پر الزام تراش کرنے کی بجائے انصاف کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنے آپ کو ملزم قرار دے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ عدل و انصاف کرے اور ان کی محبت کو محفوظ رکھے، انکے لئے خیر اور اصابت و درستگی کو پسند کرے اور ان کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرے، شرافت و شجاعت تو یہ ہے کہ اگر آپ کے بھائیوں میں کوئی کوتاہی ہے تو ان کی خطاؤں کا دفاع کریں اور باعث لعنت و ملامت، ذلت و گراوٹ اور سبب حقارت و رسوائی یہ ہے کہ پس پشت ان پر طعن و تشنیع کی جائے اور نفسوں کے پوشیدہ خیالات کو پھیلایا جائے اور دھڑے بندی کی نظروں سے دیکھتے ہوئے اہل علم و فضل کی قدر و قیمت طے کی جائے۔ اہل فضل کی فضیلت تو ان کے اپنے ہی جانتے ہیں۔ آپ کے دلوں کی پہنائیوں اور اعضاء جسم پر اس ارشاد الٰہی کا راج ہونا چاہیئے جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾

"محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو بڑے سخت ہیں لیکن آپس میں بڑے ہی رحم دل۔
(الفتح:29)

علمی و تعمیری تنقید:

جہاں تک علمی و تعمیری تنقید کا تعلق ہے، تو یہ جب بھی ہو مطلوب ہے اسی طرح صاف ستھرے اور حق تک پہنچانے والے مذاکرات کے لئے بھی چشم براہ ہیں لیکن جب یہ چیزیں اہلیت رکھنے والے لوگوں اور اعلی صلاحیتوں کے مالک افراد کی طرف سے ہوں، ایسا مذاکرہ جو کہ اچھے اہداف و مقاصد کے لئے ہو اور تعمیری خیر خواہی اس میں کارفرما ہو، اطراف کے دلوں میں باہمی محبت و مودت کے جذبات موجزن ہوں اور انصاف کی نسیم جانفداء کا ساتھ ہو، ہوائے نفس اور تعصب سے سراسر خالی ہو، دھڑے بندی اور جماعت سازی کے نظرے سے منزہ ہو تو پھر پوری امت تمہارے لئے دعائیں کرے گی تمہاری تعریف ہوگی اور اس صورت حال کے حصول کے لئے اللہ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اس نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ﴾

---

1) سیر أعلام النبلاء: 10/ 17۔

”جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ (صحیح وغلط کی) مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ تم سمجھو)۔“ (الرعد:17)

وقت کی اہم ضرورت:

اللہ والو! اللہ سے ڈرو اور آپ میں سے ہر شخص کو بلاتر دد اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ آپ کی امت اسلامیہ اس وقت سب سے زیادہ جس چیز کی حاجتمند ہے وہ ہے باہم حق کی وصیت اور خودغرضی سے خلاصی کی تاکید اور اس کے ساتھ ہی تعمیری کلمہ و بات کو قبول کر لینے کی وہ بات جو کہ خشیت الٰہی اور تقوی و پرہیزگاری پھیلانے کا باعث بنے اور اہل تقوی و بری لوگوں کے بارے میں حسن ظن رکھنے کی بھی ضرورت ہے ایسے ہی اولیاء امور و حکام اور علماء کرام کے گرد جمع رہنے اور ان کی فرمانبرداری کی بھی اشد ضرورت ہے۔ اسی طرح تمام عہد و پیمان بھی وفا کئے جائیں۔ قاتل وزہریلے افکار اور مہلک وتباہ کن مادی رو کے سامنے ایک مضبوط دیوار بن جائیں وہ رویں جن کے دم چھلے لوگوں کو پریشان اور معاشرے کے امن وامان کو تہہ و بالا کرنے میں کوشاں ہیں۔ موجودہ دور میں اختلافات کی خلیج کو بڑھانا، لوگوں کی عیب چینی کرنا، اسلام کے امتیازی امور کے خلاف زبان درازی کرنا اور اصول پر زیادتی کرنا یہ سب امور امت کی نافرمانی شمار ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ امت کی مدد ونصرت اور اس کے اہم مسائل کے حل سے دست برداری بھی ہیں۔

باعث عار وحماقت:

یہ کس قدر حماقت وعار کا باعث ہے کہ ایک مسلمان اپنے ہی مسلمان بھائی کے ساتھ بھڑتا رہے اور دشمن چاروں طرف کھڑے ان کا یہ تماشا دیکھتے رہیں. اللہ کی قسم! یہ کسی خطا کار کا اقرار یا باطل پر اصرار نہیں بلکہ یہ عین حکمت ہے. اسی سے امت کے مفادات کا حصول اور مفاسد ومضرات کا دفعیہ ممکن ہے۔

باہمی اتحاد واتفاق:

برادران اسلام! نفرتوں اور اختلافات کی جڑیں کاٹنے اور صلح واتفاق کی صبح جاں نواز کا سپیدہ نور دیکھنے کی سعادت حاصل کرنے، زبان، آنکھ اور ہاتھ سے اپنے ہی بڑوں کی عیب چینی وتحقیر کرنے والی بیماری کو تہس نہس اور فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے ان لوگوں کی دم کاٹنے کے لئے جو کہ ہماری عظمتوں اور وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہیں ان سب امور کے لئے ضروری ہے کہ ہم سب دعاۃ وعلماء، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کے اداروں سے متعلقہ احباب وادباء، اہل فکر وقلم، ثقافت و ذرائع ابلاغ کے لوگ سب بیک زبان ہو جائیں اور ہم اس شعور کو وجود عطا کریں جس میں پوری امت ایک ہی جسد واحد کی شکل اختیار کر جاتی ہے کہ اگر اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو پورے کا پورا جسم ہی بخار میں جل اٹھتا اور اسے رتجگے میں مبتلا کئے رکھتا ہے۔ اسی طرح ہی ہم اپنے اس معاشرے کی بیڑی کو پار لگا سکتے ہیں اور اس سفینے کو غرق ہونے سے بچا سکتے ہیں جسے غرق کرنے کے کئی قومیں خواب دیکھ رہی ہیں، اور ان کے قدم تفسیق وتکفیر کے کیچڑ سے لت پت ہو چکے ہیں بلکہ معاملہ اس سے بڑھ کر اسلحہ اٹھانے، خونریزیاں کرنے، تباہی و بربادی مچانے اور دھماکے وتخریب کاری کرنے تک جا پہنچا ہے،

امت کا سفینہ صرف جودی امن واماں پر ہی لنگر انداز ہوسکتا ہے اوراس کے لئے وہ جودی ساحل مطلوب ہے جو کہ جہالتوں کے ہتھوڑے اور ہوائے نفس کے پیروکار دیوہیکل اشخاص کی پہنچ سے دور ہو۔

اے وہ بھولے بھٹکے غافل انسان کہ جسے جہالت و نادانی اور ہوائے نفس نے فریب میں مبتلا کر رکھا ہے اور تمناؤں کے ہاتھوں پچھاڑ دیا گیا ہے عنقریب تو نادم وشرمسار ہوگا۔"

اس دن سے پہلے پہلے ہوش میں آجاؤ کہ جس کے بعد یا جنت میں گھر ملے گا یا پھر بھڑکتی آگ کی گرمی میں جلنا پڑے گا۔

خبردار بہت بعید ہے کہ بعض اہل قلم پکا ہوا پھل توڑ کھائیں اور وہ بھی قواعد و امتیازات امت کے بستان سے، یا پھر کسی بھی دعوی کے تحت امت کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کچھ حاصل کر لینے سے بھی وہ بعید ہیں۔

ندائے حرم:

اللہ والو! مسجد حرام کے اس منبر سے امت کی حفاظت کی خاطر اور معاشرے کے امن وامان کی بقاء کے لئے ہماری ان لوگوں سے گزارش ہے جو عدالت سے بھاگے ہوئے ہیں اور امن وامان قائم کرنے والے اداروں سے مفرور اور ان کے یہاں مطلوب ہیں کہ وہ اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دیں تاکہ ان کے بارے میں اللہ کی شریعت مطہرہ کی رو سے فیصلہ کیا جاسکے اور شریعت کے فیصلے عین عدل وانصاف ہیں اسی میں ان کی بہتری ہے اور اسی میں ان کے خاندانوں، ان کے معاشرے اور ان کے ملک کی بھلائی ہے۔ جلد حاصل ہوگی یا بدیر ملے گی لیکن ملے گی۔

شب دیجور راہ حق کے مسافر کو نہ روکو:

ہر جگہ کے مسلمان کو جو بھی امانت و ذمہ داری سونپی جائے وہ اسے پورے عزم وصدق اور مکمل بصیرت کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ اسے محض اوہام وخیالات حق وحقیقت تک پہنچنے سے نہیں روکے اور نہ ہی کسی مسلمان کو ترقی کی راہ پر چلنے اور پار جالگنے سے یہ اندھیرے روک سکتے ہیں اور نہ انہیں ترقی کی راہ سے واپس موڑ سکتے ہیں۔

اللہ تعالی مقاصد سے باخبر ہے اور وہی سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے، اللہ جس کی حکمت بہت ہی جلیل القدر اور نعمتیں بے شمار ہیں اس اللہ سے دعاء ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم اور جود واحسان سے ہم پر امن وایمان کی نعمت سدا قائم رکھے اور وہ بڑا ہی صاحب جود وکرم ہے۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

متقین کے اوصاف و امتیازات

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ
1424/11/10ھ 2004/1/2ء

حمد و ثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے اتنا ڈرو جتنا ڈرنے کا حق ہے اور ہر اس عمل کو اختیار کرو جس کے نتیجہ میں کل کلاں کو نجات حاصل ہو جائے اور وہ کل کون سا دن ہے؟ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ[88] إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

"وہ دن جبکہ مال و اولاد کسی کے کام نہیں آئیں گے۔ فائدے میں صرف وہ رہے گا جو صحیح و سلامت (بے عیب) دل کے ساتھ اللہ کے پاس حاضر ہوا۔" (الشعراء:88-89)

﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ﴾

"وہ دن جبکہ انسان اپنے کئے ہوئے اعمال کو یاد کرے گا۔ (النزاعات:35)

﴿يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ﴾

"وہ دن جبکہ انسان کو سمجھ آجائے گی مگر آج اس کے سمجھنے کا فائدہ کہاں؟" (الفجر:23)

تکبر کی اصل حقیقت: تردید حق اور تحقیر خلق:

مسلمانو! ایک مسلمان کے عمدہ صفات، اعلی عادات اور شریفانہ خصائل میں سے ہی ایک یہ ہے کہ وہ طلب حق میں بھر پور سعی و کوشش کرے اور حق کو قبول و اختیار کرنے میں خوب دلچسپی لے، اسے رد کرنے سے نفرت کرے اور یہ سب اللہ تعالی کی رضاء کے حصول کے لئے ہونا چاہیے اور یہ اس کا قرب پانے اور خوشنودی کمانے کی امید پر ہو اور اس کی بنیاد میں خوف و لالچ، محبت و شوق، عبودیت و بندگی اور اطاعت و غلامی کے جذبات کارفرما ہوں اور غرور و تکبر کے مہلک گڑھے میں گرنے سے ڈرتے ہوئے ایسا کیا جائے۔ جس کی حقیقت کو نبی ﷺ نے واضح و بین فرما دیا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ. قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً. قَالَ: إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ.

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی غرور و تکبر ہے"۔ ایک آدمی نے پوچھا: ایک آدمی اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اس کا کپڑا خوبصورت اور جوتا عمدہ قسم کا ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟)۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ انتہائی جمال (و جلال) والا ہے اور وہ حسن و جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر

دراصل یہ ہے کہ حق کو قبول نہ کیا جائے اور لوگوں کو حقیر وکمتر سمجھا جائے۔"[1]

اے اللہ کے بندو!

بطر الحق کا معنی ہے: حق کو رد کردینا اور اسے قبول نہ کرنا،

اور غمط الناس کا معنی ہے: لوگوں کو حقیر وکمتر سمجھنا۔

اپنے آپ کو ان پر برتر سمجھنا اور اپنی اس جھوٹی رفعت و برتری کا بھرم رکھنے کے لئے قولی و فعلی ہتھکنڈوں میں سے ہر رنگ کو آزمانا۔حق کو جھٹلانا ،اسے رد کرنا،اس سے نفرت کرنا اور اس سے اعراض و روگردانی کرنا سابقہ قوموں میں سے ان امم کا رویہ تھا جنہیں عذاب الہی نے گھیر لیا تھا اور ان پر اللہ کی طرف سے سختی آئی اور ان پر تازیانے برسے تھے اور انہیں جن جن عذابوں اور سزاؤں سے دوچار ہونا پڑا وہ سب عبرت پانے والوں کے لئے سامان عبرت اور نصیحت پانے والوں کے لئے ذریعہ پند و نصیحت تھیں .جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ﴾

"اور ان کے پاس تو ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی جس سے یہ بے رخی نہ برتتے ہوں"۔(یٰسین:46)

اور ارشاد فرمایا:﴿فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ[5] أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ﴾

"انہوں نے اسی سچی کتاب کو بھی جھٹلایا جبکہ وہ ان کے پاس پہنچی ۔سو جلدی ہی انہیں خبر مل جائیں گی اس چیز کی جس کے ساتھ وہ لوگ استہزاء و مذاق کیا کرتے تھے ۔کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں؟ جنہیں ہم نے دنیا میں ایسی قوت دی تھی کہ تمہیں اتنی قوت نہیں دی ،اور ہم نے ان پر خوب بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے نیچے سے نہریں جاری کیں ۔پھر ہم نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کرڈالا اور ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کردیا۔" (الانعام:5-6)

اور ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿لَقَدْ جِئْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ﴾

"ہم تو تمہارے پاس حق لے کر آئے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھنے والے تھے۔" (الزخرف:78)

قبول حق کے لئے ہر وقت تیار اور اہل عقل و دانش لوگ:

اہل ایمان وتقوی کی کھلی نشانی یہ ہے کہ وہ حق کو قبول کرتے ہیں ،اس کی پیروی اور اتباع کرتے ہیں اس کی طرف ہی لوگوں کو بھی دعوت دیتے ہیں ۔لہذا یہ لوگ تمام مخلوقات سے زیادہ عقل و دانش والے لوگ ہیں ۔وہ سب سے زیادہ دانا ہوتے ہیں ۔وہ سعادت وخوشی کے اسباب ،ظفر وفتحیابی کے راستوں اور توفیق کے اسرار و رموز کے سب سے زیادہ جاننے والے ہوتے ہیں ۔کیونکہ "حکمت و دانائی تو مومن کی گمشدہ پونجی ہے وہ اسے جہاں بھی پائے لے لیتا ہے۔" اور حق کو رد کرنے سے باز رہنے اور اس بری عادت سے دور رہنے میں اللہ تعالی کی

1) صحیح مسلم:91۔

آیتوں اوراس کے رسولوں کو جھٹلانے والے گمراہوں کے ساتھ مشارکت کرنے سے سلامتی ہے۔اسی طرح اس میں ان کی گمراہی کے بوجھ و سزا،ان کی تکذیب کے انجام اورزمین میں ان کے ناحق تکبر وتعلی کی عقوبت سے بچاؤ بھی ہے۔

غیروں کے لئے غائبانہ دعائیں:

آپ ان اہل ایمان وتقوی کو دیکھیں گےکہ وہ اپنے آپ کو قبول حق کے لئے ہر وقت تیار رکھتے ہیں اوراس سلسلہ میں وہ کسی بچے نادان یا دشمن کا استثناء نہیں کرتے جیسا کہ قاضی عیاض اوردوسرے اہل علم نے طے کیاہے،بلکہ ان کے فضائل ومناقب اورعمدہ عادات وشمائل میں سے ہی یہ بھی ہےکہ ان کے علاوہ اگرکوئی دوسرا شخص مناظرہ ومناقشہ کرتاہےتو وہ اس کے لئے بھی غائبانہ دعائیں کرتے ہیں کہ وہ ثابت قدم رہے، صحیح رائے اختیارکرے اورحق وصواب کی توفیق پائے اور یہ کہ اللہ اس کی زبان کے ذریعےحق کوغلبہ عطافرمائے۔چنانچہ اس سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:ماناظرت أحداً قط على الغلبة،وودت إذا ناظرت أحداً أن يظهر الحق على يديه۔

”میں جب بھی کسی سے بحث ومناظرہ کرتاہوں تومیری یہ خواہش ہوتی ہےکہ اللہ اس کی زبان سےحق کوظاہر وغالب کردے۔“[1]

نرمی ومحبت اورعدم اذیت رسانی:

اہل ایمان وتقوی شخص اپنے مسلمان بھائی سے غایت درجہ نرمی ومحبت سے پیش آتاہے۔اپنی آوازکو بہت ہی دھیمی رکھتاہےاوراپنی زبان و ہاتھوں کی حفاظت کرتاہےاورنہ ہی اپنے اعضاءجسم میں سےکسی عضو کے ذریعےکوئی اذیت پہنچاتاہے۔اوراس موقع پروہ نبیءرحمت اور نبیءہدایت ﷺ کی اس حدیث کو اپنے سامنے رکھتاہے۔جوکہ مسنداحمد اورصحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے اس میں آپ ﷺ نے ارشادفرمایاہے:لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ،وَلَا اللَّعَّانِ،وَلَا الْفَاحِشِ،وَلَا الْبَذِيءِ۔

”مومن نہ توطعن وتشنیع اورلعنت وملامت کرنے والاہوتاہےاورنہ فحش گوئی کرنےاورسوقیانہ زبان بولنے والاہوتاہے۔“[2]

اسے نبی ﷺ کاوہ ارشادبھی یادہوتاہےجس میں آپ ﷺ نے فرمایاہے:الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔

”مسلمان وہ ہےجس کی زبان وہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“[3] (صحیح بخاری ومسلم)

بحث ومناظرہ اورکلامی جدل سے گریز وپرہیز:

اہل ایمان وتقوی شخص بےسود بلاوجہ کےکلامی جدل،اورمناظرہ وحجت بازی سے دوررہتاہےبلکہ وہ اس کےنقصان سےبھی ڈرتارہتاہےکہ یہ جدل وجھگڑاکہیں بغض وعداوت نہ پیدا کردے اوراسے اللہ تعالی کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد یادہوتاہے:أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا۔

”میں اس شخص کے لئے جنت کے وسط (اعلی مقام) میں گھر دینے کاضامن ہوں جس نے لفظی جدال وجھگڑے کوترک کردیا۔اگرچہ وہ حق پر

---

1) صحیح ابن حبان:5/498۔
2) ترمذی:1977۔
3) صحیح بخاری:10۔

ہی کیوں نہ ہو۔"[1] (سنن ابی داود باسناد صحیح)

اسے اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد بھی از بر ہوتا ہے: مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أُوتُوا الْجَدَلَ۔

"لوگ ہدایت پانے کے بعد جب گمراہ ہو جاتے ہیں تو وہ زبانی جدال و جھگڑے کرنے پر اتر آتے ہیں"۔ اور ایک روایت میں ہے:

وَسُلِبُوا الْعَمَلَ۔

"اوران سے عمل کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔"[2] (مسند احمد، سنن ترمذی، باسناد حسن عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ۔

اصل غرض وغایت:

الغرض اخلاص نیت اور سلامتی مقصد وارادہ کہ ہمیں حق تک پہنچنا ہے اور یہی ہماری غرض وغایت ہے۔ اپنی ذاتی فتح ونصرت، طلب علو اور اظہار فضیلت و برتری سے باز رہیں۔ اس کے ساتھ ہی اللہ کی مخلوقات کے ساتھ کمال شفقت سے پیش آئیں ان پر رحم و کرم کریں۔ ان کی خیر و بھلائی میں کوشاں رہیں۔ یہ سب وہ امور ہیں جن کے سوا کسی بھی طالب حق کو کوئی چارہ ء کار ہی نہیں ہے۔ اسی طرح ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والوں، خیر و بھلائی کی سعی ء و کوشش میں مصروف لوگوں، اپنے رب کی طرف اس کی توحید، اس کے ذکر و شکر اور اس کی عبادت کے ذریعے وسیلہ ڈھونڈنے والوں اور اس کے اوامر کی تعمیل کرنے والوں کے لئے بھی ان امور کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

"آخرت کا یہ گھر ہم ان ہی کے لئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی، بڑھائی اور فخر و تکبر نہیں کرتے اور نہ ہی فساد و بگاڑ کی چاہت رکھتے ہیں، اہل تقوی (پرہیزگاروں) کے لئے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔" (القصص:83)

ایک بلیغ ونصیحت آمیز مگر مختصر وجامع مکتوب:

اللہ والو! بعض سلف صالحین امت میں سے کسی نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو خط لکھا کہ مجھے نصیحت کیجیے اور انھیں کوئی معاملہ پیش آ گیا تھا اس کے بارے میں ان سے مشورہ طلب کیا تو انھوں نے یہ لکھا: "حمد و ثناء باری تعالی اور صلواۃ وسلام بر نبی ء خیر الانام کے بعد:" جب اللہ آپ کے ساتھ ہے تو پھر ڈر کاہے کا؟ اور اگر اللہ تمہارے خلاف ہے تو پھر تم کس سے امیدیں وابستہ کر سکتے ہو؟. والسلام۔"[3]

اے اللہ کے بندو! یہ انتہائی بلیغ و پر اثر نصیحت و وعظ ہے۔ یہ روشن کلام اور مبنی بر صدق بیان ہے۔ اللہ کا ساتھ مل جائے تو اس سے دنیا کی کوئی معیت و ساتھ مقابلہ و برابری نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس کے سوا اب کسی کی معیت و ساتھ کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے اور یہ معیت رعایت و نگرانی، تحفظ و تائید اور مدد و نصرت کی معیت ہے اور اس معیت الہی کا حقیقی مستحق کون ہے؟ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ﴾

---

1) سنن ابی داود: 4800۔

2) سنن ترمذی: 3253۔

3) جامع العلوم والحکم: 188۔

"یقین مانو کہ اللہ پرہیزگاروں اور نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔" (النحل:128)

اللہ تعالیٰ دعاء ہے کہ وہ مجھے اور آپ سب کو پرہیزگاروں اور نیکو کاروں میں سے بنادے اور ہمیں عاجزی کرنے والوں میں سے کر دے اور ہم سب کو ان تمام امور سے بچائے جو اس کے غضب و غصے اور اس کے دردناک عذاب کا سبب ہیں۔ آمین

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

نماز: تعلق باللہ، فتح ونصرت اور نجات کا ذریعہ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب: حفظہ اللہ
17/11/1424ھ 9/1/2004ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اتنا جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو سوائے اس کے کہ تم مسلمان ہو۔" (آل عمران: 102)

اللہ سے ڈرو اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرو کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا [2] وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

"جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے (مشکلات سے) نکلنے راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق مہیا کرتا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو۔" (الطلاق: 2)

اپنے نفس کا محاسبہ خود ہی کرلو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کسی دوسرے کی طرف سے کیا جائے۔ اگر تم نے خود ہی اپنا محاسبہ کرلیا تو کل قیامت کے دن حساب کتاب کا مرحلہ آسان ہو جائے گا اور اسی طرح قیامت کے دن اللہ کے سامنے والی بڑی پیشی کے لئے تیاری کرلو جس کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ﴾

"اس دن تم سب (اللہ کے) سامنے پیش کئے جاؤ گے، تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہیں رہے گا۔" (الحاقۃ: 18)

اپنی راحت وآرام کے لئے وقت کو قبر کے لئے سنبھال رکھو اور نیند ولہو ولعب کو بہت کم کرلو کیونکہ آگے نیند کے لئے اتنا طویل وقت آنے والا ہے کہ جس (رات کی) صبح قیامت کے دن ہوگی۔

مدّ وجزر اسلام:

اللہ کے بندو! نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل یہ امت عبادت و دینداری اور قوت وغلبہ کے اعتبار سے پہلی تمام امتوں کی نسبت سے بہت پسماندہ تھی۔ اسی طرح مادی و دنیوی اسباب اختیار کرنے اور آگے بڑھ جانے کے لحاظ سے بھی وہ دوسروں سے بہت پیچھے تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی نے سید البشر حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے اس امت کی عزت افزائی وتکریم کی۔ بعثت نبوی کے بعد چند ہی سالوں کے اندر اندر یہ امت اس دنیا کی تمام قوموں سے ہر میدان میں سبقت لے گئی۔ حق کے ساتھ ان کی قیادت وسیادت کا منصب سنبھالا اور خیر و برکت کے ساتھ جہانبانی میں کمال کر دکھلایا اور تب سے لے کر آج کے اس آخری دور تک امت مسلم کی تہذیب اور سلطنت واقتدار مدوجزر میں چلا آرہا ہے جس میں کہ پوری امت کا حال اللہ سے شکوہ کناں ہے کیونکہ دشمن کو تسلط حاصل ہے، انہوں نے مسلمانوں کے بعض ممالک پر غاصبانہ قبضہ جمالیا

ہے اور بلادِ اسلامیہ کے اطراف سے کچھ توڑ کر اپنے زیرِ اقتدار لے رکھے ہیں اور جن علاقوں پر شب خون مارا ہے اب ان کی دولتوں پر اپنے ہاتھ صاف کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے دین اور ان کے افکار و نظریات پر یلغار کر دی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی خود مسلمانوں میں تفرقہ و انتشار گھر کر چکے ہیں، ان کی رائے کی وحدت پارہ پارہ ہوگئی ہے اور ان کے ان باہمی اختلافات کی وجہ سے دشمنوں کا ان پر تسلط اور بھی مضبوط ہو گیا ہے۔ اور اگر ضعف و کمزوری کے اسباب و جوانب کا سلسلہ وار تذکرہ کر دیا جائے تو یہ چیز غمناک کر دیتی ہے اور کمزوری میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

تشخیص و علاج کے لئے زخم کو کھولنا:

لیکن کسی بھی زخم کا علاج کرنے کے لئے اسے کھولنا ضروری ہوتا ہے اور امتِ اسلامیہ کی طرف نسبت رکھنے والے لوگ بیماری کا انکشاف و تشخیص کرنے اور پھر اس علاج و دوا تجویز کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں کوشاں ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ امت کے ضعف و کمزوری کو مادی اسباب کی طرف منسوب کر رہے ہیں یا پھر تہذیبی و فکری اسباب ذکر کئے جا رہے ہیں اور کوئی دوسرے اسباب کو بیان کرتا ہے ہر کوئی غور و فکر کر رہا اور تشخیص و علاج میں مصروف ہے۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾

"ہر جماعت، جو کچھ اس کے پاس ہے، اسی پر خوش ہے۔" (الروم:32)

اسلام پر یلغارِ کفر کے اسباب:

بعض مسلمانوں کا حال تو یہ ہے کہ وہ خود اسلام کو ہی الزام دے رہے ہیں یا پھر اس کے بعض احکام پر الزام لگا رہے ہیں۔ البتہ جو شخص اس امت کی نشاءت و آغاز سے لے کر اس کی تاریخ پر غور کرے اور اس کے منہج و دستور پر نظرِ بصیرت ڈالے وہ اس کا مرض و علاج جان لیتا اور اس کی بیماری و شفاء کو سمجھ سکتا ہے۔ اسے اس ضعف و کمزوری کے اسباب کے بارے میں علم الیقین حاصل ہو جاتا ہے، اسی طرح اسے فتح و نصرت اور اقتدار و تمکین کے اسباب کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ اور اس علم کا حصول کسی فرد و بشر سے نہیں بلکہ صرف خالق و مالک بشر سبحانہ و تعالیٰ سے ممکن ہے جس نے فیصلہ فرما دیا ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾

"تمہیں جو بھی مصیبت آئی ہے یہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کے کئے دھرے کا نتیجہ ہے اور وہ (اللہ تو تمہیں) بہت ساری باتیں معاف کر دیتا ہے۔" (الشوریٰ:30)

اور اللہ جل و شانہ نے فرمایا ہے: ﴿أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

"(کیا بات ہے) کہ جب تمہیں ایک ایسی تکلیف پہنچی کہ تم اس جیسی دو چند پہنچا چکے تھے تو یہ لگے کہ یہ کہاں سے آ گئی؟ (اے نبی ﷺ!) آپ دیجیے کہ یہ خود تمہاری طرف سے ہی ہے۔" (آل عمران:165)

اصلاح کا آغاز:

اسی طرح تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ یہ انقلاب وتغیر کی ہوائیں ایسے ہی نہیں چل پڑتیں اور وہ اس بات کو بھی سمجھ لیتا ہے کہ اصلاح کا آغاز سب سے پہلے خود اپنی ہی ذات سے ہوتا ہے ۔کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾

”بیشک اللہ کسی قوم (کی حالت) کو اس وقت تک نہیں بدلتا حتی کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلنے کی کوشش نہ کریں۔“ (الرعد:11)

ایسے ہی وہ اس بات کو بھی جان لیتا کہ ہدایت کوشش کرنے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے ۔چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾

”اور جولوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دینگے ،یقینا اللہ تعالی نیکو کاروں کا ساتھی ہے۔“ (العنکبوت:69)

اسباب نصرت کے اختیار میں کوتاہی:

ان آیات سے معلوم ہوا کہ امت اسلامیہ کی موجودہ افسوس ناک حالت کا اصل سبب یہ ہے کہ افراد امت نے فتح ونصرت کے حقیقی اسباب کو اختیار کرنے میں تقصیر وکوتاہی ہی برتی ہے، وہ اسباب کہ جن کے اختیار کئے بغیر فتح ونصرت کا حصول ممکن ہی نہیں ہے، ہم وہ قوم ہیں کہ ہمیں اللہ تعالی نے اسلام کے ذریعے عزت بخشی ہے ۔اسے چھوڑ کر ہم چاہے کسی بھی طریقے سے عزت حاصل کرنا چاہیں وہ ہمیں حاصل نہ ہوگی بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالی ہمیں ذلت ورسوائی سے دوچار کرے گا لہذا اسی منہج وطریقے سے محاسبہ کے عمل جاری ہونا چاہیئے ۔مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے دین کے ساتھ اپنے تعلقات اور اپنے رب کے ساتھ اپنے روابط کی جانچ پڑتال کریں۔

تعلق باللہ کا اہم ذریعہ:

اے مسلمانو! اے حجاج بیت اللہ! یہ ایک لمحۂ محاسبہ ہے جس میں ہم دیکھیں گے کہ اللہ کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے سب سے اہم ذریعے کے بارے میں ہمارا رویہ کیا ہے؟ وہ ذریعہ جو کہ اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اس ایمان کے بعد اسلام کا اہم ترین رکن ہے ۔اور وہ ہے ”نماز“۔

رکن اسلام:

اے اہل ایمان! نماز دین اسلام کا رکن، اہل تقوی کی معراج اور مسلمانوں پر اللہ تعالی کا عائد کردہ وہ فریضہ ہے، جو نمازی نہیں اس کا کوئی دین نہیں اور جو نماز کا تارک ہے اس کا اسلام میں کوئی حظ وحصہ نہیں ہے ۔جس نے بلا عذر جان بوجھ کر کوئی فرض نماز چھوڑ دی اس سے نبی اکرم ﷺ وصحابہ اعمال میں سے کسی کے ترک کو کفر نہیں سمجھا کرتے تھے سوائے ترک نماز کے، اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ

"بندے اور کفر یا شرک کے مابین صرف ترک نماز ہی (وجہ امتیاز) ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

بلکہ نماز کو تو اللہ تعالی نے اسلام کا عنوان و پہچان بنایا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى [9] عَبْدًا إِذَا صَلَّى﴾

"بھلا اسے بھی تو نے دیکھا جو بندے کو روکتا ہے جب کہ وہ بندہ نماز ادا کرتا ہے۔" (العلق:9-10)

نماز کا امتیاز:

تمام فرائض کو اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ پر آسمان سے نازل فرمایا سوائے نماز کے۔ نماز کا تحفہ عطا کرنے لئے اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو آسمانوں کی طرف اٹھایا اور اپنے نبی ﷺ کو ساتویں آسمان تک معراج کرائی اور نبی ﷺ کی تکریم وعزت افزائی کی حتی کہ آپ راضی ہو گئے اور پھر اللہ تعالی نے آپ ﷺ پر پانچ نمازیں فرض کی۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کا تذکرہ قرآن کریم میں دیگر تمام فرائض کی نسبت سب سے زیادہ ہے، بلکہ اس دنیا سے تشریف لے جاتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے نماز کے بارے میں خاص وصیت فرمائی تھی۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ؛ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ: الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى مَا يُفِيصُ بِهَا لِسَانُهُ۔

نبی اکرم ﷺ پر سکرات الموت کا عالم تھا، آپ کی روح مقدس نکلنے والی تھی اور اس نزع کے عالم میں بھی آپ ﷺ اپنی امت کے لئے نہایت شفقت ومحبت کا اظہار فرما رہے تھے اور یہ صدائیں لگا رہے تھے۔ "نماز کا خیال رکھنا، نماز کا اہتمام کرنا اور اپنے غلاموں کنیزوں سے حسن سلوک کرنا"[2]

نبی اکرم ﷺ جب اپنی آخری سانسیں لے رہے تھے اور زندگی کی محض آخری رمق ہی رہ گئی تھی تو اس وقت بھی آپ کی زبان مبارک پر یہی سوال آرہا تھا: "کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے: فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ

"ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔[3]

ذریعہ فلاح ونجات:

یہ نماز ہی فوز وفلاح کا ذریعہ اور کامیابی ونجاح کی راہ ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ [1] الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾

"وہ مومن یقیناً فلاح ونجات پا گئے جو کہ نمازوں میں (اللہ کے سامنے) خشوع کرتے ہیں۔ (المؤمنون:1-2)

اور آگے چل کر اللہ تعالی نے ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ [9] أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ [10] الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

---

[1] صحیح مسلم:82۔

[2] ابن ماجہ:1625۔

[3] صحیح مسلم:418۔

"وہ جو کہ اپنی نمازوں پر محافظت و پابندی کرتے ہیں وہ لوگ ہی وارث ہیں جو کہ جنت الفروس کی وراثت پائیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔" (المؤمنون:11-9)

ہر حال (امن و جنگ) میں نماز کا وجوب:

نماز ہر مسلمان پر ہر حال میں واجب ہے یہ نہ تو کسی بیماری کی وجہ سے ساقط ہوتی ہے اور نہ ہی خوف وخطرہ کی بناء پر بلکہ اگر کوئی اس کی شرائط و ارکان کو ادا کرنے سے عاجز ہو لیکن عقل کام کر رہی ہو یہ تب بھی مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی حتیٰ کہ جنگ کے خوف وخطرہ اور ہولناکی میں بھی یہ معاف نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ[238] فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾

"نماز کی محافظت و پابندی کرو اور خصوصاً درمیانی نماز (عصر) کی اور اللہ کے سامنے باادب کھڑے رہا کرو۔ اگر تمہیں کوئی خوف لاحق ہو تو پیدل ہی سہی یا سوار ہی سہی۔ ہاں جب امن ہو جائے تو اللہ کا اسی طرح ذکر کرو جس طرح کہ اس نے تمہیں اس کی تعظیم دی ہے جسے تم نہیں جانتے تھے۔" (البقرہ:238-239)

صلواۃ الخوف (حالت جنگ کی نماز) کا طریقۂ ادائیگی سورہ النساء (آیت:102) میں مذکور ہے۔

معذور و مجبور کی طہارت و نماز:

بہر حال یہ ضروری ہے کہ مسلمان قبلہ رو ہو کر نماز ادا کرے اور اگر کوئی قبلہ نہ ہو سکتا ہو تو پھر کسی بھی طرف منہ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے، لیکن کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر کوئی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر ہی نماز پڑھ لے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو کسی پہلو پر لیٹے لیٹے بھی نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر اپنے حال جیسے بھی ممکن ہو نماز پڑھ لے۔ اگر کوئی شخص طہارت و وضوء کرنے، ستر عورت کا اہتمام کرنے سے معذور و قاصر ہو یا کوئی دوسرا عذر لاحق ہو تو وہ کسی بھی طرح، جی ہاں! کسی بھی طرح نماز پڑھ لے جائز ہے۔ لیکن نماز ضرور پڑھے کیونکہ یہ نماز ہی وہ عمل ہے جس کے بارے میں قیامت کے دن سب سے پہلے پوچھ گچھ ہوگی اگر اس کا معاملہ بگڑ گیا تو پھر سارے اعمال کا سلسلہ ہی بگڑ گیا جیسا کہ اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کی ایک صحیح حدیث موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نماز کے بغیر کوئی دوسری عبادت قبول ہی نہیں کرے گا۔[1]

أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ، فَإِنْ صَلَحَتْ صَلَحَ لَهُ سَائِرُ عَمَلِهِ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ۔

نماز پنج گانہ، روحانی غسل:

مسلمانو! ہر دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں، فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور یہ نمازیں اپنے مابین کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ یہ نمازیں

[1] طبرانی فی الاوسط:1859۔

گناہوں کے میل کچیل کو دھو کر دلوں کی تطہیر کا کام کرتی ہیں بلکہ نماز گناہوں سے ہی بندے کو روکتی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ﴾

"بیشک نماز فحاشی و بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔" (العنکبوت:45)

اگر کبھی آپ کو اپنے گناہ پریشان کرنے لگیں اور اپنی خطاؤں سے آپ کا دامن بوجھل ہو جائے اور کندھے دب جائیں تو (نفل) نماز کی طرف لپکیں۔ اپنے معبود برحق کا ارشاد سنیئے:﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ﴾

"دن کے دونوں سروں (صبح و شام) میں نماز قائم کر اور رات کی کئی گھڑیوں میں بھی، یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت پکڑنے والوں کے لئے۔" (ہود:114)

جب کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ ، يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا ، مَا تَقُولُ: ذَٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ . قَالُوا: لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا ، قَالَ: فَذَٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ ، يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا .

"کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی کے گھر کے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو اور وہ اس میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے (بدن) پر کوئی میل کچیل رہ جائے گی؟" صحابہ نے عرض کیا: اس پر کوئی میل کچیل نہیں رہی گی۔ تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اسی طرح ہی (روحانی غسل) پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ ان کے ذریعے اللہ گناہوں کو دھو دیتا ہے۔"[1] (بخاری و مسلم)

رزق کی کنجی:

نماز بندے کے لئے رزق کے دروازے کھولنے کا ذریعہ ہے چنانچہ اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَّحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ﴾

"اپنے گھروں والوں کو نماز کی تاکید کرتے رہیں اور خود بھی اس پر جمے رہیں۔ ہم آپ سے روزی نہیں مانگتے بلکہ ہم خود آپ کو رزق دیتے ہیں اور آخر میں بول بالا تقوی و پرہیزگاری کا ہی ہے۔" (طٰہٰ:132)

ڈھارس بندھانے والی:

جب کبھی کوئی ہولناک و خوفناک معاملہ پیش آجائے تو نماز ڈھارس بندھانے کا ذریعہ ہے اور ایسے ہی حالت میں اسی کی طرف بھاگنا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

"اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" (البقرہ:۱۵۳)

---

[1] صحیح بخاری:528۔

آنکھوں کی ٹھنڈک اور افضل عمل:

اسی لئے تو یہ نماز نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى۔

جب بھی آپ ﷺ کو کوئی اہم معاملہ درپیش آتا تو آپ فوراً نماز کا اہتمام فرماتے۔[1]

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دے کر حکم فرماتے: يَا بِلَالُ، أَقِمِ الصَّلَاةَ، أَرِحْنَا بِهَا

"اے بلال! (نداء یا آذان کہہ کر) اس (نماز) کے ساتھ ہمیں راحت پہنچاؤ۔"[2]

اور جب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ: أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا۔

افضل ترین عمل کونسا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا: "وقت پر نماز ادا کرنا۔"[3] (متفق علیہ)

فتح ونصرت کا ذریعہ:

ان تفصیلات کو پیشِ نظر رکھا جائے تو کوئی امت اپنے رب کی مدد ونصرت کی امیدوار کیسے ہوسکتی ہے جو اس کے عائد کردہ فریضہ کو ادا نہ کرسکے۔ (یاد رکھو!) جو لوگ ان نمازوں کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں وہ اپنے خالق مالک سے عزت اور فتح ونصرت نہیں پاسکتے اور نہ ہی مخلوق کے دلوں میں ان کا کوئی مقام رہ جاتا ہے کیونکہ مدد ونصرت اور غلبہ اقتدار کے حصول کی پہلی شرط ہی نماز ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں اور زکواۃ ادا کریں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔" (الحج:41)

کوئی مسلمان اللہ کی مدد ونصرت کیسے پاسکتا ہے اور وہ صاحب حظ وتوفیق کیسے ہوسکتا ہے جو نماز چھوڑ بیٹھے جب کہ یہ ترک نماز تو دخول جہنم کا ایک ذریعہ قرار دی گئی ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ [42] قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾

"تمہیں جہنم میں کیا چیز لے گئی وہ (اہل جہنم) کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔" (المدثر:43)

قیامت کے دن بدرونق چہرے:

قیامت کے دن اداس و بدرونق چہروں والے لوگوں کے کرتوت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّى [31] وَلَكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى [32] ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى أَهْلِهِ يَتَمَطَّى [33] أَوْلَى لَكَ فَأَوْلَى [34] ثُمَّ أَوْلَى لَكَ فَأَوْلَى [35]

---

[1] ابوداؤد:1319۔

[2] ابوداؤد:4985۔

[3] صحیح بخاری:527۔

﴿أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى﴾

"اس نے نہ تو (نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) وقرآن کی) کی تصدیق کی اور نہ نماز ادا کی بلکہ جھٹلایا اور روگردانی کی، پھر اپنے گھر والوں کے پاس اتراتا (اکڑتا) ہوا گیا۔ تجھ پر حسرت ہے تجھ پر افسوس ہے وائے ہے تیرے لئے اور خرابی ہے۔ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ اجائے گا؟" (القیامہ:31۔36)

ان تمام تر وعیدوں اور سرزنشوں کے ہونے کے باوجود آپ کو یہ دیکھ کر افسوس ہوگا کہ مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ نماز کو ترک کر بیٹھے ہیں یا پھر اس کے بارے میں سخت لاپرواہی وسستی میں مبتلا ہیں۔

مسئولین دعوت وتربیت کے لئے نمونہ:

مسلمانو! اللہ کا خوف کھاؤ، نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو اور ایک دوسرے کو نماز کی پابندی کرنے کی وصیت وتاکید کرتے رہا کرو، تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کے شعبوں میں کام کرنے والوں کے سامنے اللہ کے اپنے ایک نبی کو دیئے ہوئے اس حکم کا نمونہ رہنا چاہیے: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَّحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى﴾

اپنے گھر والو کو نماز کی تاکید کرتے رہیں اور خود بھی اس پر جمے رہیں" (طہ:132)

اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا﴾

"وہ اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دیا کرتے تھے۔" (مریم:55)

جب کہ صحیح مسلم کی شرط پر اترنے والی ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ

"اپنے سات سال کے بچوں کو نماز کا حکم دو اور دس سال ہو جانے پر (بھی نہ پڑھیں تو) انہیں مارو۔"[1]

لوگوں کو نماز کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح ہی اہل وعیال سب کو اس کی پابندی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

لاپرواہ نمازیوں کا انجام:

مسلمانو! لوگوں میں سے ایک گروہ وہ بھی ہے جس کے نزدیک نماز ایک سستا و معمولی سا سودا ہے اور اسے وہ اپنے تمام کاموں اور ذمہ داریوں سے آخری درجہ دیتے ہیں اور یہ ان کے اہتمام والے امور میں سے آخری چیز ہوتی ہے۔ وہ بلا عذر ہی کئی کئی نمازیں اکٹھی کر کے ایک ہی وقت میں پڑھ لیتے ہیں انہیں ان کے اصل مقررہ اوقات سے بلاوجہ ہی مؤخر کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالی کا یہ ارشاد صادق آتا ہے: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى﴾

"بیشک منافق (اپنی طرف سے) اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں جب کہ وہ انہیں ان کے دھوکے کا بدلہ دینے والا ہے اور وہ جب نماز کے لئے

[1] ابوداؤد:495۔

کھڑے ہو ہی جاتے ہیں تو بڑے سست کھڑے ہوتے ہیں۔" (النساء:142)

اور انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی کا یہ ارشاد نازل ہوا ہے: ﴿فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ [4] الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾

"ویل (جہنم وہلاکت) ہے ان نمازیوں کے لئے کہ اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ (الماعون:4-5)

ان لوگوں نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سن رکھا؟: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾

"بیشک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں ادا کرنا فرض ہے۔" (النساء:103)

یعنی اس کے وقت ادائیگی کا آغاز انتہاء معلوم ومعروف ہے، اس سے پہلے ادا کی گئی نماز صحیح نہ ہوگی اور نہ ہی بعد میں پڑھی گئی الا یہ کہ کوئی جائز و شرعی عذر ہو۔

نماز باجماعت کی پابندی:

اللہ سے ڈرو اور نمازوں کو ان کے مقررہ اوقات میں ادا کرنے کی پابندی کرو۔ اور مردوں کو یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ان پر یہ نمازیں مساجد میں مسلمانوں کے ساتھ باجماعت ادا کرنا واجب ہے اگر جماعت کو ترک کرنے کی کسی کے لئے گنجائش ہوتی تو اپنی امت پر رحم و کرم کرنے والے نبی اکرم ﷺ اس عمر رسیدہ بوڑھے اور نابینا صحابی (حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم) رضی اللہ عنہ) کو اس کی گنجائش عطا فرماتے جس کے گھر اور مسجد کے مابین ایک وادی بھی حائل تھی جس میں طرح طرح کے بکثرت درندے اور زہریلے کیڑے مکوڑے بھی پائے جاتے تھے اور ان کے پاس کوئی ایسا ساتھی بھی نہ تھا جو انہیں ہاتھ پکڑ کر مسجد تک لے جائے، اس صحابی نے ان حالات میں نبی اکرم ﷺ سے اپنے گھر میں نماز ادا کر لینے کی اجازت طلب کی تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں بھی اس کی اجازت عطا نہ فرمائی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْمَى فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ، فَسَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخِّصَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ فَرَخَّصَ لَهُ. فَلَمَّا وَلَّى دَعَاهُ فَقَالَ: هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَجِبْ۔[1]

جب ایک ایسے شخص کا یہ حکم ہے تو پھر اس شخص کو اس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے جس پر اللہ کی نعمتوں کا کوئی شمار ہی نہیں اور اس کے لئے ہر قسم کی آسانیاں مہیا و میسر ہیں۔ اگر نماز باجماعت کا معاملہ اتنا آسانی سے چھوڑا جاسکتا تو پھر ان مساجد کو بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور یہ اذانوں کے لئے منارے اونچے کیوں اٹھائے گئے اور نماز باجماعت کا نظام ہی کیوں قائم کیا گیا۔ کیا یہ سب صرف نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے تھے؟ کیا یہ سب کچھ صرف نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے ہی بنایا گیا تھا؟ .... لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم ....

تارک جماعت کا نفاق:

قَالَ عَبْدُ اللهِ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ، أَوْ مَرِيضٌ. إِنْ كَانَ الْمَرِيضُ لَيَمْشِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتَّى يَأْتِيَ الصَّلَاةَ. وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدَى، وَإِنَّ

[1] صحیح مسلم:653۔

مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جسے یہ بات اچھی وخوشگوار لگے کہ وہ کل اللہ کو ایک مسلمان کی حیثیت سے ملے تو اسے ان نمازوں کی باجماعت اس وقت ادائیگی کرنی چاہیے جب ان کے لئے اذانیں کہی جاتی ہیں اور یہ نماز سنن ہدی میں سے ہے اور اگر تم نے ان نمازوں کو اپنے ہی گھروں میں ادا کرنا شروع کر دیا جیسے کہ نمازوں سے پیچھے رہنے والا یہ شخص کرتا ہے تو تم نے اپنے نبی اکرم ﷺ کی سنت کو ترک کر دیا اور اگر تم نے اپنے نبی اکرم ﷺ کی سنت کو ترک کر دیا تو تم گمراہ ہو گئے اور ہم اپنے آپ میں سے دیکھتے ہیں کہ نماز باجماعت سے پیچھے صرف وہی شخص رہتا ہے جو واضح وظاہر نفاق والا منافق ہو ورنہ ایک نمازی کو دو آدمیوں کے مابین گھسیٹتے ہوئے لایا جاتا اور لا کر صف میں کھڑے کر دیا جاتا تھا۔"[1] (صحیح مسلم)

اے مسلمان! اے اللہ والے! آپ نے نصیحت سن لی ہے اور آپ کو نماز کا مقام ومرتبہ معلوم ہو گیا ہے اور جماعت کی اہمیت بھی تمہارے علم میں میں آگئی ہے اب آپ کی ذمہ داری ہے کہ راہ ہدایت کو اختیار کر لیں۔ اللہ تعالی مجھے اور آپ سب کو اپنی رضاء کے کاموں کی توفیق فرمائے اور ہماری آئندہ حالت سابقہ حالت بہتر فرمائے۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ[45] الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾

"صبر ونماز کے ذریعے مدد طلب کرو۔ یہ چیز شاق ہے مگر ڈر رکھنے والوں پر (نہیں) جو جانتے ہیں کہ بیشک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے اور یقیناوہ اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ (البقرہ:45-46)

حفظ وامان کے حصول کا ذریعہ:

جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ حفظ وامان اور توفیق خیر حاصل کر لے اسے چاہیے کہ وہ نماز کی پابندی کرے۔ حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ

جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لی وہ اللہ کے حفاظت وذمے میں آجاتا ہے۔"[2] (صحیح مسلم)

نماز: شرائع سابقہ میں:

یہ نماز تمام انبیاء کرام پر ہی فرض تھی سبھی کو اس کا حکم دیا گیا تھا. اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم، لوط، یعقوب اور اسماعیل علیہم السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ﴾

"اور ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ وہ خیر وبھلائی کے کام کریں اور نماز قائم کریں۔" (الانبیاء:73)

اس نماز کی ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعاء کی تھی اور اللہ سے یہ مانگا تھا: ﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي﴾

---

[1] صحیح مسلم:654۔
[2] صحیح مسلم:657۔

اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی۔" (ابراہیم:40)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہی یہ بھی فرمایا تھا جیسا کہ اللہ تعالی نے بتایا ہے: ﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾

"اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد کو اس غیر زرعی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ اے ہمارے رب! تاکہ یہ نماز قائم کریں۔" (ابراہیم:37)

عیسی علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا تھا: ﴿وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾

"مجھے (میرے رب نے) تاحیات نماز قائم کرنے اور زکواۃ ادا کرنے کی وصیت وتاکید فرمائی ہے۔" (مریم:31)

اللہ تعالی کے کلام پاک میں ہی یہ بھی ہے: ﴿إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾

"بیشک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں لہذا صرف میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔" (طٰہٰ:14)

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ فرمایا: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾

"اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر جمے رہیں۔ (طٰہٰ:132)

ایسے ہی ایک دوسری جگہ حکم فرمایا: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾

"نماز قائم کریں سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی یقینا فجر کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے۔" (بنی اسرائیل:78)

اور اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ﴾

"اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی اصلاح کریں ثواب ضایع نہ کریں گے۔" (الاعراف: 170)

اتمام حجت:

اے اہل ایمان! کیا آپ کو نماز کے سوا دوسری بھی کوئی ایسی عبادت مل سکتی ہے جسے نماز سے زیادہ مقام ومرتبہ عطا کیا گیا ہو؟ اور اس دعوت وتبلیغ اور اعلان وتنبیہ کے بعد بھی نماز میں سستی وکوتاہی کرنے والوں کے پاس کوئی عذر باقی رہ جاتا ہے؟

نماز کی روح:

نماز کے موضوع پر گفتگو میں اس کا لب لباب اور نماز کی روح کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے۔

خبردار! نماز کی روح اسے مکمل طور پر ادا کرنا اور خشوع وخضوع کی حالت میں ادا کرنا ہے، اور نماز کو مکمل طور پر ادا کرنا یہ ہے کہ اس کی شرائط

پوری کرنے، طہارت و وضوء کرنے، اس کی ادائیگی میں خوب اطمینان اختیار کرنے، امام سے سبقت نہ کرنے اور اسے ادا کرنے میں سنت طریقہ کو اپنانے کا اہتمام کیا جائے جیسا کہ نبی ﷺ نے صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے: وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

"تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح نماز پڑھتے تم نے مجھے دیکھا ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

مسلمانو! نماز میں خشوع یہ ہے کہ اللہ کے سامنے بندہ منکسر المزاج اور ٹوٹے ہوئے دل کو لے کر حاضر ہو اور دل میں اللہ کا وقار و ہیبت ٹھاٹھیں مار رہے ہوں۔ دنیوی خیالات سب ٹھنڈے پڑے ہوئے ہوں اور رب باری تعالی کی عظمت کا دل پر راج ہو اور نمازی مکمل طور پر صرف نماز میں ہی مشغول ہو اور دل پر مکمل وقار و سکون چھایا ہوا ہو. جب ایسا ہو گیا تو تمام اعضاء جسم پر سکون ہو جائیں گے، آنکھوں میں ٹھنڈک آجائے گی۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مَا مِنِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ، فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يُؤْتِ كَبِيرَةً، وَذَلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ۔

"کوئی مسلمان جس پر کسی نماز کا وقت ہو جائے اور وہ اس کے لئے خوب اچھی طرح وضوء کرے، اس میں خشوع وخضوع اختیار کرے اور اس کا رکوع (وسجود) خوب اچھی طرح سے ادا کرے تو یہ نماز اس کے پہلے تمام گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتی ہے۔ جب تک کہ وہ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ (حکم واجر) ہمیشہ کے لئے ہے۔"[2] (صحیح مسلم)

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾

"اور تم اس وقت نماز کے قریب نہ پھٹکو جب کہ تم نشے کی حالت میں ہو یہاں تک کہ تمہیں یہ معلوم نہ ہونے لگے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ (النساء: 43)

دنیا کے نشے میں دھت:

نمازی ایسے ہیں کہ وہ شراب تو نہیں پیتے لیکن وہ نہیں جانتے کہ کیا کہہ رہے ہیں، انہیں دنیا کی فکروں نے ہی نشے میں مدہوش کر دیا ہے۔

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اللہ سے کئے عہد و پیمان کو پورا کرنے کی پابندی کرو اور تیار ہو جاؤ کہ حساب دینے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

و صلی اللہ و سلم علی نبینا محمد الہ و صحبہ اجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین

[1] صحیح بخاری: 631۔
[2] صحیح مسلم: 228۔

چند لمحات: آیات حج کے ساتھ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

1424/11/24ھ، 2004/1/16ء

حمد وثناء کے بعد!

لوگو! میں اپنے آپ کو اور آپ تمام حضرات کو اللہ کا تقوی و پرہیز گاری اختیار کرنے کی وصیت و تاکید کرتا ہوں، اس سے غیب و علانیہ، غصہ و رضامندی، خوشی وغمی ہر موقع پر خوف کھاؤ۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"عقل والو! اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ فلاح ورستگاری حاصل ہو۔" (المائدہ:100)

انتظار ہلال ذوالحج:

مسلمانو! ان دنوں میں عام مسلمانوں کے دل پورے جذبہ وشوق کے ساتھ ماہ ذوالحج کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں اور وہ اس ماہ کے ہلال کے طلوع ہونے کے منتظر ہیں اور مسلمانوں کی فوجیں اسلام کے اس پانچویں رکن کی ادائیگی کے لئے دنیا کے کونے کونے سے بیت اللہ شریف کے پاس پہنچتی جا رہی ہیں۔ وہ اللہ تعالی کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے امڈے چلے آ رہے ہیں جس میں اللہ تعالی نے انہیں فرمایا تھا:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾

"اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں وہ پیدل اور دور دراز راستوں سے دبلے پتلے اونٹوں سے پر سوار ہوئے چلے آئیں گے۔" (الحج:27)

وہ بیت اللہ کی طرف وفود کی شکل میں اس لئے پہنچ رہے ہیں تاکہ اپنے فائدوں کو پائیں اور اللہ جل شانہ کا ذکر کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کے دل حج کے مفاہیم ومعانی، اس کی حکمتوں اور اسرار و رموز جاننے کی خواہش سے بھی معمور ہوتے ہیں اور یہ سب چیزیں انہیں مناسک حج کی ادائیگی اور مقامات مقدسہ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل مکانی کرنے کے دوران حاصل ہوں گی۔

فلسفۂ حج اور اس کے اسرار ورموز:

اللہ والو! کتاب اللہ قرآن کریم میں حج سے متعلقہ آیات پر معمولی غور و فکر کرنے اور ان پر توجہ دینے سے حج کے اسرار و رموز، فلسفہ اور حکمتیں کھل کر سامنے آ جاتی ہیں اور اس بات کا پتہ چل جاتا ہے کہ اس میں تکامل وخود کفالت، تہذیب اور مزین کرنے والے اصول کہاں کہاں پائے جاتے ہیں اس عظیم عبادت حج اور اس کے مناسک کے بنیادی مقاصد و اغراض اور عظیم اسرار وحکم ان لمحات غور و فکر سے کھل کر سامنے آ جائیں گے۔

1) توحید باری تعالی اور تعمیر کعبہ:

پہلا لمحۂ غور و فکر توحید باری تعالی کے بارے میں ہے۔ وہ توحید کہ جس کی خاطر ہی اللہ کا یہ پرانا گھر بنایا گیا تھا۔ اور کرہ ارض کے کونے کونے سے لوگوں کا اس گھر کی طرف حج کی نیت سے آنے کو توحید عبادت کے فریضہ کی وضاحت کے لئے ہی مقرر کیا گیا اور اس لئے کہ اس عقیدہ و

فریضہ توحید میں صرف اللہ ہی کے لئے خلوص کامل ہو اور اس کا کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔ بیت اللہ کی اسی خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾

"اور (ایک وقت تھا) جب ہم نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے خانہ کعبہ کو مقام مقرر کیا (اور ارشاد فرمایا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو صاف ستھرا رکھا کریں۔" (الحج:26)

توحید باری اور خلافت ارض:

اللہ کی توحید خالص ہی انسان کے اس زمین میں خلیفہ بنائے جانے کا سبب تھی، یہی وہ انمول وافضل پونجی ہے جو تلاش کی جائے، اسی کی طرف سب سے زیادہ رغبت ہو اور جس چیز کی طرف نسبت سب سے زیادہ باعث عزوشرف ہے۔ کوئی مضبوط حکومت توحید کے ستونوں کے سوا قائم نہیں کی جاسکتی اور جہاں سے توحید کا خاتمہ ہوجائے وہ ملک وحکومت بھی زائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

توحید باری تعالی اور عظمت واقتدار:

اسلامی حکومت کی عزت ووقار صرف عقیدہ توحید کے عام ہونے کی وجہ سے ہی تھا اور امت مسلمہ پر ذلت ورسوائی اور تنزل وپسپائی تبھی آئی جب اس کے یہاں سے توحید باری تعالی کے آثار وعلامات مٹتی گئیں، یہ توحید خالص ہی ہے جو لوگوں کو ساحل امن وامان تک پہنچاتی ہے۔ اور یہ توحید لوگوں کو اللہ کی الوہیت وعبادت اور اس کی ربوبیت وپروردگاری میں شرک کے طوفانوں سے بچاتی ہے۔ اسی طرح انسان کو اللہ کے اسماء حسنی اور اس کی صفات علیاء میں الحاد وانحراف سے محفوظ رکھتی ہے۔ یہ عقیدہ توحید ہی ہے جو اللہ سے امیدیں وابستہ کرنے، اسی سے خوف کھانے، اسی سے مدد طلب کرنے اور اسی سے فریاد کرنے کا درس دیتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ اس زمین میں فیصلہ انہی قوانین سے ہونا چاہیے جو اللہ کے بنائے ہوئے ہیں۔

توحید خالق اور فریضۂ حج:

یہ توحید ہی ہے جو کہ مسلمانوں کے دلوں کو یقین خالص سے مالا مال کرتی ہے اور اسی کی خاطر حج کا یہ فریضہ عائد کیا گیا تھا جیسا کہ اس ارشاد الہی سے پتہ چلتا ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾

"صرف ایک اللہ کے ہو کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا کر۔ اور جو شخص (کسی کو) اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اسے پرندے اچک لے جائیں یا ہوا اسے اڑا کر کسی دور جگہ پھینک دے۔" (الحج:31)

﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ﴾

اسی لئے" اللہ تعالی نے اس خانہ کعبہ، اس بیت اللہ شریف کو لوگوں کے لئے موجب امن مقرر فرمایا ہے۔" (المائدہ: 97)

خانہ کعبہ کی مبارک عمارت میں حجر اسود مقام ابتداء اور نقطۂ تمیز ہے، دوسرے پتھروں کے ساتھ یہ بھی مقام تبرک نہیں ہے بلکہ محض نبی اکرم ﷺ نے اس طرف سے طواف شروع کیا تھا اور اس پتھر (حجر اسود) کو چوما تھا تو اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کی اقتداء کی جاتی ہے، اس بہترین فہم ونظریہ کی خوبصورت تصویر کشی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس وقت کر دی جب ارشاد فرمایا: إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ۔

" میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی تو کسی کو کوئی نفع دے سکتا ہے اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔" [1]

مسلمان جب بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہے، حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے یا رکن یمانی کو چھوتا ہے تو اسے اس بات کا علی یقین ہونا چاہیے کہ نفع و نقصان صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، اور اس مفہوم ونظریہ میں ذرا بھی کوتاہی بندے کو شرک کی وادیوں میں دھکیل دیتی ہے جبکہ اس گھر کی تو تعمیر ہی اس شرک باللہ کے انکار ونفی اور اس کے ازالہ وخاتمہ کے لئے کی گئی تھی۔

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ، فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ: أَلَا، لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ۔

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے نویں سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کاروانِ حج کے ساتھ امیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ لوگوں میں یوم النحر (10 ذوالحج) کو یہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ ہی کوئی شخص ننگے ہونے کی حالت میں اس بیت اللہ شریف کا طواف کرے گا۔" [2] (بخاری ومسلم)

اس شرک کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾

" یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص حرمت (ادب) والی چیزوں کی تعظیم کرے جو کہ اللہ نے مقرر کی ہیں تو یہ اللہ کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے، اور تمہارے لئے مویشی حلال کر دیئے گئے ہیں سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں، تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔" (الحج: 30)

2) احکام وآداب حج ومقامات مقدسہ:

اللہ والو! آیات حج کے ساتھ دوسرا محور فکر یہ ہے کہ اللہ تعالی حج کے احکام ومسائل اور آداب بیان کر رہا ہے تاکہ وہ لوگوں کو سکھلائے کہ ان پر ان مقامات مقدسہ میں کیا کیا امور واجب وضروری ہیں اور احکام الٰہی کی تعظیم وتعمیل کرنے کا کیا اجر وثواب ہے اور ان میں کمی کوتاہی کرنے کا

---

[1] صحیح بخاری: 1597۔

[2] صحیح بخاری: 1622۔

کیا نتیجہ ہے اور ان میں سے کسی میں تساہل و سستی برتنے سے اللہ تعالی متنبہ کر رہا ہے، کیونکہ عبادت کوئی کھیل نہیں اور نہ ہی اس میں کسی وجہ سے کمی کوتاہی ہونی چاہیئے۔ اسی لئے عبادت میں تقصیر و کوتاہی کرنے اور اس میں سستی ولاپرواہی کرنے والے کو وعید سناتے ہوئے بعض احکام حج کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

”یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جس کے اہل وعیال مشعرِ حرام کے پاس (مکہ مکرمہ) میں نہ رہتے ہوں، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔“ (البقرہ:196)

یہاں اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالی بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم و کرم کرنے والا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ حج کی حرمت و عظمت عیاں ہو اور اسے کامل ترین انداز سے ادا کرنے کا عمدہ ترین طریقہ اختیار کیا جائے۔ کیونکہ یہ ان حدود اللہ کے ضمن میں واقع ہوتا ہے جو اللہ تعالی نے مقرر فرمائی اور ان حدود سے تجاوز کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

”اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا وہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔“ (البقرہ:229)

اور یہ اس لئے فرمایا تاکہ مومن کو تنبیہ ہو جائے کہ یہ عقاب و سزا اس کے لئے ہے جو حدود اللہ کی تعظیم اور اس عبادت حج میں کوتاہی ولاپرواہی کرے گا۔

3) باہمی تعاون وغمخواری کی تعلیم:

آیاتِ حج کے بارے میں ایک اور لمحۂ فکر و نظر اور غور و خوض ہمیں یہ بتاتا ہے کہ حج کو باہمی تعاون، ایک دوسرے پر خرچ کرنے، دوسروں کی ضروریات کا احساس کرتے ہوئے انہیں پورا کرنے حتی کہ مقاماتِ عبادت میں بھی اس تعاون کو جاری رکھنے کی تعلیم کا ذریعہ بنایا ہے۔ ذکر حج کے دوران ہی ایک آیت ایسی بھی آجاتی ہے جو باہمی تعاون کے عظیم عمل ہونے بھوکے ننگے فقراء و مساکین پر ترس کھانے اور ان کی حاجات و ضروریات کو پورا کرنے کی اہمیت کے بہت ہی زیادہ ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾

”(وہ حج کو چلے جائیں) تاکہ اپنے فائدے کے کاموں کے لئے حاضر ہوں اور (قربانی کے) ایام میں مویشی چارپایوں (کے ذبح کے وقت) جو اللہ نے انہیں دیئے ہیں، ان پر اللہ کا نام لیں، اس میں سے تم بھی کھاؤ اور فقیر درماندہ کو بھی کھلاؤ۔“ (الحج:28)

اور ایک دوسری آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

”جب (قربانی کے جانور اور اونٹ) پہلو کے بل گر پڑیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور قناعت کرکے بیٹھے رہنے والوں کو اور سوال کرنے

والوں کو بھی کھلاؤ، اسی طرح ہم نے ان (جانوروں) کو تمہارے فرمانبردار بنا (مسخر کر) دیا ہے تاکہ تم شکر کرو۔" (الحج:36)

قناعت کر کے بیٹھے رہنے والے شخص (القانع) سے مراد وہ ہے جو فقر و تنگدستی اور بھوکا ہونے کے باوجود لوگوں سے سوال کرنے میں الحاح و زاری نہیں کرتا اور سوال کرنے والے شخص سے وہ فقیر مراد ہے جو لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے۔

4) تقوی کی اہمیت و تاثیر:

اللہ کے بندو! آیات حج کے ساتھ چو تھے لمحۂ غور و فکر میں تقوی کی قیمت و اہمیت اور اس کی عظیم تاثیر واضح ہو جاتی ہے اور اس بات کا پتہ چل جاتا ہے کہ یہ تقوی ہی وہ میزان و ترازو ہے جس پر نہ صرف اعمال بلکہ خود عمل کرنے والے لوگوں کو بھی تولا اور ان کا وزن معلوم کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آیات حج میں تقوی اختیار کرنے کی وصیت و تاکید بکثرت آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

"اللہ کا تقوی و خوف اختیار کرو اور یہ بات جان لو کہ اللہ بہت ہی سخت عقاب و سزا دینے والا ہے۔" (البقرہ:196)

دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾

"زادراہ لے لو، بہترین زادراہ تو اللہ کا تقوی و خوف ہی ہے، اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہو۔" (البقرہ:197)

اور اللہ سبحانہ وتعالی نے تیسری جگہ فرمایا ہے: ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى﴾

"اگر کوئی جلدی کرے (اور) دو ہی دن میں (منی سے چل دے) تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو بعد تک ٹھہرا رہے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ یہ باتیں اس شخص کے لئے ہیں جو (اللہ سے) ڈرے۔" (البقرہ:203)

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ذَلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾

"یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص اللہ کے شعائر (ادب والی چیزوں) کی جو اللہ نے مقرر فرمائی ہیں تعظیم کرے تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔" (الحج:32)

ایک مقام پر اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ﴾

"اللہ تک نہ ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تو تمہارا تقوی و پرہیزگاری پہنچتی ہے۔" (الحج:37)

مجموعۂ خیرات و برکات:

اللہ کے بندو! یہ تقوی ہی وہ عظیم چیز ہے جو کہ تمام خیر و بھلائی کا مجموعہ ہے۔ اے مسلمان! اگر آپ اللہ کی ہدایات و نور کی روشنی میں اللہ کی عبادت کریں اور صرف اللہ سے اس کے ثواب کی امید رکھیں اور اللہ ہی کی ہدایت و نور کی وجہ سے اللہ کی حرام کردہ اشیاء و امور کو ترک کر دیا اور صرف اللہ کے عقاب و سزا سے ڈر گئے تو آپ نے اپنی زندگی میں پوری طرح تقوی حاصل کر لیا اور اسی کی رو سے آپ ان تمام حقوق کو بھی ادا کرتے ہیں جو آپ پر آپ کے خالق و مالک کی نسبت مقرر ہیں۔ (حقوق اللہ) اور وہ حقوق بھی ادا کرتے ہیں جو آپ کے دینی بھائیوں کی نسبت طے ہیں۔ (حقوق العباد)

مفاہیم تقوی کا وجود:

اللہ والو! حج کے تمام مظاہر اسی مقصد پر دلالت کرتے ہیں۔ تمام مسلمان اے ایمان والو! ایک جسم کی طرح ہیں اور وہ ایک عمارت کی طرح ہیں، جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کے لئے مضبوطی کا باعث بنتا ہے۔ مسلمان مقامات مقدسہ اور مقامات حج میں ایسے لمحات گزارتے ہیں کہ جن میں گہری اخوت و بھائی چارگی کی اساس پر تقوی و پرہیزگاری کے مفاہیم و معانی باقاعدہ وجود پاتے ہیں اور یہ تقوی و اخوت مسلمانوں کے دلوں میں محبت و الفت پیدا کرتے ہیں اور ان کے درمیان سے رنگ و نسل اور زبان کے تمام امتیازات کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔

اتحاد و مساوات:

حجاج کرام جب اپنے اپنے لباس کو لباس حج (احرام) سے بدلتے ہیں تو وہ سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ وہ سب صرف ایک ہی رب کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ ان سب کا نغمہ (تلبیہ) بھی ایک ہی ہوتا ہے اسی تلبیہ کے ذریعے وہ تمام وطنی و ملکی اور تعصبانی نعروں کا ردّ و انکار کر دیتے ہیں۔ وہ سب کے سب صرف ایک ہی گھر (بیت اللہ) کے گرد طواف کرتے ہیں، سب ایک نسک ادا کرتے ہیں۔ یہ جاندار تصویر تقوی کے ثمرات میں سے ایک پکا پھل شمار ہوتی ہے جو لوگوں کو اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ ایسے کوئی معقول اسباب موجود نہیں ہیں کہ لوگ باہم بغض و نفرت کرنے والے اور گروہ گروہ دائیں بائیں پھیلے ہوئے انتشار و افتراق کی حالت میں جئیں اور نہ ہی اس کی کوئی معقول وجہ موجود ہے کہ متکبر لوگ تکبر و غرور سے کام لیں اور جابر لوگ ظلم و جبر کا رویہ اختیار کریں اور نہ ہی حسب و نسب اور کسی القاب و خطاب پر فخر کرنے کی کوئی معقول وجہ پائی جاتی ہے۔ بلکہ اگر بندہ مومن کے دل میں تقوی گھر کر جائے تو فوری طور پر اس کے دل میں یہ بات آجاتی ہے کہ اللہ تعالی نے تو لوگوں کے تمام حسب و نسب اور تمام جنسوں کو صرف دو ہی ماں باپ کی طرف منسوب کیا ہے۔ تاکہ حضرت حواء کے رحم کو ملاقات کا کھلا میدان بنا دے جہاں سارے رشتے باہم مل جاتے ہیں اور تعلقات و روابط میں مضبوطی آتی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان و قبائل (اس لئے) بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔" (الحجرات:13)

معیار عزت و شرف:

یہ تعارف باہمی، یہ الفت و محبت اور یہ باہمی تعاون نہ رنگ کی بنیاد پر ہے نہ زبان کی اساس پر، نہ کسی لقب و خطاب کی وجہ سے ہے اور نہ ہی بولی و جنس کی بنیاد پر، اور یہ وطنیت و عصبیت کے نعرے اللہ کی میزان میں حسب و نسب پر تفاخر کے نعروں کی طرح ہی ہیں۔ ایک ہی میزان ہے جس سے تمام قدریں یکجا ہو جاتی ہیں اور اسی سے لوگوں کی فضیلت و برتری کا پتہ بھی چل جاتا ہے اور اسی میزان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾

"تم میں سب سے زیادہ عزت و تکریم والا وہ ہے جو زیادہ تقوی والا ہے۔" (الحجرات:13)

عربی ورومی وفارسی یکجا:

اللہ کے بندو! تقوی کے ذریعے ہی انسان عالی مراتب اورعزت وشرف پاتا ہے جیسے کہ حضرت صہیب رومی نے عالی مرتبہ پایا اور حضرت سلمان فارسی نے عزت وشرف حاصل کیا(رضی اللہ عنہما) اور جب تقوی نہ ہوگا تو ذلت ورسوائی چھائے گی اور تقوی سے خالی دامن لوگوں کو یوں ذلیل وخوار کردیتا ہے جیسے اس نے ابولہب کو اس کے شرک وکفر کی وجہ سے ذلیل ورسوا کیا تھا۔

...نہ کوئی بندہ رہا نہ بندہ نواز:

اللہ والو! یہ تقوی ہی تھا کہ جس نے قریش کے سرداروں میں سے ہونے کے باوجود حضرت محمد ﷺ کو اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کرنے پر آمادہ کردیا جبکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَبَا هِنْدٍ حَجَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَافُوخِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بَنِي بَيَاضَةَ أَنْكِحُوا أَبَا هِنْدٍ، وَانْكِحُوا إِلَيْهِ۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعض صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: ”اے بنی بیاضہ! ابو ہند سے رشتہ لو اور اسے نکاح ورشتہ دو۔“ اور یہ ابو ہند حجام (سینگی لگانے والے) تھے۔[1] (تاریخ امام بخاری، ابوداؤد، مستدرک حاکم، ابن حبان، الکامل ابن عدی، مسند ابویعلی حسن-صحیح الجامع)

اور اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ﴾

”اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے اچھا ہے۔ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں۔“ (الاعراف:26)

5) نعمت اسلام کی یاد دہانی:

اے لوگو! اللہ کی کتاب میں جو آیات حج ہیں ان کے ساتھ ہمارا پانچواں لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ اللہ تعالی ان آیات سے مسلمانوں کو اپنی نعمت اسلام و ہدایت کی یاد دلا رہا ہے جن کے ذریعے اس نے ان پر انعام فرمایا ہے کیونکہ اس نے انہیں غیر اللہ کی غلامی و بندگی سے آزاد کروا کر اللہ وحدہ کی عبودیت و بندگی کے لئے بچا لیا اور انہیں مختلف ادیان کے جور و جفا سے بچا کر اسلام کا عدل انصاف مہیا فرما دیا ہے اور انہیں دنیا کی تنگیوں سے نکال کر آخرت کی وسعتوں سے آشنا کر دیا ہے۔ اللہ تعالی انہیں اپنی ان نعمتوں کی یاد دہانی اس وقت کروا رہا ہے جبکہ وہ مناسک حج کی ادائیگی کے لئے مقامات مقدسہ میں گھوم پھر رہے ہیں اور وہ اپنے رب کی رحمتوں کی امیدیں لگائے ہوئے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ﴾

[1] ابوداؤد: 2102۔

”جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعرحرام (مزدلفہ) میں اللہ کا ذکر کرو اور اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھلایا، اگر چہ تم اس سے پیشتر (ان طریقوں سے) ناواقف تھے۔“ (البقرہ:198)

اور ارشاد ربانی ہے: ﴿لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ﴾

”اللہ تک نہ ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور ان کا خون، بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔اسی طرح اللہ نے انہیں تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تاکہ اس بات کے بدلے کہ اس نے تمہیں ہدایت بخشی۔اسے بزرگی سے یاد کرو اور (اے نبی ﷺ!) نیکو کاروں کو خوشخبری سنا دیں۔“ (الحج:37)

عالم نور اور حقیقی زندگی:

اللہ کے بندو! دین کی ہدایت وہ نعمت ہے کہ بندہ اندھیروں سے روشنی کی طرف نکل آتا ہے اور وہ موت سے حقیقی زندگی میں آنکلتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

”بھلا جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لئے روشنی کر دی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، بھلا کہیں وہ اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیرے میں پڑا ہوا ہو اور اس سے نکل ہی نہ سکے اسی طرح کافر جو عمل کر رہے ہیں وہ انہیں اچھے معلوم ہوتے ہیں۔“ (الانعام:122)

امن واستقرار فرد و معاشرہ:

افراد و معاشروں کے لئے امن واستقرار اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ وہ دینداری اختیار نہ کریں اور اسلام سے تمسک و تعلق اس طرح کا پیدا نہ کرلیں جیسے کوئی ڈوبتا ہوا انسان بچانے والی زنجیر سے مضبوط تعلق پیدا کر لیتا ہے۔یہ مبارک موسم حج لوگوں کو دین کی طرف کھینچتا ہے اور انہیں اللہ کا حق یاد دلاتا ہے اور وہ سلیم الفطرت لوگوں کے دلوں میں اپنے آپ کو تبدیل کرنے کی استعداد پیدا کرتا ہے تاکہ اللہ تعالی ان کی اس حالت ضعف و عذاب کو بدلے جس میں وہ مبتلا ہیں. چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾

”اللہ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم اپنی حالت کو خود نہ بدلنے کا اہتمام نہ کرے۔“ (الرعد:11)

دین سے مضبوط تعلق کی تاکید اور لاپرواہی کا انجام:

آیات حج میں اللہ تعالی لوگوں کو اس دین سے تمسک و تعلق مضبوط کرنے کی ضرورت کو یاد دلاتا ہے اور یہ یاد دہانی کرواتا ہے کہ ہر وہ قوم جو اپنے دین کے بارے میں لاپرواہی کرے اور اپنے رب کی شریعت کو معطل کر کے رکھ دے (نافذ نہ کرے) یا دین کو معمولی چیز شمار

کرے یا اسے اختیار کرنے میں شرم محسوس کرے وہ قوم اپنی اس سب سے بڑی طاقت وقوت سے لاپرواہی برتتی ہے جو کہ عزت و عظمت کی بنیاد ہے اور وہ دنیا و آخرت میں اپنی فلاح ونجات کے اسباب کو اپنے ہاتھوں سے گنواتی ہے۔ اور ہر وہ قوم جو اپنے معاشرے سے دین داری کو کھو بیٹھے یا اس کی صفوں میں دین سے دوری کے علم بلند ہونے لگیں وہ قوم ضرور اضطراب میں مبتلا ہو کر رہتی ہے اور آپس میں ہی ٹکرا جاتی ہے اللہ اس کی عزت و عظمت کو بدل کر ذلت و رسوائیوں کے اندھیروں میں پھینک دیتا ہے اور اس کے امن و امان کو خوف و ہراس میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اور اگر وہ دین سے پوری طرح پھر جائے تو اللہ ان لوگوں کو نیست و نابود کر کے ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو لے آتا ہے اور ان کے نشان تک مٹا دیتا ہے اور وہ نئی قومیں اس پہلی قوم جیسی نہیں ہوتی۔

فقدان ایمان کی نشانی:

وہ معاشرہ جو دین داری کے التزام کو ضروری نہ سمجھے وہ بے ایمان معاشرہ ہے۔ اس میں ایمان کا عدم وفقدان پایا جاتا ہے اور وہ رب رحمان سے بھی بہت دور ہوتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ ” تین چیزیں جس میں بھی ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت وشیرینی کو پالے گا۔

1) جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) ان دونوں کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہو جائیں۔

2) جو جس شخص کو پسند کرے صرف اللہ کے لئے ہی پسند کرے۔

3) اور وہ اللہ کی طرف سے ہدایت مل جانے کے بعد دوبارہ کفر کی طرف لوٹنے کو اتنا ہی برا سمجھے جتنا برا اسے یہ لگتا ہے کہ اسے آگ میں پھینک دیا جائے۔“[1] (بخاری ومسلم)

اللہ کے نزدیک اس امت کی کوئی قدر و قیمت نہیں جس نے دین کو پایا، اس کے افراد کے کانوں اور نگاہوں تک دین پہنچا اور پھر انہوں نے اسے اختیار نہ کیا بلکہ تناقض میں پھنس گے۔ اور عمل کرتے کرتے سستی میں مبتلا ہو گئے اور قوت پا چکنے کے بعد ضعف نے انھیں گھیر لیا

نصیب کی بات اور کرم کے فیصلے:

خبردار ہو جاؤ اور خوب سمجھ لو کہ اللہ کے دین کی طرف ہدایت پا جانا ہر کسی کے نصیب میں نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ کی نعمت و احسان اور اس کی رحمت و کرم ہے، جسے یہ نصیب ہو جائے اسے چاہیے کہ وہ انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر ہر طرح سے اور ہر سطح پر اسے خوب مضبوطی سے پکڑے رہے، اور خود غرض لوگوں کے دعوؤں اور ذاتی جذبات نظریات دلوں میں دین کی وقعت گھٹانے کا باعث نہ بننے پائیں اور نہ ہی دین سے پھرنے کو آزادی و اصلاح کا نام دے کر یا دوسرے زہریلے مگر شوگر نما دعوؤں سے چلانے والوں کی صدائے بازگشت دین سے پھیرے حقیقی رنگ تو اللہ کا دین اسلام ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ﴾

” (کہہ دو کہ ہم نے) اللہ کا رنگ (اسلام) اختیار کر لیا ہے، اور اللہ سے بہترین رنگ (دین) کس کا ہو سکتا ہے؟۔ اور ہم صرف اسی کی عبادت

[1] صحیح بخاری:16۔

کرنے والے ہیں۔" (البقرہ:138)

یہ اہل حقد و بغض اور جنگی چور:

جہاں تک اہل حقد و بغض لوگوں، خودغرض اشخاص اور جنگی چوروں کا تعلق ہے جو اللہ کے نازل کردہ دین و شریعت سے نفرت کرتے ہیں یہ فتنوں کی آفتیں اور بہتے سفینے کے سوراخ ہیں جو سفینے کو ڈبو دیتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ﴾

"اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی بھلائی دیکھتا تو انہیں سننے کی توفیق دے دیتا اور اگر انہیں اب سنا دے تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔" (الانفال:23)

اور ایک جگہ اہل ایمان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ[42] وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

"اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتے۔ وہی لوگ جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو کچھ ان کے دلوں میں (کینہ) تھا ہم اسے دور کر دیں گے۔ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور وہ لوگ کہیں گے کہ اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہمیں اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ ہمیں نہ پہنچاتا، واقعی ہمارے رب کے رسول سچی باتیں لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ اس جنت کے تم وارث بنائے گئے ہو اپنے اعمال کے بدلے۔" (الاعراف:42-43)

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

حجاج سے خطاب: فوائد و دروس حج اور فضائل عشرۂ ذوالحج

امام وخطیب: فضیلة الشیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ

1424/12/1ھ، 2004/1/23ء

حمد وثناء کے بعد!

نورِ تقوی سے تیرگیوں کا چھٹنا:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی و ڈر اختیار کرو اور اس بات کو خوب ذہن نشین کرلو کہ امیدوں کی بلندی کو پانے کے لئے یہ بہترین سیڑھی ہے اور گناہوں خطاؤں سے بچانے کا بہترین ذریعہ بھی یہی ہے، اس تقوی سے ہی راستوں کی تیرگیاں چھٹتی ہیں اور اسی کی بدولت اللہ کی رحمتیں اور خوشنودیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے اپنے دلوں اور اوقات کو اسی سے آباد و مشغول کرلو اور اسی کے ذریعے عمل میں پائی جانے والی کوتاہیوں کا تدارک اور تلافیٔ مافات کرلیں اور زمانہ و جگہ اور موقع و مناسبت کے شرف وفضیلت سے فائدہ اٹھالیں۔

موسم خیرات و برکات:

مسلمانو! زمانے نے گھوم کر اپنا دورانیہ پورا کرلیا ہے اور پورا سال گزر جانے کے بعد ہم پر یہ عظیم ماہ مبارک پھر سایہ فگن ہوگیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی بیشمار خیرات و برکات کا موسم بھی شروع ہوگیا ہے، ہمارے لئے ماہ ذوالحج کے ہلال نو کے ساتھ ہی نور کی وہ کرنیں پھوٹنے لگتی ہیں جن سے ہمارے دل منور ہوجائیں اور اس ماہ کے اسرار و رموز اور مفادات و منافع حاصل کرنے میں لگ جائیں۔

سرچشمۂ فوائد و منافع:

ہم اس موسم کے کنارے پر کھڑے ہیں جسے حج اکبر کہا گیا ہے جو کہ نیکیوں کا خزانہ اور برائیوں کو مٹانے کا سامان ہے۔ اس میں خیرات و برکات، اعمال صالحہ و اطاعت عام بڑھ جاتی ہیں اور یہ بکثرت فوائد و منافع کا سرچشمہ ہے۔

قرب فریضۂ حج:

چند دنوں تک تو امت مسلمہ حج کے میقات زمانی کے بہت ہی قریب ہوجائے گی اب بھی صرف دو قوس کا فاصلہ رہ گیا ہے بلکہ اس سے بھی کم ہے کہ افراد امت اسلام کے پانچویں رکن حج بیت اللہ الحرام کے فریضہ کی ادائیگی کریں گے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾

"ان لوگوں پر اللہ کے لئے اس بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت و طاقت رکھتے ہوں اور جو کفر و انکار کرے تو اللہ تعالی تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔" (آل عمران: 97)

ارمان نکل آئے ہیں:

اے حجاج کرام! آپ بہترین مقام پر تشریف لے آئے ہیں۔ آپ کے لیے حسن وخوبی ہے اور آپ خود بھی اچھے ہو گئے ہیں اللہ باری تعالی

نے آپ کی دعائیں سن لی ہیں اور تمنائیں پوری کر دی ہیں ۔حرمین شریفین والے ملک کے لئے آپ لوگوں کی خدمت کرنا باعث افتخار ہے اور ضیوف الرحمن کی خدمت اس ملک کے لئے وہ تاج ہے جو اہالیانِ بلد کے سینوں (سروں) پر چمک رہا ہے ۔اور یہ عزت وشرف کا وہ میڈل ہے جو اہل ملک کے گلے میں لٹک رہا ہے ۔

تمام تھکاوٹیں ختم:

آپ نے سفر کی مشقتیں برداشت کی ہیں، اپنے ممالک سے غریب الدیار و پردیسی ہوئے ہیں، تھکاوٹ برداشت کی ہے، تھان میں مبتلا ہوئے ہیں اور قوت ایمانی کے سیلاب کے سامنے یہ سب چیزیں خس و خاشاک کی طرح بہہ نکلتی ہیں ۔اور ان تکالیف پر اللہ تعالی سے اجرو ثواب کی امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں ۔اللہ کے اس پرانے گھر کے دیدار کا شوق، ان مقامات مقدسہ کی طرف جذبہ وکشش ان بلند عظمت اور عالی شان جگہوں کی طرف روانگی اور عزت وشرف والے مقامات تک رسائی کو اگر کوئی کسی محبت کرنے والے کی نظر سے دیکھے گا تو اس کی ساری تھکاوٹیں، تکلیفیں دور اور اس کی تمام مشقتوں کا ازالہ ہو جائے گا اور یہ اللہ کے خاص فضل وکرم کی وجہ سے ہے ۔آپ ایمانی فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں اور یہ کیوں نہ ہو جبکہ مسجد حرام ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور اسے دیکھ کر دل مسرت و جلال سے بھر جاتے ہیں جسے اللہ نے ان مقامات کے سائے عطا کر دیئے، اس پر اللہ کی بہت بڑی نعمت نازل ہوگئی اور اس نے اس پر بہت بڑا انعام فرمادیا، ہر ایسے شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنے باری تعالی کی ان نعمتوں کا شکر بجالائے اور ان پر اس کی حمد وثناء بیان کرے اور شکران نعمت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس فریضۂ حج کی تکمیل وادائیگی ایسے انداز سے کی جائے جس کا اللہ کی شریعت نے حکم فرمایا ہے ۔چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾

”اور اللہ کے لئے حج وعمرہ پورا کرو۔“ (البقرہ:196)

اللہ کے منتخب و برگزیدہ بندے:

حجاج بیت اللہ! آپ اب حرمین شریفین کے مقدس مقامات تک پہنچ چکے ہیں اور آپ سب کے دل یہ چاہتے ہیں کہ مناسک حج وعمرہ کو پوری طرح سے ادا کریں اور ان عظیم مقامات پر قیام و وقوف کریں جبکہ آپ کے دلوں میں خشوع وخوف الہی موجزن ہے ۔آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری ہے ۔آپ کے ہاتھ اللہ کی طرف اٹھے ہوئے ہیں اور پورے رجوع وتوجہ سے آپ اللہ تعالی سے دعائیں کررہے ہیں ۔توبہ واستغفار کررہے ہیں اور اس کی حمد وثناء بجالارہے ہیں ۔آپ باہم پیار ومحبت رکھنے والے اور ایک دوسرے پر رحم وکرم کرنے والے اور ترس کھانے والے بھائی ہیں اور اللہ کی رضاء وخوشنودی کی خاطر ایک دوسرے سے تعاون والفت کرنے والے احباب ہیں ۔آپ وہ منتخب جماعت ہیں جنھیں اللہ نے ایمانی فضاؤں اور نسیم ایمان، خوشبوئے ایقان ویقین کے لئے چن لیا ہے ۔

بتانِ نسل ورنگ پاش پاش:

آپ جس جلیل القدر مقصد کے لئے آئے ہیں وہ آپ کے لباس احرام سے ہی عیاں ہے جو کہ آپ میں سے ہر شخص کی یکساں زینت ہے ۔

جس سے حسب ونسب کے تمام بت پاش پاش ہو گئے ہیں اور القاب وآداب کی تمام رسمیں کمزور پڑگئی ہیں، اللہ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾

”اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں، وہ آپ کے پاس پیدل اور دبلی پتلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر دور دراز سے چلے آئیں گے تا کہ وہ اپنے منافع ومفادات کا مشاہدہ (حاصل) کرسکیں۔“ (الحج:27)

دینی ودنیوی وآخروی منافع:

اللہ تعالی آپ کی نگرانی فرمائے۔اس آیت میں اللہ تعالی نے نکرہ کے استعمال سے وہ اسلوب اختیار فرمایا ہے تا کہ وہ اپنی نعمتوں کا احسان جتلاتے ہوئے یہ بھی واضح کر دے کہ اس فریضہ کی ادائیگی میں تمہارے لئے دین و دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں، انعامات، منافع اور مفادات موجود ہیں۔

امت کی وحدت وشیرازہ بندی:

حجاج بیت اللہ الحرام! حجاج کے ان پر ہیبت کاروانوں اور پیارے وبابرکت قافلوں کے اجتماع میں جن سب کا مقام اور زمانہ ایک ہی ہے ،شعائر ومشاعر بھی اکٹھے ہیں ان میں اللہ تعالی نے انتہائی محکم انداز سے حج کے ایک اہم فائدے کا پتہ دیا ہے جو کہ جماعتی وحدت اور روحانی پختگی سے وابستہ ہے جس کے سامنے امت کے تمام مصائب وآلام جنہوں نے امت کو انتہائی پستی میں گرا رکھا ہے وہ سب کے سب چھٹ جائیں گے۔اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴾

”اور بیشک تمہاری یہ امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب (بھی ایک ہی) ہوں لہذا صرف مجھ سے ڈرو۔“ (الانبیاء:92)

مسلمانوں کو بصیرت وچشم کشائی کی دعوت دی جارہی ہے کہ تاریخ کے اس خطرناک موڑ پر اپنے حالات پر گہری نظر ڈال کر دیکھو گے تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ آج مسلمانوں کو جس ذلت ورسوائی ،ضعف وکمزوری اور زوال وپستی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے یہ سب کچھ ان کے اپنے باہمی اختلافات ہی کا نتیجہ ہے۔کہ انکی خواہشات میں انتشار اور قوتوں میں تفرقہ آ گیا ہے۔

اے معزز حجاج کرام! یہ حج اپنے عالمگیر اجتماع اپنے مظہر وحید اور جوہر فرید کے اعتبار سے مسلمانوں کے لئے اتحاد ووحدت کے وجوب کا پتہ دینے والا، اتحاد واتفاق کا فعلی ترجمہ اور اس کی ایک عملی دعوت ہے اور انہیں موجودہ دور میں پائے جانے والے ضعف وانقطاع تعلقات اور ایک دوسرے سے نفرت وروگردانی کا رویہ اپنانے سے روکا جارہا ہے، اور واقعی اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ اتحاد واتفاق کی طرف دعوت دینے والے اس موسم حج کو مسلم امہ اتحاد ویگانگت کا ایک سنہری موقع سمجھے اور اتفاق ویکسانیت کے رنگ میں رنگ جائے۔ کیونکہ امت کو فتنوں نے پارہ پارہ کر رکھا ہے۔خواہشات نفس کی غلامی کی وجہ سے اور انہی کے نتیجہ میں آنے والے مصائب ومشکلات نے امت کی کمر توڑ رکھی ہے۔اللہ تعالی نے وحدت واخوت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾

بیشک تمام مومن مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔“ (الحجرات:10)

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾

"اور اللہ کی رسی (دین اسلام) کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور باہم متفرق نہ ہو جاؤ۔" (آل عمران:103)

درس وتعلیم توحید:

برادران ایمان! مہمانان رحمان! سب سے بڑا مسئلہ جس پر کہ حج کا یہ رکن رکین قائم ہے بلکہ جس پر تمام ہی عبادات واطاعت قائم ہیں وہ ہے توحید باری تعالیٰ جو کہ بندوں پر اللہ کا حق ہے۔تمام عبادات کے لئے اسے اکیلے کو خاص کیا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو اس کا ساجھی نہ بنایا جائے اور شرک کی تمام انواع واقسام کو چھوڑ پھینکا جائے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾

"اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا، اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا نار جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔" (المائدہ:72)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾

"ہم نے آپ (ﷺ) سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں ان سب کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں لہٰذا صرف میری ہی عبادت کرو۔" (الانبیاء:25)

اے اللہ والو! حج کے سب سے عظیم ترین مقاصد ومنافع میں سے اللہ تعالیٰ کے لئے توحید خالص کا پرچار کرنا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ[162] لَا شَرِيكَ لَهُ﴾

"کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری تمام عبادات، میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لئے ہیں جو کہ تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔" (الانعام:162)

اور یہ تلبیہ جس سے تمام حجاج کرام کی زبانیں تر رہتی ہیں۔جس سے اس بلد امین کے گوشے گوشے میں ایک تھرتھراہٹ سی قائم رہتی ہے اور یہ تمام مشاعر مقدسہ ومقامات مبارکہ گھونجتے رہتے ہیں یہ تلبیہ بھی توایمان وتوحید کا عنوان اور اطاعت وتسلیم کی دلیل وبرہان ہے۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے تلبیہ کی نقشہ کشی کرتے ہوئے فرمایا ہے:فَأَهَلَّ بِالتَّوْحِيدِ: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ

"نبی اکرم ﷺ نے توحید کا تلبیہ یوں کہنا شروع کیا:

(لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ.)

"میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بیشک ہر قسم کی تعریف اور تمام نعمتیں اور ساری بادشاہی تیرے ہی لئے ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں۔"[1]

توحید باری تعالیٰ کے لئے ہی شروع میں اس بیت اللہ شریف کی تعمیر عمل میں لائی گئی تھی۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ

[1] صحیح مسلم:1218۔

﴿مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا﴾

"اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے مقام مقرر کیا (اور فرمایا) کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔" (الحج: 26)

اس مسئلہ توحید کے روز روشن کی طرح واضح ہونے کے باوجود بعض لوگ اس چشمۂ توحید کو گدلا کرنے سے باز نہیں رہتے جس سے اس کی صفائی و رونق میں فرق آجاتا ہے۔ کیا قبروں کو پکارنا کوئی بھی فائدہ دے سکتا ہے؟ کیا وہ رتی بھر، قطرہ کے برابر اور ذرہ بھر بھی نفع دے سکتے ہیں؟ ان کی قبروں پر لگے پتھروں اور ان پر لٹکتے کپڑے کے پردوں کو چھونے سے کیا ملنے والا ہے؟ ان سے قضاء حاجات کا سوال کرنا اور مشکل کشائی کی دہائیاں دینا کوئی سودمند ہوسکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اہل اسلام میں سے بعض لوگ اس حال تک پہنچ گئے ہیں کہ جسے دیکھ کر غیرت مند موحد مسلمان کے آنسو بہہ نکلتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

تمام اہل اسلام پر بالعموم اور مسجد حرام کا قصد و ارادہ کر کے زادِ سفر باندھنے والوں پر خصوصاً فرض ہے کہ صرف اللہ تعالی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کی عمدہ مثال بنیں۔ بدعات، خواہشاتِ نفس کی غلامی اور گمراہ کن خیالات و منحرف افکار سے دور رہیں اور اعتدال و اوسط درجے پر فائز حقیقی منہج اسلام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط و اعتدال بنایا ہے۔" (البقرہ: 43)

امن و امان حرمین شریفین:

برادرانِ عقیدہ! یہ مقامات مقدسہ جہاں آپ یہ گنے چنے، معلوم و معروف اور برکت والے دن گزار رہے ہیں، انہیں اللہ تعالی نے بعض ایسے خصائص و امتیازات سے نواز رکھا ہے جو کسی دوسرے مقام کو عطا نہیں کئے گئے ہیں اور ان خصائص میں سے سب سے اہم خصوصیت ان مقامات کو عطا کردہ نعمت امن و امان اور سکون و اطمینان ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا﴾

"اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا۔" (البقرہ: 125)

ایک جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا﴾

"اور جب (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! اس بلد خانہ کعبہ کو مقام امن و امان بنا دے۔" (ابراہیم: 35)

یہ امن ربانی ایک معجزہ الٰہی ہے جس کے سامنے کسی بھی علاقے کو اتنا پر امن بنانے کی تمام تر کوششیں بے کار ہیں۔ اور اس علاقے کا یہ امن و امان قیامت تک کے لئے بحال رہے گا اور یہ اس امن والے ملک سے کبھی کسی بھی حالت میں معدوم و مفقود نہیں ہونے پائے گا اور جس نے اس کے امن کو تہہ و بالا کرنے اور بدامنی پھیلانے کی کوشش کی اسے اللہ تعالی دردناک عذاب و سزا میں مبتلا کر دے گا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

"اور جو اس (بلد امین) میں شرارت سے الحاد و کجروی (وکفر) کرنا چاہے اسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔" (الحج: 25)

جب اس کی گھاس پھوس نہیں اکھاڑی جا سکتی، اس کی کانٹے دار جھاڑیاں بھی نہیں کاٹی جا سکتیں، اس کے جانوروں کا شکار نہیں کیا جا سکتا، اس کے پرندوں اور جانوروں کو ہراساں کر کے بھگایا نہیں جا سکتا اور نباتات و جمادات ہر چیز امن و استقرار اور دائمی سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال ہے تو کسی مسلمان کے لئے کوئی خطرہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جس کا خون و آبرو اور مال ناحق طور پر لینا حرام کیا گیا ہے۔

اسلام! پیامبر امن:

اللہ آپ لوگوں کی حفاظت فرمائے! اس امن عام کو دیکھ لینے کے بعد آپ اسلام کی دعوت امن و سلامتی، رحم و کرم، شفقت و محبت، معافی تلافی، اور گٹھ جوڑ و پیار سے بڑھ کر کوئی دعوت نہ پائیں گے، اور اسلام سے بڑھ کر انسانی حقوق کا رکھوالا کسی کو نہ دیکھیں گے۔ جبکہ دور حاضر میں پوری دنیا ہی قلق و اضطراب، پریشانی و ہراس، تشدد و خوف، رعب و تخریب کاری اور دہشت گردی کی کاروائیوں کے ہاتھوں تنگ آئی ہوئی ہے۔ صہیونی طاقتیں جو ظالمانہ کاروائیاں مسلم ارض فلسطین اور مسجد اقصی کے قریب کر رہی ہیں وہ دہشت گردی کی ایک خونچکاں داستاں ہے اور وہ جس دیوار کی تعمیر کے لئے کوشاں ہیں وہ عصبیت و عنصریت اور رنگ و نسل کے امتیاز کا منہ بولتا ثبوت بلکہ اس کی بدترین تصویر ہے اور مختلف معاشروں کے مابین حقد و حسد اور نفرت کی خلیج پیدا کرنے والی ہے اور مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کے خلاف شرارتوں کے اجراء مسلسل کی دلیل ہے۔

نہ سودے بازی نہ دست برداری:

یہ بات بھی ذہنوں سے دور نہیں جانی چاہیے کہ حرمین شریفین کا تقدس اور حرم و حجاج کا امن و امان ان اساسی و بنیادی اور امتیازی مسائل اور قواعد و ثوابت سے ہے جن میں کوئی سودے بازی اور مناقشہ و مناظرہ قبول نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان میں سے کسی چیز سے دست برداری کی جا سکتی ہے اور یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ حج اور ان مقامات مقدسہ کو گالی گلوچ اور نعرے بازی کا اکھاڑہ بنا دیا جائے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾

"حج کے مہینے معروف و معلوم (معین) ہیں جو شخص ان میں اپنے اوپر حج کی ادائیگی لازم کرلے تو وہ حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی برا کام (گناہ) کرے اور نہ کسی سے جھگڑے۔" (البقرہ:197)

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔

"جس نے حج کیا اور (اس کے دوران) کوئی شہوانی حرکت نہ کی اور نہ ہی کوئی برا کام کیا وہ حج سے (گناہوں سے پاک ہو کر) یوں لوٹا جیسے اس دن تھا جب اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔"[1] (صحیح بخاری و مسلم)

خلوص نیت:

[1] صحیح مسلم:1350۔

اس عظیم فضیلت کو پانے اور اس اجر عظیم کو حاصل کرنے کے لئے بابرکت حاجی کو چاہیے کہ وہ پورے خلوص نیت سے اس رکن کو ادا کرنے، ریاکاری و دکھلاوے کو قریب بھی نہ آنے دے۔ روحانی صفائی اور نفسیاتی استعداد سے فائدہ اٹھائے اور اس عظیم رکن کی ادائیگی کو اللہ کے قرب واطاعت میں سرانجام دینے کی کوشش کرے اور ذکر الٰہی سے اپنی زبان تر رکھے۔

مناسک حج کی تعلیم حاصل کرنا:

حجاج کرام! برادران اسلام! خیر وبھلائی اور احترام واکرام آپ کا ہمیشہ مقدر بنے رہیں ہر حاجی کو اس بات کی خوب کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ وہ مناسک حج کی ادائیگی کی تیاری کرے اور علم نافع حاصل کرے، اس کے مسائل واحکام کو سمجھے اور جو مسئلہ اس کے لئے مشکل ہو اسے اہل علم سے پوچھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ اخلاق حسنہ، عادات کریمہ اور آداب عالیہ ومستقیمہ کو اپنائے رکھے اور ہر اس حرکت وفعل سے باز رہے جو اخلاقی حدود سے خارج اور اللہ کے مقام ومرتبہ میں گستاخی بنتی ہو۔ یا اس کے بندوں کے لئے بے ادبی بنے اور انہیں ظاہری یا معنوی کسی طور پر بھی اذیت پہنچانے کا باعث بنتی ہو۔

ذکرِ الٰہی وتلاوت قرآن:

بابرکت وصاحب عزت وتکریم حاجی کو اس بات پر بھی بھرپور توجہ دینی چاہیئے کہ اس کا دل ہر وقت اللہ کی طرف لگا رہے نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہے، قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرے اور اللہ کا بکثرت ذکر کرتا رہے اور وہ جس مقصد کے لئے آیا ہے اسی میں مصروف و مشغول رہے۔

اے مومنو! حج کے روشن چراغ سے ہم نے یہ چند کرنیں آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں اور حجاج کی بعض صفات وامتیازات کا تذکرہ کر دیا ہے جو کہ سب کے لئے یاد دہانی ونصیحت اور دستور ومنہاج ہیں۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا:

امت اسلامیہ کو چاہیے کہ وہ اس عظیم رکن اسلام اور فریضۂ دین سے وحدت واتفاق، عزت نفس وخودداری کا درس حاصل کرے۔ اس سے الفت ومحبت، اخوت وبھائی چارے، مودت ومحبت اور صفائی قلب وطہارت ضمیر کے معانی سیکھے۔ کیونکہ وہ سب الگ الگ ممالک، مختلف زبانوں اور دور دراز علاقوں سے ہونے کے باوجود سب یکجا جمع ہوتے ہیں جبکہ حج اور اس کی روحانیت اور اس کے مؤثر دروس وعبرتیں اس امت کی تمام کمزوریوں اور ہر بیماری کا بہترین وکامیاب علاج ہیں اور انہی میں اختلافات ونزاعات کی تیز دھار رو کا مقابلہ کرنے کا دم خم بھی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾

"اور باہم تنازعہ واختلاف نہ کرو ورنہ تم ناکام (بزدل) ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (اقبال جاتا رہے گا)"۔ (الانفال:46)

اور یہ حج ہی اس امت کو اس کی عزت وعظمت رفتہ کی بازیابی اور اس کی اصل تہذیب تک پہنچانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

تعظیم وتوقیر مناسک:

حجاج کرام! اس فریضۂ حج کے تمام مناسک کو پوری تعظیم وتوقیر کے ساتھ ادا کریں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾

"اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں تعظیم کرے تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیز گاری وتقوی میں سے ہے۔" (الحج:32)

اور اس کے نبی ﷺ کے عطا کردہ مسنون طریقہ سے ادائیگی کا اہتمام کرے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ، فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هَذِهِ۔

"مجھ سے اپنے مناسک حج سیکھ لو۔"[1]

نواقض سے احتراز:

حج کے نواقض سے بچیں جو کہ اسے فاسد و برباد کر دیتے ہیں اور اس کے ارکان وواجبات، آداب واحکامات کے نواقض سے بھی بچتے رہیں جن سے ثواب کم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالی مقاصد اور نیتوں کو جاننے والا ہے اور اسی سے ہماری دعاء ہے کہ وہ آپ سب کے حج کو مبرور ومقبول بنائے، آپ کی سعی بین الصفا والمروہ کی قدر کرے، آپ کے گناہوں کو بخشے اور وہ آپ سب کو صحیح وسالم، روحانی ومادی فوائد وغنیمتوں سے مالا مال کرے، اجر وثواب عطا کرکے اور گناہوں سے پاک کرکے اپنے اپنے ملکوں تک واپس پہنچائے وہی ایسی بہترین ذات ہے جس سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے اور وہ صاحب جود وکرم ذات ہے جس سے ان امور کی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

اللہ والو! اللہ کا تقوی اختیار کرو، اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرو، اس کی شکر گزاری کرکے اس کا قرب حاصل کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو خصوصا ان فضیلت وبرکت والے دنوں اور ان مقامات مقدسہ ومبارکہ میں تو اللہ کی نافرمانی نہیں ہونی چاہیے۔

فضائل عشرہ ذوالحج:

احباب گرامی! برادران اسلام! ماہ ذوالحج کا یہ عشرہ اولی ہمارے لئے اللہ کے احسانات عظیمہ اور انعامات کبیرہ میں سے ہے جس کی شان بہت ہی عظیم اور قدر ومنزلت بہت ہی بلند ہے اور ان کی اللہ تعالی نے اپنے کلام مقدس میں قسم کھائی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿وَالْفَجْرِ [1] وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾

"قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔" (الفجر:1-2)

امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: "ان سے مراد عشرہ ذوالحج ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس وابن زبیر رضی اللہ عنہم، مجاہد اور بہت سارے علماء سلف وخلف نے کہا ہے اور یہی صحیح بھی ہے۔[2] اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ﴾

"اور وہ اللہ کا ذکر کریں معلوم ومعروف (معین) دنوں میں۔" (الحج:28)

قران میں ان ایام کی فضیلت اور انہیں غنیمت موقع سمجھنے کی تاکید بکثرت آتی ہے۔

---

[1] صحیح مسلم:1297۔

[2] تفسیر ابن کثیر:4/506۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِي هَذِهِ. قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ۔

"کوئی بھی دن ایسے نہیں جن میں کیا گیا کوئی عمل ان ایام (عشرہ ذوالحج) میں کئے گئے عمل سے اللہ کو زیادہ محبوب ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنے مال وجان دونوں کو لے کر میدان میں نکلا اور ان میں سے کچھ بھی واپس نہ لایا۔"[1] (صحیح بخاری)

اللہ اکبر! یہ کتنی بڑی فضیلت ہے۔ یہ خیرات و برکات عامہ کا سیزن ہے ان دس مبارک دنوں میں روزہ، قیام، صدقہ، غریبوں کو کھانا کھلانا، والدین سے حسن سلوک، صلہ رحمی، حمد وثناء، لاالہ الااللہ کہنا، تلاوت قرآن، حق کی تلقین اور صبر کی وصیت و تاکید اور دعوت و تبلیغ جیسے تمام نیک کاموں کی کثرت مستحب ہے اور حجاج کرام سے حسن سلوک ان پر رحم و کرم کرنے اور ترس کھانے، ان کی خیر خواہی کرنے اور ان کی بھلائی چاہنے کی تو سخت تاکید ہے۔ کیونکہ ساری دنیا کے لوگوں سے وہ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں لہٰذا ان کی عزت و احترام کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور ان کے حقوق کی ادائیگی ہماری ذمہ داری ہے۔ خصوصاً حج وعمرہ کے لئے بنائے قافلوں اور کاروانوں کے کارپردازوں کو چاہیے کہ ان امور کا لحاظ وخیال رکھیں۔

اے مومنو! ان مواقع کو غنیمت سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھانے میں دیر نہ کریں اور نہ ان عظیم موسموں کو ضایع کریں، یہ چند روز ہی تو ہیں مگر ان میں بڑے بڑے جلیل القدر اعمال پائے جاتے ہیں۔

تکبیرات وذکر الٰہی:

ان ایام میں تکبیریں کہنا بھی مستحب ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّكْبِيرِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّسْبِيحِ۔

"ان دنوں میں تکبیرات، لاالہ الااللہ، اور الحمدللہ بکثرت کہیں۔[2]

امام بخاری کہتے ہیں: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا

"حضرت ابن عمر وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بازار کی طرف نکل جاتے اور تکبیریں کہتے جاتے اور لوگ بھی ان سے مل کر تکبیریں کہنے لگتے۔" (الله اکبر الله اکبر، لا اله الا الله، والله اکبر الله اکبر، ولله الحمد)۔ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اور ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔[3]

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

---

[1] صحیح بخاری:969۔

[2] مسند احمد:2/75۔

[3] صحیح بخاری:969۔

حج: دروس، بصائر وعبرتیں۔فضائل وبرکتیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ

1424/12/8ھ، 2004/1/30ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو کیونکہ ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ [1] يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ﴾

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت ہی سخت چیز ہے۔جس دن تم اسے دیکھو گے کہ تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھی بھول جائیں گی اور تمام حمل والی عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور لوگ تمہیں دیوانے نظر آئیں گے مگر وہ دیوانے ومتوالے نہیں ہونگے بلکہ (عذاب دیکھ کر) مدہوش و بیہوش ہو رہے ہوں گے، بیشک اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔" (الحج:1-2)

مبارک و بشارت ہو:

اے حجاج بیت اللہ! اللہ سے اجر وثواب پانے کے لئے اس کی اطاعت وعبادت کر کے اس کا قرب حاصل کرو اور اس کے عذاب وغضب کے اسباب کا ارتکاب کرنے سے بچو۔آپ کا بیت اللہ شریف تک آپہنچنا آپ کو مبارک ہو اور مناسک کا آغاز کر دینا بھی آپ کے لئے باعث برکت ہو، آپ ایسے وقت پر حج اور اس کے ارکان ومناسک کی ادائیگی کا آغاز کر رہے ہیں جبکہ پوری دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کے دل بڑے شوق وجذبہ کے ساتھ اس گھر کی طرف دیکھ رہے ہیں۔جس نے اللہ کی رضاء وخوشنودی کے حصول کے لئے حج کیا اس کے لئے خوشخبری وبشارت ہے۔۔

اے حجاج کرام! آپ سب کے لئے خوشخبریاں کانوں میں رس گھول رہی ہیں، اللہ نے آپ کو بہت بڑی نعمت سے مالا مال اور رحمتوں سے نہال کر دیا ہے، اور اس کی رحمتوں کے کیا کہنے؟ وہ کل جب آپ لوگ میدان عرفات میں ہوں گے تو کہے گا:" جاؤ لوٹ جاؤ! میں نے تم سب کو بخش دیا ہے۔

مغفرت وبخشش:

حاجی کے لئے بشارت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ

" جس نے حج کیا اور عورتوں سے اختلاط نہ رکھا اور نہ ہی کوئی برائی وگناہ کیا۔وہ گناہوں سے یوں پاک ہو کر لوٹا جیسے کہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔"[1] (صحیح بخاری ومسلم)

یہ کتنا عظیم انعام ہے کہ جس سے مومنوں کے دل خوشی میں جھوم اٹھتے اور جسے پانے کے لئے راستے میں آنے والی تمام مشکلات اور تھکاوٹیں

---

[1] صحیح بخاری:1521۔

ہیچ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

حج کا اعلان خلیل:

اے حجاج کرام! آپ لوگ اس دعوت پر صدق دل سے لبیک کہتے ہوئے آئے ہیں جس کی صدائے بازگشت صدیوں سے مسلسل جاری وغیر منقطع ہے، جس میں اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: ﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾

"اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں، وہ آپ کے پاس پاپیادہ اور دبلی پتلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر دور دراز و دشوار گزار راستوں (علاقوں) سے چلے آئیں گے۔" (الحج:27)

خلوص و وفا کی یادگاریں:

آپ دنیا میں اللہ کے اس پہلے گھر خانہ کعبہ میں آئے ہیں جسے دو معزز و مکرم نبیوں نے مل کر تعمیر کیا تھا جو حضرت ابراہیم خلیل اور اسماعیل ذبیح علیہما السلام ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ شخصیت ہیں جنہوں نے ایوان شرک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور توحید کا غلغلہ بلند کیا حتی کہ انہیں اسی پاداش میں آگ میں پھینک دیا گیا مگر اللہ تعالی نے اس سے بچا لیا اور ان کی مدد فرمائی۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام وہ پسر تابعدار ہیں جنہوں نے اپنے رب کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی گردن ذبح ہونے کے لئے پیش کر دی مگر اللہ نے (دنبے کا فدیہ دے کر) ان کی جان بچالی اور ان کی قدر و منزلت کو بہت بلند کر دیا۔ ان دونوں باپ بیٹے نے اپنی زندگیاں اللہ کے سامنے پیش کر دیں یہاں تک کہ آگ میں ڈالے جانے اور ذبح کئے جانے کے آخری لمحات آگئے۔

رمز توحید و راہ نجات:

تو گویا یہ عظیم عمارت یہ کعبہ اللہ کی توحید کا رمز ہے اور یہ بیت اللہ شریف اللہ کی شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کر لینے کی ایک علامت ہے اسی طرح یہ خانہ کعبہ اللہ کے احکام و اوامر کی اتباع و پیروی کرنے اور اس کے نواہی و ممانعتوں کے سامنے سر جھکانے کی ایک نشانی ہے۔ اور یہی فتح و نصرت حاصل کرنے کا وہ راستہ ہے جس پر تمام انبیاء و رسل اور ان کے پیروکار چلتے گئے ہیں۔ عقیدہ توحید، اطاعت الٰہی، اتباع سنت اور شریعت کی اتباع و پیروی، انہی کا دوسرا نام ہے راہ نجات و نصرت ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ [30] حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ﴾

"بتوں کی نجاست و پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو، صرف ایک اللہ کے ہو کر رہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔" (الحج:30)

حج ایک تربیت گاہ:

مسلمانو! اے مہمانان رب رحمان! مناسک حج محض کوئی رسوم نہیں کہ جنہیں ادا کر دیا جائے اور محض چند مقامات کا نام نہیں کہ وہاں حاضری

دے دی جائے بلکہ حج ایک مدرسہ ہے، تربیت کا ادارہ ہے، ایک تاریخ ہے، کچھ یادگاریں ہیں اور خالص عبادت الٰہی ہے جس سے حاجی پر نورِ ایمان برستا ہے اور اسے اس کی عبادت کا پھل بھی ملتا ہے۔

۱) احساس وشعور فقر ومحتاجی:

جب حاجی صفا ومروہ کے مابین سعی کرتا ہے اور وادیء البطح (سبز میلوں کی درمیانی جگہ) کو تیزی کے ساتھ چل کر (بلکہ دوڑ کر پار کرتا ہے تو اس کے ذہن میں (حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا) فقر وفاقہ یاد کر کے اللہ کے سامنے تذلل وعاجزی اور انکساری وخاکساری کا جذبہ رونما ہو جاتا ہے اور اسے یہ شعور ملتا ہے کہ وہ بھی اپنے خالق ومالک اور اپنے رب کے در کا اتنا ہی محتاج وفقیر ہے جتنی کہ حضرت ہاجرہ تھیں جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ تھی، اس مشکل وقت میں اور کربِ عظیم کے عالم میں وہ صرف اللہ ہی کے در کی سوالی رہیں۔ دل میں اسی کا ڈر لئے صرف اسی سے مدد طلب کرتی رہیں اور بچے کی خاطر دیوانہ وار پانی کے لئے بھاگ دوڑ کرتی رہیں۔

۲) اطاعت گزار: اللہ کی حفاظت میں:

اسی طرح حاجی کو یہ بات بھی یاد آجاتی ہے کہ جو شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے اسے بھی اللہ تعالی ان کی طرح ضایع نہیں کرتا، نہ اس کے بال بچوں کو ضایع ہونے دیتا ہے اور نہ ہی اس کی دعاؤں کو رد کرتا ہے۔

کتاب وسنت کے مطابق حج:

اے حاجی! اللہ نے اپنے فضل وکرم سے جب آپ کو بیت اللہ کے حج کا موقع عنایت فرما دیا ہے اور اپنے گھر کی راہیں آسان کر دی ہیں تو بھرپور کوشش کریں کہ حج کے مناسک کو پوری طرح ادا کریں اور تمام اعمال وافعال حج کو اللہ تعالی کے احکام کی پیروی کرتے ہوئے ادا کریں، جس نے فرمایا ہے: ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾

"اور اللہ کے لئے حج وعمرہ پورا کرو۔ (البقرہ:196)

اور یہ اتمام حج وعمرہ یا انہیں پوری طرح ادا کرنا اللہ کے لئے خلوص نیت، اتباع سنت اور نبی ﷺ کی پیروی کے سوا ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ کی سنت کے عین مطابق حج وعمرہ ادا کریں، جنہوں نے ارشاد فرمایا ہے: لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ. فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هَذِهِ

"مجھ سے اپنے حج کے احکام ومسائل سیکھ لو۔"[۱]

اسی طرح حج کو اس کی تمام شرائط اور پورے واجبات کے ساتھ ادا کریں۔ اور کسی بھی کام کو شروع کرنے سے پہلے اس کے بارے میں اچھی طرح علم حاصل کر لیں اور جس کا علم نہ ہو اس کا آغاز کرنے سے پہلے اس کے بارے میں شرعی احکام اہل علم سے پوچھ لیں۔

احکامِ حج سیکھئے:

---

[۱] صحیح مسلم:1297۔

کتنے حجاج کرام وہ بھی جولاعلمی و جہالت میں ہی اللہ کی عبادت کئے جاتے ہیں نہ سیکھتے ہیں اور نہ ہی پوچھتے ہیں جبکہ یہ مناسک حج وعبادات کے سلسلہ میں ایک بہت لاپرواہی ہے کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ وہ ایک کام کر کے سوال پوچھتے ہیں. حالانکہ اگر انہوں نے اس کام کو کرنے سے پہلے پوچھ لیا ہوتا تو جس حرج ونقصان میں وہ مبتلا ہوئے ہیں وہ ان سے زائل ہو جاتا تھا۔ رخصتوں کو تلاش کرنا، اور مناسک حج وعمرہ کی ادائیگی میں لاپرواہی برتنا عیب ونقص ہے، لہٰذا اے حجاج کرام! اللہ سے ڈریں حج اور عمرہ کو مکمل طور پر ادا کریں۔

نواقض ونواقص سے اجتناب:

حج وعمرہ کو مکمل طور پر ادا کرنے میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ ہر اس چیز سے دور رہیں جو اس میں نقص پیدا کرنے والی ہے۔ چنانچہ لڑائی جھگڑا، عورتوں سے اختلاط وشہوانی حرکات، برائی وگناہ اور اللہ کے بندوں سے غرور وتکبر کے ساتھ پیش آنا، یہ سب امور سنت تو سنت خود قرآن کریم میں بھی منع قرار دیئے گئے ہیں۔ اور ان امور سے دور رہنا حج کی قبولیت اور حصول مغفرت وبخشش کی شرط ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾

”حج کے مہینے معلوم ومعروف (معین) ہیں اور جس نے ان میں حج کی نیت کر لی (اسے اپنے اوپر فرض کر لیا) اسے چاہیے کہ عورتوں سے اختلاط نہ رکھے، برائی وگناہ نہ کرے اور نہ لڑائی جھگڑا کرے، اور جو نیک کام تم کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہو جائے گا اور زاد راہ (خرچہ) ساتھ لے کر چلو، البتہ بہترین زاد راہ تو تقوی و پرہیزگاری ہی ہے اور اے اہل عقل وخرد! مجھ سے ڈرتے رہو۔“ (البقرہ:197)

مقاصد حج کے منافی افعال سے اجتناب:

اسی طرح یہ بھی ہرگز جائز نہیں کہ حج کو ایسے کاموں کا ذریعہ بنا لیا جائے جو کہ مقاصد حج کے منافی ہیں۔ حج کے دوران کوئی دعوت روا نہیں سوائے دعوت الی اللہ (تبلیغ شریعت) کے اور اس دوران کوئی شعار ونعرہ اختیار کرنا جائز نہیں سوائے شعار توحید وسنت کے کسی بھی شخص کے لئے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والا ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو کوئی اذیت وتکلیف پہنچائے یا اسے خوف زدہ و ہراساں کرے یا حج کو ان فاسد مقاصد کے لئے استعمال کرے جو کہ امام الانبیاء والرسل کی سنت کے مخالف ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

”اور جو اسی (حرم) میں شرارت والحاد (کفر وکجروی) کرنا چاہے اسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔“ (الحج:25)

۳) تہذیبِ نفس وتزکیہ:

اللہ والو! حج میں نفوس کی تربیت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے کہ انھیں خیر وبھلائی کے کاموں اور مکارم اخلاق کی تربیت دی جائے جیسے صبر وتحمل، عفو ودرگزر، معافی تلافی، اللہ کی راہ میں غریبوں پر خرچ کرنا، دوسروں سے حسن سلوک کرنا، ناواقف کو تعلیم دینا، خیر وبھلائی کی طرف دعوت دینا اور مسلمانوں کو نفع پہنچانا وغیرہ اعمال خیر وبر ہیں۔ اللہ کا قرب حاصل کرنے اور اس کی اطاعت بجالانے کے لئے مقرر فرمایا گیا ہے۔

اس حج میں تہذیب نفس، تزکیہ باطن اور نفس کی فضائل و اعمال صالحہ پر تربیت، اسے نقائص و عیوب سے پاک کرنا، اسے شہوت پرستی جیسی غلامی سے آزادی دلانا اور اسے اعلی مقامات اور بلند درجات کرامت تک اٹھالیجانا بھی پایا جاتا ہے۔

اس حج میں آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ آپ عام زندگی میں جس عیش وعشرت کو اپنے لئے انتہائی ضروری سمجھ بیٹھے ہیں وہ کوئی ضروری مجبوری ہرگز نہیں ہے۔ اور اس سے بآسانی چھٹکارا پایا جاسکتا ہے۔

۴) حسب ونسب نہیں عمل وعبادت:

اس حج کے دوران ہی اس بات کا احساس بھی پوری طرح ہوجاتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے سامنے فخر ومباہات اور اپنے آپ کو دوسروں سے بالا سمجھنا یہ تمام جھوٹے مظاہر ہیں کیونکہ آج اس حج کے دوران آپ دیکھیں گے کہ سارے کے سارے لوگ ایک ہی لباس میں ملبوس اور برابر ہیں اور قیامت کے دن بھی سب اسی طرح برابر ہونگے۔ یہ امور اور ان پر غور وفکر کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ زندگی کے بارے میں آپ اپنا نظریہ بدلیں اور دنیا کے ساتھ آپ کا معاملہ و تعلق صرف اتنا ہی رہے جتنے کی وہ مستحق ہے اس میں نہ جعل سازی رہے اور نہ ہی مبالغہ آمیزی۔

۵) درس اتحاد و اتفاق:

ایسے ہی جس طرح آج حج کے موقع پر تمام مسلمان ایک مقصد اور ایک ہی جگہ پر جمع ہوگئے ہیں۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان تمام مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق ہر وقت اور ہر جگہ پر ممکن ہے، ان کی صفوں کی شیرازہ بندی میں کبھی بھی اور کہیں بھی کوئی دقت نہیں ہے اور امت کی وحدت وشیرازہ بندی کے عنقریب وجود میں آجانے کی ہی اللہ تعالی سے امیدیں وابستہ کی جارہی ہیں.

۶) درس توحید:

مسلمانو! اے اللہ کے مہمانو! اللہ تعالی نے حج میں ایک بڑی واضح خوبی بھی رکھی ہوئی ہے اور وہی حج کا شعار ونعرہ ہے اور وہ ہے: ”اعلان توحید باری تعالی“ اور یہ شعار حج و اعلان توحید یہ تلبیہ ہے. (لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، ان الحمد و النعمة لك و الملك، لا شريك لك)

”میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بیشک ہر قسم کی تعریف صرف تیرے لئے ہے اور تمام نعمتیں بھی تیری ہی طرف سے ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔“

۷) بکثرت ذکر الٰہی:

سنن ابوداود، ترمذی اور مستدرک حاکم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللهِ۔

”بیت اللہ شریف کا طواف، صفا ومروہ کے مابین سعی اور جمرات کی رمی اللہ کا ذکر قائم کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔“[1] (ابوداود، ترمذی،

[1] ابوداود: 1888۔

وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)

اسی حدیث پر ہی بس نہیں بلکہ آیات حج پر غور وفکر کرنے والا شخص اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ وہ سب ذکر الہی کے حکم پر مشتمل ہیں جیسا کہ ارشاد الہی ہے:﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ﴾

”گنتی کے چند دنوں (ایام منی) میں اللہ کا ذکر کرو۔“ (البقرہ:203)

دوسری جگہ پر فرمایا ہے:﴿فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾

”جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر الحرام (مزدلفہ کی پہاڑی) کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔“ (البقرہ:198)

اور ایک تیسرے مقام پر فرمایا ہے:﴿فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ﴾

”اور جب تم اپنے مناسک واعمال حج پورے کرلو تو اللہ کا ذکر کرو۔“ (البقرہ:200)

لہذا تکبیرات (اللہ اکبر، اللہ اکبر) اور ذکر الہی سے فضاؤں میں غلغلہ مچادو، اللہ آپ کے درجات بلند کرے گا اور تمہارے گناہوں کو دھودے گا حج بکثرت تلبیہ پڑھنے، تکبیرات کہنے، ذکر الہی کرنے، دعائیں مانگنے، اور اللہ کے سامنے گڑگڑانے کا نام ہے، نفع کمانے والا صرف وہی ہے جو اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتا رہا، اس سے مناجات وسرگوشیاں کرتا رہا اپنے مولائے کریم کے سامنے عاجزی وخاکساری اختیار کیے رہا اور لایعنی وبے فائدہ کاموں میں اپنا وقت ضائع نہ کیا۔

۸) بکثرت دعائیں:

بعض مقامات ومواقع ایسے ہیں، جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکثرت دعائیں کیا کرتے تھے، مسلمان کو چاہیے کہ وہ بھی انہیں تلاش کرے اور ان میں بکثرت دعائیں کرے، ان میں سے یوم عرفہ اور خاص طور پر اس کا بھی آخری پہر، مزدلفہ میں نماز فجر کے بعد جب تک کہ صبح سپیدہ ءنور خوب پھیل نہ جائے، ایام تشریق میں پہلے جمرے پر رمی کرنے کے بعد اور دوسرے جمرے پر کنکریاں مارنے کے بعد، اسی طرح صفا ومروہ پر چڑھ کر دعائیں کرنا وغیرہ۔ (اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد)۔

۹) اہل علم کے لئے غنیمت موقع:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتے اور بار بار فرماتے رہے: ”مجھ سے اپنے مناسک وطریقہ حج سیکھ لو۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل مبارک تمام طلبہ واہل علم کے لیے بہترین نمونہ ہے، انہیں بھی چاہیے کہ لوگوں کو ان کا دین سکھلائیں، انہیں حق کی طرف راہنمائی مہیا کریں اور ان کے لئے نرمی وآسانی کریں۔ یہ حج کا موقع اہل علم کے لئے ایک غنیمت ہے کہ وہ امت مسلمہ کے لاکھوں لوگوں کو ان معاملات میں راہنمائی کریں جو ان کے لئے نفع آور ہیں اور جسے توفیق محبوب ہو اسے چاہیئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ وسنت کو اپنے اوپر لازم کرے۔ صحیح بخاری میں حدیث نبوی ہے: إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ، وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ

”دین بہت آسان وسہل ہے اور جو کوئی دین سے مقابلہ کرے گا اور زور ڈالے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا۔“ لہذا میانہ روی اختیار کرو

افراط وتفریط میں مبتلامت ہوجاؤ اور اللہ کا قرب تلاش کرو اور خوش ہوجاؤ اور صبح وشام کی نمازوں سے مدد لو اور کچھ رات کی نماز (تہجد) سے۔''[1]

۱۰) امت کی شیرازہ بندی:

اسلام کے عظیم مقاصد میں سے ہی مسلمانوں میں اتحاد واتفاق اور ان کے دلوں کو یکجا اکٹھے کرنا بھی ہے اور ان کی شیرازہ بندی بھی اغراض و مقاصد اسلام کا حصہ ہے۔

۱۱) نشر واشاعت حدیث:

منی کی مسجد خیف میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَبَلَّغَهَا ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرِ فَقِيهٍ ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ ، ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ ، وَالنَّصِيحَةُ لِوُلَاةِ الْمُسْلِمِينَ وَجَمَاعَتِهِمْ ، فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ۔

''اللہ اس شخص کو ہمیشہ تروتازہ اور خوش رکھے جس نے میری حدیث سنی اور اسے آگے پہنچایا کیونکہ کئی حاملین فقہ خود فقیہہ نہیں ہوتے اور کئی حاملین فقہ اپنے سے بھی زیادہ عقل وفقہ والے تک بات کو پہنچا دیتے ہیں۔تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر مومن کا دل خیانت نہیں کرتا، اللہ کے لئے اخلاص فی العمل، مسلمانوں کے اولیاء امور وحکام کی نصیحت وخیر خواہی، اور مسلمانوں کی جماعت میں ہمیشہ شمولیت۔ان کی دعائیں انہیں ان کے پیچھے سے محفوظ کئے رکھتی ہیں۔''[2] (ابن ماجہ، بسند صحیح)

حج مقبول ومبرور:

مسائل واحکام اور دروس حج میں سے یہ چند جھلکیاں اور نوری کرنیں تھیں اور ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان کی روشنی سے استفادہ کرے تاکہ اس کا حج مبرور ومقبول ہوسکے اور وہ اس عظیم فوز وفلاح اور کامیابی کو پاسکے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔

''جس نے اس بیت اللہ شریف کا حج کیا اور عورتوں سے اختلاط نہ کیا نہ ہی کوئی برائی وگناہ کیا، وہ گناہوں سے یوں پاک ہوکر لوٹا جیسے کہ اس دن تھا جس دن اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔''[3] (صحیح بخاری ومسلم)

اور صحیح مسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ۔

''ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مقبول ومبرور کی جزاء وبدلہ تو صرف جنت ہی ہے۔''[4] (صحیح مسلم)

[1] صحیح بخاری:39۔
[2] ابن ماجہ:3056۔
[3] صحیح بخاری:1521۔
[4] صحیح مسلم:1349۔

اللہ تعالیٰ آپ کے حج کو مبرور ومقبول بنائے، آپ کی سعی کی قدر دانی کرے اور آپ کے گناہ معاف کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

”اور (قیام منیٰ کے) دنوں میں جو گنتی کے دن ہیں، اللہ کا ذکر کرو، اگر کوئی جلدی کرے اور دو ہی دن میں چل دے تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو بعد تک ٹھہرا رہے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں یہ باتیں اس شخص کے لئے ہیں جو اللہ سے ڈرے اور تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم سب اس کی پاس جمع کئے جاؤ گے۔“ (البقرہ:203)

مختصر طریقہ ومناسک حج:

۸/ ذوالحج، یوم ترویہ کی صبح حج کرنے والے احرام باندھنے اور پھر منیٰ کی طرف چلے جاتے ہیں، اور وہاں نماز ظہر قصر کرکے (دوگانہ) اس کے وقت پر ادا کرتے ہیں، اور پھر عصر کو بھی اس کے وقت پر قصر کرکے ادا کرتے ہیں۔ پھر نماز مغرب اس کے وقت پر ادا کرے اور پھر نماز عشاء بھی اس کے وقت پر قصر کرکے (دوگانہ) ادا کرے، اور یہ رات منیٰ میں ہی گزارے اور جب نماز فجر ادا کرلے اور 9/ ذوالحج کا سورج طلوع ہو جائے تو میدان عرفات کی طرف روانہ ہو جائے۔ وہاں نماز ظہر وعصر قصر کرکے اور دونوں کو جمع کرکے نماز ظہر کے وقت میں ادا کرے، اور پھر میدان عرفات میں ہی ٹھہرا رہے اور اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرتا رہے، اللہ کے سامنے عاجزی وخاکساری اختیار کئے رہے۔ اس سے دنیا وآخرت کی خیر وبھلائی مانگتا رہے اور اس عظیم موقع پر (وقوف عرفات کے دوران) اللہ سے الحاح وزاری اور گڑگڑا کر دعائیں مانگے اور اس سے امیدیں لگائے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق: الْحَجُّ يَوْمُ عَرَفَةَ۔

”وقوف عرفہ ہی دراصل حج ہے۔“[1] (سنن اربعہ، مسند احمد، ابن حبان، ابن خزیمہ، دارقطنی، بیہقی، مستدرک حاکم، طیالسی)

اور نبی ﷺ نے ہی ارشاد فرمایا ہے: خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

”بہترین دعاء یوم عرفہ میں کی گئی دعاء ہے اور وہ بہترین ذکرو دعاء جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام نے کی ہے وہ یہ ہے“. (لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)

اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، تمام بادشاہی اور ہر طرح کی تعریف اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“[2] (ترمذی، مسند احمد، بیہقی، ان ابی شیبہ، موطا امام مالک، مصنف عبدالرزاق، شرح السنہ بغوی)

عرفات: میدان رحمت ومغفرت:

رحمت ومغفرت کے میدان، میدان عرفات میں دلوں کو نرم اور ان میں اللہ کا خوف وخشیت پیدا کی جائے، آنکھیں آنسو بہائیں، تو گناہ و

---

[1] ابوداؤد: 1949۔

[2] ترمذی: 3585۔

کوتاہیاں کم کی جاتی ہیں، درجات بلند کئے جاتے ہیں اور اللہ تعالی فرشتوں سے کے سامنے حجاج پر فخر کرتا ہے اور انہیں کہتا ہے: " إِنَّ اللهَ يُبَاهِي بِأَهْلِ عَرَفَاتٍ قَالَ : يَقُولُ : مَلَائِكَتِي انْظُرُوا إِلَى عِبَادِي جَاءُونِي شُعْثًا غُبْرًا مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ "

" دیکھو! میرے بندوں کی طرف دیکھو، یہ پراگندہ بال اور خاک آلود وخستہ حال دنیا کے ہر کونے اور دشوار گزار راستوں سے ہوتے ہوئے میرے پاس آئے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا ہے۔"[1] (ابن حبان، ابن خزیمہ، بزار، شرح السنہ بغوی)

یوم عرفہ کے روزہ کا ثواب:

جو شخص حج نہ کر رہا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ یوم عرفہ کا روزہ رکھے، اور اس بات کی امید رکھے کہ اللہ اس کے دو سالوں گزشتہ و آئندہ کے گناہ معاف کر دے گا۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ارشاد نبوی مذکور ہے: صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ ۔[2] (صحیح مسلم، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، بیہقی، مسند احمد)

اور صحیحین میں ارشاد نبوی ہے: مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ ۔

" یوم عرفہ کے دن سے زیادہ لوگ کسی بھی دوسرے دن میں نار جہنم سے آزادی نہیں پاتے۔ "[3] (صحیح بخاری و مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، مستدرک حاکم)

مزدلفہ میں شب گزاری:

جب 9/ ذوالحج کا سورج غروب ہو جائے تو میدان عرفات سے پورے سکون و وقار کے ساتھ مزدلفہ چلے جائیں اور وہاں پہنچ کر مغرب وعشاء کی نمازیں قصر کر کے اور نماز عشاء کے وقت میں دونوں کو جمع کر کے ادا کریں۔ اور قصر صرف عشاء میں ہی ہوگی اور یہ رات مزدلفہ میں ہی بسر کریں اور وہیں نماز فجر ادا کریں اور نماز فجر کے بعد بکثرت ذکر الٰہی و دعاء کریں، یہاں تک کہ صبح کی سپیدی خوب پھیل جائے تب سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی منی کی طرف روانہ ہو جائیں۔ البتہ عورتوں بچوں اور دوسرے کمزور لوگوں (بوڑھوں وغیرہ) کے لئے جائز ہے کہ وہ آدھی رات کے بعد مزدلفہ سے منی کی طرف روانہ ہو جائیں اور یہ وقت چاند کے غروب ہونے کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے۔

10/ذوالحج (یوم نحر) کے اعمال:

حاجی جب منی پہنچ جائے تو جمرہ عقبہ (کبری) کو پے در پے سات کنکریاں ایک ایک کر کے مارے اور ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہے۔ اب اگر اس پر (قران وتمتع کی وجہ سے) قربانی واجب ہے تو قربانی کرے، پھر سر منڈوائے یا بال چھوٹے کروائے جبکہ سر منڈوانا ہی افضل ہے۔ اس کے بعد وہ اگر ممکن ہو تو 10/ ذوالحج (یوم عید) کو ہی بیت اللہ شریف کی طرف روانہ ہو جائے ورنہ اگلے دن سہی اور وہاں جا

---

[1] صحیح ابن خزیمہ: 2839۔
[2] صحیح مسلم: 1162۔
[3] صحیح مسلم: 1348۔

کروہ طواف افاضہ، (طواف زیارہ، طواف حج) کرے اور اگر حج قران یا افراد نہیں کر رہا تو صفا و مروہ کے مابین سعی بھی کرے اور وہ قران یا افراد کر رہا ہے اور وہ حج سے قبل طواف قدوم و عمرہ کے ساتھ سعی کر چکا ہے تو اسے وہی سعی کافی ہے اور اگر کسی سے یوم نحر (10 ذوالحج) کے اعمال میں سے کوئی عمل مقدم و مؤخر (آگے پیچھے) ہوگیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ایام تشریق کی راتیں اور رمی جمرات:

طواف وسعی کے بعد دوبارہ منی کی طرف لوٹ جائے اور ایام تشریق (11، 12، 13 ذوالحج) کی راتیں وہیں گزار دے اور ہر روز زوال آفتاب (سورج کے سر سے ڈھلنے) کے بعد تینوں جمرات پر رمی کرے، اب اسے اجازت ہے، چاہے تو دو ہی دن میں جلدی کر کے لوٹ جائے اور اگر چاہے تو 13 ذوالحج کی رمی تک رک جائے اور یہ رکنا ہی افضل ہے، اب اس کا حج مکمل ہے سوائے اس کے مکہ مکرمہ سے روانگی سے قبل صرف طواف وداع کرنا باقی ہے۔

دوسروں کے لئے خلوص ومحبت اور نرمی:

جو کچھ آپ کرتے ہیں اور جو کچھ آپ چھوڑتے ہیں ہر معاملہ میں اللہ کا تقوی اختیار کریں، اپنے اعمال و مقاصد میں اپنی نیتوں کو اللہ کے لئے خالص کرلیں، نبی اکرم ﷺ کی سنت وطریقہ کی پیروی کریں اور ہر اس قول وفعل سے بچیں جو حج کو داغدار کرنے والا یا اس کا ثواب کم کرنے والا ہے اور سکون ونرمی کو اختیار کئے رہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں سے شفقت ومحبت اور رحم وکرم سے پیش آئیں خصوصاً اژدہام کے اوقات و مقامات پر مثلاً طواف و رمیء جمرات کے وقت اور مسجد حرام کے دروازوں پر اور عبادت کی عظمت اور اس مقام کی جلالت شان کا شعور و احساس کریں۔

چند دعائیں:

اے اللہ! تو نے ہی ہمیں حج بیت اللہ کی نعمت سے نوازا ہے اور اپنی دوسری بڑی بڑی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے، تیرے یہ بندے تیری نداء پر لبیک کہتے ہوئے آگئے ہیں اور تیری رحمتوں کے امیدوار ہیں، اے اللہ! ان کے لئے ان کا حج آسان کر دے، انکے گناہ معاف کر دے، ان کے مناسک حج وعبادت کو قبول فرما، اے اللہ! تمام حجاج کرام اور عمرہ کرنے والوں کی حفاظت فرما اور انھیں اپنے مناسک پورے کرنے کی توفیق سے نواز اور ان سے قبول بھی فرما اور انہیں ان کے ملکوں کی طرف صحیح وسالم اور غنیمتیں پانے والے بنا کر بھیج دے۔ اے حیّ وقیوم اے صاحب جلال واکرام! اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرما، شرک اور مشرکوں کو ذلیل کر، دشمنان دین کو تباہ کر دے اور اس ملک اور تمام ممالک اسلامیہ کو امن واطمینان کا گہوارہ بنا دے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

آدابِ حج

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

15/12/1424ھ، 6/2/2004ء

حمد وثناء کے بعد!

لوگو! میں آپ لوگوں کو اور اپنے آپ کو تقوی اختیار کرنے کی تاکید و وصیت کرتا ہوں یہی سفر آخرت کے لئے بہترین زاد راہ ہے اور اللہ تعالی کے بعد یہی قابل اعتماد و بھروسہ سہارا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اے عقل والو! اللہ ڈرو تا کہ تم فلاح و کامیابی پاجاؤ۔" (المائدہ:100)

اداء مناسک پر شکران نعمت:

حجاج بیت اللہ کرام! اللہ تعالی نے آپ کو ان مناسک و اعمال حج کی ادائیگی کی توفیق دے کر آپ کو بڑی نعمت سے نواز دیا ہے، آپ نے میدان عرفات میں وقوف کیا، مزدلفہ میں رات بسر کی، جمرات میں رمی کی، قربانیاں ذبح کیں اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور ایسی راتیں اور دن گزارے کہ جن میں آپ مناسک مشروعیہ اور اعمال صالحہ سر انجام دیتے اور ان کے سرچشموں سے سیراب ہوتے رہے۔ آپ کا یہ مناسک حج عمرہ کو ادا کر لینا آپ کو مبارک ہو اور آپ کا ان مقامات مقدسہ میں حاضر ہونا بھی باعث سعادت ہو، یہ بہت بڑی نعمت ہے جو منعم حقیقی و خالق کائنات کے بھرپور شکر ادا کرنے کا تقاضا کرتی ہے جس کا طریقہ بکثرت ذکر الٰہی ہے۔ اسی طرح صرف اس سے دعائیں کرنے کے لئے اسی کی طرف رجوع کرنا اور اس کے ساتھ اس سلسلہ میں کسی دوسرے کو اس کا شریک نہ کرنا، تا کہ اللہ تعالی کے اس ارشاد پر عمل ہو جائے جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ[200] وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

"جب تم مناسک حج کی تکمیل کر چکو تو اپنے رب کا اتنا ذکر کرو جیسا کہ تم آباء و اجداد کا ذکر کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اللہ کا ذکر کرو، لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں ہی دے دے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور لوگوں میں سے ہی وہ بھی ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی و نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی سے نواز دینا، اور ہمیں نار جہنم سے بچا دینا۔" (البقرہ:200)

مناسک حج کی ادائیگی کے بعد اللہ تعالی نے اس طرح ذکر کرنے کا حکم فرمایا ہے، کیونکہ سابقہ اہل دور جاہلیت موسم حج میں کھڑے ہو جاتے اور ان میں سے کوئی شخص کہتا کہ میرا باپ کھانا کھلایا کرتا تھا۔ جن پر دیت (خون بہا) آجاتا، وہ ان کی طرف سے دیت ادا کرتا تھا۔ اور دوسروں کے تاوان ادا کیا کرتا تھا۔ وہ صرف یہی ذکر کیا کرتا تھا کہ اپنے باپ داداؤں کے گن گانے چلا جاتا، اس پر نبی اکرم ﷺ پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی تھی۔

بکثرت دعائیں کرنے کی ترغیب:

اس کثرت ذکر کے بعد اللہ تعالی نے اس آیت میں اس سے دعائیں کرنے کی طرف راہنمائی کی ہے کیونکہ یہ وقت دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہے، اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالی نے ان لوگوں کی سخت مذمت فرمائی ہے جو اس سے صرف دولت دنیا کا ہی مطالبہ وسوال کرتے ہیں اور آخرت کی نعمتوں سے اعراض و روگردانی کا رویہ اپناتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ فَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنۡيَا وَمَا لَهُ فِي الۡآخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ﴾

لوگوں میں سے کوئی یہ کہتا ہے کہ ہمارے رب ہمیں جو دینا ہے دنیا میں ہی دے دے اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔" (البقرہ:200)

اس مذمت کا سبب یہ ہے کہ دورجاہلیت میں لوگ یوں کرتے کہ جب وقوف عرفات ومزدلفہ کرتے تو یہ دعائیں کیا کرتے تھے، اے اللہ! اس سال کو بارشوں کا سال بنادے، اے اللہ! اس سال کو خوبصورت بچوں کا سال کردے۔ وہ آخرت کے معاملہ کا تذکرہ تک نہ کرتے تھے۔ اسی پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔

دنیا وآخرت کی جامع دعائیں کرنا:

اس کے بعد اللہ تعالی نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو دنیا وآخرت دونوں جہانوں کی دولتوں اور نعمتوں کو یکجا کرکے مانگتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَمِنۡهُم مَّنۡ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَفِي الۡآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

"اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں دنیا کی دولت اور آخرت کی نعمت سے نواز اور ہمیں نار جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔" (البقرہ:200)

اس دعاء میں دنیا کی ہر خیر وبھلائی کو جمع کر دیا گیا ہے اور ہر شر و برائی کو دور کرنے کا مطالبہ آ گیا ہے۔ اس دعاء میں خیر وعافیت، وسیع رزق، علم نافع، عمل صالح اور شکر باری تعالی سب شامل ہیں یہ سب اس دنیا کی دولتیں ہیں۔ اور آخرت کی نعمت جنت میں داخلہ، اللہ رب العزت کے رخ انور کا دیدار، خوف وگھبراہٹ سے امن، حساب وکتاب میں آسانی اور دوسرے امور ہیں۔ جہاں تک ارشاد الہی (وقنا عذاب النار) کا تعلق ہے کہ: ہمیں نار جہنم کے عذاب سے بچا۔" اس کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا میں اس کے اسباب میں آسانی حاصل ہو، مثلا اپنی زندگی میں اسلامی وشرعی نظام کو نافذ کرنے، اللہ کی حرام کردہ اشیاء وامور سے اجتناب وبچاؤ، مشتبہ اشیاء وامور سے اجتناب وبچاؤ، مشتبہ اشیاء وامور اور مشکوک چیزوں کو چھوڑنا آسان ہو۔

سلف کے اقوال زرین:

بعض سلف صالحین امت کا کہنا ہے جسے شکر گزار دل، ذکر کرنے والی زبان اور صبر وقناعت کرنے والا جسم مل جائے وہ دنیا بھر کی دولتیں دے دیا گیا ہے اور اسے آخرت کی بھی تمام نعمتیں حاصل ہوگئیں اور عذاب جہنم سے بھی وہ بچا دیا گیا۔"

سزا کے مطالبے میں جلدی نہ کرنا:

حجاج کرام! یہ وہ دعاء ہے جو نبی اکرم ﷺ اکثر اوقات کیا کرتے تھے جیسا کہ مسند احمد میں اس کے بارے میں ایک صحیح حدیث موجود ہے:

اور صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے جس میں آیا ہے کہ: عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ كُنْتَ تَدْعُو بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ؟ قَالَ: نَعَمْ كُنْتُ أَقُولُ: اللَّهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُبْحَانَ اللهِ لَا تُطِيقُهُ أَوْ لَا تَسْتَطِيعُهُ أَفَلَا قُلْتَ: اللَّهُمَّ ﴿آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ قَالَ: فَدَعَا اللهَ لَهُ فَشَفَاهُ۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کی عیادت و مزاج پرسی کی جو کہ چوزے کی طرح نحیف و کمزور ہو چکا تھا۔ نبی اکرم ﷺ اس سے پوچھا: ”کیا تم اللہ سے کوئی چیز مانگتے یا کسی چیز کا سوال کرتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، میں یہ کہتا رہا ہوں: اللَّهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا

”اے اللہ! تو مجھے آخرت میں جو سزا دینا چاہتا ہے وہ اسی دنیا میں ہی دے دے۔“ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”سبحان اللہ! (اللہ پاک ہے) تم اس کی طاقت نہیں رکھتے ہو (کہ اس کا عذاب برداشت کر سکو)، تم نے یہ کیوں نہ کہا: ﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرہ:200)

اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی دولت و نیکی عطا کر اور آخرت میں بھی نعمت سے مالا مال کرنا اور ہمیں نارِ جہنم کے عذاب بچانا۔ راوی الحدیث کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کے لئے اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالی نے اسے شفاء عطا فرمائی۔“[1] (صحیح مسلم)

قدرے مشقت والی عظیم عبادت:

حجاج کرام! بیت اللہ شریف کا حج کرنے میں کچھ مشقت و تکلیف تو ضرور پائی جاتی ہے کیونکہ یہ بھی دیگر نوع بہ نوع سفروں میں سے ہی ایک سفر ہے اور سفر تو بذاتِ خود ایک مشقت والی چیز ہے اور اس میں خطرات کا بھی امکان ہوتا ہے، بلکہ نبی اکرم ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ہے

: السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ، فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ

”سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، یہ تم میں سے کسی کو کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے۔ پس جب کوئی شخص اپنی غرض کو پورا کر لے تو فوراً اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ جائے۔“[2] (صحیح بخاری و مسلم)

اس عظیم عبادت و مناسک حج میں دو مشقتیں یکجا ہو جاتی ہیں، ان میں سے پہلی تو سفر کی مشقت ہی ہے اور دوسری مناسک حج کی ادائیگی کی مشقت ہے کیونکہ مناسک حج کی بنیاد ہی ترکِ تعیش ہے جیسے ناخن نہ کاٹنا، بال نہ کاٹنا، خوشبو نہ لگانا، سر نہ ڈھاپنا، سلے ہوئے کپڑے نہ پہننا، اور

---

[1] صحیح مسلم:2688۔

[2] صحیح بخاری:1804۔

ایسے ہی دیگر امور جوکہ مشقت کی ایک قسم ہیں اور ان کے زیادہ ہونے سے اجر وثواب بڑھ جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔

اژدہام و دھکم پیل:

اس پر مستزاد یہ کہ حج کے موقع پر اژدہام اور دھکم پیل کا غالب امکان ہوتا ہے اور کبھی کبھی بعض ضرر ونقصان کا بھی احتمال ہوتا ہے اور مسلمانوں کے جم غفیر کے رمی جمرات کے لئے لپکنے سے بھی تکلیف پہنچ سکتی ہے کیونکہ خلقت بہت زیادہ ہوتی ہے اور جمرات کی جگہیں بہت چھوٹی چھوٹی ہیں اور ان بکثرت لوگوں کے لئے وہ کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے۔ لہٰذا وہاں نرمی، سکون اور آرام کی فضاء پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور حجاج کا آپس میں گہرا تعاون بھی ہونا چاہیئے جس کے نتیجہ میں سہولت وآسانی اور اتمام مناسک مکمل شکل میں ممکن ہو جاتے ہیں بعض مناسک حج کی ادائیگی میں اژدہام اور دھکم پیل کرنا مثلاً حجر اسود کے بوسہ، رمی جمرات، مسجد حرام کے راستوں کو بند کر کے بیٹھ جانا اور دیگر مشاعر مقدسہ کے راستوں کو روک بیٹھنا، یہ سب امور حجاج کے لئے باعث تشویش ہوتے اور خلل وحوادث کو جنم دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی وہ ہدایت معروف ہیں جو آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمائی تھیں کہ: حجر اسود پر اژدہام کرنے اور لوگوں کو دھکم پیل سے بچو، اگر کوئی راستہ موجود ہو تو بوسہ واستلام کرلو ورنہ اس کی طرف رخ کرکے (قبلہ رو ہو کر) اللہ اکبر کہتے ہوئے اشارہ کرو اور چلتے بنو اور وہاں دھکم پیل نہ کرو۔[1] (معجم طبرانی کبیر، مسند احمد، مصنف عبد الرزاق، بیہقی اخبار مکہ فاکہی وازرقی)

عمل صالح پر استمرار واستقامت:

حجاج کرام! خبردار رہو اور اللہ کا تقوی اختیار کئے رکھو حج کے بعد اپنے عمل پر استقامت وثابت قدمی سے جمے رہو، توبہ تائب ہو جاؤ اور اگر کوئی برائی ہو جائے تو اس کے بعد کوئی نیکی ضرور کرو تاکہ وہ برائی کو مٹا دے۔ حج کے مقبول ہونے کی علامت یہ ہے اور یہی حاجی اور عمرہ کرنے والے سے اللہ کی محبت اور اس کی خوشنودی کی دلیل ہے کہ وہ اطاعت پر اطاعت کئے چلا جائے۔ لہٰذا اے حاجی صاحب! توبہ نصوح نہ کرنے اور عمل صالح سے ہاتھ روک لینے سے بچ کر رہیں۔ بلکہ آپ اپنے اہل وعیال قوم اور قرابت ورشتہ داروں کے لئے بہترین نمونہ بنیں۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿30﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿31﴾ نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ﴾

”وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اسی پر ثابت قدم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور یہ بشارتیں دیتے ہیں) کہ تم کوئی خوف نہ کھاؤ اور نہ ہی کوئی غم کرو بلکہ اس جنت کی خوشخبری پاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم ہی تمہارے اس دنیا میں دوست ہیں اور ہم آخرت میں بھی تمہارے دوست ہونگے اور آخرت (جنت) میں تمہارے لئے ہر وہ نعمت ہوگی جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لئے وہاں ہر وہ چیز میسر ہوگی جو تم طلب کروگے۔ یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔“ (حم السجدہ: 30-32)

---

[1] معجم طبرانی کبیر: 5/80۔

سانحہ یوم عقبہ: (10 ذوالحج 1424ھ):

اے لوگو! اے حجاج بیت اللہ الحرام! یہ ایک مسلم بات ہے کہ تنگ جگہوں اور تنگ اوقات میں کسی جگہ پر دھاوا بول دینا اور دھکم پیل کرنا خطرات وحادثات کا سبب بن سکتا ہے اور/ 10 ذوالحج یوم نحر و یوم عقبہ میں جمرات پر جو موتیں واقع ہوئی ہیں یہ دراصل لوگوں کی کوتاہی و جلد بازی کرنے کا ہی نتیجہ ہیں اسی طرح ہمارے ذکر کردہ بعض امور میں کوتاہی ولاپرواہی بھی ان کا سبب بنے اور وہ امور رفق ونرمی، سکون و اطمینان، اورعدم جلد بازی ہیں اور جن امور میں وسعت ہے ان میں وسعت کو اختیار کرنا بھی انہی میں شامل ہے۔ان امور میں کوتاہی کی وجہ سے یہ موتیں واقع ہوگئیں۔اور جن کی موتیں واقع ہوئیں ہمارے خیال میں ان کا خاتمہ بالخیر ہوا کیونکہ ان کا انتقال احرام کی حالت میں ہوا اور جو شخص احرام کی حالت میں وفات پائے۔" وہ قیامت کے دن تلبیہ پکارتے (لبیک اللہم لبیک) کہتے ہوئے اٹھایا جائے گا"۔جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس آدمی کے بارے میں فرمایا تھا جو میدان عرفات میں اونٹنی سے گر کر احرام کی حالت میں ہی وفات پا گیا تھا: اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَلَا تُمِسُّوهُ بِطِيبٍ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا

"اسے پانی میں بیری کے پتے ملا کر غسل دو، اسے دو (احرام کی) چادروں میں ہی کفن دے دو، اسے کوئی خوشبو نہ لگاؤ اور اس کا سر بھی نہ ڈھانپو، یہ قیامت کے دن تلبیہ کہتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔"[1] (بخاری ومسلم)

اے اللہ! جمرہ عقبہ کی رمی کرتے وقت وفات پانے والے حجاج پر رحم فرما۔ان کے درجات ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند کر، اور ان کے پسماندگان میں سے کسی کو ان کا قائم مقام بنا اور ان سب کو بخش دے۔

اس واقعہ کے تناظر میں چند امور کا تذکرہ:

اس واقعہ کے بارے میں ہم چار نکات پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں:

1) **پہلا امر:** یوم عقبہ میں جو حادثہ رونما ہوا ہے اس کا سبب کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں کسی فتوی کا قصور وکوتاہی ہے بلکہ اس کا اصل سبب لوگوں کا دھکم پیل کرنا اور اہل علم بیان کر چکے ہیں کہ یوم عقبہ کا وقت یوم العید کی فجر کے طلوع ہونے سے شروع ہوتا اور اگلے دن کی فجر تک رہتا ہے۔اور عورتوں نیز کمزور لوگوں کو شب عید آدھی رات کے بعد اور فجر سے پہلے بھی رمی کرنے کی اجازت دی ہے۔یہ اس بات کی مزید تاکید کرتی ہے کہ یوم النفر الاول (12 ذوالحج) کو رمی کا وقت اس یوم عقبہ سے بہت کم ہوتا ہے مگر اس کے باوجود اس دن ایسا کوئی حادثہ پیش نہیں آیا جیسا کہ سا سانحہ عقبہ کو پیش آ گیا تھا۔

2) **دوسرا امر:** علماء واہل فتوی کی ذمہ داری ہے کہ وہ مناسک واعمال کے امور پر مزید محنت کریں، وقت نکالیں اور بحثیں لکھ کر پیش کریں اور ان پر لازم ہے کہ وہ دلیل شرعی کی معرفت اور مقامات مقدسہ کے جغرافیائی حالات اور واقع سب امور یکجا جمع کر کے فتوی دیں کیونکہ قواعد واصول میں یہ بات طے ہے کہ عالم کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں کہ وہ احکام کے دلائل اور احکام کے وقوع کے دلائل سب کا جامع ہو۔کوئی مفتی جب تک مناسک حج سے متعلقہ مقامات کے جغرافیہ سے خوب واقف نہ ہوگا تو اس کے فتوی میں قصور وکوتاہی کا گمان

---

[1] صحیح بخاری:1851۔

موجود رہے گا۔ جیسا کہ بعض مذاہب کے بعض علماء سے سرزد ہوا جب کہ انہوں نے یہ رائے دی کہ صفا و مروہ کی سعی چودہ (۱۴) چکر ہونی چاہیے۔ اور یہ اس لئے کہ ان کی قسمت میں حج کا ادا کرنا نہیں ہو سکا تھا۔

علامہ ابن القیم نے علامہ ابن حزم کی رمل کے سلسلہ میں غلطی کا تذکرہ فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ یہ ان کے نزدیک سعی کے بھی پہلے تین چکروں میں مشروع ہے۔ چنانچہ علامہ ابن القیم لکھتے ہیں: "میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے اس سلسلہ میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ ابن حزم کی غلطیوں میں سے ہے اور انہوں نے حج نہیں کیا تھا۔ رحمہ اللہ۔"[۱]

اسی طرح علماء کرام اور طالب علموں پر واجب ہے کہ حج کے بارے میں ان کے فتوے کسی ردِ فعل پر مبنی نہیں ہونے چاہیئے اور نہ ہی صحافیوں کی طرف سے بکثرت دی جانے والی رائے اور ذاتی مجلسوں میں سامنے آنے والے کسی حل پر مبنی ہو۔ ہرگز نہیں بلکہ فتوی صرف فقہ و فہم اور علمی سیرابی کے نتیجہ میں دینا چاہیے اور اس فتوی میں اس حجم کا بھی ادراک ہونا ضروری ہے جن پر یہ فتوی لاگو ہوگا کیونکہ یہ تو تمام حجاج کے بلا کسی استثناء کے واجب العمل ہوگا۔

اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے: "تمام عبادات میں سے حج کا علم زیادہ دقیق ہے۔"[۲]

۳) تیسرا امر: ایسے مسائل اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ان اعمال و مناسک حج کی ادائیگی کے لئے ادا نہ ہونے والے لوگوں کے دلوں میں حوصلہ پیدا کیا جائے اور ان کی ہمتوں کو بلند کیا جائے کہ وہ ان مسائل و احکام کو سیکھ کر جائیں اور ان مقامات و اماکن مقدسہ کی خوب جان پہچان حاصل کریں جن کا ان مناسک سے تعلق ہے۔ اور وہاں ان مناسک کو کیسے ادا کرنا ہے یہ سیکھیں اور یہ مکہ آنے سے پہلے حجاج کرام کے اپنے اپنے ملکوں میں اس سلسلہ میں منعقد کئے جانے والے کورسوں میں شرکت کر کے ہی ممکن ہے۔ ایسا کر لینے سے مناسک کی ادائیگی اور ان مقامات کا خیال ان کے شایانِ شان طریقہ سے ممکن ہو جائے گا۔ اور یہ معاملہ ان اداروں اور حج کروانے والوں کے کندھوں پر آتا ہے جو اس سلسلہ سے ایک خصوصی تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح بعض وہ ادارے بھی اس کے ذمہ دار بنیں جو حجاج کی راہنمائی کا اہتمام کرتے ہیں۔

۴) چوتھا امر: یہ ہرگز ممکن نہیں کہ فتوی صرف بعض ناگہانی و ہنگامی حالات کے حل کو سامنے رکھتے ہوئے ہی دے دیا جائے بلکہ اس کے لئے تنظیمی، تنفیذی اور ہندسی و انجینئرنگ کی جوانب کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ نہ اکیلے تنظیم ہی کافی ہو سکتی ہے اور نہ صرف فتوی ہی کفایت کر سکتا ہے بلکہ فتوے کا مکمل کمال یہ ہے کہ وہ شرعی فتوی تمام تنظیمی اداروں سے بھی پوری پوری موافقت و مطابقت رکھتا ہو اور اس سلسلہ میں حجاج کی اپنی اہلیت و سمجھ کو بھی نظر انداز ہرگز نہ کیا جائے۔ اللہ ہی توفیق دینے اور سیدھی راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ [34] الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾

"ہم نے ہر امت کے لئے قربانی (عبادت) کا ایک طریق مقرر کر دیا ہے تا کہ جو مویشی چار پائے اللہ نے انہیں دیئے ہیں (انہیں ذبح

---

۱) زاد المعاد: 2/231۔

۲) منہاج السنۃ النبویۃ: 5/497۔

کرتے وقت) ان پر اللہ کا نام لیں تمہارا معبود ایک ہی ہے تو اسی کے فرمانبردار ہو جاؤ اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز ادب سے پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے انہیں عطا فرمایا ہے وہ اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔" (الحج:34-35)

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين العالمين والحمد لله ربّ العالمين

محاسبہ و اصلاح احوال کی دعوت

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ

1424/12/22ھ، 2004/2/13ء

حمد و ثناء کے بعد!

یہ دنیا: ایک گزرگاہ:

لوگو! میں تمہیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت و تاکید کرتا ہوں، اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ سے ڈریں اپنی دنیا سے بقدر زندگی اور حسب ضرورت لے لو اور اپنی آخرت کی زندگی کے لئے بھرپور تیاریاں کرو، یہ دنیا محض گزرگاہ اور سڑک عبور کرنے کی طرح ہے خوشخبری ہے اس کے لئے جس کا دل عقلمند ہے اور جس کی زبان کنٹرول میں ہے۔ زبان سے نکلنے والے کلمات عداوت و دشمنی کا بیج بوتے ہیں. چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا﴾

"بیشک وہ نامعقول اور چھوٹی بات کہتے ہیں۔" (المجادلہ:2)

اور ارشاد الہی ہے: ﴿يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾

"وہ دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔" (الاعراف:112)

اللہ آپ پر رحم فرمائے، اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو، اللہ تعالی تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

فریب خوردہ لوگ:

مسلمانو! اے حجاج بیت اللہ! عمریں گھٹائی اور مدتیں پوری کی جارہی ہیں، نسلیں یکے بعد دیگرے فنا ہوتی جارہی ہیں اور یوم حشر و نشر اور قبروں سے اٹھائے جانے کا دن ایسا ہے کہ جس کا وعدہ کیا جاچکا ہے، وہ شخص فریب خوردہ ہے جو اللہ تعالی کو صرف چند معروف و معلوم دنوں میں ہی پہچانتا ہے یا چند گھڑیوں میں اسے جانتا ہے اور پھر غفلت و لاپرواہی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

موسم حج و سال ماضی کی روانگی اور سال نو کی آمد:

برادران کرام! مسلمانوں نے ابھی ابھی ذوالحج کا موسم خیر و برکت سے گزارا ہے اور اب چند ہی دنوں میں وہ اپنے اس ہجری سال کو بھی الوداع کہنے والے ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ نئے سال کا استقبال کریں گے اور اسے خوش آمدید کہیں گے۔ ایسے ایام میں انہیں چاہیئے کہ ذرہ بھر کے لئے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں، اپنے نفس کا محاسبہ کریں، اپنے حالات پر نگاہ ڈالیں، رونما ہونے والی تبدیلیوں پر غور کریں اور پھر ان پر اپنا محاسبہ کریں، اپنے آپ سے خود ہی باز پرس کریں اور جہاں جہاں فساد و بگاڑ نظر آئے اس کی اصلاح کرنے اور اسے سنوارنے کی فکر میں لگ جائیں۔

مسلمانو! اے حجاج کرام! ایک سال کے استقبال اور دوسرے کو الوداع کرنے کے دوران ہمیں اس بات پر خوب غور و فکر اور تدبر و تامل

کرنا چاہیے کہ امت کے حالات اور دنیا کی حالت بڑی ہی بدل چکی ہے ۔ رنج والم کا دور دورہ ہے، بہتری کی امیدیں بھی ہیں اور اس کے لئے کئی طرح کے پروگرام مرتب ہو رہے ہیں، کوئی کسی طرح کی شکایت کرتے ہوئے چیخ چلا رہا ہے، کوئی کسی چیز پر آنسو بہا رہا ہے ۔ زخم مندمل ہونے کے بعد پھر چیدے جا رہے ہیں اور ہڈیوں کے جڑ جانے کے بعد انہیں پھر سے توڑا جا رہا ہے ۔ عجیب حالت زار ہے ۔

تاریخ کا فیصلہ کن دور:

اے امت مسلمہ ! آج دنیا تاریخ کے فیصلہ کن دور سے گزر رہی ہے اور اس ساری دنیا کے وسط میں امت اسلامیہ ہے ۔ یہ دنیا نت نئے تغیرات اور تبدیلیوں سے دو چار ہو رہی ہے اور یہ چیز امت مسلمہ پر اس امر کو واجب وضروری کر رہی ہے کہ وہ لمحہ بھر کے لئے اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور اپنی ڈگر پر نظر ثانی کرے، امت کو اس بات کی پرزور دعوت دی جا رہی ہے کہ وہ معمولی سی نظر اپنے ماضی قریب پر ضرور ہی ڈال لے اور تقریباً سابقہ نصف صدی کے دوران جو واقعات رونما ہوئے ہیں ان پر غور وخوض کرے تا کہ اسے اچھے اور برے میں فرق نظر آ سکے بلکہ امت کے سامنے کئی ایسے امور آ چکے ہیں جنہوں نے اپنا (کفر کا) چہرہ ننگا کر دیا ہے ۔ اور ان کے ارادے واضح ہو گئے ہیں.

امت مسلمہ تشدد، وحشیت و بربریت اور جبر وتسلط میں گھری ہوئی ہے وہ فلسطین میں ہو یا دنیا کے دوسرے ملکوں اور علاقوں میں، اپنے ملکوں میں ہو یا دوسرے غیر مسلم ملکوں میں اقلیتوں کی شکل میں ہو، اکثریت میں، وہ ہر جگہ ہی اور ہر چار سو سے گھری ہوئی ہے اس کا یہ حصار وگھراؤ اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ پڑتال اور غور وفکر کے لئے ایک وقت نکالے اور یہ فیصلہ کرے کہ اب اسے کیا کرنا ؟ کس طرح حالات سے نپٹنا ہے؟ کس طرح مذاکرات کرنے ہیں؟ کس طرح معاملات کرنا ہے؟ ان امور میں فیصلہ کرنے کے ساتھ ہی امت مسلمہ کو اس چیز پر بھی نظر ثانی کرنی چاہیے کہ اس کا اپنے ہی لوگوں، حکومتوں، قائدین اور نظاموں سے کیسے تعلقات ہیں ۔ ان کا ان کی تاریخ و مستقبل کیا واسطہ ہے اور داخلی و خارجی تعلقات میں کیسا توازن موجود ہے ۔

مسلم امت اور مختلف چیلنج:

برادران کرام ! حجاج بیت اللہ الحرام ! اس وقت امت اسلامیہ کو اپنے ملکوں اور اپنے دین اسلام کے سلسلہ میں جن جن چیلنجوں کا سامنا ہے یہ کوئی پوشیدہ امر نہیں ہے، ہر طرح سے بڑے سخت چیلنج دیئے جا رہے ہیں، بیرونی دباؤ بڑھ رہا ہے اور امن وامان کو تہہ وبالا کرنے کے لئے دہشت گردی کا رویہ اپنایا جا رہا ہے ۔ اسلامی قواعد وضوابط اور ثوابت و امتیازات میں رخنہ اندازی کرنے اور اسلامی اصولوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لئے کوششیں ہو رہی ہیں اور ذلیل وخوار اور کمینے قسم کے لوگوں کو منصب مل گئے ہیں اور ان کے منہ میں بھی زبان آ گئی ہے (اور یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ ایسے لوگ عوام کے عمومی کاموں میں رائے دینے لگیں گے اور انھیں عہدہ و سرداری ملی ہوئی ہوگی) اور وہ لوگ بھی سامنے آ گئے ہیں جن کے دلوں میں مرض و بیماری ہے اور وہ جلدی میں ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں زمانے کی گردش میں آ جائیں، چنانچہ اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ﴾

”جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے، آپ انہیں دیکھیں کہ ان سے دوڑ دوڑ کر ملے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا

خوف ہے کہ کہیں ہم پر زمانے کی گردش نہ آجائے۔" (المائدہ:52)

یہ امور ہم سے سختی کے ساتھ اس بات کا تقاضا کر رہے ہیں کہ ہم پورے صدق دل اور مکمل سنجیدگی کے ساتھ ان کوتاہیوں پر توجہ دیں، انہیں دور کریں باہم مل جل کر اتحاد و اتفاق سے رہیں اور دشمنوں کے ساتھ ساتھ خود غرض لوگوں کے اہداف و مقاصد کو پورا نہ ہونے دیں۔

امت کو فرزندان امت کی ضرورت:

ہمارے مسلم ممالک راتوں کی تیرہ و تار ظلمتوں میں پھنسے ہوئے ہیں، انتہائی سخت و مشکل حالات سے دو چار ہیں اور اسے اپنے ہی ابناء و افراد کی جدو جہد اور محنتوں کی ضرورت ہے جو اس کے علماء دین، اہل تجربہ و ماہرین، سیاست دانوں، دور حاضر کے تجربہ کاروں اور ہنگامی حالات سے نپٹنے کی صلاحیتیں رکھنے والوں کی طرف سے سامنے آئیں تا کہ وہ مل جل کر اللہ کے فضل و کرم سے امت کی کشتی کو عداوت و دشمنی کی موجوں سے سلامت نکال لے جائیں۔

تعصب وغلو اور مبالغہ آمیزی:

مسلمانو! اپنے ہی گریبان میں جھانک کر اپنا محاسبہ کرنے کی بات ہے اور مرض کا علاج تلاش کرنے کی ایک کوشش ہے اور اصلاح کی تلاش ہے، آج دنیا غلو و مبالغہ آمیزی کی بات کرتی ہے بلکہ دنیا مبالغہ آمیزی وغلو میں بری طرح مبتلا ہو چکی ہے جس کے خوفناک آثار اور مرعوب کر دینے والے نتائج سامنے آرہے ہیں لیکن افسوس! انسانیت نے اپنی پوری تاریخ میں خطرناک غلو و مبالغہ آمیزی کی یہ انتہاء کبھی نہ دیکھی تھی جو کہ اسے اب دیکھنے کو مل رہی ہے جبکہ آج کے دور میں عنصریت و تعصب کی حد ہوگئی ہے۔ دور حاضر کی تہذیب نے ٹیکنیکل ترقی بہت کی ہے۔ نت نئی نئی ایجادات سامنے آرہی ہیں مگر بعض وہ حکومتیں جو اس وقت عقل انسانی کی اعلی ترین ایجادات اور سب سے زیادہ تباہ کن اسلحہ کی مالک ہیں، انہی میں سب سے زیادہ تعصب اور مبالغہ آمیزی بھی پائی جارہی ہے اور وہ اپنے نظریات و افکار اور مبادیات و اصول دوسروں پر زبردستی ٹھونس رہے ہیں جو کہ بشریت کے لئے بہت ہی زیادہ خطرناک چیز ہے۔

یہ مبالغہ آمیزی اور تعصب صرف دوسروں کے ہی دشمنی نہیں بلکہ سب سے پہلے یہ خود اپنے آپ کے دشمن ہیں۔ یہ غلو و مبالغہ آمیزی خود اس شخص کے کردار اور اخلاق میں تناقض اور اس کے قول و فعل میں تضاد پیدا کر دیتی ہے بلکہ اس کے معیاروں اور اس کے احکام و تصرفات اور تعامل میں بھی تضاد کا سبب بن جاتی ہے اور یہ بات بالکل واضح و جلی اور روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تعصب اور غلو و مبالغہ آمیزی اہل غلو و تعصب کے برے ارادوں کو فاش اور خود انہیں ذلیل و خوار کر کے رکھ دیتے ہیں۔ تعصب کی فضاؤں میں صرف عداوت و دشمنی کی روح ہی کام کرتی ہے اور ایسا شخص کسی دوسرے کو گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا بلکہ وہ قابیل کی زبان میں یہی نعرہ لگاتا ہے کہ: ﴿لَأَقْتُلَنَّكَ﴾

"میں تجھے قتل کر دوں گا۔" (المائدہ:27)

مبالغہ آمیزی کرنے والا متعصب شخص جب قبولیت و رضامندی پر نہ آئے تو فوراً قوت کی تلوار ہی اٹھا لیتا ہے اور اپنی طاقت و قوت، جبر و استبداد اور تسلط کو ہی وہ زندگی کے تمام امور ثقافتی و تربیتی، اجتماعی و معاشرتی، اور سیاسی اقتصادی میدانوں میں صرف انہی سے کام لیتا ہے۔

تحریک اصلاح وعلاج:

برادران اسلام! حجاج کرام! محاسبۂ نفس، اصلاح ذات اور علاج معالجہ کی گفتگو میں تمام افراد امت خصوصا اہل علم وفضل، اہل صلاح و اصلاح اور اہل منصب ورائے لوگوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سب ماضی سے سبق حاصل کریں اور دور حاضر سے عبرت پائیں۔ حکمت و دانائی اور ماضی سے حاصل کردہ دروس واسباق کا تقاضا ہے کہ ہم ماضی میں سرزد ہونے والی منفی حرکتوں سے باز آجائیں محض زبانی جمع خرچ اور کلامی جدال سے دور ہٹ جائیں جو کہ حالات میں سدھار نہیں لاتے اور نہ ہی مشکلات کو حل کرتے ہیں۔

اسلام کا اصل مرجع: کتاب وسنت:

مسلمانو! اہل اسلام کا مرجع کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہیں اور یہ مرجع صرف چند آیات واحادیث کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ ان آیات واحادیث کو زیر عمل لانا، ان کی شرح وتفسیر کرنا، ان کی دلالتوں سے اجتہاد کرنا اور ان سے استنباط واستخراج مسائل کرنا بھی اس میں شامل ہے مگر اس میں ہر کسی کو جھک مارنے کی اجازت نہیں، بلکہ یہ شریعت الٰہیہ کے اہل علم وماہرین کا اپنا مخصوص میدان ہے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالی کی شریعت کو اپنے اوپر لازم کرلے، اور صرف اللہ سبحانہ وتعالی کے لئے اپنی عبودیت وبندگی کو ثابت کردے اور یہی اس کا مقصد تخلیق بھی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

”اور میں نے جن وانسان کو پیدا ہی صرف اپنی عبادت کے لئے کیا ہے۔“ (الذاریات:56)

اسی طرح ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کردے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

”(اے نبی ﷺ!) آپ کے رب کی قسم ہے یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کردیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں بلکہ اسے خوشی سے مان لیں۔“ (النساء:٦٥)

اسی طرح ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

”لوگوں کو (میرے نبی) کے فیصلوں کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرنا چاہیے کہ اس کی پاداش میں کہیں کسی دنیوی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں یا انہیں دردناک اخروی عذاب نہ لپیٹ لے۔“ (النور:63)

ایسے ہی ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾

”کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی معاملہ میں فیصلہ کردیں تو وہ اس مسئلہ میں اپنا بھی کوئی اختیار باقی سمجھیں۔“ (الاحزاب:36)

اصلاح کا منہج وطریقہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اپنے علمی مرجع پر ثبات حاصل رہے، اس کا احترام کیا جائے اور اس کے حقوق کا تحفظ ہو۔ یہی فلاح ونجات کی راہ ہے اور اسی میں منہج کی سلامتی اور اسی میں اہل علم کی فکر کا استقرار بھی پایا جاتا ہے۔ اس میں براءت ذمہ اور اسی میں امت

کی خیر وخواہی پنہاں ہے اور جو شخص شریعت میں ان اہل علم سے تجاوز کرنا چاہے وہ افراط میں مبتلا ہوگا یا تفریط میں، اس کی راہ کٹ جاتی ہے علمی مرجع سے تعلق، اس کے حقوق کے تحفظ اور اس کے اصل مقام ومرتبہ کی پہچان واعتراف کے نتیجہ میں ہی احکام واضح ہوتے ہیں، حالات میں امن واستقرار آتا ہے، لوگوں کے دلوں میں سکون واطمینان جگہ پاتے ہیں، شریعت کا تعارف ہوتا ہے اور اسی سے امت، افراد امت اور مسلمانوں کے حکام وامراء کے حقوق کا تحفظ ہوتا ہے۔

ماہرین کتاب وسنت علماء کا احترام وادب:

اصلاح کا اسلامی منہج اور صحیح راہ یہ ہے کہ اہل علم کا ادب واحترام کیا جائے ان کے مقام ومرتبہ کو پہچانا جائے ان کی قدر ومنزلت کا تحفظ کیا جائے اور دین کے ہر چھوٹے بڑے مسئلہ میں ان کی طرف رجوع کیا جائے، دینی وشرعی مرجع (کتاب وسنت) کو پردہ خفاء میں لے جانے سے خوب بچا جائے اور علمی وشرعی تخصص کو معمولی ہرگز نہ سمجھا جائے۔

دو گروہ: اہل افراط وتفریط:

مگر سخت افسوس کی بات ہے کہ یہ مرجع کو مخفی رکھنا دونوں ہی گروہوں میں پایا جاتا ہے مبالغہ آمیزی کرنے والوں میں بھی اور جفا وحق تلفی کرنے والوں میں بھی۔

مبالغہ آرائی کرنے والوں میں ہی وہ لوگ بھی ہیں جو کہ دوسروں کو کافر قرار دیتے ہیں اور دھماکے کرتے کرواتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ظالمانہ افعال کے جواز کی کوئی دلیل پیش نہیں کی، سوائے اس کے کہ پہلے انہوں نے علماء کے خلاف بغاوت وسرکشی کی اور انہیں جاہل قرار دیا ہے اور ان پر غلط وباطل قسم کے الزامات عائد کئے ہیں۔

اسی طرح جفا کاروں نے بھی کیا ہے۔ وہ ایک دوسری راہ سے علماء کرام میں کیڑے نکالنے میں لگ گئے۔ اور انھیں یہ الزام دینے لگے کہ یہ موجودہ حالات سے واقفیت نہیں رکھتے، روزمرہ کی تبدیلیوں، تغیرات وایجادات جدیدہ کا علم نہیں رکھتے۔ جب ایک علمی مرجع (یعنی علماء کرام) کے بارے میں دونوں قسم کے لوگوں کے خیالات باہم متفق (الزام تراشی پر) ہوجائیں تو یہ بات کس قدر خطرناک ہوسکتی ہے؟ اس کا ادراک حاصل کرنا واجب ہے کہ ایک طرف سے غالی ومبالغہ آمیز کیچڑ اچھال رہے ہیں اور دوسری طرف جفا کار بھی بہتان طرازی کئے چلے جارہے ہیں اور اس علمی مرجع یعنی علماء کی اہلیت ومہارتوں کے بارے میں لوگوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کرکے انہیں گویا در پردہ اخفاء کے پیچھے دھکیل رہے ہیں۔

واجب امت:

اے امت مسلمہ! امت کو چاہیئے کہ وہ اپنا محاسبہ خود کرے، اصلاح کے طریقوں کی کھوج لگائے، علاج کے طریقے ڈھونڈ نکالے اور دشمنان اسلام واعداء دین کے مکروفریب کاریوں سے بچے. اس کے ساتھ ساتھ ہی اس پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ اپنے اندرونی حالات پر بھی کڑی نظر رکھے کیونکہ یہ مبالغہ آمیزی کرنے والے اور ناقدری وجفا کاری میں مبتلا دونوں طبقے یا گروہ ہی تحریک اصلاح کے دشمن ہیں۔

راہِ تحریک اصلاح کی دو رکاوٹیں:

اصلاح کی کوششوں اور اس کی گاڑی کو دو طریقوں میں سے کسی ایک سے ہی روکا جاسکتا ہے۔ایک یہ کہ اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی کر دی جائے اور یہ کام افراط و مبالغہ آمیزی میں مبتلا تشدد پسند لوگ کر رہے ہیں۔اس قسم کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کتاب اللہ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾

”(اے نبی ﷺ) کہہ دیجیے! کہ اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق مبالغہ وغلو نہ کرو اور اس قوم کی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے ہی گمراہ ہو چکے اور انھوں نے دوسرے بہت سارے لوگوں کو بھی گمراہ کیا ہے اور وہ سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔“ (المائدہ:77)

تحریک اصلاح کی گاڑی کو روکنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس گاڑی کو اس کی صحیح راہ سے ہٹا کر کسی دوسرے راستے پر چڑھا دیا جائے اہل تفریط اور جفا کار یہی کر رہے ہیں۔قرآن کریم نے انھیں ان الفاظ سے خطاب کیا ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ[11] أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِن لَّا يَشْعُرُونَ﴾

”جب انہیں کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد و بگاڑ پیدا نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔خبر دار! یقیناً یہی لوگ فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے ہیں لیکن انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔“ (البقرہ:12-11)

اہل افراط وتفریط: دونوں باعث ہلاک امت:

افراط و مبالغہ آمیزی کرنے والے گروہ کے لوگوں کی غلطیوں کوتاہیوں سے تفریط و جفا کاری کرنے والے لوگ اپنے مقاصد کے لئے ناجائز استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ قوم کے تشخص کے خلاف جنگ چھیڑ سکیں۔اس کے قطعی و طے شدہ مسائل میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں، اس کے امتیازات میں تشکیک پیدا کرتے ہیں، اور کہتے یہ ہیں کہ ہم افراط وغلو یا مبالغہ آمیزی کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔ان دونوں گروہوں میں سے جو افراط میں مبتلا ہیں یا تفریط میں ہر دو ہی تباہی و ہلاکت کا سبب بن رہے ہیں، اور یہ دونوں گروہ ہی امت پر اس کے دشمنوں کے غلبہ و اقتدار کا باعث ہو رہے ہیں۔ان کی وجہ سے تنازعات و اختلافات بڑھ رہے ہیں۔ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا اور امت کی ہوا اکھڑ جائے گی۔

دونوں گروہوں کا مقابلہ:

امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ افراط وتفریط کے مرتکب دونوں گروہوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرے اور جس طرح افراط والوں کی راہ روک رہے ہیں اسی طرح ہی تفریط والوں کا بھی تعاقب کریں۔تشدد پسند گروہ امت کو جمود میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہے جبکہ تفریط پسند لوگ معاشرے کے خدو خال کو مسخ کر کے اسے بلا تشخص بنا دیتے ہیں۔

اعتدال پسند لوگوں کی اکثریت:

مسلمانو! اہل اصلاح اللہ کے فضل سے اس بات سے مطمئن ہے کہ امت کا سواد اعظم یا غالب حصہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو اعتدال و توسط پسند ہیں۔ان پر نہ تو غلو پسند و مبالغہ آمیزی کا رنگ چڑھ سکتا ہے اور نہ ہی وہ اہل باطل و تفریط لوگوں کے رنگ میں رنگے جا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام افراد امت کو ہر اس فعل و عمل کی توفیق عطا فرمائے جو کہ اسکی محبت و رضاء کا باعث ہیں، اور انہیں اس راہ کی ہدایت عطا فرمائے جو کہ بالکل سیدھی (دین متین و صراط مستقیم) ہے اور دلوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ حالات کو بھی سدھارے، وہ سننے اور قبول کرنے والا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُولُو بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ[116] وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ﴾

پس کیوں نہ تم سے پہلے کے لوگوں میں سے ایسے اہل خیر لوگ ہوئے جو فساد پھیلانے سے روکنے کے سوائے ان چند کے جنہیں ہم نے ان میں سے نجات دی تھی ،ظالم لوگ تو اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جس میں انہیں آسودگی دی گئی تھی اور وہ گناہ گار تھے ،آپ کا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کر دے اور وہاں کے لوگ نیکو کار ہوتے ۔(ہود:114-117)

اہل اصلاح کے لئے ضروری امور:

مسلمانو! یہ ضروری ہے کہ اصلاح و علاج کی گفتگو صحیح و صریح اور حزم و جزم پر مبنی ہو لیکن آرام و سکون سے، آہستگی و نرمی سے، عقلمندی سے ہو، جلدی بازی و عجلت سے کام نہ لیا جائے ۔ دل میں نیک نیتی ہو، نیک فال و خوشگواری کی توقع رکھی جائے، اور معافی تلافی کا رویہ اختیار کیا جائے اور جماعتی روح سے کام لیا جائے، مغربی تہذیب کی رَوؤں اور تنگ و تعصب سے دور رہیں، صاحب حق و حقیقت اور محسن کی عزت و تائید کی جائے، خطار کار کو متنبہ کیا جائے اور اس کی تقویم و اصلاح کی جائے ۔

مصلحین و مفکرین اور اہل رائے و اصحاب مشورہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں، رحم و کرم کا رویہ اپنائیں اور معافی تلافی کی روش کی اختیار کریں، ایک دوسرے کو جاہل و نادان قرار دینے، ناک منہ چڑھانے اور تشنج کی فضاؤں سے بالا رہیں ۔اس کے ساتھ ہی اختلاف آراء کی صورت میں حق کا تحفظ کریں، اپنے نقطۂ نظر اور رائے کی تعبیر کے لئے ادب و احترام، باہمی، عفت و پاکدامنی، سلامتی قلب اور تحفظ زبان کا خاص خیال رکھا جائے اور اپنے باطن اور نیتوں کو پاک رکھیں. جب اصلاح احوال اور ذاتی محاسبہ و مراجعہ کی بات ہو تو معافی تلافی کا منہج و طریقہ اور آزادی رائے کی ضمانت جو کہ شرعی قواعد و ضوابط کی حدود کے اندر اندر ہی ہوں تو یہ خیر خواہی کرنے، غلطیوں پر متنبہ کرنے اور کسی کی رائے پر مناقشہ و بحث کرنے کے منافی نہیں ہوتے ۔

اہل علم کی ذمہ داری:

اہل علم کی ذمہ ہے کہ بھٹکے ہوئے شخص کی راہنمائی کریں، حق کو بیان کریں، اخطاء کی تصحیح و اصلاح کریں اور خطاء کرنے والے سے بدظنی بھی پیدا نہ ہو۔جب اہل صلاحیت و قدرت لوگ اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے سے رک گئے تو ظاہر ہے کہ میدان ان لوگوں کے ہاتھ لگ جائے گا جو نہ اچھی طرح داخل ہونا جانتے ہیں اور نہ ہی وہ نکلنے کا صحیح طریقہ سمجھتے ہیں ۔علماء کرام پر واجب ہے کہ وہ تحقیق و تبیین اور تلاش و جستجو کریں.

صداقت پسندی اور حقائق و افواہوں میں تفریق و امتیاز کریں، بڑے بڑے مسائل اور اہم قضایا میں اصلاح کے نام سے یا آزادیٔ رائے کے حوالے سمجھے، زبان کچھ بھی کہہ دینا جبکہ اسکا نہ علم سے تعلق ہو اور نہ ہی وہ اس کی اہلیت رکھتا ہو، ایسی باتیں اصلاح کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں ایسے لوگ اصلاح نہیں کرتے بلکہ زمین میں فساد و بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔

خبردار رہو، اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی باہمی اصلاح کرلو، اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و پیروی کرو۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

الوداع واستقبال سال اور محاسبۂ نفس

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ

1424/12/29ھ، 30/2/2004ء

حمد وثناء کے بعد!

اے اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس کی توحید، اس کے ذکر وشکر، اس کی حسن عبادت اور اس کے احکام کی اتباع وپیروی کرو، اس کے قرب کے حصول کا وسیلہ بناؤ اور اس دنیا سے بچ کر رہو کہیں اس کی زینت وچمک دمک اور اس کا حسن وجمال تمہیں فریفتہ وازخود رفتہ نہ کر دے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾

"اور تمہیں فریب دینے والا (شیطان) فریب میں مبتلا نہ کر دے۔" (فاطر:5)

الوداع اے سال ماضی:

مسلمانو! یہ اس سال کو الوداع کرنے کے لمحات بڑے غمناک اور ہیجان خیز ہیں کیونکہ یہ اپنے ساتھ ہی اس سال کے ہم سے رخصت ہو جانے کا پیغام اور ہمارے ہاتھوں سے نکل کر ختم ہو جانے کا اعلان لاتے ہیں۔

اللہ والو! زمانے کی عمر میں سے پورا ایک سال گزر گیا جس کے دوران حالات نے بڑے پلٹے کھائے ہیں، عمریں فنا ہو گئی ہیں۔ امت پر سخت آزمائش اور مصائب ومشکلات نازل ہوئی ہیں جو کہ اہل عقل وخرد کی راتوں کا چین برباد کرنے اور ان کی نیندیں اڑا دینے والی ہیں، جن کے تصور سے ہی دل دہل جاتے ہیں اور یہ دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔

یہ شب وروز کی آمد ورفت اک رحیل:

ان دنوں کا جانا اور راتوں کا آنا یہ سلسلہ اگر کھیل تماشے میں مشغول غافل ولاپرواہ لوگوں کے لئے صرف شب وروز کی آمد ورفت ہی ہے اور اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تو یہی شب وروز کی آمد ورفت اہل بصیرت اور اصحاب فکر ونظر کے لئے باعث عبرت امور میں سے ایک ہے اور وعظ ونصیحت کے مصادر وسرچشموں میں سے ہر روز تازہ دم ہو کر سامنے آنے والا ایک مصدر وسرچشمہ ہے۔ اور اس بات کی بہترین تصویر کشی اور اعلی وضاحت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا وہ زریں قول کرتا ہے جو کہ حضرت حسن بصری نے ان سے روایت کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: "يا ابن آدم انما انت أيام فإذا ذهب يومك ذهب بعضك"

"اے بنی آدم! تو چند ایام سے عبارت ہے اور جب ایک دن گزر جاتا ہے تو تیرا ایک حصہ گزر کر گویا ختم ہو جاتا ہے۔"[1]

اور اسی بات کی تصویر کشی بعض دوسرے سلف امت کے اس قول میں پائی جاتی ہے جس میں وہ کہتے ہیں: " كيف يفرح بمرور الأعوام مَن يومه يهدم شهره، وشهره يهدم سنته، وسنته تهدم عمره؟! كيف يفرح من يقوده عمره إلى أجله، وحياته إلى موته؟!"

---

[1] البیہقی فی الشعب: 7/381۔

"وہ گزرنے والا ہر دن اس کی عمر کے ایک ماہ کی عمارت کو گراتا رہتا ہے، اس کی عمر کا ہر ماہ اپنے گزرنے کے ساتھ ہی اس کی عمر کے ایک سال کی بنیادیں ہلا کر رکھ جاتا ہے، اور اسکی عمر کا گزرنے والا ہر سال اس کی عمر کی کل مدت کو آہستہ آہستہ تباہ کرنے پر لگا ہوا ہے، وہ شخص خوشیاں کیسے مناسکتا ہے جسے اس کی عمر اس کی اجل کی طرف اور اس کی زندگی اس کی موت کی طرف گھسیٹے لئے چلی جارہی ہے۔"[1]

بعض سلف امت کا کہنا ہے: "من كانت الليالي والأيام مطاياه، سارت به وإن لم يسر"

"جس کی سواریاں یہ راتیں ہوں اس کا بعض حصہ جاتا ہی رہتا ہے وہ چاہے افاقہ نہ ہی پائے۔"[2]

یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین امت اور اہل بصیرت لوگ سال گزرنے پر تھوڑی دیر کے لئے رکتے اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھتے ہیں، اپنی ذات کی طرف رجوع کرتے، اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے کوئی سمجھدار تاجر وکاروباری شخص اپنی تجارت و کاروبار پر ہر سال کے آخر میں گہری نگاہ ڈالتا ہے، آپ دیکھتے ہی ہیں کہ ہر تاجر کس طرح ایک مقرر وقت پر اپنے نفع ونقصان کے حسابات کی جانچ پڑتال کرتا ہے، اور پھر ان کے اسباب کو تلاش کرتا ہے اور کیا صحیح ہوا اور کہاں غلطی ہوئی وہ ہر قدم پر غور کرتا ہے، اسی طرح ہی اگر سمجھدار مسلمان بھی یہی عقلمندی کا رویہ اپنائے تو اس کے شرف مقاصد، غرض و غایت کی طہارت اور اہداف واغراض کی بلندی میں مزید اضافہ رونما ہوتا ہے، کیونکہ اپنے اس بصیرت مندانہ انداز سے اپنے حقیقی فوائد ومنافع کے تحفظ کی کوشش کرتا ہے جو کہ اس کی تجارت میں نقصان نہیں آنے دیتے اور اسے کساد بازاری ومندے میں مبتلا ہونے سے بچاتے ہیں، اس کے اعمال صالحہ کے خزانوں سے اس کے فوائد ومنافع ختم نہیں ہوتے، اور نہ ہی اس کی باقیات صالحات یا نیکیوں کے بیلنس میں کوئی کمی آتی ہے، جنہیں اللہ تعالی نے بلند مقام عطا کر رکھا ہے، بہت ہی معزز رتبے سے نوازا ہوا ہے اور دوسری تمام چیزوں پر فضیلت بخشی ہوئی ہے، چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا﴾

"مال واولاد تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے رب کے یہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔" (الکھف:46)

مراجعۂ ذات اور محاسبۂ نفس:

یہی وجہ ہے کہ اپنی ذات کی طرف یہ رجوع کرنا اور اپنے محاسبۂ نفس کا اہتمام کرنا، اہل عقل وخرد لوگوں کا طریقہ، بیدار مغز افراد کی روش اور اہل رشد و ہدایت حضرات کا منہج و انداز ہے، انہیں اس سے زندگی کے کھیل تماشے، اس کی لغویات، اس کی چمک دھمک اور اس کی زینت وخوبصورتی انہیں اس مراجعۂ ذات ومحاسبۂ نفس سے مصروف ومشغول نہیں کر سکتی، یہی وجہ ہے کہ وہ اس زندگی کے اس ماہ وسال کے چکروں سے حظ وافر پاتے اور اپنی امیدوں تک پہنچنے کی توفیق سے سرفراز، اپنے مقاصد ومفادات حاصل کرتے، اور ٹھوکروں لغزشوں سے سلامتی پاتے ہیں یہ مراجعہ ومحاسبہ کے ساتھ ربط وتعلق، افضل واکمل کی طرف ترقی وانقلاب سے مضبوط رشتہ اور گہرا صلہ رکھتا ہے کیونکہ یہ مراجعہ و

---

[1] جامع العلوم والحکم:383۔

[2] جامع العلوم والحکم:383۔

محاسبہ بندے کے سامنے سارے خلل ونقص اور کمی کوتاہی کھول کر رکھ دیتا، اور بیماریوں کے اسباب مقامات واضح کردیتا ہے، جب کسی کا عزم صحیح اور جازم ہو، نیت نیک و درست ہو، راستہ روشن ہو، اور عمل پیہم اس کی تصدیق بھی کرے، تو اللہ کا تعاون اور ایسی مدد نازل ہوتی ہے کہ جو کبھی ختم نہ ہو اور پھر اس کا انجام اچھا اور بہترین جزاء بھی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾

"اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی، ہم انہیں ضرور اپنے راستے دکھادیں گے۔" (العنکبوت:69)

امت و افرادِ امت سبھی کے لئے:

اللہ کے بندو! یہ مراجعۂ ذات اور محاسبۂ نفس والا رویہ اختیار کرنا اور اس طریق پر چلنا کوئی صرف افراد کے ساتھ ہی خاص نہیں اور نہ ہی یہ لوگوں میں سے کسی ایک گروہ کے ساتھ مخصوص ہے، بلکہ پوری امتِ مسلمہ کو ہی اسکی حاجت وضرورت ہے، اور اسے اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں، جبکہ وہ گزشتہ سال کو الوداع کہہ رہی ہے، اور نئے سال کا استقبال کرنے جارہی ہے، البتہ امت کی نسبت سے اس مراجعہ ومحاسبہ کا میدان بڑا وسیع ہے، اس کا دائرہ بہت واسع اور اس کا فائدہ بہت ہی بڑا اور عام ہے، کیونکہ اس میں پیش آنے والے بڑے واقعات پر مکمل نظر ڈالی جائے گی، اور ہنگامی و مشکل حالات پر عقلمندانہ طریقے سے غور وخوض ہوگا، اور عبرتوں نصیحتوں کا تدارک کرنے کے لئے باریک بینی سے جائزہ لیا جائے گا اور پھر اس کے بعد اپنی ڈگر کو درست اور اپنا قبلہ صحیح کرنے کے لئے بھرپور کوشش وسعی ہوگی، ایسے ہی اپنی سیدھی ومضبوط اسلامی زندگی کو از سرِ نو شروع کرنے کے لئے راستے ہموار کرنے کی کوشش اور ہر کجی کی اصلاح کی چارہ جوئی کی جائیگی، اور یہ سب اس اسلامی زندگی کی راہ ہموار کرنے کے لئے ہوگا جو کتاب سنت کی وحیوں اور قرآن وحدیث کے انوار سے منور طریق کی شکل میں ہوگی، اور اللہ تعالی نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ[18] وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ[19] لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو، اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (فردائے قیامت) کے لئے کیا (سامان وعمل) بھیجا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے، اور ان لوگوں جیسے نہ ہوجانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ایسا کردیا کہ خود اپنے آپ کو بھول گئے، یہ فاسق و بدکردار لوگ ہیں، اہل جہنم اور اہل جنت برابر نہیں، اہل جنت تو فوز وفلاح (کامیابی) پانے والے ہیں۔" (الحشر:18-20)

آغاز ہو کہ انتہاء: عبادت ہی عبادت:

اللہ کے بندو! سال کی ابتداء و انتہاء یا آغاز وانجام ہو ہر حال میں اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کی عبادات وطاعات سرانجام دینا ہی اسبابِ توفیق اور ابوابِ قبول کا بہترین ذریعہ ہے، گزشتہ سال کی انتہاء وانجام حج وعمرہ کی بہترین عبادت سے تھا اور جو حج نہیں کر رہے تھے، ان کے لئے یوم عرفہ کے روزہ کی شکل میں تھا تو سالِ نو کا آغاز کرتے وقت بھی اہل ہدایت وتوفیق اور اللہ کی مدد یافتہ لوگوں کے لئے بہت سارے مواقع اور عبادات کے رنگ موجود ہیں اور ان عبادات میں سے سب سے ظاہر و واضح اور غالب ترین عبادت

اللہ کے اس ماہ محرم الحرام کے روزے ہیں جو کہ ماہ رمضان کے روزں کے بعد افضل ترین روزے ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ،

" ماہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل ترین روزے اللہ کے حرمت وعزت والے اس مہینے کے ہیں، جسے تم محرم کہتے ہو، اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل ترین نماز رات کی نماز تہجد ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

یوم عاشوراء کا روزہ:

اس ماہ محرم کے لئے یہی شرف وفضیلت کیا کم ہے کہ اس میں یوم عاشوراء بھی ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ۔

" مجھے اللہ سے امید ہے کہ اس دن کا روزہ اس سے پہلے گزرے ہوئے سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔"[2] (صحیح مسلم)

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ۔[3]

اللہ والو! سنت طریقہ یہ ہے کہ یوم عاشوراء (10 محرم) سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھا جائے جیسا کہ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں ثابت ہے، اس کے اسباب کے دوام اور اس کے ابواب میں داخلے کے لئے عمل صالح کرتے چلے جائیں۔ آپ فوز وفلاح پا جائیں گے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

[1] صحیح مسلم: 1163۔
[2] صحیح مسلم: 1162۔
[3] صحیح مسلم: 1134